مکمل
اسلام اور تربیتِ اولاد
تالیف
شیخ عبد اللہ ناصح علوان رحمۃ اللہ علیہ
مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ
سابق رئیس
مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی
وجامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
ناشر
مکتبۃ الحبیب
بنوری ٹاؤن کتب مارکیٹ کراتشی، فون ۰۳۳۳-۳۲۲۲۷۰۳

اِسلام اور تربیتِ اولاد

جلدِ ثانی

تالیف

شیخ عبد اللہ ناصِح علوان رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ

رئیس

مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی ۔ کراچی

رئیس

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی ۵ پاکستان

ناشر

مکتبۃ الحبیب

کُتب مارکیٹ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

موبائل: 0333-3422703

فہرست

عنوانات	صفحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

قسمِ ثالث

تین فصلوں پر مشتمل ہے

۱ — بچّے کی تربیت میں مؤثر وسائل

۲ — بچّے کی تربیت کے بنیادی اصول وقواعد

۳ — تربیت سے متعلق ضروری ولازمی تجاویز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

فصلِ اوّل

① بچّے کی تربیت میں مؤثر وسائل

تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں محترم قارئین کے سامنے بچّوں کی تربیت کے سلسلہ میں مربیوں پر عائد ہونے والی جو بڑی بڑی ذمہ داریاں ذکر کی جاچکی ہیں، وہ ذمہ داریاں خواہ ایمانی ہوں یا اخلاقی، عقلی ہوں یا جسمانی، نفسیاتی ہوں یا معاشرتی، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ذمہ داریاں جن پر گزشتہ صفحات میں کلام ہو چکا ہے اور ان پر تفصیلی بحث کی جاچکی ہے، وہ تربیت کے میدان اور بچے کی شخصیت سازی کے سلسلہ میں عظیم ترین ذمہ داریاں ہیں، اور مستقبل میں جب والدین و مربی اپنی ان کوششوں اور جدوجہد کا ثمرہ حاصل کریں گے، اور اپنے لگائے ہوئے باغ کے شاندار سایہ میں بیٹھیں گے تو وہ اس وقت کتنے خوش نصیب اور خوش وخرم ہوں گے۔

اور ان کی نفوس اس وقت کتنی مطمئن اور آنکھیں کتنی ٹھنڈی ہوں گی جب وہ اپنے جگر گوشوں کو مقدس فرشتوں کی طرح زمین پر چلتا ہوا دیکھیں گے، اور اپنے دل کے ٹکڑوں کو لوگوں میں متحرک قرآن کی طرح رواں دواں دیکھیں گے۔

لیکن کیا مربی کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرکے اور ان فرائض کو عمدگی سے ادا کرکے یہ سمجھ لے کہ وہ بری الذمہ ہوگیا، اور اس نے اپنی ذمہ داری پوری کردی، اور اپنی پوری قوت صرف کردی؛ یا یہ کہ اس کو مزید وسائل بھی اختیار کرنا چاہییں، اور ہمیشہ اعلیٰ و افضل اور اکمل ترین کی تلاش میں رہنا چاہیئے؛

بلاشبہ منصف سمجھدار مربی ہمیشہ مفید ترین وسائل کی ٹوہ میں لگا رہے گا، اور تربیت سے متعلق ایسے قواعد وضوابط تلاش کرتا رہے گا جو عقیدہ و اخلاقی لحاظ سے بچے کی تربیت کرنے میں مؤثر اور بنیادی حیثیت رکھتے ہوں، اور جن سے بچے کی نفسیاتی و معاشرتی اور عملی تیاری ہوسکے، تاکہ بچہ کمال کی چوٹی، اور پختگی کی بلندی کو پہنچ سکے، اور عقل و سمجھداری اور تحمل و بردباری کے بہترین مظاہر سے آراستہ ہو۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ تربیت کے مفید وسائل اور بچے کی شخصیت سازی اور اس کے بہترین فرد بنانے کے

مفید و مؤثر ترین قواعد و اصول کیا ہیں :

میرے اندازے کے مطابق وہ پانچ امور میں مجتمع ہیں :

۱۔ اسوہ حسنہ کے ذریعے تربیت ۔
۲۔ اچھی عادات کے ذریعے تربیت ۔
۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت ۔
۴۔ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت۔
۵۔ سزا دینے کے ذریعہ تربیت ۔

(۱) اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تربیت

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی میں پیشوا اور مقتدی نہایت مؤثر کن وسائل میں سے ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ اور بہترین مقتدی ہوا کرتا ہے، بچہ۔ چال چلن میں اپنے مقتدی کی پیروی کرتا ہے، اور شعوری و غیر شعوری طور پر اخلاقی طور سے اس کی نقل اتارتا ہے، بلکہ اس کی نفس و شعور میں مربی کی قولی و فعلی اور حسی و معنوی صورت منقش ہو جاتی ہے چاہے اسے پتہ چلے یا پتہ نہ چلے۔

سی لیے پیشوا اور اسوہ بچے کی اصلاح یا فساد میں ایک بڑا عامل بنتا ہے، چنانچہ اگر مربی سچا اور امانت دار اور بااخلاق شریف و بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ بھی سچائی، امانت، اخلاق، شرافت، بہادری و پاکدامنی پر نشوونما پائے گا، اور اگر مربی جھوٹا، خائن، آزاد، بخیل، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ، خیانت، آزادی، بزدلی، بخل اور خساست میں بڑھے پلے گا۔

بچے میں خیر کی خواہ کتنی زبردست صلاحیت کیوں نہ ہو اور اس کی فطرت خواہ کتنی ہی سلیم و صاف ستھری کیوں نہ ہو تب بھی خیر کی بنیادی باتوں اور بہترین تربیت کے اصولوں پر وہ اس وقت تک لبیک نہیں کہے گا جب تک مربی کو خلاق کی چوٹی اور اچھائیوں کی بلندی اور اسوہ و نمونہ کی معراج پر نہ دیکھے۔۔ مربی کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ تربیت کے طریقوں میں سے کوئی طریقہ بچے کو سمجھا دے لیکن یہ نہایت ہی مشکل کام ہے کہ بچہ اس طریقے کو اپنائے جب کہ وہ اپنے تربیت کرنے والے اور مربی کو اس طریقہ کو اپناتے ہوئے اور اس کی بنیادی باتوں اور اصولوں پر عمل پیرا نہ دیکھ لے۔

اسی لیے عربی شاعر کا اس معلم کے بارے میں درجِ ذیل اشعار کہنا سخت تنبیہ ہے جس کا فعل اس کے قول

کے خلاف ہو وہ کہتا ہے:

یا أیها الرجل المعلم غیره	هلا لنفسك كان ذا التعلیم
اے دوسروں کو تعلیم دینے والے معلم	یہ تعلیم خود تمہارے اپنے لیے کیوں نہیں ہے
تصف الدواء لذی السقام وذی الضنی	کیما یصح به وأنت سقیم
تم بیماروں ولاغروں کے لیے تو دوا ونسخہ لکھتے ہو	تاکہ وہ شفایاب ہوجائے لیکن تم خود بیمار رہو
ابدأ بنفسك فانهها عن غیّها	فإذا انتهت عنه فأنت حکیم
پہلے خود اپنی نفس سے ابتدا کرکے اسے گمراہی سے روکو	اگر تمہاری نفس اس سے رک گئی تو پھر تم واقعی حکیم ہوگے
فهناك یقبل ما وعظت ویقتدی	بالعلم منك وینفع التعلیم
پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم	کی پیروی کی جائے گی اور تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہوگا

اللہ جل شانہ جب اپنے بندوں کے لیے معجزکن آسمانی نظام مقرر فرمارہے تھے تو اس وقت سے اس بات کو طے فرمالیا تھا کہ وہ رسول وپیغامبر جسے وہ اپنی طرف سے کسی قوم وامت تک آسمانی پیغام پہچانے کے لیے مبعوث فرمائیں گے اسے اعلیٰ ترین نفسیاتی اخلاقی وعقلی کمالات سے متصف ہونا چاہیے، تاکہ لوگ اس سے اخذ کریں، اور اس کی اقتدا کریں، اور اس سے سیکھیں، اور اس کی بات پر لبیک کہیں، اور اچھائیوں، مکارمِ اخلاق اور فضائل میں اس کے طریقے کو اپنائیں۔

اسی لیے نبوت اکتسابی چیز نہیں جسے انسان اپنی جدوجہد اور محنت سے حاصل کرسکے بلکہ وہ امورِ تکلیفیہ میں سے ہے جو انسان کو خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کسے رسول بنائیں اور اللہ ہی کو اس کا زیادہ علم ہے کہ انسانوں میں سے کس کو منتخب کرنا چاہیے تاکہ وہ ڈرانے اور بشارت دینے والے رسول وپیغامبر بنیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدیٰ وپیشوا ہیں:

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ ہمیشہ ہمیشہ مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ واسوہ بنیں، اور تمام انسانیت کے لیے ہر جگہ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روشنی کا مینار و پرسکون چاند ہوں:

((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)) الاحزاب۔۲۱ — تمہارے لیے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

نیز فرمایا:

((يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا — بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے

مُنِیرًا))۔ الاحزاب۔ ۴۶،۴۵ بلانے والے کے، اور بطور ایک روشن چراغ کے۔

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی شخصیت میں اسلامی نظام وطریقے کی کامل ومکمل تصویر رکھ دی ہے، تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں اور قوموں کے لیے آپ اپنے کمالِ اخلاق اور عظمتِ کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: آپ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب نہایت مختصر اور دقیق وجامع جواب ہے جس نے قرآن کریم کے محیط منہج اور عمدہ ترین اخلاق کے بنیادی اصولوں کو یکجا کر لیا ہے، واقعۃً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ کریم کے بیان کردہ محاسن وفضائل کے لیے ایک زندہ ترجمان، اور اس کی زندہ وتابندہ توجیہات ورہنمائیوں کی ایک متحرک تصویر تھے، بتلائیے کوئی ایسا شخص ہے جو اس کے اردگرد چکر لگا سکے یا یہ کہ اس کے عظیم ترین سمندر کے کسی نقطہ تک پہنچ سکے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے شرف وابدیت اور فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ خود اپنے بارے میں یہ اعلان فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنی نگرانی میں آپ کی نشو ونما فرمائی اور آپ کو تربیت دی ہے اور خوب تربیت دی، تاکہ آپ ہمیشہ ہمیشہ جسموں کے لیے عافیت، اور عالم کے لیے سورج کی مانند، اور سمندر کی تاریکیوں میں روشن وچمکدار چاند کی طرح ہوں۔

عسکری اور ابن السمعانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((أدبني ربي فأحسن تأديبي[1]))۔ میرے رب نے مجھے تربیت دی اور خوب تربیت دی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تربیت دینے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا مرکز ہونے کی دلیل آپ کا نبوت سے قبل اور اس کے بعد نبوت کی اساسی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے گناہوں ومعاصی میں سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ آپ طہارت وپاکدامنی میں مشہور ومعروف تھے۔

رہا آپ کا سچا صادق وامین ہونا، تو اس زمانے کے لوگ آپ کو صادق وامین کے لقب سے پکارا کرتے تھے، اور یہی بات انہوں نے آپ سے لوگوں کے ایک عظیم مجمع میں کہی تھی کہ ہم نے آپ کو کبھی بھی جھوٹ بولنے والا نہ پایا۔

رہا آپ کا ذکی وسمجھدار ہونا تو اس میں تو کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فخر وشرافت اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ نے اپنی حسنِ تدبیر اور حکمت کے ذریعہ اپنی قوم کے لیے

---

[1] اس حدیث کی سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

حجرِ اسود لگانے کے وقت ایک مناسب تدبیر پیش کر کے قوم کو ایک ایسی تباہ کن جنگ سے بچالیا جس کے انجام کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو نینداس وقت تک اچھی معلوم نہ ہوئی اور نہ زندگی میں مزا آیا اور نہ آپ کو سکون نصیب ہوا جب تک آپ نے امت کو دعوتِ اسلام پر لبیک کہتے اور اللہ کے دین میں داخل ہوتے نہ دیکھ لیا، قرآنِ کریم کی کتنی ہی آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل ہوئیں کہ آپ اپنے غم اور حزن وملال میں تخفیف کر دیں، اور اپنی دینی جد وجہد اور تبلیغ و دعوت میں سکون و نرمی سے کام لیں تاکہ حسرت و ملال کی بنا پر آپ اپنے کو ہلاک نہ کر بیٹھیں، اور آپ کا جسم امراض کا شکار نہ ہو جائے۔ ان آیات میں سے بعض یہ ہیں:

((فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا)) الکہف۔ ۶

سو کہیں آپ گھونٹ لیں گے اپنی جان کو پچتا پچتا کر ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو۔

اور فرمایا:

((اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ)). القصص۔ ۵۶

جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لیے اس کی مشیت ہوتی ہے۔

نیز فرمایا:

((فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ)) فاطر۔ ۸

سو ان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغامِ الٰہی کی دعوت و تبلیغ اور اس میں ثبات و ثابت قدمی، صبر و استقلال اور اس سلسلہ میں مصائب و آفات کے برداشت کرنے اور مجاہدے میں ضرب المثل تھے، اسی طرح اولوالعزم پیغمبر اس وقت تک برابر جد وجہد اور مجاہدہ وجہاد کیا کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنی قوم کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا نہ دیکھ لیں۔

رہا وہ اسوہ اور نمونہ جو عبادت اور اخلاق کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے پیش کیا تھا تو وہ اپنے مراتب کی بلندیوں اور کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، اور جتنا جتنا زمانہ گزرتا جائے گا اور صدیاں بیتتی جائیں گی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور عظیم الشان اخلاق کو اپنے لیے کامل نمونہ اور بہترین اسوہ اور ہدایت کن منارہ پائیں گے۔

عبادت کے سلسلہ میں آپ کے اسوہ و نمونہ ہونے کے سلسلہ میں امام بخاری و مسلم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا، اور جب

آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرما دیے ہیں؟ تو آپ ارشاد فرماتے: پھر کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟!

اور امام بخاری و مسلم حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دنوں میں کچھ خصوصی عبادت کیا کرتے تھے؟ (یعنی اور دنوں سے زیادہ ان دنوں عبادت کرتے ہوں) تو انہوں نے فرمایا: جی نہیں! آپ کا ہر عمل دائمی تھا یعنی ہمیشہ عبادت میں لگے رہتے تھے، اور تم میں سے کون شخص ہے جو اتنی طاقت رکھتا ہو جتنی طاقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔

اور اس طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر اللہ جل شانہ کی محبّت سے سرشار اور عبادت و اپنے رب سے سرگوشی میں مگن تھا چنانچہ آپ راتوں کو کھڑے رہتے، اور دن کا ایک حصہ بھی اسی مناجاتِ باری میں صرف فرماتے تھے اور آپ کو نماز میں لذت محسوس ہوتی تھی، اور عبادت میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان چیزوں میں اپنے پیروی سے روکتے تھے جن چیزوں میں وہ آپ کی پیروی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایک کام کرنا چاہتے تھے لیکن پھر اس خوف سے اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو کرتا دیکھ کر خود بھی کرنے لگیں اور پھر ان پر وہ فرض کر دیا جائے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مسلسل روزے رکھے، دن رات میں کچھ نہ کھایا، دو یا تین دن مسلسل ایسا ہی کیا، یہ رمضان کے اخیر کا واقعہ ہے، آپ کو دیکھ کر دوسرے حضرات نے بھی کھائے پیئے بغیر مسلسل روزے رکھنا شروع کر دیے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ہمارے لیے یہ مہینہ دراز کر دیا جاتا تو ہم اس طرح سے مسلسل روزہ رکھتے کہ مبالغہ و تعمق کرنے والے اپنے غلو کو چھوڑ بیٹھتے، میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں مجھے تو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے یعنی میری مدد فرماتا ہے اور طاقت وقوت دیتا ہے۔

اور بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے اس اعلیٰ ترین مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں، اس لیے کہ آپ ہی تو اللہ تعالےٰ کے ان تمام احکامات کو نافذ کرنے والے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا مثلاً تہجد و عبادتِ شب و روز اور تسبیح و ذکر و دعاء وغیرہ:

((يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي	اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کیجیے مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم رکھیے یا اس سے کچھ بڑھا دیجیے، اور قرآن خوب

عَلَيۡكَ قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِيَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلًا ۝))۔

المزمل۔ ۱تا۶

صاف صاف پڑھیے ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں، بے شک رات کے وقت اٹھنے میں (دل وزبان کا) خوب میل رہتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

اور فرمایا:

((وَ مِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ‌ۖ عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝))۔

بنی اسرائیل۔ ۷۹

اور رات میں کچھ جاگتے رہیے قرآن کے ساتھ، یہ زیادتی ہے آپ کے لیے، قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب کھڑا کردے مقامِ محمود میں۔

نیز فرمایا:

((وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ بُكۡرَةً وَّ اَصِيۡلًا ۝ وَمِنَ الَّيۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَ سَبِّحۡهُ لَيۡلًا طَوِيۡلًا))۔

الدھر۔ ۲۵ و ۲۶

اور اپنے پروردگار کا نام صبح وشام لیتے رہیے، اور رات کے بھی کسی حصہ میں اسے سجدہ کیا کیجیے، اور اس کی تسبیح رات کے بڑے حصے میں کیا کیجیے۔

رہا اخلاقِ فاضلہ کے سلسلہ میں آپ کا مقتدیٰ واسوہ ہونا[ا] تو اس سلسلہ میں میرے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ شریفہ اور آپ کی عمومی عظمت کے گوشوں سے متعلق ایک ایک نمونہ آپ کے سامنے پیش کردوں خواہ اس کا تعلق کرم وزہد سے ہو، یا اس کا ربط تواضع وحلم وبردباری سے ہو، یا قوت وشجاعت سے متعلق ہو، یا حسنِ سیاست اور اصول پر ثابت قدم رہنے سے متعلق ہو۔

رہا کرم وجود میں آپ کا اسوہ ونمونہ ہونا تو اس سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام اس شخص کی طرح دیا کرتے تھے جسے فقر وفاقہ کا قطعاً اندیشہ نہ ہو، اور آپ تیز رفتار ہوا سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ سخی رمضان المبارک کے مہینے میں ہوا کرتے تھے۔

حافظ ابو الشیخ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مسلمان ہونے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا مگر یہ کہ آپ نے وہ ضرور عطا فرمائی، ایک صاحب نے آپ سے دو پہاڑیوں کے درمیان جگہ بھر کر بکریاں مانگیں، آپ نے انہیں وہ عطا فرمادیں، تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ لوگو مسلمان ہوجاؤ اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس شخص کی طرح دل کھول کر دیتے ہیں جسے فقر کا قطعاً خوف نہ ہو۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا اور پھر یہ

[ا] اخلاق میں مقتدیٰ ہونے کی بحث کا اکثر حصہ ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" سے کچھ تصرف کے ساتھ منقول ہے۔

ہوا ہو کہ آپ نے اس کے جواب میں: نہیں فرمایا ہو (یعنی آپ سے جو چیز مانگی جاتی تھی آپ وہ عطا فرما دیتے تھے)۔

رہا زہد و ورع میں آپ کا اسوہ و مقتدی ہونا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چٹائی پر تشریف فرما تھے، اور اس کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑ گئے تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اگر ہم آپ کے لیے کوئی ایسا گدا بنوالیں جو آپ چٹائی پر بچھا لیا کریں جس کی وجہ سے آپ چٹائی (کی سختی) سے محفوظ رہیں؟! آپ نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ، میری اور دنیا کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سایے میں بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر وہاں سے چلا جائے۔ اور آپ ہی وہ ذات ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ درخواست کی کہ اے اللہ آلِ محمد کا رزق بقدرِ ضرورت مقرر کر دیجیے۔

اور ابن جریر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت سے وفات تک آپ نے مسلسل تین دن بھی پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی تناول نہیں فرمائی۔

اور امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے فرمایا: یہ وہ پہلی خوراک ہے جو تمہارے والد نے تین دن میں کھائی ہے۔

اور بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زہد و دنیا سے بے رغبتی کے اعلیٰ مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں اس لیے کہ آپ ہی تو اس حکم کو نافذ کرنے والے ہیں جو اللہ نے آپ سے نافذ کرانا چاہا تھا اور وہ حکم اللہ کا آپ سے یہ فرمانِ مبارک ہے:

((وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝)). طٰہٰ - ۱۳۱	اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے ان کے گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے۔ ان کی آزمائش کے لیے، کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے، اور آپ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہترین اور دیرپا ہے۔

ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زہد اختیار فرمایا تھا یہ فقر و فاقہ ہاتھ کی تنگی یا کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی وجہ سے نہیں تھا، اور اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی راحت کی چیزیں پسند کرتے اور دنیا کی نعمتوں کی فراوانی چاہتے۔ اور دنیا کی آسائشوں سے مستفید ہونا چاہتے، تو دنیا اور اس کی تمام چیزیں ہنسی خوشی ذلیل و رسوا ہو کر آپ کے قدموں میں ہوتیں، لیکن بات یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اختیاری فقر و زہد میں بعض مصلحتیں اور بہت سی حکمتیں تھیں، جن میں سے اہم اور ظاہر حکمتیں درج ذیل ہیں:

✿ آپ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان قوموں کو اپنے اس زہد سے تعاون، ایثار اور مال کے خرچ کرنے کے مفہوم کو سمجھا دیں۔

امام بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور اگر ہم چاہتے تو خوب پیٹ بھر کر کھا سکتے تھے لیکن آپ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے اور ایثار فرماتے تھے، اور اس سے قبل ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح دل کھول کر دیتے تھے جسے فقر کا خوف نہ ہو۔

✿ آپ نے یہ چاہا کہ آنے والی مسلم برادریوں کو قناعت پسند ضرورت پر اکتفا کرنے والی زندگی نمونہ کے طور پر دکھلا دیں، تاکہ وہ دنیا کی زیب وزینت اور حشر سامانیوں میں پھنس کر اپنے فریضۂ دعوت وارشاد واعلاء کلمۃ اللہ سے محروم نہ ہو جائیں، اور ایسا نہ ہو کہ ان پر دنیا کی خوب بہتات ہو جائے اور پھر دنیا ان کو اسی طرح ہلاک کر دے جیسے ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو تباہ وبرباد کیا۔

✿ آپ نے یہ چاہا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یعنی منافقین وکفار اور اعداء اسلام ان پر واضح کر دیں کہ آپ جس دین کی دعوت کو لے کر آئے ہیں اور لوگوں کو جس طرف بلا رہے ہیں اس سے آپ کا مقصد نہ مال کا جمع کرنا ہے اور نہ دنیا کی فانی زیب وزینت اور دنیا کی ختم نہ ہونے والی لذت کی چیزیں، اور نہ اس کی نعمتیں وآسائشیں، اور نہ آپ دین کے نام سے دنیا کمانا چاہتے ہیں، بلکہ آپ کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا حاصل کرنا ہے۔ اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ جب آپ اللہ کے دربار میں حاضر ہوں تو دنیا کی فانی چیزوں میں سے آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور آپ کا شعار بھی وہی تھا جو آپ سے قبل دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا:

((وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ)). ہود - ٢٩

اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا، نہیں میری مزدوری مگر اللہ پر۔

رہا تواضع میں آپ کا مقتدیٰ واسوہ ہونا تو جو لوگ آپ کے زمانے میں تھے اور جو آپ کے ساتھ کبھی بھی ملے اور اکٹھا ہوئے ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے، اور وہ سب یک زبان ہو کر بتلاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو سلام کرنے میں خود پہل کیا کرتے تھے، اور جس سے آپ بات کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی طرف آپ پورے متوجہ ہو جایا کرتے تھے، اور جب کسی سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچے آپ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے، اور جب اپنے صحابہ کے پاس جاتے تو مجلس میں جہاں جگہ ہوتی تھی وہیں بیٹھ جایا کرتے تھے، اور آپ خود بازار جاتے تھے، اور سامان خود اٹھایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوں، اور مزدور وکاریگروں والا کام کرنے سے بھی آپ نے کبھی ناک بھوں نہیں چڑھائی چاہے مسجد کی تعمیر ہو یا خندق کا کھودنا، اور آپ آزاد لوگوں کی دعوت بھی قبول فرماتے تھے اور غلام وباندیوں کی بھی، اور اگر کوئی عذر پیش کرے تو آپ اسے قبول فرما لیا کرتے تھے، اور آپ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے تھے، خود جوتے گانٹھتے تھے اور گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے، اور اپنے اونٹ کو خود باندھا کرتے تھے، اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، اور ضرورتمندوں، کمزوروں اور فقراء کی حاجت روائی فرماتے تھے، اور زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام تواضع کی اس معراج پر کیوں نہ ہوتے جب کہ خود اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا یہ پیغام نازل فرمایا ہے:

((وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾)). الشعراء - ۲۱۵

اور جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ میں چلے تو آپ اس کے ساتھ (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آئیے۔

حلم و بردباری میں آپ کا مقتدٰی و نمونہ ہونا، نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام حلم و بردباری کی آخری منزل کو پہنچے ہوئے تھے خواہ آپ کی بردباری اس وقت ہو جب بدو اعرابی آپ کے ساتھ درشتی اور بدسلوکی سے پیش آتے تھے، یا اس وقت جب فتح و کامیابی نے آپ کے قدم چومے تو اس وقت آپ نے دشمنوں کی خود سری اور تکبر کے بدلے میں حلم و بردباری سے کام لیا۔

اعراب و بدوؤں و دیہاتیوں کی بدسلوکی پر آپ کے حلم و بردباری کے سلسلہ میں میرے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ میں سیرت کی کتابوں میں مذکور بہت سی مثالوں میں سے درج ذیل مثال پیش کر دوں، چنانچہ لکھا ہے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ نے موٹی کناری والی نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی، ایک اعرابی بدو آپ کے پاس آئے اور آپ کی چادر پکڑ کر زور سے آپ کو کھینچ لیا، میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے زور سے چادر کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کاندھے پر چادر کے کنارے کا نشان بن گیا تھا، یہ حرکت کرنے کے بعد اس بدو نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دے دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے مسکرائے اور اس کو عطیہ دینے کا حکم دے دیا۔

دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل کرنے کے بعد آپ نے جس حلم و بردباری سے کام لیا، اس کے جاننے کے لیے ہمیں آپ کا ان اہل مکہ کے ساتھ برتاؤ دیکھنا چاہیئے جنہوں نے آپ کو خوب ایذائیں دیں، اور خوب تنگ کیا، اور آپ کے شہر سے آپ کو نکال دیا، اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، اور آپ پہ ہر طرح کے جھوٹے الزامات واتہامات لگائے۔ لیکن ایسے سرکشوں کے ساتھ آپ نے کیا معاملہ کیا؟ وہ ہم آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ہر آنکھیں رکھنے والے کو آپ کی شریف ذات، آپ کے عفو و درگزر اور حلم و بردباری کے آئینہ میں صاف نظر آجائے (ذرا دیکھیے تو آپ ایک فاتح کی حیثیت سے ایک ایسے عظیم الشان لشکر کے ساتھ جس کی نظیر جزیرۂ عرب والوں نے اس سے قبل نہ دیکھی ہوگی، ایسے لشکر کو آپ مکہ کی سرزمین پر لے کر داخل ہو رہے ہیں ان کے گھوڑے اس زمین پر قدم رکھ رہے ہیں.. آپ کو دیکھیے کہ پورا ملک آپ کے رحم و کرم پر ہے، آپ سب سے عفو و درگزر کرتے ہیں، وہ سرغنہ و لیڈر جو زمین میں فساد پھیلانے میں پیش پیش تھے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طرح طرح حرکتیں کی تھیں، ان سب کو اچھائی اور احسان کا بدلہ دیا جا رہا ہے، اور ان کے

ساتھ عفو و درگزر اور معافی کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر دوسرے حکام تو ایسے مفسدوں و سرکشوں کا علاج سوائے گردن اڑانے کے اور کوئی نہیں کرتے [1]) لیکن نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے ساتھ سوائے اس کے اور کچھ نہ کیا کہ انہیں یکجا جمع کیا، انہیں امید دلائی اور امان دیا، اور ان سے اپنا یادگار جملہ فرمایا: بتلاؤ تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ شریف بھائی ہیں، اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔ سب کو معاف کیا جاتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حلم و بردباری کے اس بلند ترین مرتبہ میں کیوں نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ آپ پر یہ آیت نازل فرما چکے ہیں:

((خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ)). اعراف ـ ۱۹۹	درگزر کی عادت کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔
((فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ)). الحجر ـ ۸۵	سو کنارہ کیجیے اچھی طرح کنارہ کرنا۔

رہا جسمانی طاقت میں آپ کا مقتدیٰ ہونا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کرنے والے پہلوانوں اور اولوالعزم لوگوں کے لیے قوت، گرفت، اور قوتِ نافذہ میں اعلیٰ ترین مثال پیش کر کے دکھائی۔

اور یہ بات کیوں نہ ہو جب کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے پہلوانوں کے سردار رکانہ کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا تھا، اور تیسری مرتبہ پچھڑنے کے بعد رکانہ نے آپ سے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ وہ ذات ہیں جس نے جنگِ احد میں اُبَی بن خلف کے سینے پر نیزہ مارا تو وہ درد سے نڈھال ہو کر اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور کہنے لگا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اوپر صرف تھوک ہی دیتے تو بھی آپ مجھے قتل کر دیتے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے جب ایک چٹان پر پہنچے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ایک ایسی سخت چٹان کو آپ ریزہ ریزہ کر دیں جس پر قوتِ بازو اور کدالیں اثر نہ کر سکیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ صورتِ حال ہی یہ تھی کہ آپ کی قوت جسمانی اور دل کی مضبوطی اور اعصاب کی طاقت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجایا کرتے تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوت و طاقت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں جب کہ آپ خود یہ ارشاد فرماتے ہیں: طاقتور مؤمن بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے کمزور وضعیف مؤمن سے ملاحظہ ہو صحیح مسلم۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام عزم کی پختگی اور جسم کی قوت میں خود کو دوسروں کے لیے مقتدیٰ و نمونہ بنا کر کیوں نہ پیش کریں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر درجِ ذیل آیت صراحت سے نازل فرمائی ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو شیخ عبدالرحمٰن عزام کی کتاب بطل الأبطال (ص ـ ۵۵)۔

((وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ)). اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو
الانفال۔ ۶۰ قوت سے۔

رہا بہادری و شجاعت میں آپ کا مقتدیٰ ہونا، تو اس باب میں آپ کا ہم سر کوئی تھا ہی نہیں (لیجیے آپ کو دو واقعات ایسے بتلا دیتا ہوں جو کسی بہادر کی بہادری کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ ہیں:

الف۔ ایک رات اہلِ مدینہ کسی خوفناک چیز سے دہشت زدہ ہو گئے، جس طرف سے آواز آئی تھی اس جانب کچھ لوگ چل دیے راستہ میں انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ ان سے پہلے ہی اس جانب جا چکے تھے اور حضرت ابوطلحہ کے ایک بے زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس خبر کی تحقیق کر چکے تھے، تلوار آپ کی گردن میں لٹکی ہوئی تھی اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں ڈرو مت۔

ب۔ جنگِ حُنین کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر کھڑے ہو گئے، لوگ اس وقت اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے، آپ نے فرمایا:

أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب
میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

اس روز آپ سے زیادہ ثابت قدم اور دشمن میں گھسنے والا اور کوئی شخص نہ تھا۔

طویل تاریخ میں سے میں نے صرف ان دو واقعات کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ ان میں سے پہلا واقعہ وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطرے کی جگہ کی جانب اور لوگوں سے پہلے چلے گئے، اور دوسرے واقعے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نازک و خطرناک موقعہ پر ایک ایسے وقت جب کہ آپ کے ساتھی آپ کے پاس سے بھاگ چکے ہوں پھر بھی آپ ثابت قدم رہے، جن لوگوں کو جنگ کے علم و فن سے تعلق ہے وہ جانتے ہیں کہ ان دو واقعات سے بہادری کا امتحان لیا جاتا ہے، اور بہادری کو پہچانا جاتا ہے، اس لیے کہ جب خوف غالب آچکا ہو اور رعب طاری ہو گیا ہو اس وقت خطرناک جگہ کا رخ کرنا اور ہلاکت کی جگہ ڈٹے رہنا نفس پر بڑا شاق و تکلیف دہ ہوتا ہے[1])۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطرناک مواقع پر بہادر و آگے بڑھنے والے کیوں نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا یہ ارشاد نازل فرمایا ہے:

((فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ)). سو آپ اللہ کی راہ میں لڑیے آپ ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کے اور تاکید کیجیے مسلمانوں کو۔
النساء۔ ۸۴

نیز فرمایا:

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری و شجاعت کے ان دونوں واقعوں کو شیخ عزام کی کتاب "بطل الأبطال" سے لیا گیا ہے۔

((اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾)). التوبہ-۱۳

کیاان سے ڈرتے ہو تم کو اللہ کا ڈر زیادہ چاہیے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

حسنِ تدبیر وسیاست میں آپ کا مقتدیٰ ہونا۔ اس باب میں آپ تمام لوگوں کے لیے ضرب المثل تھے چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، مومن ہوں یا کافر، عوام ہوں یا خواص، اور ہر موقعہ پر کامیابی آپ کے قدم چومتی تھی۔ اس لیے کہ فطری طور سے آپ میں عمدہ اخلاق رکھ دیے گئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ تدبیر و حسنِ سیاست اور تمام امور کو ان کی جگہ پر رکھنے کا خاص ملکہ دیا گیا تھا۔

تاریخ نے جن بے شمار مثالوں کو اپنے خزانے میں محفوظ کر رکھا ہے ان میں سے ایک عظیم نمونہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کو وہ حکیمانہ سیاست معلوم ہو جائے جو آپ کی سمجھداری و عظیم اخلاق سے وجود میں آ رہی تھی۔

غزوہ حنین کے بعد نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے جب قریش و دیگر عرب قبیلوں کو انعامات دیے اور انصار کو کچھ نہ دیا تو اس سلسلہ میں انصار میں کھسر پھسر ہونے لگی، حتیٰ کہ بعض نے کہا: بخدا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنی قوم سے مل گئے ہیں اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا: اے انصار کی جماعت یہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے جو تمہاری نفوس میں پیدا ہو رہی ہے؟ بتلاؤ کیا تم گمراہ نہ تھے اور اللہ نے تمہیں ہدایت دی، کیا تم فقراء نہ تھے اللہ نے تمہیں غنی بنایا، کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت بڑا فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت تم لوگ بتلاتے کیوں نہیں ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم کیا بتلائیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر فضل و احسان ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: بخدا اگر تم لوگ چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور سچ کہتے اور اس بات میں تمہاری تصدیق بھی کی جاتی کہ تم مجھ سے یہ کہتے: آپ جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت اور لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، لوگوں نے آپ کو تنِ تنہا چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی نصرت کی، لوگوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، آپ غریب تھے ہم نے آپ سے غم خواری کی، اے انصار کی جماعت کیا تم دنیا کے اس تھوڑے سے مال و دولت کی وجہ سے ناراض ہو جو میں نے بعض قوموں کو اس لیے دیا ہے تاکہ ان کی تالیفِ قلب ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں، اور مجھے تمہارے اسلام پر اعتماد و بھروسہ تھا، کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ اور لوگ تو اونٹ و دنبے بھیڑ لے کر جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ؟! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں کا ایک فرد ہوتا، اور اگر دوسرے اور تمام لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا، اے اللہ انصار پر رحم فرما اور ان کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر بھی رحم فرما، یہ سن کر وہ حضرات اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انہوں نے عرض کیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اور اپنے

حصہ پر راضی وخوش ہیں۔

یہ اخلاص سے پُر وہ سچے کلمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے نکلے، اور آپ کی زبان نے ان کی ترجمانی کی اور یہ کلمات انصار کے دلوں میں گھر کر گئے، جنہوں نے ان کی نفوس کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کر دیا، اور فتنہ کو اس کی موت مار دیا، اور انصار کی نفوس کو حق کے پہچاننے اور حکمت کے سمجھنے کے لیے بیدار کر دیا، یہ کلمات ہمیں بتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی بڑی مصلحت و فائدے اور اسلام کی نصرت و غلبہ اور تالیفِ قلب کے لیے کس طرح لوگوں کو یکجا جمع کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو توحید کے سایہ تلے اسلام کے جھنڈے کے نیچے عظیم وحدت حاصل ہو جائے۔

اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عظیم صفات سے متصف نہ ہوتے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سمجھ و ذکاوت اور ایسی سیاسی سوجھ بوجھ نہ دیتے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہرگز بھی مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم نہ کر سکتے تھے، اور تمام جزیرۂ عرب آپ کی محبت سے سرشار اور دوستی کا گرویدہ نہ ہوتا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ سیاست اور اچھے معاملے میں مقتدٰی و نمونہ کیوں کر نہ ہوں جب کہ آپ اس سیاست میں اپنے رب کے اس امر کے پیرو تھے جو اس نے آپ کو اس سیاست اور اس ممتاز معاملہ کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں دیا تھا، ملاحظہ فرمایئے اللہ جل شانہٗ نے اس سلسلہ میں آپ کو کس طرح خطاب فرمایا اور کس طرح نصیحت فرمائی ارشاد ہے:

((فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾)). آلِ عمران - ۱۵۹	سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کو نرم دل مل گئے اور اگر آپ تند خو سخت دل ہوتے تو متفرق ہو جاتے آپ کے پاس سے سو آپ ان کو معاف کیجیے اور ان کے لیے بخشش مانگیے اور کام میں ان سے مشورہ لیجیے، پھر جب آپ اس کام کا قصد کر چکیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ کو توکل والوں سے محبت ہے۔

رہا اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کے سلسلہ میں آپ کا مقتدٰی ہونا، تو یہ بات آپ کی صفات میں سے نہایت نمایاں صفت تھی، اور آپ کی عادات میں سے فطری عادت تھی، اور اس موضوع پر دلیل پیش کرنے کے لیے ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ہم آپ کا وہ عظیم موقف پیش کر دیں جو آپ نے اپنے چچا کے ساتھ اس وقت اختیار کیا تھا جب آپ کو یہ گمان ہوا تھا کہ شاید آپ کے چچا آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے اور آپ کے تعاون سے کنارہ کش ہو جائیں گے، اور مدد سے ہاتھ کھینچ لیں گے، ایسے موقعہ پر ہم ایک لحظہ کے لیے ٹھہر جاتے ہیں، تاکہ حق، ایمان اور موقف پر ڈٹ جانے سے متعلق ان کلمات کو سن لیں

جو دائمی وابدی دینِ اسلام کے پیغامبر کی زبانِ مبارک سے نکلتے ہیں، تاکہ دنیا کے سامنے اعلان کر دیں کہ دیکھو یقین وثابت قدمی کیسی ہوتی ہے، اور قربانی اور جاں نثاری کیا ہے، اور اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں کو کیا ہونا چاہیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے چچا بخدا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں اس لیے رکھ دیں کہ میں اس دین کی دعوت کو چھوڑ دوں تو میں اسے اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غلبہ عطا نہ کردے یا پھر میں اس کے لیے اپنی جان قربان نہ کردوں، اور پھر نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام وہاں سے کھڑے ہوئے اور رونے لگے، جب آپ کے چچا نے آپ کے اس عزمِ صادق کو دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ آپ اس دین کی دعوت میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی شخص یا انسان کی پرواہ کیے بغیر اس دعوت کے راستے پر گامزن رہیں گے، تو انہوں نے آپ کو آواز دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے میرے بھتیجے جاؤ جو چاہے کہو اب میں تمہیں کبھی بھی کسی کے حوالے نہیں کروں گا، اور پھر انہوں نے درجِ ذیل اشعار پڑھے:

والله لن يصلوا إليك بجمعهم — حتى أوسد في التراب دفينا

بخدا وہ سب کے سب ملکر بھی آپ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے — جب تک کہ میں مٹی میں مدفون نہ ہوجاؤں

فاصدع بأمرك ما عليك غضاضة — وابشر بذاك وقرَّ منه عيونا

آپ اپنا کام کرتے رہیں آپ کے لیے کوئی ذلت نہیں ہے — اور آپ یہ سن کر خوش ہوجائیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجانا چاہئیں

ودعوتني وزعمت أنك ناصحي — ولقد صدقت وكنت ثمَّ أمينا

آپنے مجھے دعوت دی اور آپنے یہ سمجھا کہ آپ میری خیرخواہی کررہے ہیں — آپ نے بالکل سچ کہا اور آپ بالکل امین ہیں

وعرضت دينًا لا محالة أنه — من خير أديان البرية دينا

اور آپ نے ایک دین پیش کیا جو بلاشبہ — مخلوق کے دینوں میں سب سے بہترین دین ہے

لولا الملامة أو حذار مسبة — لوجدتني سمحاً بذاك مبينا

اگر ملامت کا خوف یا گالم گلوچ کا ڈر نہ ہوتا تو — آپ مجھے اس کا قبول کرنے اور اس کا بیان کرنیوالے پاتے

اپنے اصول وموقف پر ثابت قدمی کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ اور اس امتحان سے بڑھ کر ایمان کا اور کون سا بڑا امتحان ہو سکتا ہے؟ اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موقف کے علاوہ اور کوئی بھی موقف نہ ہوتا تو صرف یہی موقف قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فخر وشرافت ودوام کے لیے کافی ووافی تھا۔

اور اپنے موقف پر ڈٹ جانے اور ثابت قدمی کی اس ممتاز ونمایاں صفت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ متصف ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی درجِ ذیل آیاتِ کریمہ نازل فرما چکے ہیں:

((فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ)) الاحقاف۔۳۵ — آپ صبر کیجیے جیسا کہ ہمت والے پیمبروں نے صبر کیا تھا۔

اور فرمایا:

((أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ)). البقرہ۔۲۱۴ — کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے گزر چکے کہ ان کو سختی اور تکلیف پہنچی اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق وصفات کا جو حصہ ہم نے پیش کیا ہے درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبڑائی کے ذخیرے میں سے ایک معمولی سا ٹکڑا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے سمندر میں سے ایک چلو ہے، کیا کوئی شخص اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو شمار کر سکتا ہے یا ان کے شاندار امتیازات واوصاف کا احاطہ کر سکتا ہے، جب کہ خود اللہ تعالیٰ سبحانہ ان کا وصف نہایت عجیب صفت سے بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس یادگار ابدی صفت سے مخصوص فرماتے ہیں:

((وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ)). القلم۔۴ — اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ بوصیری پر رحم فرمائے انہوں نے خوب کہا ہے

دع ما ادعته النصاری فی نبیھم — واحکم بما شئت مدحاً فیه واحتکم

وہ دعویٰ تو چھوڑ دیں جو نصاریٰ نے اپنے انبیاء کے بارے میں کیا — اور آپ کی مدح میں اور جو چاہیں کہیں اور فیصلہ کریں

وانسب إلی ذاته ما شئت من شرف — وانسب إلی قدرہ ما شئت من عظم

آپ کی ذات کی جانب جس شرافت کی چاہیئے نسبت کردیجیے — اور آپ کے مرتبہ کی طرف جس بڑائی کو چاہیے منسوب کر دیجیے

فإن فضل رسول الله لیس له — حد فیعرب عنه ناطق بفم

اس لیے کہ اللہ کے رسول کے فضل وکمال کی — کوئی حد نہیں ہے کہ جس کو کوئی اپنی زبان سے بیان کر سکے

فمبلغ العلم فیه أنه بشر — وأنه خیر خلق الله کلھم

آپ کے بارے میں منتہائے علم یہ ہے کہ آپ ایک بشر ہیں — اور آپ اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں

اور جب اللہ جل شانہ نے خود ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم اخلاق سے مالا مال کیا تھا، اور اس اسوۂ حسنہ کے ساتھ امتیاز عطا فرمایا تھا تو پھر فطری بات ہے کہ لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچیں، اور لوگ آپ کی اقتدا کریں، اور لوگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں اپنے لیے کامل نمونہ اور اپنی دینی و دنیوی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز میں اعلیٰ ترین مثال و نمونہ پائیں. بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھا جمع ہوئے ہیں وہ آپ پر ایمان و محبّت میں اور زیادہ آپ کے گرویدہ تھے، بلکہ وہ حضرات جب تک آپ کا چہرۂ انور نہ دیکھ لیتے تھے اس وقت تک انہیں صبر نہیں ہوتا تھا، اور ان کی طبیعت اس وقت تک خوش نہیں ہوتی تھی جب تک ان کی آنکھیں آپ کی زیارت باسعادت سے بہرہ ور نہ ہو جائیں، اس لیے کہ ان کو آپ سے بے پناہ محبت اور بے انتہا تعلق تھا. امام بغوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور آپ کی دوری ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا رنگ متغیر تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے؟! انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی اور تکلیف، البتہ بات صرف اتنی ہے کہ میں اگر آپ سے ملاقات نہ کروں تو جب تک آپ کا دیدار نہ کر لوں مجھ پر عجیب قسم کی وحشت طاری رہتی ہے، پھر جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ میں شاید آپ کو وہاں نہ دیکھ سکوں، اس لیے کہ آپ تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ بلند و بالا مراتب میں ہوں گے، اور میں اگر جنت میں داخل بھی ہو گیا تو میں آپ سے تو کمتر درجہ میں ہی ہوں گا، اور اگر بالفرض جنت میں داخلہ نہ ملا تو پھر کبھی بھی آپ کا دیدار نہ کر سکوں گا، اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ	اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ	کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ النساء-۶۹	اور شہید اور نیک بخت ہیں، اور اچھی ہے انکی رفاقت۔

مخلصانہ قلبی محبّت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی جانوں کی محبت پر فوقیت دی، اس سلسلہ کا واقعہ حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہ کا ہے جیسا کہ اس کو بیہقی حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب مشرکین نے حضرت زید بن الدثنہ کو مقامِ تنعیم میں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر نکالا تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی. دونوں نے ایک دوسرے کو مصائب و تکالیف پر صبر و ثابت قدمی کی وصیّت کی، ابوسفیان جو اس وقت تک مشرک تھے انہوں نے زید بن الدثنہ سے کہا: اے زید میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوں اور ان کی گردن اڑا دی جائے اور تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مزے کرو؟! حضرت زید نے فرمایا: بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اس وقت جس جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہاں انہیں ایک کانٹا بھی لگے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں، ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی کو بھی کسی سے ایسی

محبت کرتے نہیں دیکھا جو محبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل ہونے کو اس پر ترجیح دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا سی بھی ایذا و تکلیف پہنچے حافظ زُرقانی لکھتے ہیں: ایک روایت میں آتا ہے کہ ان (کفار نے) حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کو قسم دی، تو انہوں نے فرمایا: بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ میں اپنے پاؤں میں ایک کانٹا لگا کر فدیہ دیں۔

اسی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جو بیہقی و ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت کے باپ، بھائی اور شوہر کو جنگِ احد میں شہید کر دیا گیا جب ان کو اس حادثہ کی خبر ملی تو انہوں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتلایا۔ الحمدللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ چاہتی ہیں بخیریت ہیں، انہوں نے عرض کیا: مجھے دکھلاؤ تاکہ میں آپ کا دیدار کر لوں، اور پھر جب انہوں نے آپ کو دیکھ لیا تو کہنے لگیں: آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے یعنی آپ زندہ سلامت ہیں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے محبت، فنائیت و تعلق کے اس وجدانی جذبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی تھی، اس لیے کہ انہیں آپ کی ذات میں ایک اعلیٰ ترین مثال و نمونہ مل گیا تھا، عبادت میں بھی اور اخلاق میں بھی اور ملاطفت میں بھی اور معاملات میں بھی، دیکھ لیجیے نمونہ و مقتدیٰ نفوس پر اس طرح اثر کیا کرتا ہے، اور تربیت اور شخصیت سازی میں اتنا اچھا اثر ڈالتا ہے۔

جو شخص یہ چاہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اقتدار کی تھی اس کا کچھ حصہ جان لے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی نفوس پر جو اثر تھا اور آپ نے ان کی زندگیوں میں جو انقلاب برپا کر دیا تھا اسے پہچان لے تو اسے تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے، تاکہ ان کے شاندار کارناموں اور اعلیٰ فضائل پر مطلع ہو (کیا دنیا نے ان سے زیادہ شریف، مقدس، رحمدل شفیق، برتر و بالا اور زیادہ ترقی یافتہ و علم والا دیکھا ہے؟

ان کی شرافت اور فخر اور ان کا نام ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے یہ کافی ہے کہ قرآنِ کریم ان کے بارے میں یوں گویا ہے:

((مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ)). الفتح ۔ ۲۹	محمد اللہ کے پیمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں (اور) مہربان میں آپس میں۔

اور ارشادِ باری ہے:

((كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ)). الذاریات ۔ ۱۷، ۱۸	رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔

اور فرمایا:

((تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ)).

الفتح۔ ۲۹

تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

نیز فرمایا:

((وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)).

الحشر۔ ۹

اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام وایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں، محبت کرتے ہیں اس سے جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے، اور اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اس سے جو کچھ انہیں ملتا ہے، اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں۔

اور فرمایا:

((مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا)).

الاحزاب۔ ۲۳

اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے، سو ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ ان میں کے راستہ دیکھ رہے ہیں۔

یہ ان کے مکارم ومآثر اور تعریفِ ربّانی کے سمندر بے پایاں کنار کے چند قطرات ہیں، اور ان حضرات کی بدولت ایک ایسا فاضل معاشرہ حقیقت کے روپ میں وجود میں لانا آسان ہوگیا جو ایک زمانے سے مفکرین کا خواب اور فلاسفہ کی تمنا و آرزو تھا، اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ان کے یہاں دو دو سال تک قاضی اپنی مجلس لگاتا تھا لیکن اس کے پاس کوئی مقدمہ پیش نہیں ہوتا تھا، اور وہ کیوں کر جھگڑیں جبکہ قرآن کریم ان کے پاس ہے؟ اور وہ آپس میں کیوں جھگڑیں جبکہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرتے تھے جو وہ خود اپنے لیے پسند کیا کرتے تھے، اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کیونکر بغض رکھیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں محبت وبھائی چارگی کا درس دیتے تھے اور ایثار ومحبت کا حکم دیا کرتے تھے۔

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے محاسن وفضائل کے شمار کرتے ہوئے اور ان کے افعالِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمہ کی پیروی کے وجوب کو بیان کرتے ہوئے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے:

جو شخص بھی کسی کی اقتدا کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرے،

اس لیے کہ وہ حضرات دلوں کے اعتبار سے اس امت کے نیک ترین لوگ تھے، اور علم کے اعتبار سے بہت گہرے علم والے تھے، اور تکلفات سے بہت دور تھے، اور سیرت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور حالت کے اعتبار سے بہترین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا، لہٰذا ان کے فضل ومرتبہ کو پہچانو، اور ان کے طریقے کی پیروی کرو اس لیے کہ وہ صحیح وسیدھے راستے پر قائم تھے۔

اور مسلمان ہر جگہ اور ہر زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت واخلاق، شجاعت وثابت قدمی، عزم واقدام، محبت وایثار، جہاد اور شہادت کے حصول کے شوق میں بہترین نمونہ سمجھتے رہے ہیں، اور مسلمان نوجوان ہر زمانے میں ان کے فضائل کے چشموں سے سیراب ہوتے رہے، اور ان کے مکارم کے نور سے روشنی حاصل کرتے رہے، اور تربیت میں ان کے طریقے پر چلتے رہے اور مجد وشرافت کے محل کی تعمیر میں ان کے راستے پر چلتے رہے ہیں، اس لیے کہ وہ سیرت کے اعتبار سے خیر القرون اور اسوہ ومقتدیٰ کے اعتبار سے زمانوں میں سے بہترین زمانہ تھے[1]۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے:

((أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم)). بیہقی ودیلمی

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے[2]

یہ صالح اور عمدہ نمونہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کی پیروی کرنے والوں میں مجسّم موجود تھا اس کے ذریعے سے اسلام بہت سے دور دراز کے ملکوں اور مشرق ومغرب کے وسیع علاقوں میں پھیل گیا۔

اور تاریخ بڑے تعجب اور فخر سے لکھتی ہے کہ اسلام جنوبِ ہند وسیلون اور محیط ہندی کے لکدیپ اور مالدیپ نامی جزائر اور تبت اور چین کے سواحل اور فلپائن اور انڈونیشیا اور ملایا کے جزائر میں پھیل گیا، اور افریقہ کے وسط سنغال نائیجیریا، صومال، تنزانیہ، مدغاشکر اور زنجبار وغیرہ شہروں اور ملکوں تک پہنچ گیا۔

اسلام ان تمام قوموں تک مسلمان تاجروں اور ان سچے دعاۃ کے ذریعہ سے پہنچا جنہوں نے اپنی سیرت وکردار، امانت ودیانت اور سچائی اور وفاء عہد کے ذریعہ سے اسلام کی سچی تصویر پیش کی، اور پھر اس کے ساتھ کلمہ طیبہ اور موعظہ حسنہ نے اپنا کام دکھلایا اور لوگ دینِ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے، اور اس نئے مذہب پر کامل اعتماد ویقین کیساتھ خوشی خوشی ایمان لانے لگے۔ اور اگر یہ داعی تاجر اپنے اخلاق کے ذریعے سے ممتاز نہ ہوتے اور دوسری قوموں میں اپنی سچائی

---

[1] یہ مضمون تربیۃ الاولاد فی الاسلام کی قسم اول کے مقدمہ سے کچھ تصرف کے ساتھ لیا گیا ہے۔

[2] یہ حدیث اگرچہ سنداً کچھ ضعیف ہے مگر اس کے معنی بالکل صحیح ہیں، اس لیے کہ علماء کے اتفاق واجماع کے مطابق صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اور مسلمان ان میں سے جس کی بھی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا۔

وامانت داری کا نمونہ پیش نہ کرتے۔ اور اجنبیوں میں اپنی نرمی، لطف و مہربانی اور حسنِ معاملہ کے ذریعہ معروف نہ ہوتے تو لاکھوں انسان اسلام کو قبول نہ کرتے، اور اس کی رحمت و ہدایت کو نہ اپناتے۔

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا ممتاز اخلاقی نمونہ جو عمدہ و صالح مقتدیٰ کی شکل میں وجود میں آیا وہ دلوں اور نفوس پر اثر کرنے والے بڑے عوامل میں سے ہے۔ اور اسلام کے دور دراز شہروں اور دنیا کے اطراف میں پھیلنے اور انسانوں کی ایمان اور اسلام کی طرف ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

اس لیے آج کا مسلم معاشرہ مرد ہوں یا عورت، جوان ہوں یا بوڑھے، چھوٹے ہوں یا بڑے سب کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور دوسروں کے لیے اپنے عمدہ اخلاق اور اچھی شہرت اور بہترین معاملہ اور عظیم اسلامی صفات کا شاندار و بہترین نمونہ پیش کریں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام عالم میں ہدایت کے چاند اور اصلاح کے سورج، اور خیر و حق کے داعی اور اسلام کے ابدی پیغام کے پھیلانے اور نشر کرنے کا سبب بنے رہیں[۱]!)۔

اس لیے تربیت کی کامیابی اور افکار کے پھیلانے کے لیے صالح نمونہ کا وجود بہت ضروری ہے، اور ایسے شاندار و اعلیٰ کردار کا پایا جانا ضروری ہے جس کی طرف نگاہیں اٹھیں اور اس کے جمال کی وجہ سے نفوس اس کی طرف کھنچیں۔ اور ایسے فاضل اخلاق کا پایا جانا بھی ضروری ہے جن سے معاشرہ خیر کو حاصل کرے اور جو لوگوں میں بہترین اثر چھوڑ سکیں۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت خیال رکھتے تھے کہ مربی دوسروں کے سامنے ہر چیز میں نہایت بہترین نمونہ پیش کرے، تاکہ بچہ شروع ہی سے اچھائی اور خیر میں نشو ونما پائے۔ اور شروع ہی سے شاندار اچھی صفات پر پرورش پائے اور یہ چیزیں اس کی گھٹی میں پڑ جائیں۔

مربی کو اچھا نمونہ پیش کرنے کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی تنبیہ کی جو عادت تھی اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

✿ ابو داؤد و بیہقی حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں موجود تھے میری والدہ نے کہا: اے عبداللہ آؤ تاکہ میں تمہیں دے دوں، نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو یہ تمہارے لیے ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

---

[۱] ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" کا (ص ۔ ۱۱۹) کچھ تصرف کے ساتھ

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ہی سے مروی ہے جسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص کسی بچے سے یہ کہے کہ آ ئے لو اور پھر اسے نہ دے تو یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہشمند تھے کہ مربی ان لوگوں کے سامنے سچا و صادق بن کر پیش ہو جن کی تربیت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے تاکہ وہ ان کے لیے اسوہ ومثال بن سکے۔

✿ اور امام بخاری ومسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیۃً دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اس جیسا ہدیہ دیا ہے؟! انہوں نے عرض کیا جی نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو اس غلام کو واپس لے لو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو، چنانچہ میرے والد نے وہ ہدیہ واپس لے لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بشیر! کیا اس بچے کے علاوہ تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اسی جیسا ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر تو مجھے اس پر گواہ نہ بناؤ، اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا، اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے علاوہ کسی اور کو اس پر گواہ بنالو، پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوگا کہ وہ سب تمہارے ساتھ برابر سے حسنِ سلوک کریں؟! انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسا نہ کرو۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کردار اور سیرت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ مربی ان لوگوں کے سامنے جن کی تربیت اس کے ذمہ ہے عدل وانصاف کا پیکر بن کر پیش ہو تاکہ ان کے لیے مثال ونمونہ بنے۔

✿ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بیٹے حسن وحسین کو چوما پیار کیا، آپ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے یہ دیکھ کر کہا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی نہیں چوما، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں ہم تو ان کو نہیں چومتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا مادہ نکال دیا ہو تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟!

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے بہت حریص تھے کہ مربی ان لوگوں کے سامنے رحمت کا پیکر بن کر ظاہر ہو جن کی تربیت اس کے ذمہ ہے تاکہ وہ ان کے لیے مثال و نمونہ بنے۔

اور اگر مربی کے دل سے رحم کا مادہ نکال لیا گیا ہو تو پھر کیا تربیت بچے کو فائدہ پہنچا سکے گی؟ اور کیا ایسی صورت میں تربیت کے مؤثر طریقے نفع بخش ہوں گے؟! اور کیا بچہ ایسی صورتِ حال میں نصیحت پر کان دھرے گا اور کیا مکارم اخلاق اس میں پیدا ہوں گے؟! یقینی طور سے جواب نفی میں ہی ہوگا۔

اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کریں اور محبت سے پیش آئیں، اور ان کی روزانہ کی زندگی میں اسے ثابت کر کے دکھائیں، اپنے دعوت وتربیت کے فریضہ میں اس کو نمایاں رکھیں تاکہ بچے میں بھی یہ اخلاق پیدا ہوں اور اچھائیاں اس کی فطرت بن جائیں، اور بہادری وشرافت اس کی گھٹی میں پڑ جائے۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے بچوں پر رحم کرنے کی عادت ڈالنے کا جو اہتمام رکھا اس نے مسلمان قوموں کو ہر زمانے و ہر جگہ ایک مثال ونمونہ عطا کر دیا ہے تاکہ دعوت دینے والے اور والدین ومربی ہر جگہ اور ہر زمانے میں اس کی پیروی کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ جس طرح محبّت ورحمت سے پیش آیا کرتے تھے اس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

الف ۔ امام ترمذی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اسی اثناء میں حضرت حسن وحسین آگئے، انہوں نے لال رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی، وہ چل رہے تھے اور چلنے میں گرتے بھی جا رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا: تمہارے مال واولاد آزمائش وابتلاء ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چل رہے ہیں اور گر رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے بات درمیان میں ادھوری چھوڑ دی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

ب ۔ نسائی وحاکم روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ

کے پاس حضرت حسین آ گئے ، آپ سجدہ میں تھے ، وہ آپ کی گردن پر سوار ہو گئے ، آپ نے سجدہ طویل کر دیا حتیٰ کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے ، چنانچہ جب آپ اپنی نماز پوری کر چکے تو صحابہ نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول آپ نے سجدہ اتنا طویل کر دیا کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے ۔ آپ نے فرمایا : میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا (یعنی میری پیٹھ پر سواری کی طرح چڑھ کر بیٹھ گیا تھا) اس لیے میں نے یہ پسند نہ کیا کہ جلدی سے کھڑا ہو جاؤں اور وہ اپنا دل خوش نہ کر سکے ۔

ج ۔ کتاب "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین کے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے اور آپ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور وہ دونوں دونوں طرف سے آپ سے لپٹ جاتے اور آپ ان دونوں کو اٹھائے اٹھائے چلتے اور یہ فرماتے : بہترین اونٹ تمہارا اونٹ ہے اور بہترین سوار تم دونوں سوار ہو ۔

د ۔ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : میں نماز شروع کر دیتا ہوں اور میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے لیکن میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر اس نماز کو اس لیے مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ اس بچے کے رونے کا اس کی ماں پر کیا اثر ہو گا ۔

ھ ۔ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چند بچوں کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا اور فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے ۔

و ۔ امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے اپنے دست مبارک میں تھامتے تو یہ دعا فرماتے : اے اللہ ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت دے دیجیے ، اور ہمارے لیے ہمارے شہر میں برکت دے دیجیے ، اور ہمارے لیے ہمارے صاع (ناپنے کا پیمانہ ہے) میں برکت دے دیجیے ، اور ہمارے لیے ہمارے مُد (یہ بھی پیمانہ ہے) میں برکت دے دیجیے ، پھر وہاں موجود سب سے چھوٹے بچے کو اپنے پاس بلا کر وہ پھل اس کو دے دیا کرتے تھے ۔

✿ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا : تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے تین آدمی سفر پر نکلے ، رات کو ایک غار کے پاس پہنچے اور اس میں داخل ہو گئے ، پہاڑ سے ایک چٹان گری جس نے غار کا منہ بالکل بند کر دیا ۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اس چٹان سے نجات صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مقبول و نیک عمل کے طفیل اللہ سے دعا مانگیں ۔

ان میں سے ایک صاحب نے کہا : اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے و عمر رسیدہ تھے ، میری عادت یہ تھی کہ ان کو دودھ پلانے سے قبل میں اپنے بیوی بچوں میں سے کسی کو دودھ نہیں دیا کرتا تھا ، ایک روز درخت کی تلاش میں میں کافی دُور نکل گیا ، جب شام کو ان کے پاس حاضر ہوا تو وہ سو چکے تھے ، میں نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی اچھا نہ سمجھا کہ ان

سے پہلے بیوی بچوں وغیرہ کو دودھ پلاؤں میں پیالہ ہاتھ میں پکڑے پکڑے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ صبح ہوگئی، میرے بچے میرے پاس پڑے ہوئے ۔ بھوک سے بلبلا رہے تھے، لیکن میں نے کسی کی پرواہ نہ کی، پھر جب میرے والدین جاگ گئے تو انہوں نے دودھ پی لیا۔

اے اللہ اگر میں نے یہ سب کچھ آپ کی رضامندی کے لیے کیا ہو تو یہ چٹان جس کی وجہ سے ہم پریشانی میں گرفتار ہو گئے ہیں اس کو دور فرما دیجیے، چنانچہ چٹان اتنی ہٹ گئی جس سے وہ روشنی حاصل کر سکیں لیکن باہر پھر بھی نہ نکل سکیں۔[1]

کیا یہ سیرت نبوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش پر دلالت نہیں کرتی کہ مربی ان لوگوں کے سامنے جن کی تربیت کا وہ مسئول ہے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنے والے کی شکل میں پیش ہو ۔ تاکہ ان لوگوں کے لیے مثال و نمونہ بن سکے۔

دیکھیے یہ جو فرمایا کہ پیالہ ان صاحب کے ہاتھ میں تھا اور بچے بلبلا رہے تھے کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ والد اپنے بچوں کے سامنے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نمونہ و مثال بنے؟!

✿ امام مسلم حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشروب لایا گیا، آپ نے اسے نوش فرمایا، اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک نوجوان اور بائیں جانب کچھ معمر حضرات بیٹھے تھے آپ نے ان نوجوان سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دوگے کہ میں (اپنا باقی ماندہ مشروب) ان (عمر رسیدہ) لوگوں کو دے دوں؟! ان صاحب زادے نے کہا: بخدا میں ایسا نہیں کر سکتا، میں آپ سے حاصل ہونے والے اپنے حصہ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کردار اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے بچوں کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور پینے کے اسلامی آداب کا نمونہ پیش کیا کرتے تھے تاکہ مسلمان قوم نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیروی کرے اور آپ کے طریقہ کے مطابق عمل کرے۔

اور اس طریقے سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ان لوگوں کے لیے ہر چیز میں ایک بہترین نمونہ پیش کیا کرتے تھے جن پر تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ وہ آپ سے سیکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں، اور بچے ان کے اچھے افعال اور ان کے مؤثر وعظ اور اچھی تنبیہات اور حکیمانہ تربیت سے متاثر ہوں۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں تربیت کے وسائل میں سے سب سے بڑا اور مؤثر

---

[1] دوسرا شخص وہ تھا جو زنا سے دور رہا تھا، اور تیسرا آدمی مزدور کی مزدوری کھانے سے دور رہا تھا، لہٰذا ان تین آدمیوں کے ان اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس غار کے منہ سے اس چٹان کو ہٹا دیا اور وہ اس غار سے باہر نکل آئے، یہ پوری حدیث ریاض الصالحین کے باب خلاص و احضار النیۃ میں موجود ہے۔

کن وسیلہ مقتدیٰ واسوہ ہے۔

چنانچہ بچہ جب اپنے والدین و مربی میں ہر چیز کا بہترین نمونہ واسوہ پائے گا تو ظاہر ہے کہ اچھائیاں اس کی گھٹی میں پڑیں گی اور اسلامی اخلاق اس کی فطرت بن جائیں گے۔

اگر والدین یہ چاہتے ہوں کہ ان کا بچہ سچائی، امانت، پاکدامنی اور رحم جیسے اچھے اوصاف کا مالک ہو اور باطل اور برائی سے دُور رہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ خود اپنی ذات سے، ان کے سامنے اچھائی کے کرنے، اور برائی سے دُور رہنے اور فضائل سے آراستہ ہونے، اور برے کاموں سے بچنے، اور حق کے اتباع، اور باطل سے دور رہنے میں بہترین نمونہ پیش کریں، اور اچھے کاموں کا اقدام کرنے اور خسیس کاموں سے بچنے میں ان کے لیے اپنے آپ کو مثال ثابت کریں۔

جو بچہ اپنے والدین کو جھوٹ بولتا ہوا دیکھے گا وہ ہرگز سچ نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین کو دھوکہ دیتے اور خیانت کرتے ہوئے دیکھے گا وہ ہرگز امانت دار نہیں بن سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین میں اخلاق باختگی اور آوارگی مشاہدہ کرے گا وہ شرافت نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین سے کفریہ کلمات اور گالم گلوچ سنے گا وہ شیریں زبانی ہرگز نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین میں غصہ عصبیت اور ذراسی بات سے متأثر ہونے کو دیکھے گا وہ سنجیدگی اور وقار کا نمونہ نہیں بن سکتا، جو بچہ اپنے والدین میں سخت دلی اور بدمزاجی پائے گا وہ رحمت ومودت نہیں سیکھ سکتا۔

بچہ اچھائی اور خیر کے اوصاف اسی وقت سیکھتا ہے اور اخلاق وشرافت کا پیکر اسی وقت بنتا ہے جب وہ اپنے والدین میں بہترین اسوہ اور نمونہ پائے۔ ورنہ دوسری صورت میں اگر والدین اس کے سامنے برا نمونہ اور خراب اسوہ پیش کریں گے تو لازمی طور سے بچہ تدریجاً انحراف کی طرف رخ اختیار کرے گا اور کفر وفسق اور نافرمانی کے راستہ پر چلے گا ؎

وهل يرجى لأطفال كمال	إذا ارتضعوا ثدي الناقصات
اور کیا ایسے بچوں سے کمال کی اُمید رکھی جا سکتی ہے	جنہیں ناقص عورتوں کے سینے سے دُودھ پلایا گیا ہو

اور صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ والدین خود اپنی ذات ہی سے بچے کے لیے بہترین اسوہ ونمونہ پیش کرکے یہ سمجھ بیٹھیں کہ انہوں نے اپنے فریضہ کو ادا کردیا اور اپنی ذمہ داری پوری کردی، بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا تعلق ورابطہ اصل مقتدیٰ واسوہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے قائم کریں، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں اور آپ کی شاندار معطر سیرت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیں تاکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول پر عمل ہوجائے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے:

((أدبوا أولادكم على ثلاث خصال: منها: حب نبيكم وحب آل بيته ...)).	اپنے بچوں کو تین باتوں کی تعلیم دو، جن میں سے، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت سے محبت کرنا بھی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وجنگوں کے واقعات کی اسی طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح ہم انہیں قرآن کریم کی سورت کی تعلیم دیا کرتے تھے، یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ بچے میں فطری طور سے اچھائیاں ومحاسن پیدا ہوں، اور شجاعت وجرأت اس کی گھٹی میں پڑ جائے تاکہ وہ جب بڑا ہو اور سمجھداری کی عمر کو پہنچے تو وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کو قائد، قدوہ ونمونہ، سربراہ اور اعلیٰ ترین مثال نہ سمجھے۔

والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے رفقاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وسلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی قائم کریں تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس حکم پر عمل ہو:

((أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ)). یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ

انعام - ۹۰ ان کے طریقے کی پیروی کریں۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس ارشادِ مبارک پر بھی عمل ہو جائے جسے بیہقی ودیلمی روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا:

((أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم)). میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔

اور ہم اس سے قبل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ تم میں سے جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرے۔

تاکہ بچے میں ان منتخب پسندیدہ افراد کے اخلاق پیدا ہوں جو اس امت میں دل کے اعتبار سے سب سے نیک اور علم کے اعتبار سے سب سے وسیع علم والے اور تکلفات میں کم تکلف والے تھے، اور صحیح واچھے کردار والے اور عمدہ حالات والے تھے، اور بچہ ان کے درجہ ومکانت کو پہچان لے اور ان کے نقشِ قدم پر چلے اور ان کی محبت اس کے دل میں جاگزین ہو جائے۔

والدین پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کے لیے اچھے مدرسے اور نیک ساتھیوں اور اچھی جماعت کا انتخاب کریں تاکہ بچہ ایمانی تربیت، اخلاقی تربیت، جسمانی تربیت، نفسیاتی تربیت، اور عقلی تربیت حاصل کر سکے اس لیے کہ اگر بچہ ایسی اچھی اور نیک فضا میں ہوگا تو یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے منحرف یا اخلاقی لحاظ سے آزاد اور نفسیاتی لحاظ سے الجھاؤ کا شکار ہو جائے یا جسمانی لحاظ سے کمزور ہو۔ اور علمی اور ثقافتی لحاظ سے پیچھے رہ جائے، بلکہ وہ عقیدہ میں رسوخ، اخلاق میں بلندی، اعصاب کی مضبوطی، بدن کی قوت اور عقل وعلم کی پختگی میں کمال کو پہنچا ہوا ہوگا۔

ہم اس بات میں تو باپ کے ہم خیال ہیں کہ معاشرہ فاسد ہے، ماحول جاہلیت والا ہے، ایسے حالات میں بچے کے

لیے اچھی فضاء وسازگار۔ ماحول کا پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ بات یہ بالکل درست ہے، لیکن اگر باپ اپنی پوری کوشش صرف کرے اور بچے کی ایمانی و اخلاقی طور پر شخصیت سازی کے پورے اسباب اختیار کرے اور اس کو فکری نفسیاتی اور معاشرتی طور پر کامل ومکمل بنانے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کرے تو پھر بلاشبہ ایسے حالات میں اگر بچہ بگڑ جائے اور فسق وفجور اور گمراہی کے راستہ پر چل پڑے تو باپ اللہ کے یہاں بالکل معذور سمجھا جائے گا۔

میرے اندازے کے مطابق نمونہ واسوہ کے ذریعہ تربیت دینا، والدین کا نمونہ واسوہ، اچھے ساتھیوں کا نمونہ، استاذ کا ہ، بڑے بھائی کا اسوہ یہ سب کے سب بچے کی اصلاح وہدایت اور اس کو معاشرے اور زندگی کا ایک فرد بنانے کے باب میں سے مؤثر ترین سبب ہے۔ والدین یہ تمام چیزیں بچے کے لیے بآسانی پیدا کرسکتے ہیں، اسی طرح والدین اگر یہ چاہیں کہ ان کا جگر گوشہ صحیح بن جائے اور وہ اس بات کا پختہ ارادہ کرلیں کہ ان کا بیٹا زمین پر چلنے والے فرشتے کی مانند ہو تو ایسا نا والدین کے لیے اس طرح سے آسان ہوجائے گا کہ وہ اس کے لیے اچھی فضا مہیا کردیں۔

والدین کے ذہن میں یہ بات بھی رہنا چاہیے کہ بڑے بیٹے کی اصلاح پر توجہ کرنا باقی اولاد کی اصلاح کے مؤثر ترین سباب میں سے ہے، اس لیے کہ چھوٹا بچہ بڑے کی نقل اتارتا ہے، بلکہ ہر معاملے میں اس کی طرف یہ سمجھ کر دیکھتا ہے کہ وہ علیٰ ترین نمونہ ہے، اور اس کے اخلاقی اوصاف اور معاشرتی عادات میں سے بہت کچھ حاصل کرلیتا ہے۔ اور پھر اس وقت بڑی مصیبت آپڑتی ہے جب اس کو اپنے سے بڑا بھائی ایسا مل جائے جو آزادی وبے راہ روی کا شکار ہو، اور جب بچہ یہ دیکھتا ہے کہ اس سے بڑا بھائی بداخلاقی اور برائیوں میں گرفتار ہے تو پھر لازمی طور سے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چھوٹے بچے س سے متأثر ہوتے ہیں اور انہی کے نقشِ قدم پر چلتے اور انہیں کی عادات واطوار کو سیکھتے ہیں۔

اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ بڑے بچے پر پوری محنت وتوجہ کریں، پھر اس پر جو اس سے چھوٹا ہو تاکہ وہ بعد والوں کے لیے نمونہ ومثال بنیں، اللہ تعالیٰ صالحین ونیک عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس بحث کے خاتمے پر ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں ان لوگوں پر نکیر کی گئی ہے جن کا فعل ان کے قول کے خلاف ہے، اور اس میں باپ ماں اور تمام مربی اور وہ افراد داخل ہیں جن کے ذمہ دوسروں کی تربیت کا فریضہ عائد ہوتا ہے:

((يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)). الصف۔ ۲و۳	اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اور فرمایا:

((أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ	کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؀ (البقرہ۔۴۴) آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو۔

کیا آپ نے قرآنِ کریم کی آیات میں کہیں پر اس سے بھی زیادہ سخت نکیر و تنبیہ دیکھی ہے؟ اور یہ تنبیہ و نکیر کس پر ہے؟ ان لوگوں پر ہے جو دوسروں کے لیے برا نمونہ و مثال قائم کرتے ہیں۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر والوں کو جمع کر کے مندرجہ ذیل جملے فرمایا کرتے تھے تو اس وقت ان کا یہ موقف کتنا عظیم ہوتا تھا:

حمد و صلاۃ کے بعد! یاد رکھو میں لوگوں کو فلاں فلاں چیز کی دعوت دینے والا ہوں اور فلاں فلاں کام سے ان کو منع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں خدائے برتر و بالا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اگر تم سے کسی کو بھی وہ کام کرتے دیکھ لیا جس سے میں نے روکا ہے یا اگر تم میں سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی جس کا میں نے حکم دیا ہے تو میں اس کو سخت ترین سزا دوں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے جاتے اور لوگوں کو بھلائی و اچھی باتوں کا حکم دیتے، تو کوئی شخص بھی اطاعت و فرمانبرداری سے پیچھے نہیں رہتا تھا، اس لیے کہ ان حضرات نے لوگوں کے لیے خود اپنے قول سے پہلے اپنے فعل سے اس کی مثال و نمونہ قائم کر دیا تھا۔

اسی لیے ایسے شخص کو قیامت میں بہت سخت اور دردناک سزا دی جائے گی جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دے لیکن خود نہ کرے، اس لیے تمام لوگوں کے سامنے جہنم کی یہ رسوائی نہایت رسواکن ہوگی۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی، وہ ان کو لے کر اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا چکی کو لے کر گھومتا ہے، دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر اس سے کہیں گے فلانے تمہیں کیا ہو گیا تم اچھی باتوں کا حکم نہ دیا کرتے تھے اور بری باتوں سے نہیں روکتے تھے؟! وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو اچھی بات کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، اور میں تمہیں بری باتوں سے روکا کرتا تھا لیکن خود برے کام کیا کرتا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس رات مجھے اسراء و معراج پر لے جایا گیا اس رات میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ایسی باتیں کہا کرتے تھے جن پر خود ان کا عمل نہیں تھا۔

رہی سب لوگوں کے سامنے رسوائی تو امام احمد و بیہقی منصور بن زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بعض وہ لوگ جنہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا ان کی بدبو سے دوزخیوں کو بھی ایذا ہوگی، تو اس سے

کہا جائے گا: تیرے لیے ہلاکت ہو تبلا تو کیا کرتا تھا؛ ہم جس عذاب و تکلیف میں گرفتار ہیں کیا وہ ہمارے لیے کافی نہ تھی کہ ہمیں تیری اور تیری بدبو کے عذاب میں بھی مبتلا کر دیا گیا؛ وہ کہے گا: میں عالم تھا لیکن میں نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا[1]))۔

اس لیے والدین ماؤں اور تمام مربیوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اچھے اسوہ و نمونہ کے ذریعہ تربیت کرنا بچے کی کجی کو درست کرنے کے لیے ستون ہے، بلکہ یہ بچے کے اچھی باتوں اور فضائل و حسنات اور عمدہ معاشرتی آداب میں ترقی کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس اسوہ و نمونہ کے بغیر آپ کی اولاد کو نہ تو ادب سکھانا فائدہ پہنچائے گا اور نہ ان پر کسی وعظ و نصیحت کا اثر ہو گا۔ اس لیے اے مربیو اپنے بچوں کے بارے میں اللہ سے ڈرا کرو، اور ان کے ساتھ اپنی مسئولیت کے معیار پر پورے اترو، تاکہ آپ لوگ اپنے جگر گوشوں کو اصلاح کا سورج اور ہدایت کا دمکتا ہوا ایسا چاند دیکھیں جن کے نور سے معاشرے کے افراد منور ہوں اور جن کے اخلاق کی وہ پیروی کریں، اور ان کے آداب کے چشمے سے سیراب ہوں، اور ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک صادق آئے:

((اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ))۔	یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو آپ چلیے
انعام - ۹۱	ان کے طریقے پر۔

اور آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو، اللہ اور اس کا رسول اور مؤمن تمہارے عمل کو دیکھ لیں گے۔

(۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت

شریعتِ اسلام میں طے شدہ امور میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ فطرۃً ہی خالص توحید اور دینِ قیّم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمانِ مبارک میں وارد ہوا ہے:

((فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ))۔	اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی ہے سیدھا دین لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کا بھی) علم نہیں رکھتے۔
الروم - ۳۰	

و رنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کے مطابق جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے:

((كل مولود يولد على الفطرة))۔	ہر بچہ فطرتِ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔

[1] ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" کی بحث "اخلاق میں ممتاز ہونا" (ص - ۱۱۷ و ۱۱۸)۔

یعنی توحید و ایمان باللہ کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ابتدائی عمر اور بچپن ہی سے اسے تلقین و تادیب اور عادت کے ذریعہ توحیدِ خالص اور مکارمِ اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہیے۔

کوئی بھی دو آدمی اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ اگر دو عامل بچے کے لیے میسر آجائیں ایک شاندار اسلامی تربیت کا اور دوسرا نیک و اچھا ماحول، تو بلاشبہ بچہ شروع ہی سے ذاتِ باری پر ایمان اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوگا اور نفسیاتی فضائل اور ذاتی مکارم کی چوٹی پر پہنچ جائے گا۔

رہا شاندار اسلامی تربیت کا عامل تو اس کی تاکید رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

((لأن يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع)). ترمذی	انسان اپنے بیٹے کو ادب سکھائے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ کرے۔

اور فرمایا:

((ما نحل والد ولدًا أفضل من أدب حسن)). ترمذی	کسی والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب کے عطیہ سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔

اور فرمایا:

((علموا أولادكم وأهليكم الخير وأدبوهم)). عبدالرزاق وسعید بن منصور	اپنی اولاد اور بیوی بچوں کو خیر کی باتیں سکھاؤ اور ادب کی تعلیم دو۔

اور فرمایا:

((أدبوا أولادكم على ثلاث خصال: حب نبيكم، وحب آل بيته، وتلاوة القرآن)). طبرانی	اپنی اولاد کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ: اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہلِ بیت کی محبت، اور قرآنِ کریم کی تلاوت۔

رہا اچھے ماحول کا عامل تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب بہت سے مواقع پر رہنمائی فرمائی ہے فرمایا:

((كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه)). بخاری	ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یا یہودی بناتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچے کو نیک صالح ماں باپ میسر آجائیں اور وہ اس کو ایمان و اسلام کی بنیادی باتیں سکھلادیں تو بچہ ایمان و اسلام کے عقیدہ پر نشو و نما پائے گا، اور اس کا مطلب ہے گھریلو ماحول کا عامل۔

«المرأ على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل»۔ جامع ترمذی

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا دوست نیک صالح و متقی ہو تو وہ اس سے نیکی و تقویٰ کا وصف حاصل کرے گا۔ اور اس کا مطلب ہے معاشرتی ماحول کا عامل چاہے وہ مدرسہ کا ماحول ہو یا علاقہ کا۔

اچھے ماحول کا مسلمان کے صلاح و تقویٰ کی صفت پیدا کرنے میں بڑا عامل ہونے اور ایمان وعقیدہ اور اخلاقِ فاضلہ پر نشوونما پانے میں بڑا موثر ذریعہ ہونے کی تاکید اس شخص کی حدیث سے ہوتی ہے جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جیسا کہ اسے بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں، پوری حدیثِ مبارک درج ذیل ہے:

حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر رکھا تھا اس نے اس زمانے کے بڑے عالم کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا، لوگوں نے اس کی رہنمائی ایک راہب کی جانب کی، وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں نے ننانوے آدمی قتل کر رکھے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟! اس نے کہا: نہیں، اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس نے اس طرح سو کی تعداد پوری کر لی، اس کے بعد اس نے پھر روئے زمین پر بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اس کی رہنمائی ایک عالم کی جانب کی گئی، وہ اس کے پاس گیا اور اس کو تبلایا کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کر رکھا ہے کیا اس کی توبہ قبول ہونے کا کوئی راستہ ہے؟! اس عالم نے کہا: جی ہاں اللہ اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں فلاں سرزمین کی جانب جاؤ وہاں اللہ کی عبادت کرتے ہوئے چند لوگ ملیں گے تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرنے لگنا، لیکن اپنی قوم کی سرزمین کی جانب لوٹ کر مت جانا، اس لیے کہ وہ بری جگہ ہے، چنانچہ وہ شخص وہاں سے روانہ ہوا اور جب آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ وہ توبہ کر کے ہماری اور اللہ کی طرف رجوع کر کے آ رہا تھا۔ اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی اچھائی نہیں کی۔ اسی دوران ان کے پاس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں آیا، انہوں نے اس کو اپنے درمیان حَکَم بنا لیا، تو اس نے کہا کہ دونوں جانب کی زمین کو ناپ لو، جس طرف کی زمین کے زیادہ قریب ہو اسی طرف کا شمار ہوگا، چنانچہ زمین ناپی گئی تو وہ اس سرزمین کے زیادہ قریب پایا گیا جس کی طرف وہ توبہ کر کے جا رہا تھا، چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس سرزمین سے کہا کہ دور ہو جاؤ اور اس سرزمین سے کہا کہ تم قریب

ہو جاؤ اور فرمایا: دونوں کے درمیان کے فاصلہ کو ناپو، چنانچہ انہوں نے اسے دوسری زمین سے ایک بالشت زیادہ قریب پایا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔

یہ نصوص جنہیں ہم ذکر کر چکے ہیں ان سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر بچے کو نیک والدین اور مخلص اساتذہ کی جانب سے اچھی تربیت میسر آجائے، اور اس کو نیک ساتھیوں اور مؤمن مخلص رفقاء سے اچھا ماحول مل جائے، تو ایسی صورت میں بچہ بلاشک وشبہ تقوی، ایمان واخلاقِ فاضلہ کی تربیت پائے گا اور ہر اچھے کام اور بہترین اخلاق واچھی عادت کا عادی بنے گا۔

ان ہی بنیادوں اور ان ہی بنیادی امور کے مطابق سلفِ صالحین اپنے بچوں کے لیے مربی منتخب کیا کرتے تھے، اور ان کو اچھی باتیں سکھانے اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے اور بہترین صفات کا عادی بنانے کے لیے اچھی فضاء مہیا کیا کرتے تھے۔

❁ جاحظ روایت کرتے ہیں کہ جب عقبہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے کو استاذ کے حوالے کیا تو ان سے کہا: میرے بچوں کی اصلاح کے لیے سب سے پہلا کام آپ یہ کریں کہ خود اپنی اصلاح کریں۔ اس لیے کہ ان کی نگاہیں آپ کی نگاہ کے ساتھ بندھی ہونگی، جسے آپ اچھا سمجھیں گے اسے وہ بھی اچھا سمجھیں گے اور جسے آپ برا سمجھیں گے اسے وہ بھی برا سمجھیں گے۔ ان کو حکماء کے حالات وواقعات اور ادباء کے اخلاق وعادات کی تعلیم دیں، اور ان کو مجھ سے ڈراتے رہیں اور میری غیر موجودگی میں ان کو سزا دیں، اور آپ ان کیلیے اس طبیب ومعالج کی مانند بن جائیے جو بیماری کے پہچاننے سے قبل دوا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور آپ میری جانب سے کسی عذر پر بھروسہ نہ کریں اس لیے کہ میں نے آپ کی قابلیت وصلاحیت پر اعتماد کر رکھا ہے۔

❁ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنوامیہ کے مقید لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا کہ قید کے ایام میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انہوں نے کہا: اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم رہ گئے۔

❁ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ابن سینا کی وصیت یہ ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچے ہونا چاہیے جو اچھے آداب واخلاق کے مالک ہوں، جن کی عادات پسندیدہ ومحمود ہوں، اس لیے کہ بچہ بچے کو دیکھ کر ہی سیکھتا اور اسی سے لیتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے۔

سلفِ صالحین کے اپنے بچوں کی تربیت اور ان کیلیے اچھی سازگار فضا مہیا کرنے کے سلسلہ میں جو شخص مزید شواہد چاہتا ہو اسے چاہیے کہ تربیت اولاد کی قسم ثانی کی تمہید میں ہم نے جو مثالیں اور واقعات ذکر کیے ہیں ان کی طرف رجوع کرے۔ انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی اور کسی اور کتاب کی ضرورت نہ پڑے گی۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ لوگ یا تو فطرۃً اچھے اور نیک ہوتے ہیں یا برے اور بدتر، جیسے کہ بھیڑ خاموش

وسیدھے سادھے بچے کو اور چیتا پھاڑ کھانے والے کو ہی جنم دیتا ہے، اور یہ کہ انسان میں جو پوشیدہ برائی ہے اس کا بدلنا ممکن ہے جیسے کہ انسان میں جو فطری خیر ہے اس کو بدلنا دشوار ہے، یہ خیال خام اور بہت بڑی غلطی ہے[1]۔

یہ باطل دعویٰ شریعت کے بھی خلاف ہے اور عقل اور تجربہ کے بھی، شریعت کے خلاف اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان :

((وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ)). البلد - ۱۰ — اور ہم ہی نے اسے دونوں راستے بتلا دیے۔

کے خلاف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو خیر و شر کے راستے بتلا دیے ہیں۔

اسی طرح درج ذیل فرمانِ مبارک کے بھی خلاف ہے :

((وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا)). الشمس - ۷ تا ۱۰ — اور جان کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری (دونوں) کا اسے القاء کیا، کہ وہ یقیناً بامراد ہوگیا جس نے اپنی جان کو پاک کرلیا اور وہ یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔

اور فرمانِ الٰہی ذیل کے بھی مخالف ہے :

((إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا)). الدھر - ۳ — ہم ہی نے اس کو راستہ بتایا (پھر) یا تو وہ شکرگزار (ہوا) اور یا کافر (ہوگیا)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کی وجہ سے بھی جس کا ابھی کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ :

((کل مولود یولد علی الفطرۃ، فأبواہ یھودانہ أو ینصرانہ أو یمجسانہ)). — ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یا یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔

یہ رائے عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کتابوں کو نازل فرمایا اور رسولوں کو بھیجا تو آخر کیوں اور کس کے لیے؟ کیا یہ سب کچھ انسان کی اصلاح اور دین و دنیا کی کامیابی و سعادت کے حصول کے لیے نہیں ہے؟ اور پھر حکومتیں مختلف قوانین اور نظام وضع کرنے کا کیوں اہتمام کرتی ہیں؟ اور مدارس، معاہد اور جامعات کی نگرانی و سرپرستی کیوں کرتی ہیں؟ اور علماءِ تربیت و علماءِ اخلاق اور ماہر معلمین کو مقرر کرنے کا اہتمام کیوں کرتی ہیں؟ کیا یہ سب تعلیم اور ادب و اخلاق سکھانے اور برائیوں کی بیخ کنی اور اچھے معاشرہ کے قائم کرنے اور کجی کی اصلاح کے لیے نہیں ہے؟ ورنہ پھر یہ کتابوں کا نازل کرنا اور رسولوں کا بھیجنا کس لیے ہے؟ اور پھر مختلف قوانین اور شریعتیں کیوں مقرر کی گئیں؟ اور پھر مربیوں اور علماء

---

[1] یہ مغربی فلسفی شوبنھار، سپینوزا اور فرانسیسی فلسفی لیفی بریل کی رائے ہے، لیکن مشرق و مغرب سے تعلق رکھنے والے اکثر ماہرینِ فلسفۂ اخلاق اس رائے کی تردید کرتے ہیں اور اس رائے کو شذوذ سے تعبیر کرتے ہیں۔

واساتذہ کا عمل کیوں اور کس لیے تھا اور آئندہ کس لیے ہوگا؟ کیا یہ سب محنت و مشقت بلا فائدہ کی تکلیف نہ ہوگی؛ کیا اخلاقیات کا درس دینا لغو و عبث نہ ہوگا؛

ان سوالات اور عقلی محاکمات کے بعد ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ اس میں خیر و شر دونوں کی استعداد رکھی گئی ہے، پھر اگر اس کے لیے اچھی تربیت مہیا ہو جائے، اور اسے اچھا ماحول مل جائے تو وہ ایمانِ خالص اور اخلاقِ فاضلہ اور اچھائی و خیر سے محبت کرنے میں بہترین نشو و نما پائے گا اور وہ معاشرہ میں مؤمن، شریف اور با اخلاق انسان بن جائے گا۔

اس رائے کا تجربہ و مشاہدہ کے خلاف ہونا مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے ہے:

۱۔ عالمِ دنیا میں یہ بات مشاہدہ کی گئی ہے کہ جو انسان بھی کسی فاسد و گندے و آزاد ماحول میں ایک طویل عرصے رہا ہو، اور جرم و شقاوت اس میں انتہا کو پہنچ گئی ہو، اور اس نے معاشرہ کو اپنے شر و فساد و مجرمانہ زندگی سے خوب نقصانات پہنچائے ہوں۔ اور وہ خود اپنی مجرمانہ زندگی و شقاوت کی وجہ سے تنگ و پریشان ہو گیا ہو اور پھر اچانک جب اس کی کسی نیک ساتھی یا پُر تاثیر مربی یا مخلص داعی سے ملاقات ہو جائے جو اسے بدبختی کے گڑھے سے سعادت و نیک بختی کے باغ میں پہنچا دے، اور مجرمانہ زندگی سے شریفانہ و پاکیزہ ماحول میں لے جائے تو پھر وہ اس طویل بدبختی اور مجرمانہ زندگی سے نکل کر بڑا متقی و صالح بن جاتا ہے اور نیکوں اور صالحین میں سے ہو جاتا ہے۔

ایسا بکثرت ہوتا ہے اور ہمارے آج کے اس ماحول میں بھی ایسا بہت کثرت سے ہوتا ہے جس میں فتنے ٹھاٹھیں مار رہے ہیں، اور گناہوں کا ہجوم ہے اور فسق و فجور میں لوگ مست ہیں، اس کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ہٹ دھرم ہو یا اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوں۔

۲۔ عالمِ حیوانات میں بھی یہ بات مشاہد ہے کہ انسان ہر دور میں حیوانوں کو ان کی فطری وحشت و بدکنے سے مانوس بنانے اور ساتھ رہنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اور حیوانات کو سختی اور اڑیل پنے کے بجائے فرمانبرداری و اطاعت شعاری سکھا دیتا ہے۔ اور چال میں بے ڈھنگے پن اور لڑکھڑاہٹ کے بجائے اعتدال و صحیح طریقے سے چلنا سکھا دیتا ہے، حتیٰ کہ انسان گھوڑے سے رقص کرواتا اور پرندوں سے کھیل کود کراتا اور درندوں کو تربیت یافتہ بنا دیتا ہے، تو جب بے زبانوں کی فطرت اور طبیعت کی یہ حالت اور کیفیت ہے تو پھر اس انسانی مزاج و طبیعت کا کیا حال ہوگا جس کے بارے میں تقابلی علمِ نفس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانی طبیعت بہت زیادہ فرمانبردار اور متنوع و مختلف المزاج ہونے کی وجہ سے بہت جلدی تربیت حاصل کرنے والی اور اصلاح و درستگی اور میل جول کو قبول کرنے والی ہے۔

۳۔ عالمِ نباتات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کاشتکار بیج کو سرسبز جگہ میں بوتا ہے اور کھاد اور پانی وغیرہ دیتا رہتا

سے اور کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض سے اس کو بچاتا ہے اور پھر اس کے کانٹوں کو چھانٹتا اور ٹہنیوں کو درست کرتا رہتا ہے تو پھر بیج اللہ کے حکم سے پھل دیتا ہے، اور انسان اس کے پھل سے فائدہ اٹھاتا اور اس کے سائے میں آرام کرتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اس سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔

لیکن اگر اس بیج کی قسمت میں اس کے ساتھ کوتاہی اور لاپرواہی لکھ دی گئی ہو تو نہ اسے مٹی سے غذا ملے گی اور نہ پانی ہی اس کی آبیاری کرے گا، اور نہ وہاں سے کانٹے ہٹائے جائیں گے۔ نہ اس کی ٹہنیاں درست کی جائیں، تو پھر نہ وہ پھل دے گا نہ پھول، اور نہ کوئی اور قابلِ منفعت چیز، بلکہ بہت جلد ہی وہ ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں کی نذر ہو جائے گا۔ اور آندھیاں اسے ادھر سے ادھر پھینکتی رہیں گی۔

یہی صورتِ حال انسانی نفس اور اس میں جو قابلیت و استعداد اور طبیعت و عادت رکھی گئی ہے اس کی ہے کہ جب اس کی اچھے اخلاق کے ساتھ دیکھ بھال کی جاتی ہے، اور علوم و معارف کے پانی سے اس کی آبیاری ہوتی ہے۔ اور عملِ صالح اس کی معاونت کرے اور اسے سہارا دے تو وہ اچھائی و خیر میں نشو و نما پاتا ہے اور کمال کے مدارج طے کرتا ہے اور پھر ایسا شخص انسانوں میں چلنے والے فرشتے کی مانند بن جاتا ہے۔

لیکن اگر اسے مہمل چھوڑ دیا جائے اور حوادثِ زمانہ کی نذر کر دیا جائے حتیٰ کہ اس پر جہالت کا زنگ چڑھ جائے، اور برے ساتھیوں کی عادات اس پر اثر انداز ہو جائیں اور بری عادتوں کا اس پر غلبہ ہو جائے تو بلاشبہ وہ شر و فساد میں نشو و نما پائے گا، اور آزادی و بے راہ روی کے جوہڑ میں ہاتھ پاؤں مارے گا، اور پھر یہ شخص اس وحشی درندے کی مانند ہو گا جو انسانوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو اور اپنے آپ کو اچھے لوگوں میں شمار کرتا ہو۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انسانی فطرت و طبیعت خواہ خیر کی ہو یا شر کی اس کو تبدیل کرنا ناممکن ہے اور نہ ہی اس کی اصلاح ہو سکتی ہے یہ ایک ایسا باطل دعویٰ ہے جو شریعت، عقل، تجربہ و مشاہدہ سب کے خلاف ہے، اور علماءِ نفس و تربیت و اخلاق کی اکثریت بھی اس کو باطل قرار دیتی ہے۔

اس موقعہ پر ہم امام غزالی کی اس تحریر پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں بچے کو اس کی قابلیت و صلاحیت اور فطرت کے اعتبار سے اچھی خصلتوں یا بری عادتوں کا عادی بنانے کے سلسلہ میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت ہوتا ہے۔ بچے کا پاک دل ایک نفیس جوہر ہے۔ اس لیے اگر اسے برائی کا عادی بنا دیا گیا اور اسے حیوانات کی طرح آزاد و شتر بے مہار چھوڑ دیا گیا تو وہ بدبخت بنے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے اس کی تربیت کی جائے اور اسے اچھے اخلاق سکھائے جائیں۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں بچے کی قابلیت و استعداد اور اس کے خراب ہونے کے

بد اس کی اصلاح کے ممکن ہونے کے سلسلہ میں امام غزالی کے مذہب کو اختیار کیا ہے، بلکہ مغرب و مشرق کے بہت سے فلاسفہ بھی اس رائے کے قائل ہیں اور یہی قول پسند کرتے ہیں۔

ور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شاعر پر جس نے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

وینشأ ناشئ الفتیان فینا	علی ما کان عوّده أبوه
ہمارے بچے و نوجوان انہی خصلتوں میں نشو و نما پاتے ہیں	جن کا ان کے والدین نے ان کو عادی بنایا ہے
وما دان الفتی بحجی ولکن	یعوده التدین أقربوه
کوئی نوجوان اپنی عقل سے دین قبول نہیں کرتا بلکہ	دینداری کا عادی اس کو اس کے رشتہ دار بناتے ہیں

مربی کو چاہیے کہ فرد کی اصلاح کرنے اور اس کی کجی دور کرنے میں لوگوں کی عمر کے درمیان امتیاز کرے اور اچھائی کا عادی بنانے اور تربیت میں عمر کے فرق کا خیال رکھے:

بڑوں کے لیے ان کے مناسبِ حال طریقہ اپنائے۔

اور بچوں کے لیے وہ طریقہ و اسلوب اپنائے جو ان کے مناسب ہو۔

بڑوں (یعنی وہ لوگ جو بالغ ہو چکے ہوں ان) کی اصلاح کے لیے اسلام کے نظامِ تربیت میں تین بنیادی امور پر اعتماد کیا گیا:

۱۔ عقیدہ سے ربط و تعلق۔

۲۔ برائی اور شر کو کھول کر بیان کر دینا۔

۳۔ ماحول کا بدلنا۔

عقیدہ سے ربط و تعلق ایک مؤمن کے اللہ کو حاضر و ناظر جاننے ۔۔۔ اس کے مراقبہ، اور ہر حالت اور ہر موقعہ پر اس کی عظمت کا خیال رکھنے اس کے خوف کو سامنے رکھنے کے لیے ایک عظیم ترین اساس ہے۔ اور اس کا اثر یہی یہ ہوگا کہ قوتِ نفسانی اور شخصی ارادہ طاقت ور ہوگا۔ چنانچہ پھر وہ نہ شہوت کا غلام بنے گا اور نہ اپنی خواہشات و آرزوں کا قیدی ہوگا، بلکہ کلی طور پر بلا کسی تردد اور پس پیش کے وہ ربانی نظام کو اس طرح نافذ کرنے کی جانب متوجہ ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر اس کی وحی بھیجی ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا شعار اللہ تبارک وتعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک ہوگا:

((وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝)). المائدہ۔ ۵۰

اور کون اللہ سے بہتر حکم کرنے والا ہے یقین کرنے والوں کے واسطے۔

اور اس سلسلہ میں اس کی میزان و ترازو یہ آیت ہوگی :

((وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ)) . الحشر ۔ ۷

تو رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جایا کرو ۔

اس لیے کہ اس ایمان کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ بلا کسی تکلیف محسوس کیے شریعت پر عمل پیرا ہوا و ر اسلامی تعلیمات کے سامنے مکمل طور سے سر جھکا دے :

((فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝)) . النساء ۔ ۶۵

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو ہی منصف نہ جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پائیں آپ کے فیصلہ سے اپنے جی میں تنگی اور خوشی سے قبول کریں ۔

بلاشبہ تمام عبادات اور سارے اذکار و اوراد ، قرآنِ کریم کی تلاوت ، اس کی آیات پر رات کی گھڑیوں اور دن کے حصول میں غور و فکر کرنا ، تمام حالات و ظروف میں اللہ کی عظمت کا احساس کرنا، اور موت اور اس کے بعد پیش آنے والی چیزوں پر یقین رکھنا . اور عذابِ قبر اور منکر و نکیر کے سوال پر ایمان لانا اور عالمِ آخرت اور قیامت کی ہولناک چیزوں کا اعتقاد رکھنا، یہ تمام چیزیں مومن میں اللہ جل شانہ کے مراقبہ کی کیفیت کو پیدا کرتی ہیں . اور اس کو ایک ایسا مستقیم متوازن انسان بنا دیتی ہیں جو روح اور جسم کے مطالب و ضروریات کے درمیان دنیاوی زندگی میں توازن قائم رکھتا ہے . اور دنیا کے لیے کام کاج، اور آخرت کے لیے عمل کرنے میں توازن کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا ، چنانچہ وہ بلا کسی کمی و کوتاہی کے ہر صاحبِ حق کے حق کو ادا کرتا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا شعار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمانِ مبارک ہوتا ہے :

((إن لله عليك حقاً . ولنفسك عليك حقاً . ولأهلك عليك حقاً ... فأعط كل ذي حق حقه)) .

تم پر اللہ کا بھی حق ہے ، اور تمہاری نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کا بھی حق ہے ... اس لیے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق ادا کرو ۔

یہ مسلم شدہ امور میں سے ہے کہ جب ایک مؤمن اپنے اندر اللہ کے مراقبہ کے پہلو کو قوی کر لیتا ہے ، اور جب اس میں نفسِ امارہ اور خواہشاتِ نفس پر غالب ہونے کا ذاتی ارادہ و خواہش پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں ایسا انسان اندر سے درست و ٹھیک ہو جاتا ہے ، اور اپنے تمام معاملات کے لیے اپنے عقیدہ و ضمیر کی ایک ترازو مقرر کرتا ہے ، اور پھر نہ وہ راہِ راست سے بھٹکتا ہے ، نہ فسق و فجور میں گرفتار ہوتا ہے . نہ اس میں انحراف پیدا ہوتا ہے . اور نہ وہ بدبختی کے دام میں گرفتار ہوتا ہے ، اس لیے کہ اسے اس بات کا پکا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں ، اور اس کے باطن و

ظاہر کے جاسے والے ہیں، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی پوشیدہ باتوں پر مطلع اور خبردار ہیں۔

یہی راز تھا اس عظیم موقف میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت اختیار کیا تھا جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا. تو ان سب نے بیک آواز کہا : اے ہمارے رب اب ہم اس سے رک گئے ہیں، اور پھر اس قول کے ساتھ فعل سے بھی یہ کر دکھایا اور شراب کے مٹکے و مشکیزے مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں بہا دیے۔

اور یہی راز تھا اسلامی معاشرے کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ٹھیک اور صحیح ہوجانے کا، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قاضی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دو سال تک فیصلوں کے لیے قاضی کی مسند پر بیٹھے رہے لیکن کوئی دو آدمی بھی ان کے پاس کوئی قضیہ و معاملہ لے کر نہ آئے، چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اس منصب سے استعفٰی کی درخواست ان کو پیش کی، اس لیے کہ وہ ان سالوں میں بغیر کسی مقدمہ کے فیصلہ اور کام کاج کے کئی سال گزار چکے تھے۔

بلاشبہ اس کا راز یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ــ اپنے تمام معاملات و حالات میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے تھے، اور جب صورت حال یہ ہو تو ان میں جھگڑا کیوں کر ہوا اور جب کہ منہج ربانی اور خدائی نظام ان کے پاس موجود ہو؟ اور بھلا ایسی صورت میں ان میں اختلاف کیوں کر ہو جب کہ اللہ کا خوف و خشیت ان کے دلوں اور اعضاء میں رچ بس گیا ہو؟ اور ان میں انحراف کیوں کر پیدا ہو جبکہ وہ ہر صاحبِ حق کو زندگی میں اس کا حق ادا کر دیا کرتے تھے؟ ــ اس لیے اس سے آنکھوں والوں کو عبرت حاصل کر لینا چاہیئے۔

رہا شر و برائی کو کھول کر بیان کر دینا، تو یہ بھی بڑوں کو مطمئن کرنے اور برائی کے چھوڑنے اور گناہ و فساد سے نفرت دلانے کے لیے بہت اہم طریقہ اور عظیم وسیلہ ہے۔

شر کی برائی کو کھول کر بیان کرنا، اور باطل کو ننگا کر دینا یہ وہ طریقہ ہے جسے قرآنِ کریم نے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو ان کی غلط عادات و طور طریقوں کے چھوڑنے اور گناہوں اور برائیوں سے بچانے کے لیے اختیار کیا تھا، اور ہم اس کو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہیں:

اسلام نے جب شراب کو حرام قرار دیا تو حرمت کا حکم قرآنِ کریم کی آیات میں وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا، ان آیات میں کہیں شراب کی برائیوں اور مفاسد اور ان برے اثرات کو بیان کیا گیا جو انسان پر پڑتے ہیں، اور کہیں اخلاقی، معاشرتی و دینی نقصانات کو بیان کیا گیا، چنانچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک نازل ہوا:

((وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ)). النحل - ٦٧	اور کھجور اور انگور کے میوے سے بناتے ہو نشہ اور روزی خاصی، اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں نشہ اور اچھے رزق کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے تاکہ سمجھدار لوگ یہ سمجھ لیں کہ شراب اور چیز ہے اور رزقِ حسن اور چیز ہے، تاکہ بعد میں جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو تو لوگوں کو یہ محسوس ہو جائے۔

اس کے بعد درج ذیل آیت نازل ہوئی:

((يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا)) . البقرہ - ۲۱۹

آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلیے فائدے بھی ہیں۔ اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت بڑا ہے۔

اس آیت میں تجارتی فائدہ پر گناہ کے پہلو کو راجح قرار دیا گیا، تاکہ شراب کی وہ محبت وانس جو ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا وہ دور ہو اور اس کی عادت ختم ہو جائے۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

((يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ)) . النساء ۴۳

اے ایمان والو نزدیک نہ ہو جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

چنانچہ اس آیت کے ذریعہ شراب کے اس برے اثر کو ذکر کیا گیا جو عقل پر پڑتا ہے۔ اور شراب کے استعمال کے روکنے اور نماز کے اوقات میں اس کے استعمال سے بچنے سے قبل اس کے ان نقصانات کو بتلایا گیا جو تشویش واختلاط کی شکل میں پیش آتے ہیں:

((يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ)) المائدہ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب شیطان کے گندے کام ہیں، سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں دشمنی اور بیر ڈالے بذریعہ شراب اور جوئے کے، اور تم کو روکے اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے۔

بتلائیے اس کا مطلب کیا ہے کہ قرآن کریم نے شراب کو بتوں اور جوئے وقمار کے ساتھ شامل کر دیا اور پھر یہ بتلایا کہ شراب گندی چیز ہے، پھر اس پر متنبہ فرمایا کہ شراب شیطان کے کاموں میں سے ہے، پھر اس کے اخلاقی نقصانات بتلائے کہ یہ لوگوں میں عداوت وبغض کا بیج بو دیتی ہے، اور پھر اس کے دینی نقصانات بتلائے کہ یہ شراب اللہ کے ذکر ونماز سے روک دیتی ہے؛ بتلائیے اس سب کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب اپنی اصلی حقیقت پر کھل کر سامنے آگئی اور ارباب عقل

ودانش کے سامنے اس کے نقصانات برائیاں ومفاسد ظاہر ہوگئے ؟ کیا اس وضاحت اور کھول کر بیان کرنے کے بعد بھی کوئی شخص اس کے حرام ہونے یا اس سے دور ہونے میں کوئی ناک بھوں چڑھائے گا؟ بلاشبہ ایک عقلمند منصف مؤمن تو یہی کہے گا کہ اے رب آپ نے اتنی تفصیل وتوضیح کے ساتھ جو بیان فرمایا اور حرمت نازل کی اس کے بعد میں بھلا اس سے کیوں نہ رک جاؤں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے جب شراب کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور حرمتِ شراب کی آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بالکل یہی کیا۔

اسی پر آپ قرآنِ کریم کے حرام کردہ عام جاہلی عقائد اور معاشرتی برائیوں کو قیاس کر لیجیے جیسے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا ، زنا ، جوا ، سود ، قتل ، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ، اور یتیم کے مال کو کھانا، کہ ان چیزوں کو قرآنِ کریم نے اس وقت تک حرام قرار نہیں دیا جب تک ان کی حقیقت کھول کھول کر نہ بیان کر دی، اور اس کی بہت سی برائیوں کا تذکرہ نہیں کر دیا، اور سمجھدار وعقلمندوں کو اس سے متنفر نہ کرایا، اور انہیں اس سے دُور رہنے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ یہ چیزیں فرد اور معاشرہ دونوں کو بدترین نتائج اور خطرناک حالات تک پہنچانے والی ہیں۔

رہا ماحول کا بدلنا تو یہ بھی فرد کی اصلاح اور اس کی رہنمائی اور تربیت وشخصیت سازی میں دوسری اور بنیادی چیزوں سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا بلکہ یہ بھی بہت اہم وبنیادی چیز ہے۔

ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت کیوں کر دی؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہجرت کا حکم کیوں کر دیا؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ایسے اچھے ماحول میں افراد کو تیار کیا جائے جس کی مجالس میں منکرات وبے حیائی کی باتیں عام نہ ہوں اور اس کی سرزمین پر گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نازل شدہ آسمانی قانون کے سایے اور ایک عظیم ومحیط حدت کے جھنڈے تلے ایک حکومت کو قائم کیا جائے؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ مسلم فرد کی اصلاح ایک ایسے معاشرہ میں کی جائے جس میں اسلام کی حکومت ہو اور جس پر قرآن نازل ہو رہا ہو؟

ہم اس سے قبل اس شخص کی حدیث بھی بیان کر چکے ہیں جس نے سو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، اور پھر روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تاکہ اس سے یہ دریافت کرے کہ کیا اس کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس نے اس سائل کے جواب میں کہا تھا کہ فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے ملیں گے، تم بھی ان کے ساتھ وہاں اللہ کی عبادت کرنا اور اپنی قوم کی سرزمین کی طرف ہرگز نہ جانا اس لیے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

کیا یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ فرد کی اصلاح اور اس کی کجی دور کرنے اور اس کو بری عادتوں سے

بچانے اور گندے اوصاف سے نجات دلانے میں اچھے ماحول کا بہت بڑا دخل واثر ہوتا ہے؛
اس سے قبل ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث مبارک اس باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ صحبت کا ساتھ رہنے والے ساتھی پر اچھا یا برا اثر پڑتا ہے اس لیے کہ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ اور اس لیے کہ صحبت کا اصلاح و فساد میں بہت بڑا اثر ہوا کرتا ہے۔
یہاں سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ فرد (خواہ وہ بڑا کیوں نہ ہو) اس کی اصلاح کا نقطۂ اساسی اس خراب ماحول و معاشرہ کو بدلنا ہے جو بے لگام، آزادی پرست، گندے ساتھیوں اور جاہل دوستوں پر مشتمل ہو۔
اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بڑوں کی اصلاح میں اسلام نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس کی بنیاد تین ایسی اساسی چیزوں پر ہے جن کا اخلاق کے درست کرنے اور کجی کو دور کرنے میں بڑا اثر دخل ہے:
چنانچہ جب عقیدہ سے ارتباط ہوگا تو آدمی میں مراقبۂ الٰہیہ کا شعور اور ظاہر و باطن میں اللہ سے خشیت و خوف پیدا ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے اس میں ایسی قوتِ ارادی پیدا ہوگی جو اسے محرمات سے روکے گی اور وہ اعلیٰ ترین اخلاق اور بہترین صفات سے متصف ہو جائے گا۔
اور جب برائی اور شر کھل کر سامنے آجائے گا تو انسان برائیوں کو چھوڑ دے گا اور تمام برائیوں سے بچنے کا پورا عزم کرے گا بلکہ ہر گناہ و برائی کے چھوڑنے میں اسے قلبی و نفسیاتی سکون و طمانینت حاصل ہوگی۔
اور معاشرتی ماحول کے بدلنے سے انسان کے لیے خیر و بھلائی کا اختیار کرنا آسان اور اس کے لیے فضا ساز گار ہوگی اور عزت و شرافت کی زندگی مہیا ہوگی، بلکہ اس کے حالات وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ درست ہوتے جائیں گے اور مرورِ ایام کے ساتھ اس کے افعال و اخلاق سنورتے جائیں گے۔
اس لیے معاشرہ کی اصلاح کے خیر خواہوں اور مربیوں کو چاہیے کہ اگر وہ امت کے افراد کے لیے بھلائی و خیر اور امن اور معاشرہ کے افراد و ابناء کے لیے سلامتی و استحکام چاہتے ہیں تو بڑوں کی اصلاح کے لیے اس راستے و طریقے کو اختیار کریں جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔

((قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○)). یوسف۔ ۱۰۸

آپ کہہ دیجیے کہ یہ میری راہ ہے، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بتانے والوں میں۔

اسلام نے بچّوں اور چھوٹوں کی اصلاح کے لیے جو طریقہ و منہج اختیار کیا ہے اس کا مدار دو بنیادی چیزوں پر ہے :

۱۔ تلقین۔
۲۔ عادت ڈلوانا۔
تلقین سے ہماری مراد ہے اصلاح و تربیت کا نظری پہلو۔
اور عادت ڈلوانے سے مراد ہے اس کے بنانے اور تیار کرنے کا عملی پہلو۔
چونکہ بچے میں اخذ و سیکھنے کی عادت و صلاحیت اور عمر و زندگی کے دیگر مراحل میں سب سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے والدین، معلمین و مربیوں پر لازم ہے کہ بچے کو اچھی باتیں سکھائیں۔ اور خیر کی تلقین کریں، اور جب سے وہ شعور کی عمر کو پہنچے اور زندگی کی حقیقت کو سمجھنے لگے اسی وقت سے اسے ان امور کا عادی بنائیں۔
اس سے قبل ہم امام غزالی کا وہ قول نقل کر چکے ہیں کہ بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانتِ خداوندی ہوتا ہے، اور پاک صاف دل ایک نفیس موتی ہے لہٰذا اگر اسے خیر کا عادی بنایا جائے اور اچھی باتیں سکھائی جائیں تو وہ انہی میں نشو ونما پائے گا اور دنیا و آخرت میں سعید و نیک بخت بنے گا۔

اس موقعہ پر میرا خیال ہے کہ میں مربیوں کے لیے بچوں کو تلقین اور اچھی باتوں کے عادی بنانے کے سلسلے میں بعض مثالیں پیش کر دوں تاکہ وہ ان کے لیے بصیرت کا سامان اور چراغِ راہ بن جائیں :

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مربیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کلمہ لاالٰہ الا اللہ سکھائیں چنانچہ حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لاالٰہ الا اللہ سکھاؤ، یہ تو نظری پہلو ہے۔
اس تلقین کا عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو اس بات کا عادی بنایا جائے اور اسے اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ دل کی گہرائیوں اور اپنے وجدان کی تہ سے اس بات پر یقین و ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ معبود نہ ایجاد کرنے اور بنانے والا، اور یہ ان نشانیوں اور چیزوں کے ذریعے سے ہوگا جن کا مشاہدہ بچہ اپنی آنکھوں سے کرتا ہے مثلاً پھول، آسمان زمین، سمندر اور انسان وغیرہ تمام مخلوقات، تاکہ وہ یہ نتیجہ نکالے اور عقلی طور سے استدلال کرے کہ درحقیقت مؤثر ذات

اللہ جل شانہ ہی کی ہے۔

مربی کو بچے کے سامنے جو حقیقت بیان کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ یہ سارا عالم تمام ان اشیاء سے بھرا ہوا ہے جو انسان کے سننے دیکھنے کے دائرہ میں آتی ہیں اور یہ تمام اشیا خود بخود وجود میں نہیں آسکتیں اس لیے کہ یہ جامد ہیں، اور ان میں عقل و تدبیر کا ملکہ نہیں ہے، اور نہ ان میں علم اور ارادہ کی قوت ہے، اس لیے ان کا کوئی موجد و بنانے والا ضرور ہونا چاہیے، اور وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی ہیں۔

اسی طرح سے آسمانوں وزمینوں کے بنانے میں غور وفکر اور تأمل کے ذریعہ مربی بچے کو اس اللہ جل شانہ کی ذات پر ایمان لانے تک پہنچا سکتا ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ساتھی، اور وہی اس سب کا پیدا کرنے والا ہے اس سلسلہ میں تدریجی طور سے کام لینا چاہیے پہلے محسوس اشیاء سے، پھر جو عقل کے دائرے میں آتی ہیں ان سے، اور جزئی سے کلی، اور بسیط سے مرکب کی طرف ترقی کرنا چاہیے، تاکہ بچہ وجدانی اور عقلی طور سے حجت دلیل اور اطمینان قلب کے ساتھ اللہ جل شانہ پر ایمان لے آئے[۱]

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مربیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر ہی میں نماز کی تلقین کریں، چنانچہ حاکم وابوداؤد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوں، اور نماز کے لیے ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہوجائیں، اور ان کے بستروں کو الگ الگ کردو، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو نماز کے احکام، اس کی رکعات کی تعداد، اور اس کا طریقہ سکھایا جائے، اور بازپرس ونگرانی کے ذریعہ اسے نماز کا عادی بنایا جائے، اور مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے تاکہ نماز اس کی عادت وطبیعت بن جائے۔

❁ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مربیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حلال وحرام کے احکام سکھائیں، اس لیے کہ ابن جریر وابن المنذر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو احکام واوامر کے بجالانے اور ممنوع وحرام چیزوں سے بچنے کا حکم دو، یہ تمہارے اور ان کے لیے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے اور ان پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے رکنے کی عادت ڈلوائی جائے اور اس کی مشق کرائی جائے، اور اگر مربی یہ دیکھے کہ بچے نے کوئی برا کام کیا ہے

---

[۱] اس سے قبل ہم تربیۃ الاولاد فی الاسلام کی قسم ثانی میں ایمانی تربیت کی ذمہ داری کی بحث کے ضمن میں اللہ جل شانہ پر ایمان کے مسائل کے بارے میں تفصیلی بحث کرچکے ہیں لہٰذا اس کا مطالعہ کیجیے۔

یا گناہ کا ارتکاب کیا ہے مثلاً چوری یا گالم گلوچ تو اسے اس سے ڈرائے اور یہ بتلائے کہ یہ برا اور حرام و ناجائز کام ہے۔

اور اگر مربی یہ دیکھے کہ بچہ اچھا کام کر رہا ہے یا نیکی میں مشغول ہے، یا صدقہ و خیرات یا کسی کی امداد میں لگا ہوا ہے، تو اسے مزید ترغیب دے، اور اس سے یہ بتلائے کہ یہ بہت اچھا اور جائز کام ہے۔ اور اس طرح سے اس کی نگرانی و دیکھ بھال رکھے تاکہ خیر و بھلائی اس کی فطرت و عادت بن جائے۔

❁ رسولِ انور علیہ الصلاۃ والسلام نے مربیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت اور قرآنِ کریم کی تلاوت کی تلقین کریں، اس لیے کہ طبرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، اور ان کے اہلِ بیت کی محبت، اور قرآنِ کریم کی تلاوت، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ مربی اپنی اولاد کو جمع کر کے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و جنگیں اور آپ کے اہلِ بیت و صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت و حالات اور بڑے مسلمانوں و قائدین کی شخصیات کے تاریخی احوال سنائے، اور انہیں تلاوتِ قرآنِ کریم کی تعلیم دے، تاکہ بچے ان حضرات کے شاندار بہادری کے کارناموں اور جہاد کی اقتدا کریں، اور وجدان و شعور کے اعتبار سے تاریخِ اسلامی سے مربوط رہیں، اور دستور اور منہج کے لحاظ سے قرآنِ کریم سے ان کا تعلق مضبوطی سے قائم ہو۔

اس سے پہلے ہم وہ واقعہ نقل کر چکے ہیں جسے ادب و تاریخ کی کتابوں نے نقل کیا ہے کہ مفضل بن زید نے ایک مرتبہ ایک دیہاتی عورت کے لڑکے کو دیکھا اور انہیں وہ بہت خوش منظر معلوم ہوا، انہوں نے اس عورت سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے کہا کہ: جب وہ پانچ سال کا ہو گیا تو میں نے اسے استاذ کے حوالے کر دیا، چنانچہ اس نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور قاری بن گیا۔ اور اس کو اس کے استاذ نے اشعار یاد کرائے اور سکھائے، اور اس کو اپنی قوم کے کارناموں میں رغبت دلائی گئی، اور اس کے آباء و اجداد کے قابلِ فخر کارنامے بتلائے گئے، پھر جب یہ بلوغ کی عمر کو پہنچ گیا تو میں نے اسے شہ سواری سکھائی، یہ اس میں ماہر ہو گیا اور شہ سوار بن گیا، اور ہتھیار سے لیس ہو کر قوم کے گھروں کے سامنے عزت سے چلنے لگا، اور دشمن و مدد کے طالب کی آواز پر کان دھرنے لگا۔

تلقین و عادی بنانے کی یہ بعض صورتیں اور نمونے ہیں، جن کے اصول اور بنیادی نکات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے۔ اور یہ اس منہج اور طریقے کے دائرے میں داخل ہیں جسے اسلام نے بچے کے عقیدے اور ایمان کے لحاظ سے تیار کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور واقعی جب مربی اپنی سی پوری محنت اور بچے کی تربیت و اصلاح اور عادی بنانے اور تلقین کرنے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کر دے گا تو غالب گمان یہ ہے کہ ایسا بچہ اسلام کے لشکر کا سپاہی اور مضبوط عقیدے کا مالک اور دعوت و جہاد والوں میں سے ہو گا جس کے وجود پر قوم فخر کرے گی، اور اس کی طبیعت کے جماؤ اور

اخلاق وکردار کی وجہ سے معاشرہ خوش وخرم اور سعید ہوگا۔

وہ ضروری امور جن کا مربیوں کو اس لیے جاننا ضروری ہے تاکہ بچے کو اچھی عادتوں اور مکارم اخلاق کا عادی بناسکیں ان میں سے یہ ہے کہ:

کسی موقعہ پر بچے کو شاباش دی جائے اور تعریفی کلمات کہے جائیں، اور کبھی اس کو کوئی انعام یا تحفہ دیا جائے، اور کبھی ترغیب دینے کے اسلوب کو اپنایا جائے، اور کبھی ڈرانے کے طریقے کو اپنایا جائے، اور کبھی کبھی بعض حالات میں مربی اس بات پر بھی مجبور ہوجاتا ہے کہ سخت سزا دے بشرطیکہ اگر وہ یہ سمجھے کہ بچے کے انحراف اور کجی کو دور کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

یہ تمام اسلوب بچے کو نفسیاتی فضائل اور مکارم اخلاق سکھانے اور معاشرتی آداب کا عادی بنانے میں فائدہ پہنچاتے ہیں، اور اس کو ایک ایسا فاضل، شریف، مستقیم و متوازن انسان بنادیتے ہیں جس سے لوگوں کو دلی محبت ہوتی ہے اور ان کی نفوس میں اس کا احترام وعظمت ہوتی ہے۔

اخیر میں میں یہ کہوں گا کہ۔ مربی حضرات اپنے حالات اور شکل وصورت کے اختلاف کے باوجود اگر بچے کی تربیت اور نیکیوں کا عادی بنانے میں اسلام کے طریقے و انداز کو اپنالیں، اور اس کے عقیدے کی اصلاح اور اخلاق کے سنوارنے میں اسلامی اسلوب اختیار کرلیں، تو عام طور سے یہ ہوگا کہ بچے راسخ اسلامی عقیدے اور بلند ترین قرآنی اخلاق پر نشو ونما پائیں گے، بلکہ وہ اپنے اعلیٰ کارناموں اور اچھے اوصاف میں دوسروں کے لیے عمدہ وبہترین نمونہ بنیں گے۔

اس لیے مربیوں کو خوب کوشش ومحنت کرنا چاہیے، اور اپنے بچوں کی تربیت وتلقین اور عادت ڈلوانے اور اصلاح ومہذب بنانے کا حق ادا کرتے رہنا چاہیئے، اگر وہ ایسا کرلیں گے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ گئے ہوں گے اور اپنے فریضہ کو ادا کرچکے ہوں گے اور اللہ جل شانہ کے یہاں بری الذمہ ہوجائیں گے، اور تربیت کی گاڑی کو آگے کی طرف بڑھا چکے ہوں گے، اور اس طرح سے وہ معاشرے میں امن واستقرار کی بنیادیں مضبوط کرنے والے بن جائیں گے، اور پھر مؤمن معاشرے اور مسلمان ماحول اور صالح قوم کو دیکھ کر مؤمنوں کے دل خوش ہوں گے، اور یہ چیز اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

میرے خیال میں عادت وادب سکھانے کے ذریعہ تربیت کرنا تربیت کے ستونوں میں سے مضبوط ترین ستون ہے، اور بچے کی ایمانی نشو ونما اور اخلاقی سدھار کے لیے مضبوط ترین وسیلہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تربیت کا مدار دیکھ بھال وروک ٹوک اور ڈرانے اور رغبت دلانے اور ارشاد وتوجیہ ورہنمائی پر ہوتا ہے، اس لیے ہمیں ایسے مربیوں کی شدید ضرورت ہے جو مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری پوری کریں، اور اسلامی تربیت کو اس کا پورا حق دیں اس کا اہتمام

کرنے کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی اور مستقل اسمیں لگے رہنے ، اس کے سلسلہ میں تکلیف برداشت کرنے ، تلقین کرنے اور رہنمائی کرنے کے لحاظ سے بھی، تاکہ مستقبل قریب میں وہ اپنے جگر گوشوں کو اس پیغام کا حامل وداعی اور مصلح ، اور دعوت و ارشاد کی پر حوصلہ جماعت اور جہاد کے عظیم لشکر کی شکل میں دیکھیں۔

بلاشبہ بچے کو ادب سکھانا اور بچپن سے ہی اس کی دیکھ بھال رکھنا ہی ایسی تدبیر ہے جس کے بہترین نتائج اور شاندار ثمرات حاصل ہوتے ہیں، جب کہ بڑی عمر میں ادب سکھانا اور تربیت کرنا اور کمال تک پہنچانا بہت مشکل و کٹھن کام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شاعر پر جس نے یہ کہا ہے:

قد ینفع الأدب الأولاد فی صغر — ولیس ینفعهم من بعده أدب

تحقیق بچوں کو بچپن میں ادب سکھانا فائدہ بخش ہوتا ہے — اور اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا

إن الغصون إذا عدلتها اعتدلت — ولاتلین ـ ولولینته ـ الخشب

اگر آپ ٹہنیوں کو سیدھا کرنا چاہیں تو سیدھا کر سکتے ہیں — لیکن لکڑی کو چاہے آپ نرم بھی کرلیں تب بھی نرم نہیں ہوتی

(۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا

جو اہم وسائل بچے کی ایمانی تربیت اور نفسیاتی، معاشرتی و اخلاقی تیاری میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ وارشاد اور نصیحت وخیر خواہی کے ذریعہ کی جائے، اس لیے کہ بچے کو اشیاء کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے، اور مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے، اور اسلام کی بنیادی مبادیات سے آشنا کرانے میں وعظ و نصیحت کو بڑا عمل دخل حاصل ہے، اس لیے ایسی صورتِ حال میں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس طریقے کو اپنایا، اور اس کے ذریعہ سے نفوس سے تخاطب کیا، اور بے شمار آیات میں اسے دہرایا، اور مختلف مقامات پر اپنی توجیہات ونصائح سے رہنمائی کی ہے، تو اس میں ذرا بھی تعجب باقی نہیں رہتا۔

قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کے کلمات اور یاددہانی سے فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں جو ارشادات مکرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض نمونے درجِ ذیل ہیں:

۱) وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ

اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اللہ کا شریک نہ ٹھہرا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے، اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ سے متعلق، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا، اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر میری ہی طرف واپسی ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تم ان کا کہنا ماننا، اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کیے جانا، اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہو۔ پھر تم (سب) کو میرے پاس آنا ہے، پھر جو

خَبِيْرٌ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ))۔

لقمان - ۱۶ تا ۱۷

کچھ تم کرتے رہتے تھے میں تمہیں سب بتلا دوں گا اے بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین کے اندر ہو اللہ اسے لے ہی آئے گا، بے شک اللہ بڑا باریک بین ہے بڑا باخبر ہے۔ اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ صبر، ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

* * *

اور اللہ تعالیٰ سورۂ سبا میں انبیاء علیہم السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ))۔

سبا - ۴۶ تا ۴۹

آپ یہ کہیے میں تم کو ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم اللہ کے واسطے کھڑے ہو جایا کرو دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے ان ساتھی کو جنون تو نہیں ہے، یہ تو تم کو بس ایک ڈرانے والے ہیں عذاب شدید کی آمد سے پہلے، آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تم سے جو کچھ معاوضہ مانگا ہو وہ تمہارا ہی رہا، میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر پوری اطلاع رکھنے والا ہے، آپ کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار حق کو غالب کرتا ہے وہ غیوب کا جاننے والا ہے، آپ کہہ دیجیے کہ حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا اور نہ دھرنے کا۔

* * *

اور سورۂ ھود میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں:

((قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

بولے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ چکا، اب لے آ جو تو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو سچا ہے، کہا کہ لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تھکا سکو گے بھاگ کر، اور نہ کارگر ہوگی تم کو میری نصیحت جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو گمراہ

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ))۔ — گمراہ کرے، وہی ہے تمہارا رب اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

ہود - ۳۲ تا ۳۴

اور سورۂ اعراف میں حضرت ہود علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں :

((وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ)) الاعراف - ۶۵ تا ۶۸

اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو بولے اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا معبود کوئی نہیں، سو کیا تم ڈرتے نہیں، بولے سردار جو کافر تھے ان کی قوم میں ہم دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں، اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں، بولے اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا، پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے، اور میں تمہارا اطمینان کے لائق خیر خواہ ہوں۔

دعوت الی اللہ اور اللہ سے ڈرانے اور وعظ و نصیحت کرنے میں قرآن کریم کا اسلوب و طرز متنوع قسم کا ہے، چنانچہ یہ سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی زبانی جاری ہوا، اور ان کے پیرو و جماعت کے داعیوں اور افراد کی زبانی بار بار اس کا اظہار ہوتا رہا۔

کوئی بھی دو شخص اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ مخلصانہ وعظ اور مؤثر نصیحت اگر پاک صاف نفوس اور کھلے ہوئے سینے اور غور و فکر کرنے والی سمجھ دار و حکیم عقل کو پالے تو اس وعظ پر لبیک بھی جلدی کہا جاتا ہے اور اس کا اثر بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس مفہوم کی تاکید قرآن کریم نے بہت سی آیات میں کی ہے، اور وعظ سے فائدہ اٹھانے اور اچھی بات کا اثر قبول کرنے اور نصیحت پر عمل کرنے کی بار بار تکرار کی ہے :

((اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ))۔ ق - ۳۷

اس (اہلاک) میں اس کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہے یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہے۔

اور فرمایا :

((وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝))۔ الذاریات - ۵۵

اور (انہیں) سمجھاتے رہیے کیونکہ سمجھانا نفع دیتا ہے ایمان والوں کو۔

نیز فرمایا :

((وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰۤى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ

اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور ہی جاتا یا نصیحت قبول کر لیتا،

الذِّكْرٰى ﴾. عبس - ۳ و ۴ اور اس کو نصیحت کرنا فائدہ ہی پہنچاتا۔

اور فرمایا :

﴿ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾. ق - ۸ جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لیے۔

نیز فرمایا :

﴿ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾. ہود - ۱۱۴ یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو۔

نیز فرمایا :

﴿ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾. الطلاق - ۲ اس (مضمون) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

قرآنِ کریم ان آیات سے پُر ہے جو وعظ و نصیحت کے انداز کو دعوت و ارشاد کے طریقہ کی بنیاد اور افراد کی اصلاح اور جماعتوں کی ہدایت تک پہنچنے کا راستہ بتلاتی ہیں، جو شخص قرآنِ کریم کا مطالعہ کرے گا وہ وعظ و نصیحت کے اسلوب کو قرآن کی بہت سی آیات میں ایک مشاہد حقیقت پائے گا، قرآنِ کریم کبھی تقوی اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور کبھی نصیحت کرنے اور یاد دہانی کرانے کے اجر و ثواب اور شان کو بیان کرتا ہے کبھی وعظ و نصیحت سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اور پھر نصیحت و خیر خواہی پر ابھارتا اور سیدھے راستے کی پیروی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، اور پھر ترغیب کے ذریعہ متوجہ کرتا ہے، اور اخیر میں ڈرانے و دھمکانے کے اسلوب کو اختیار کرتا ہے، اور اس طرح سے قرآنِ کریم کا پڑھنے والا اس کے الفاظ و معانی میں وعظ و نصیحت کو متعدد سانچوں اور مختلف اسلوب میں موجود پائے گا جو ہر ذی نظر و صاحبِ بصیرت کے لیے اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ قرآنِ کریم میں وعظ کو نفوس کو خیر کی تربیت دینے اور حق پر آمادہ کرنے اور ہدایت کے قبول کرنے کے سلسلہ میں نہایت اہمیت دی گئی ہے۔

اس سے قبل ہم قرآنِ کریم سے اس بات کی کئی واضح و صریح شہادات بیان کر چکے ہیں کہ پاک صاف نفوس اور کھلے ہوئے سینے اور سمجھدار و غور و فکر کرنے والی عقلوں کے سامنے اگر مؤثر انداز اور بلیغ وعظ و ارشاد، اور عمدہ نصیحت اور مخلصانہ پند و موعظت کے ذریعہ حق کو پیش کیا جائے تو وہ بلا تردد فورًا اس کو قبول کر لیتی ہیں، اور اول لمحہ میں اس سے متأثر ہوتی ہیں بلکہ فورًا حق کے سامنے گردن جھکا دیتی ہیں، اور اللہ کی اس ھدایت کو قبول کر لیتی ہیں جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔

یہ تو بڑے لڑکوں و آدمیوں کے لیے ہیں، پھر بھلا ان چھوٹے بچوں کا کیا کہنا جو فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے قلوب پاک صاف ہوتے ہیں، ان میں کسی قسم کا تلوث و آلودگی نہیں ہوتی، اور ان کے نفوس کسی قسم کی جاہلی خرابی میں ملوث نہیں ہوتے، اور اب تک وہ گناہ و عدوان کی منزل تک نہیں پہنچے ہوتے ہیں، ظاہر ہے ایسے بچے وعظ و نصیحت

سے اور زیادہ متأثر ہوں گے اور ان کا نصیحت کو قبول کرنا اور زیادہ قوی ہوگا۔

اس لیے مربیوں کو یہ حقیقت سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کے لیے بھلائی و کمال، اور عقلی و اخلاقی پختگی و درستگی چاہتے ہیں تو انہیں وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو قرآنِ کریم نے وعظ و نصیحت و رہنمائی کرنے میں اختیار کیا ہے، وہ شعور کی عمر میں ہوں یا اس سے قبل کی، تاکہ ان کو ایمانی و اخلاقی طور پر تیار کیا جا سکے اور ان کی نفسیاتی و معاشرتی تعمیر ہو سکے۔

اس موقعہ پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس طریقہ کو بیان کر دیں جسے قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے، تاکہ وہ لوگ اس کو اختیار کر لیں جن کے ذمہ تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور اپنی اولاد یا شاگردوں کو تیار کرنے اور سنوارنے اور تعلیم دینے و مہذب بنانے میں منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ مندرجہ ذیل اسلوب و انداز میں ممتاز و منفرد ہے:

۱۔ تسلی بخش و مطمئن کرنے کا انداز جس کے ساتھ نرمی و نکیر دونوں شامل ہوں۔

اس انداز کا انسان کے احساسات پر بہترین اثر پڑتا ہے اور دلوں پر زبردست تاثیر ہوتی ہے۔

اور مطمئن کرنے کا یا نرمی و نکیر والا انداز قرآنِ کریم کے خطاب میں بہت واضح پایا جاتا ہے جہاں لوگوں کے قلوب و عقول سے انبیاء علیہم السلام اور دعاۃ کی زبانی خطاب کیا گیا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ کسی بھی جنس یا قبیلہ سے ہوں یا کیسی ہی شکل و صورت کے مالک ہوں۔

ان مختلف انداز کی متنوع دعوتوں اور پیغاموں میں سے بعض نمونے درج ذیل ہیں:

بچوں کے لیے جو اعلان کیا گیا ان میں سے:

((وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ)). لقمان۔ ۱۳

اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد ہے:

((يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾)). ہود۔ ۴۲

اے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور کافروں کے ساتھ مت رہ۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبانی اعلان ہوتا ہے:

((قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى

اے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے مت بیان

اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○))۔ یوسف۔ ۵

کرنا پھر وہ تمہارے واسطے کچھ فریب بنائیں گے البتہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

اور حضرت ابراہیم وحضرت یعقوب علیہما السلام کی زبانی ارشاد ہے:

((يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○))۔ البقرہ۔ ۱۳۲

اے بیٹو بے شک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

عورتوں کے لیے جو اعلان کیے گئے:

فرشتوں کی زبانی حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اعلان ہوتا ہے:

((يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ))آل عمران۔۴۲و۴۳

اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہاں کی عورتوں پر، اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔

اور فرمایا:

((يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○))۔ الاحزاب۔ ۳۲

اے نبی کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جب کہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو، تو تم بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کہا کرو۔

قوموں کے لیے اعلان:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اعلان ہوتا ہے:

((يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○))۔ البقرہ۔ ۵۴

اے قوم تم نے اپنا نقصان کیا یہ بچھڑا بنا کر، سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف، اور اپنی اپنی جان کو مار ڈالو یہ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے، پھر متوجہ ہوا تم پر بے شک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی زبانِ مبارک سے اعلان ہوتا ہے :

((یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾)). المائدہ۔ ۲۰

اے قوم یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب پیدا کیے تم میں نبی اور تم کو بادشاہ کر دیا اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا جہاں میں کسی کو۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا وہ داعی جو مسلمان ہو گیا تھا اس کی زبانی ارشاد ہوتا ہے :

((یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ... وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ...)).

المؤمن۔ ۳۸ تا ۴۱

اے میرے بھائیوں میری پیروی کرو میں تمہیں ٹھیک راستہ بتا رہا ہوں، اے میرے بھائیو یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے، اور ٹھہرنے کا ٹھکانا تو آخرت ہی ہے... اور اے میرے بھائیو یہ کیا ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو...

اور داعی جنوں کے ذریعہ ارشاد ہے :

((یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾)).

الأحقاف۔ ۳۰ و ۳۱

اے ہماری قوم والو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے، اور حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اے ہماری قوم والو کہا مانو اللہ کی طرف بلانے والوں کا اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں محفوظ رکھے گا عذابِ دردناک سے۔

مومنین کے لیے قرآنِ کریم نے جو اعلانات کیے ہیں ان میں سے :

((یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ)). البقرہ۔ ۱۵۳

اے مسلمانو مدد لو ساتھ صبر اور نماز سے، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا :

((یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ)). آلِ عمران۔ ۱۰۲

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنا چاہیے، اور نہ مرو مگر مسلمان۔

نیز ارشاد فرمایا :

((یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ))۔ الانفال۔۲۴

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔

اہل کتاب کو جو آواز لگائی گئی ہے :

((یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ))۔ آل عمران۔۶۴

اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی، اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی کو، اور نہ بنائے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے، پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

اور فرمایا :

((یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ))۔

المائدہ۔ ۱۵

اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے، اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشن اور ظاہر کرنے والی کتاب آئی ہے۔

نیز فرمایا :

((یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ))۔ المائدہ۔ ۶۸

اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو تورات اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے، اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی شرارت اور کفر اس کلام سے جو آپ پر اترا آپ کے رب کی طرف سے، سو آپ اس قوم کفار پر افسوس نہ کریں۔

تمام لوگوں کو جو آواز لگائی ہے ان میں سے :

((یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس نے تمہارے واسطے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ‌ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾)). البقرہ۔ ۲۱ و ۲۲	اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے تمہارے کھانے کے واسطے میوے نکالے، سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو۔

نیز فرمایا :

((یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمۡ بُرۡهَانٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِیۡنًا)) النساء۔ ۱۷۴	اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند پہنچ چکی اور اتاری ہم نے تم پر واضح روشنی۔

اور فرمایا :

((یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ‌ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱﴾ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ)). الحج۔ ۱ و ۲	اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو (کیوں کہ) قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے جس روز تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی، اور لوگ تجھے نشہ میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

اس قسم کے اعلانات وکلمات پند وموعظت قرآن کریم میں بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

۲۔ قصص وواقعات کے انداز میں عبرت ونصیحت۔

یہ ایک ایسا اسلوب ہے جس کے اثرات نفس پر پڑتے ہیں اور یہ ذہن کو متأثر کرتا ہے، اور اس کی دلیلیں عقلی و منطقی طرز کی ہوتی ہیں، اس اسلوب کو قرآن کریم نے بہت سے مواقع پر استعمال کیا ہے خصوصاً رسولوں کے اپنی قوموں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں ان میں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خصوصی انعام فرمایا کہ ان کے سامنے بہترین قصہ بیان فرمایا، اور ان پر بہترین کلام نازل فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشانی وعبرت کا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثبات اور ثابت قدمی وپختگی کا ذریعہ بنے، ارشاد ہے:

((نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ)). یوسف۔ ۳	ہم آپ کے سامنے بہت اچھا بیان بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن بھیجا۔

اور فرمایا:

((تِلۡكَ الۡقُرٰی نَقُصُّ عَلَیۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآئِهَا)) الاعراف۔ ۱۰۱	یہ بستیاں ہیں کہ ہم ان کے کچھ حالات آپ کو سناتے ہیں۔

نیز فرمایا :

«وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ». ہود ـ ۱۲۰

اور سب چیز بیان کرتے ہیں آپ کے سامنے رسولوں کے احوال سے جس سے آپ کے دل کو تسلی دیں۔

اور فرمایا:

«فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ». الاعراف ـ ۱۷۶

سو بیان کیجیے یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں۔

اور فرمایا:

«هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى». النازعات ـ ۱۵

آپ کو موسیٰ کا بھی قصہ پہنچا ہے؟

نیز فرمایا:

«هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ». الذاریات ـ ۲۴

کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت پہنچی ہے۔

اور فرمایا:

«هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝». البروج ـ ۱۷، ۱۸

ہاں کیا آپ کو ان لشکریوں کا قصہ پہنچا ہے (وہی) فرعون اور ثمود کا۔

قرآنِ کریم ان واقعات سے پُر ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اپنی قوموں کے ساتھ پیش آئے ہیں، اور بعض اوقات تو ایک ہی قصہ قرآنِ کریم کی متعدد سورتوں میں مکرر ذکر کیا گیا ہے، تاکہ ہر مرتبہ اور ہر جگہ اس قصے کو نئے ایسے انداز کے ساتھ پیش کیا جائے جو سابق اسلوب وطرز سے مختلف ہو، تاکہ ایک جانب قرآن کا معجزانہ شاندار اسلوب اور یکتا اندازِ بیان کا نقشہ سامنے آجائے اور دوسری جانب اس عبرت کا اظہار ہوجائے جو ان آیات میں پوشیدہ اور ان الفاظ ومعانی سے ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک راسخین فی العلم اور قرآنِ کریم کی بلاغت سمجھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

اس بات کو ہم مثال سے سمجھاتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کا قصہ قرآنِ کریم میں مختلف جگہوں پر مذکور ہے، ان واقعات وقصص میں سے ہم صرف دو قصے لے لیتے ہیں اور پھر ان کے درمیان مقابلہ کرتے ہیں، تاکہ پڑھنے والے کو اس تکرار کا راز معلوم ہوجائے:

پہلا قصہ سورۂ اعراف میں (۱۰۴ ـ ۱۳۹) میں مذکور ہے:

«وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگارِ عالم کا، قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے، لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی، سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو، بولا اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو لا اس کو اگر تو سچا ہے، تب

الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ)).

ڈال دیا انہوں نے اپنا عصا تو اسی وقت ہوگیا اژدھا صریح۔

دوسرا قصہ سورۂ نازعات (۱۵-۲۶) میں مذکور ہے:

((هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝)).

آپ کو موسیٰ کا بھی قصہ پہنچا ہے؟ (یاد کرو وہ وقت) جب انہیں ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان (یعنی) طُویٰ میں پکارا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اس نے سرکشی اختیار کی ہے، سو اس سے کہیے کیا تو چاہتا ہے کہ تو درست ہوجائے اور میں تیری رہنمائی تیرے پروردگار کی طرف کردوں، جس سے تو خشیت اختیار کرے، پھر ہم نے اسے بڑی نشانی دکھائی لیکن اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا، پھر وہ جدا ہوکر کوشش کرنے لگا اور (لوگوں کو) جمع کیا پھر بلند آواز سے تقریر کی اور کہا کہ میں ہوں تمہارا رب اعلیٰ اس پر اللہ نے اسے پکڑ لیا آخرت اور دنیا کے عذاب میں بے شک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اس کے لیے جو خشیت رکھتا ہو۔

ان دونوں قصوں میں موازنہ کرنے سے مندرجہ ذیل امور کھل کر سامنے آتے ہیں:

۱۔ پہلا قصہ مفصل وطویل ہے اور دوسرا مختصر ومجمل ہے۔

۲۔ دونوں قصوں کے اسلوب وانداز میں بہت بڑا فرق ہے خواہ اس کا تعلق آیات وفواصل سے لمبے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے ہو، یا ان کی ترکیب ومعنی کے اعتبار سے یا امر ونہی کے صیغوں کے لحاظ سے۔

۳۔ سورۂ اعراف میں عبرت کا محور مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے:

الف ۔ فرعون پر حجت ودلیل قائم کرنا۔

ب ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کرنے والے معجزوں کا ظاہر کرنا۔

ج ۔ وہ گفتگو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان ہوئی۔

د ۔ حجت ودلیل قائم ہونے پر جادوگروں کا ایمان قبول کرنا۔

ھ ۔ فرعون کا ڈرانا دھمکانا اور وعدوعید۔

و ۔ جادوگروں کے دلوں میں جب ایمان کی روشنی داخل ہوگئی توان کا فرعون کی دھمکی وغیرہ کی پرواہ نہ کرنا۔
ز ۔ فرعون کے متبعین وآل اولاد کو قحط سالی وپھلوں میں کمی سے سزا دینا۔
ح ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو غرق کرکے انتقام لینا۔
سورۂ نازعات میں جن چیزوں پر زور دیا گیا وہ درج ذیل ہیں :
الف ۔ خدائی کا دعویٰ کرنے پر فرعون کی گرفت اور اس کو ہلاک کرنا۔
ب ۔ جو اس سے نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے عبرت کا سامان۔
اس تفصیل کے بعد آپ کے سامنے وہ عظیم فرق کھل کر آگیا ہوگا جو ان دونوں قصوں میں مذکور ہے چاہے اس کا تعلق بلاغی ذوق سے ہو یا عبرت ونصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے، اس لیے یہ قطعاً درست نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ان بار بار دہرائے جانے والے قصوں میں صرف تکرار ہے، اس لیے کہ جن قصوں کو قرآن کریم نے مکرر ذکر کیا ہے وہ اس طرح کے نہیں ہیں جیسا کہ ان دونوں قصوں کو پیش کرنے سے آپ کے سامنے یہ فرق واضح ہو چکا ہوگا۔

۳ ۔ مواعظ ونصیحت کے ساتھ قرآنی رہنمائی۔

قرآن کریم ان آیات سے پُر ہے جن میں نصائح ومواعظ مذکور ہیں، اور اس میں ایسی نصوص وآیات بکثرت ہیں جن میں قاری وپڑھنے والے کے لیے ایسی پند ونصیحت سے کام لیا گیا ہے جو اسے دین ودنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچائے اور اس کی روح، عقل وجسم کی آبیاری وتیاری کرے، اور اس شخص کو اس قابل بنایا جاسکے جس کے ذریعے وہ دعوت کے میدان کا سپاہی اور جہاد کے میدان کا غازی بن سکے۔

قرآن کریم کا ارواح وقلوب پر بہت عظیم اثر ہوتا ہے، چنانچہ جب ایک مسلمان شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت سنتا ہے تو اس کے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے، اور اس کا نفس اس کا مشتاق ہوتا ہے، اور اس کی آواز پر اسکی روح حرکت میں آجاتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اس کی نصیحت پر عمل پیرا اور اس کی وصیت پر لبیک کہے گا، اور احکامات کو بجالائے گا اور ممنوع اشیاء سے بچے گا، اس لیے کہ یہ اس ذات کا نازل کردہ کلام ہے جو حکمتوں اور بزرگی والا ہے، اسی میں انسان کی تمام بیماریوں کا شافی علاج اور جسمانی امراض اور قلوب کی بیماریوں سے بچاؤ کی تدبیر وعلاج مذکور ہے۔

قرآنِ کریم کی رہنمائی کے اس انداز کے بعض نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں :

الف ۔ سورہ لقمان میں ارشاد ہے :

(۱) وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ — اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ))۔ لقمان ۔ ۱۳

ب ۔ سورۂ فرقان میں ارشاد ہے :

((وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝
وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ وَ
الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا
وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ
یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ لَا
یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ
الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ
ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۝ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ
مَتَابًا ۝ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا
بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ
رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ۝ وَالَّذِیْنَ
یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝
اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ
فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ
حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ قُلْ مَا
یَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ

کرتے ہوئے کہا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔

اور خدائے رحمان کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر
فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جہالت
والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں
خیر، اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و
قیام میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ
اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور
رکھیو، کہ بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے، اور
بے شک وہ (جہنم) برا ٹھکانا ہے اور (برا) مقام ہے۔
اور وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچ
کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اسی کے درمیان (ان
کا خرچ) اعتدال پر رہتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی
اور کو معبود نہیں پکارتے اور جس (انسان کی) جان کو
اللہ نے محفوظ قرار دے دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے
مگر ہاں حق پر، اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا
کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا قیامت کے
دن، اس کا عذاب بڑھتا جائے گا وہ اس میں (ہمیشہ)
ذلیل ہو کر پڑا رہے گا مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان
لے آئے اور نیک کام کرتا رہے، سو ایسے لوگوں کو اللہ
ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عنایت کرے گا، اور اللہ تو
ہے ہی بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا۔ اور جو کوئی توبہ
کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی طرف
خاص طور پر رجوع کر رہا ہے، اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ
بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب وہ لغو مشغلوں

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝))

الفرقان ۔ ۶۳ تا ۷۷

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے ان کے پروردگار کی آیات کے ذریعے تو یہ ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہم کو پرہیزگاروں کا سردار بنادے ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کی ثابت قدمی کے۔ اور ان کو وہاں دعا و سلام ملے گا، اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا اچھا ہے وہ ٹھکانا اور مقام، آپ کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار تمہاری پرواہ ذرا بھی نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کروگے سو تم خوب جھٹلا چکے، سو عنقریب یہ (تکذیب) وبال بن کر رہے گی۔

ج ۔ سورۂ نساء میں ہے:

((وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ

اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو کسی کو اس کے ساتھ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ، اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ، بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا، جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے، اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب، اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے، اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن

يَكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا)) النساء ۳۶ تا ۳۹

... اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔

د۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

((لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ)) البقرہ ۱۷۷

نیکی کچھ یہی نہیں کہ اپنا منہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرو، لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اس کی محبت پر مال دے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں، اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکاۃ، اور جب عہد کریں تو اپنے اقرار کو پورا کرنے والے، اور سختی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے، یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔

ھ۔ سورۂ اسراء میں فرمایا:

((وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

اور آپ کا رب حکم کر چکا کہ اس کے سوائے کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، اگر پہنچ جائے بڑھاپے کو تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں تو نہ کہو ان کو ہوں اور نہ ان کو جھڑکو، اور کہو ان سے ادب کی بات، اور نیازمندی سے عاجزی کر کے ان کے سامنے کندھے جھکا دو، اور کہو اے رب ان پر رحم کیجیے جیسا کہ انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا، تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے۔ اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے، اور دو قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو، اور مت اڑاؤ بیجا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے، اور اگر کبھی اپنے رب کی مہربانی کے انتظار میں جس کی تم کو توقع ہے تم ان کی طرف سے تغافل کرو تو

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
يَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا
تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ
وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا
تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ
وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا
فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ
حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ
الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔـوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا
كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ
خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔـوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي
الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ
عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا)).

الاسراء ۲۳ تا ۳۸

کہہ دو ان کو نرمی کی بات، اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ
بندھا ہوا مت رکھو اور نہ اس کو کھول دو بالکل کھولنا کہ
پھر تم بیٹھے رہو الزام کھائے ہوئے ہارے ہوئے۔ تمہارا
رب جس کے لیے چاہے روزی کھول دیتا ہے اور تنگ
بھی وہی کرتا ہے، وہی اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے
والا ہے۔ اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو
ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو، بے شک ان کا مارنا
بڑی خطا ہے، اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ ہے بے حیائی
اور بری راہ ہے۔ اور اس جان کو نہ مارو جس کو اللہ نے
منع کر دیا ہے مگر حق پر، اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس
کے وارث کو زور دیا ہے سو قتل کرنے میں حد سے نہ
نکل جائے اس کو مدد ملتی ہے، اور یتیم کے مال کے
قریب نہ جاؤ مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی
جوانی کو پہنچے، اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی،
اور جب ماپ کر دینے لگو تو ماپ پورا بھر دو اور سیدھی
ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے اور
جس بات کی تم کو خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو بے شک
کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی، اور
زمین پر اتراتے ہوئے نہ چلو تم زمین کو پھاڑ نہ ڈالو گے اور
نہ لمبا ہو کر پہاڑوں تک پہنچو گے، یہ جتنی باتیں ہیں ان
سب میں بری چیز ہے تمہارے رب کی بیزاری۔

اس کے علاوہ اور دوسری نصیحتیں ، وعظ ، رہنمائیاں ، احکامات اور منہیات وغیرہ جن کو قرآنِ کریم کی آیات نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، اور قرآنِ کریم ان کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قرآنِ کریم نے اپنی توجیہات و رہنمائیوں میں مختلف انداز اختیار کیے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :

الف ۔ قرآنِ کریم کی وہ رہنمائی جو حروفِ تاکید کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے کہ فرمانِ الٰہی:

«إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ» الرعد۔۴ — ان چیزوں میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔

اور:

«إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ». الرعد۔۳ — اسمیں ان کے واسطے نشانیاں ہیں جو کہ دھیان کرتے ہیں۔

اور ارشادِ ربانی:

«إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ». یونس۔۶۷ — بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں

اور ارشادِ ربانی:

«إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ». ق۔۳۷ — اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کے لیے جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر۔

ب ۔ قرآنِ کریم کی وہ رہنمائی جو حروفِ استفہام انکاریہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے:

«أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۝ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ

کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے ہم اس پر گردشِ زمانہ کے منتظر ہیں، آپ کہہ دیجیے تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں، کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں، یا یہ لوگ شرارت پر ہیں، یا کہتے ہیں کہ یہ خود قرآن بنا لائے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں، پھر چاہیے کہ کوئی اسی طرح کی بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں، کیا وہ آپ ہی آپ بن گئے ہیں یا وہی بنانے والے ہیں یا انہوں نے آسمانوں کو اور زمین کو بنایا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم (مجاز) ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان میں سے جو سن آتا ہو وہ لائے (اپنے دعویٰ پر) کوئی کھلی دلیل، کیا اللہ کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور تمہارے لیے بیٹے؟ یا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں، سو وہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں، کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ اسے

سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿﴾))۔

طور۔ ۳۰ تا ۴۳

لکھ لیا کرتے ہیں ؛ کیا یہ لوگ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں؛ سو یہ کافر خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے، کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے ؛ پاک ہے اللہ ان کے شرک سے۔

۷۔ قرآنِ کریم کی وہ رہنمائی جو عقلی ادلہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے کہ ارشادِ باری ہے:

((اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ)). البقرہ۔ ۱۶۴

بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ دریا میں لے کر چلتی ہیں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اللہ نے آسمان سے اُتارا پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد اور اس میں سب قسم کے جانور پھیلائے، اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا آسمان وزمین کے درمیان ، بے شک ان سب چیزوں میں عقلمندوں کیلیے نشانیاں ہیں۔

اور فرمایا:

((لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ)).

الانبیاء۔ ۲۲

اگر ان دونوں (جگہوں) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں درہم برہم ہوگئے ہوتے اللہ مالکِ عرش پاک ہے ان امور سے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:

((اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿﴾))

الطور۔ ۳۵

یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے؟ یا یہ کہ خود (اپنے) خالق ہیں؛

((وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿﴾ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿﴾)) الذاریات۔ ۲۰ و ۲۱

اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

د۔ قرآنِ کریم کی وہ توجیہ ورہنمائی جو اسلام کے عمومی ومحیط ہونے کے بیان کے ساتھ مذکور ہے، جیسے کہ ارشاد ربّانی ہے:

((لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

نیکی یہی کچھ نہیں کہ اپنا منہ کرو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر

الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ)) البقرہ۔۷۷

اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں اور پیغمبروں پر، اور اس کی محبت پر مال دے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو، اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں، اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جب عہد کریں تو اپنے اقرار کو پورا کرنے والے، اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف اور لڑائی کے وقت، یہی لوگ ہیں سچے اور یہی پرہیزگار ہیں۔

اور سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

((وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ)) النحل۔۸۹

اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری کھلا بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیے۔

سورۂ انعام میں ہے:

((ما فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ)) ۔ الانعام۔۳۸

ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز۔

۷۔ قرآن کریم کی وہ رہنمائی جس میں شریعت کے قواعد مذکور ہیں۔ جیسے کہ قضاء وفیصلہ میں عدل سے متعلق ارشاد باری ہے:

((وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا))۔ النساء۔۵۸

اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

مشورہ کی اہمیت وشورائی نظام سے متعلق ارشاد ہے

((فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ))۔ آل عمران۔۱۵۹

سو آپ ان کو معاف کر دیجیے اور ان کے لیے بخشش مانگیے اور کام میں ان سے مشورہ لیجیے، پھر جب اس کام کا قصد کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ کو توکل والوں سے محبت ہے۔

((وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ)) الشوریٰ۔۳۸

ان کا (یہ اہم) کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

انسانی مساوات کے بارے میں ارشاد باری ہے:

((یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی

اے لوگو ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ))۔ الحجرات۔ ۱۳

سے پیدا کیا ہے، اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے پرہیزگار تر اللہ کے نزدیک معزز تر ہے۔

یہ وہ اہم انداز و اسلوب ہیں جنہیں قرآنِ کریم نے اپنی نصیحتوں اور وعظوں میں اختیار کیا ہے، اور یہ مختلف قسم کے اسلوب و انداز ہیں جن میں سے ہر ایک کا اپنا الگ الگ اثر ہوا کرتا ہے، اور دلوں میں ایک خاص قسم کا اثر و کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور یہ ایک بالکل بدیہی سی بات ہے کہ اگر تمام مربی اپنے بچوں کی تربیت اور جگر گوشوں کی اصلاح اور ان کو مہذب بنانے میں ان اسالیب و انداز کو اختیار کریں جنہیں قرآنِ کریم نے اختیار کیا ہے تو بچے بلا کسی شک وشبہ کے بہترین تربیت اور اخلاقِ حمیدہ اور شاندار انسانی کردار اور عظیم اسلامی تہذیب میں نشو ونما پائیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کا بہت اہتمام کیا ہے، اور دعاۃ اور مربیوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ وعظ و نصیحت سے کام لیں، اور دنیاوی زندگی میں ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جس جگہ بھی ہو اور جس معاشرے میں رہتا ہو ہر جگہ داعی الی اللہ بن کر رہے تاکہ وہاں کے وہ باشندے اس کی رہنمائی اور وعظ ونصیحت سے اثر قبول کرلیں جن میں دھڑکنے والا دل ہو یا جو توجہ واہتمام سے کان لگا کر بات سنتے ہوں، اور تاکہ دعوت وارشاد اور وعظ ونصیحت کے ذریعے سے ان لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری پوری کر سکے جو جہالت کی دلدل میں پھنس چکے ہیں، اور اباحیت و آزادی کی وادی میں لڑکھڑا رہے ہیں، اور زیغ وضلال اور گمراہی کے بیابانوں میں راستہ گم کر بیٹھے ہیں۔

وعظ ونصیحت اور اللہ کی طرف بلانے اور دین کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو احکامات دیے اور رہنمائی کی ہے ان میں سے چند اہم اہم درجِ ذیل ہیں:

❁ امام مسلم رحمہ اللہ حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین نصیحت وخیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: کس کے لیے خیر خواہی ونصیحت کی جائے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ائمہ وحکام اور عوام کے لیے۔

❁ اور بخاری ومسلم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

❀ اور امام مسلم حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی بھلائی وخیر کی طرف رہنمائی کی تو اس کو بھی ویسا ہی اجر ملے گا جیسا اجر اس نیکی کرنے والے کو ملے گا۔

❀ اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اچھی بات کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اس کی اس نیکی میں پیروی کی ہو اور اس کی وجہ سے ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی بھی نہ ہوگی۔

❀ اور بخاری ومسلم حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو ان سے فرمایا تم آرام سے جانا حتاکہ وہاں پہنچ جاؤ تو پھر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اور یہ بتلانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہوتا ہے، اس لیے کہ بخدا اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت پر لے آئے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے (سرخ اونٹ عربوں کے یہاں نہایت قیمتی اونٹ شمار ہوتے تھے تمہیں یہ اونٹ مل جائیں اس سے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو راہِ راست پر لگادے)۔

اس سلسلہ میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ ان ارشادات ورہنمائیوں پر عمل کریں، اور جو کچھ ان احادیث میں وارد ہوا ہے اس کو عملی جامہ پہنائیں، اور خاص طور سے وہ امور جو ان کی اولاد اور شاگردوں اور مریدوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉

ہمارے معلمِ اوّل نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے وعظ ونصیحت میں نہایت اعلیٰ ترین منہج وطریقہ اختیار کیا تھا، اور اس سلسلہ میں آپ کا انداز اور طریقہ ایک مثالی طریقہ تھا جو مختلف اسلوب وانداز اور متنوع طریقوں پر مشتمل تھا:

آپ کے اس طریقے ومنہج میں سے اہم اہم چند نمونے درج ذیل ہیں[1]۔
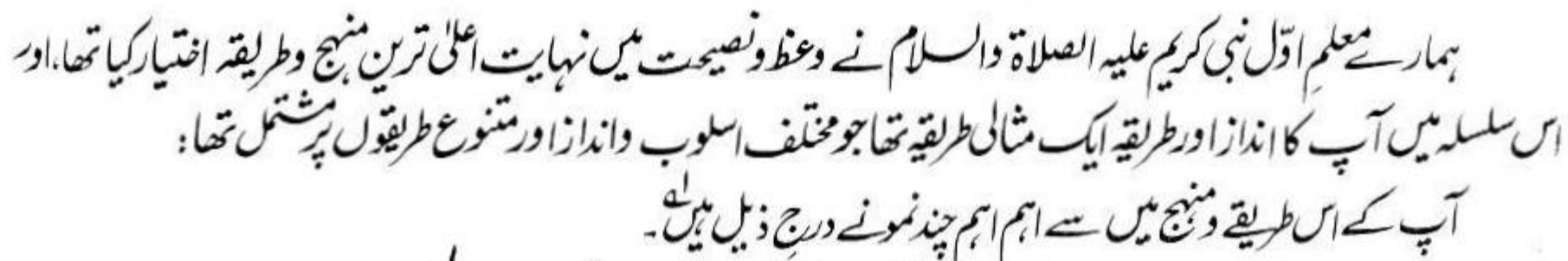
◎ الف ۔ قصّہ کے انداز کو اختیار کرنا: جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

ا ۔ برص کے مریض، گنجے اور نابینا شخص کا قصہ:

امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] میں نے اس بحث میں ــــ اس تحریر سے زیادہ مدد لی ہے جو شیخ عبدالفتاح اَبُو غدہ کے مقالے "الرسول المعلم" جو مدارس وکالجوں کے "محاضرات موسم الثقافی العاشر" کے (ص ۔ ۳) پر چھپی تھی۔

کو یہ فرماتے سنا: کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص کا مریض، دوسرا گنجا، اور تیسرا نابینا، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا امتحان لینا چاہا چنانچہ ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اور وہ فرشتہ ابرص کے پاس آیا:

فرشتہ: تم کو سب سے زیادہ کیا چیز محبوب و پسندیدہ ہے؟

ابرص: اچھا رنگ اور اچھی جلد، اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری ختم ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کی برص کی بیماری ختم ہوگئی اور اسے بہترین رنگ مل گیا۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟

ابرص: اونٹ، چنانچہ اس کو ایک حاملہ اونٹنی دے دی گئی۔

فرشتہ: اللہ تمہارے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا:

فرشتہ: تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز محبوب ہے؟

گنجا: اچھے بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری دور ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ بیماری ختم ہوگئی اور اللہ نے اس کو بہترین بال عطا فرمادیے۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ محبوب ہے؟

گنجا: گائے، چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔

فرشتہ: اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔

پھر وہ فرشتہ نابینا کے پاس آتا ہے:

فرشتہ: تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟

نابینا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے نگاہ عطا کردے اور میں لوگوں کو دیکھ سکوں، چنانچہ اس فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ بحال کردی۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟

نابینا: بکری، چنانچہ اس کو ایک حاملہ بکری دے دی گئی۔

چنانچہ تینوں جانوروں نے بچے دیے اور ابرص کے اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی اور گنجے کی گائیوں سے ایک وادی بھر گئی اور نابینا کی بکریوں سے ایک وادی بھر گئی۔

پھر وہی فرشتہ اسی شکل وصورت میں ابرص کے پاس آیا۔

فرشتہ: ایک مسکین آدمی ہوں، سامانِ سفر کچھ نہیں ہے، آج اللہ کی مدد اور تمہاری امداد کے بغیر میں اپنی منزلِ مقصود

تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں تم سے اس اللہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں بہترین رنگ اور عمدہ جلد اور مال و دولت عطا کی۔ ایک اونٹ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ سے اپنے سفر کو پورا کر سکوں۔

ابرص : (میرے اوپر) بہت سے حقوق و ذمہ داریاں ہیں۔

فرشتہ : ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو خوب پہچانتا ہوں، کیا تم ابرص نہیں تھے جسے دیکھ کر لوگ گھن کھاتے تھے؟ کیا تم فقیر نہیں تھے پھر اللہ نے تمہیں یہ مال و دولت عطا کی؟

ابرص : یہ مال تو مجھے پشت در پشت سے ملتا چلا آرہا ہے۔

فرشتہ : اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ ویسا ہی بنا دے جیسے تم پہلے تھے۔

وہی فرشتہ پھر اپنی اسی صورت و شکل میں گنجے کے پاس آیا۔

فرشتہ : ایک مسکین آدمی ہوں۔ وسائلِ سفر ختم ہو گئے ہیں۔ آج میں اپنی منزلِ مقصود تک اللہ کے فضل اور آپ کی امداد سے ہی پہنچ سکتا ہوں۔ اس لیے میں آپ سے اس ذات کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے آپ کو بہترین بال اور اچھا رنگ روپ دیا، اور مال عطا کیا۔ آپ سے صرف ایک گائے کا سوال ہے جس کے ذریعے سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں۔

گنجا : مجھ پر ذمہ داریاں اور حقوق بہت زیادہ ہیں۔

فرشتہ : ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ بتلاؤ کیا تم وہ گنجے نہیں تھے جسے لوگ دیکھ کر گھن کیا کرتے تھے، کیا تم غریب و مسکین نہیں تھے پھر اللہ نے تمہیں مال عطا کیا؟

گنجا : یہ مال تو مجھے اپنے دادا پردادا سے وراثت میں ملا ہے۔

فرشتہ : اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا ہی بنا دے جیسے تم پہلے تھے۔

پھر وہ فرشتہ نابینا کے پاس اسی شکل و صورت میں آیا:

فرشتہ : ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام وسائل ختم ہو گئے ہیں، میں اپنی منزلِ مقصود تک اللہ کے فضل و آپ کی مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا، اس لیے میں آپ سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں دوبارہ نگاہ عطا کی، ایک بکری کا سوال ہے جس کے ذریعہ سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں۔

نابینا : میں واقعی نابینا تھا، اللہ نے مجھے نگاہ واپس دی، اس لیے تم جو چاہو لے لو اور جو چاہے چھوڑ دو۔ بخدا تم اللہ کے نام پر جو چیز بھی لینا چاہو گے میں اس میں تمہارے لیے ہرگز رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ لہٰذا جو چاہو لے لو۔

فرشتہ : تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو۔ اس لیے کہ یہ درحقیقت تم تینوں کا امتحان تھا جس میں اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

۲- ایک عجیب وغریب لکڑی کا قصہ :

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جس نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا تھا۔

قرض خواہ : گواہوں کو لے آؤ تاکہ میں انہیں گواہ بنالوں۔

قرض دار : اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی کافی ہے۔

قرض خواہ : کوئی ضمانت دینے والا لائیے ؟

قرض دار : اللہ ہی ضمانت کے لیے کافی ہے۔

قرض خواہ : تم نے بالکل سچ کہا، اور پھر اس نے ایک وقتِ مقررہ تک کے لیے اسے پیسے دے دیے، وہ مقروض پیسے لے کر سمندری سفر پر روانہ ہوا اور اپنی ضرورت پوری کرلی، پھر وہ کسی سواری کی تلاش میں نکلا تاکہ اس پر سوار ہوکر قرض خواہ کو وقتِ مقررہ پر اس کے پیسے دے سکے، لیکن اسے کوئی سواری نہ ملی، تو اس نے ایک لکڑی لی اس میں سوراخ کیا اور اس میں ہزار دینار داخل کر دیے اور ان کے ساتھ اپنی طرف سے ایک خط اس قرض خواہ کو لکھ دیا، اور پھر اس سوراخ کو بند کر دیا اور اس لکڑی کو سمندر کے پاس لایا۔

قرضدار : اے اللہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار درہم قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے کوئی کفیل وضامن طلب کیا تھا، تو میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی ضمانت بہت کافی ہے وہ اس پر تیار ہوگیا تھا، اور اس نے مجھ سے کوئی گواہ طلب کیا تھا تو میں نے کہا کہ اللہ کی گواہی ہی کافی ہے، تو وہ آپ کی شہادت پر راضی ہوگیا تھا، سواری حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی پوری کوشش صرف کردی تاکہ اس قرض خواہ کو اس کا قرضہ واپس کردوں، لیکن مجھے کوئی سواری نہ مل سکی، لہٰذا اب میں اے اللہ اس لکڑی کو آپ کی ذمہ داری اور امان میں دیتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس شخص نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، جب وہ لکڑی سمندر کے پانی میں گھس گئی تو وہ آدمی وہاں سے واپس ہوا اور اپنے شہر جانے کے لیے کوئی سواری تلاش کرنے لگا، ادھر وہ قرض خواہ جس نے اسے قرض دیا تھا وہ اس امید پر وہاں آیا کہ شاید کسی قافلہ کے ساتھ قرض دار نے اس کے پیسے بھیجے ہوں، اچانک اس نے ایک لکڑی کو پانی پر تیرتے دیکھا تو اس نے اسے پکڑ لیا تاکہ گھر میں جلانے کے کام میں لے سکے۔

گھر پہنچ کر جب اس نے اس لکڑی کو چیرا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں اس کے دینار اور ایک خط رکھا ہوا ہے کچھ وقت کے بعد وہ شخص بھی آگیا جس نے اس سے قرض لیا تھا اور ساتھ میں ایک ہزار دینار بھی لے کر آیا۔

قرضدار : بخدا میں مسلسل کوشش کرتا رہا کہ کوئی سواری مل جائے اور آپ کو قرضہ ادا کردوں لیکن آج سے قبل مجھے

کوئی سواری ہی نہ ملی

قرضخواہ : کیا تم نے میری جانب کوئی چیز بھیجی تھی ؟

قرضدار : میں تو آپ کو بتلا رہا ہوں کہ میں نے آج سے قبل کوئی سواری ہی نہ پائی۔

قرضخواہ : اللہ نے اس رقم کو مجھ تک پہنچا دیا جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی۔ چنانچہ قرض دار اپنے ہزار دینار لے کر واپس چلا گیا

۳ حضرت ھاجر و اسماعیل علیہما السلام کا واقعہ

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجر اور ان کے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے اور مسجد حرام کی اوپری جانب زمزم کے کنویں کے اوپر بیت اللہ کے پاس انہیں ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا۔ ان دنوں مکہ میں نہ کوئی آدم یا آدم زاد تھا اور نہ وہاں پانی کا نام و نشان تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں (ماں بیٹے) کو وہاں چھوڑ دیا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔

اور خود وہاں سے واپس ہو لیے، تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور عرض کیا: اے ابراہیم آپ ہمیں ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جہاں نہ کوئی مونس و غمگسار ہے اور نہ کوئی اور چیز۔

یہ بات انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئی مرتبہ کہی لیکن انہوں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

حضرت ہاجر : کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے ؟

حضرت ابراہیم : جی ہاں۔

حضرت ہاجر : پھر تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔

یہ کہہ کر وہ واپس آگئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ اور جب وہ مکہ میں ثنیہ نامی جگہ پر پہنچے جہاں سے وہ لوگ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے تو وہاں کھڑے ہو کر بیت اللہ کا رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر درج ذیل کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی فرمایا :

﴿ رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ	اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو ایسے میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں آپ کے محترم گھر کے پاس، اے ہمارے رب تاکہ قائم رکھیں نماز کو، سو بعض لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجیے اور ان کو میووں سے روزی دیجیے

يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾)). ابراہیم۔ ۳۷ شاید وہ شکر کریں۔

ادھر حضرت اسماعیل کی والدہ نے حضرت اسماعیل کو دودھ پلانا شروع کردیا، اور وہ خود وہ پانی پیتی رہیں، لیکن جب مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا اور وہ خود بھی پیاسی ہوگئیں اور ان کا بیٹا بھی، اور وہ ان کے سامنے پیاس سے لوٹ پوٹ ہونے لگا تو وہ اس خاطر کہ بچے پر نظر نہ پڑے وہاں سے ہٹ گئیں، انہوں نے دیکھا کہ صفا پہاڑ ان کے قریب ترین پہاڑ ہے چنانچہ وہ اس پر چڑھ گئیں اور وہاں سے وادی کا رخ کیا کہ شاید کوئی آدمی نظر آجائے لیکن انہیں وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا، لہٰذا وہ صفا پہاڑ سے نیچے اتریں اور جب وادی میں پہنچیں تو تھکی ماندی دوڑنے لگیں، اور جب وادی پار کرلی اور مروہ پہاڑ کے پاس آئیں تو اس پر چڑھ کر ادھر اُدھر دیکھا شاید کوئی آدمی نظر آجائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا، وہ اسی طرح صفا سے مروہ مروہ سے صفا پر سات مرتبہ گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی وجہ سے لوگوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر جب وہ مروہ پہاڑ پر چڑھیں تو انہیں کسی کی آواز آئی، انہوں نے اپنے آپ کو خطاب کرکے کہا کہ بس کرو، پھر کان لگا کر سُنا، پھر آواز آئی تو انہوں نے فرمایا: آواز تو سُنا دی اگر تم کچھ مدد کرسکتے ہو تو مدد کرو۔

اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ زمزم کے کنویں کی جگہ پر ایک فرشتہ کھڑا ہے، اس نے اپنی ایڑھی یا یہ فرمایا کہ اپنے پَر سے اس جگہ کو یہاں تک کریدا کہ وہاں سے پانی نکل آیا، تو حضرت ہاجر نے جلدی جلدی اس کے اردگرد منڈیر بنانا شروع کردی تاکہ حوض بن جائے، اور اس سے اپنے مشکیزے کو بھر لیا وہ جیسے ہی اپنے مشکیزے کو بھر کر وہاں سے اٹھاتیں تو پانی وہاں سے اور جوش مار کر نکلنے لگتا، چنانچہ انہوں نے خود پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل کی والدہ پر رحم کرے کاش کہ وہ زمزم کو بہتا ہوا چشمہ چھوڑ دیتیں۔

پھر اس فرشتے نے ان سے کہا: تم لوگ ہلاکت وضیاع کا خوف نہ کرو اس لیے کہ اس جگہ اللہ کا ایک گھر ہے جسے یہ لڑکا اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اہل وعیال کو ضائع نہیں کرے گا۔

بیت اللہ زمین سے ٹیلے کی طرح بلند تھا، وہاں سیلاب آتے تھے اور اس کے دائیں بائیں سے نکل کر چلے جاتے تھے۔

حضرتِ ہاجر اسی طرح وہاں رہتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ گزرے جو کداء نامی جگہ سے آرہے تھے، اور مکہ کی نچلی جانب میں مقیم ہوگئے، وہاں انہوں نے ایک پرندے کو پرواز کرتے دیکھ کر کہا کہ یہ پرندہ تو پانی کے اوپر چکر لگا رہا ہے، ہم تو اس وادی سے بار بار گزرے ہیں لیکن یہاں تو پانی نہ تھا، چنانچہ انہوں نے ایک

آدمی کو تفتیشِ احوال کے لیے بھیجا تو پتہ چلا کہ پانی موجود ہے اس نے آکر اپنے ساتھیوں کو خبر دی۔ وہ سب جب پانی کے پاس آئے تو وہاں پانی کے پاس انہوں نے حضرت اسماعیل کی والدہ کو دیکھا۔

جرہم : کیا آپ ہمیں یہ اجازت دیں گی کہ ہم آپ کے پاس قیام کرلیں؟

حضرت حاجر : جی ہاں، لیکن پانی پر آپ کو کوئی حق نہ ہوگا۔

جرہم : ٹھیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل کی والدہ کو اس قبیلے کے آنے سے خوشی ہوئی اور وہ چاہتی بھی یہ تھیں کہ مانوس ہوں۔

جرہم والے وہیں آکر ٹھہر گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی بلا کر اپنے ساتھ ٹھہرالیا، اور جب اس جگہ یہ چند گھرانے آباد ہوگئے اور حضرت اسماعیل جوان ہوگئے اور انہوں نے جرہم والوں سے عربی سیکھ لی، اور اس میں ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور وہ ان کو دیکھ کر بہت متأثر ہونے لگے جب شادی کی عمر ہوگئی تو جرہم والوں نے اپنی ایک لڑکی سے ان کی شادی کردی اور اسی اثنا میں حضرت اسماعیل کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت اسمٰعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خاندان کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے لیکن حضرت اسماعیل کو گھر پر موجود نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔

خاتونِ خانہ : وہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عورت سے اُنکی زندگی وحالات کے بارے میں پوچھا۔

خاتونِ خانہ : ہم بہت تکلیف میں ہیں بہت بری حالت ہے اور اس نے ان سے خوب شکایت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام : جب تمہارا شوہر آجائے تو ان کو سلام کے بعد یہ کہہ دینا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لے۔ (ان کی مراد تھی کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے)۔

حضرت اسمٰعیل : کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟

خاتونِ خانہ : جی ہاں اس اس حُلیے کے ایک شیخ آئے تھے اور انہوں نے ہم سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے بتلا دیا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلا دیا کہ ہم تنگی و پریشانی کا شکار ہیں۔

حضرت اسماعیل : کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی یا پیغام چھوڑا ہے؟

خاتونِ خانہ : جی ہاں! انہوں نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کا سلام پہنچا کر ان کا یہ پیغام آپ کو دے دوں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں۔

حضرت اسماعیل : وہ بزرگ تو میرے والدِ ماجد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں چھوڑ دوں ، لہٰذا تم اپنے گھر چلی جاؤ ، اور یہ کہہ کر انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی ، اور پھر اسی قوم کی ایک اور لڑکی سے حضرت اسماعیل نے شادی کر لی ، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پاس ایک زمانے تک نہیں آئے ، پھر جب وہ ان کے گھر آئے تو وہاں حضرت اسماعیل کو موجود نہ پایا ، ان کی بیوی سے ان کے بارے پوچھا۔

حضرت ابراہیم : اسماعیل کہاں ہیں ؟ اور تم لوگ کیسے ہو۔

خاتون خانہ : وہ ہمارے لیے شکار کی تلاش میں گئے ہیں اور ہم خیریت و خوشحالی میں ہیں ، آپ ہمارے مہمان بنیے کھائیے پیجیے۔

حضرت ابراہیم : تمہارا کھانا پینا کیا ہے ؟

خاتونِ خانہ : ہمارا کھانا گوشت ہے اور پینا پانی ہے۔

حضرت ابراہیم : اے اللہ ان کے لیے ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما۔

نبی کریم ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے۔

حضرت ابراہیم : جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے سلام کہہ دینا اور ان کو کہہ دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو مضبوط کریں۔

جب حضرت اسماعیل آئے تو انہوں نے فرمایا : کیا تمہارے پاس کوئی صاحب آئے تھے ؟

خاتونِ خانہ : جی ہاں ہمارے پاس نہایت اچھی شکل وصورت والے ایک بزرگ آئے تھے (اور بیوی نے ان کی خوب تعریف کی) اور انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا ، میں نے ان کو بتلایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔

حضرت اسماعیل : کیا انہوں نے تمہیں کوئی پیغام دیا تھا ؟

خاتونِ خانہ : جی ہاں ! آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور حکم دے رہے تھے کہ آپ اپنے گھر کی چوکھٹ کو مضبوط رکھیں۔

حضرت اسماعیل : وہ میرے والد بزرگوار تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو ، انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھوں۔

پھر حضرت ابراہیم وہاں ایک زمانے تک ان کے پاس نہیں آئے ، اور جب وہ ان کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل زمزم کے کنویں کے قریب بیٹھے ہوئے کمان بنا رہے ہیں۔

جب حضرت اسماعیل نے انہیں دیکھا تو ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا

(گلے ملے)۔

حضرت ابراہیم : اے اسماعیل اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔

حضرت اسماعیل: آپ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے کر گزریے۔

حضرت ابراہیم : کیا تم میری اس سلسلہ میں مدد کرو گے ؟

حضرت اسماعیل : میں آپ کی ضرور مدد کروں گا۔

حضرت ابراہیم : اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ ایک گھر بناؤں اور یہ کہہ کر انہوں نے وہاں موجود ایک بلند جگہ (ٹیلے) کی جانب اشارہ کیا۔

اور پھر بیت اللہ کی بنیادیں رکھ دی گئیں، حضرت اسماعیل پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم بناتے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب عمارت بلند ہوگئی، تو اس پتھر کو لائے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ اور وہ حضرت ابراہیم کے لیے رکھ دیا، اور انہوں نے اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنا شروع کر دی۔ اور حضرت اسماعیل ان کو پتھر دیتے رہے اور دونوں باپ بیٹے یہ کہنے لگے :

((رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)). البقرہ۔ ۱۲۷

اور دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرما بے شک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں۔

اس کے علاوہ اسی طرح کے اور بہت سے قصے ہیں۔

لہٰذا اچھے واعظ اور سمجھدار مربی اور با توفیق داعی یہ کر سکتے ہیں کہ قصہ کو ایسے مناسب اسلوب و انداز سے پیش کریں جو مخاطب لوگوں کی عقل کے موافق ہو جیسے کہ وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ قصہ سے عبرت و نصیحت کے اہم نقاط کا استخراج کریں تاکہ اور زیادہ تاثیر اور اس پر خوب لبیک ہو۔

اس لیے مربی کا کام یہ ہے کہ وہ قصہ بیان کرتے وقت جذباتِ سامعین اور ان پر اس واقعے کے اثرات مترتب ہونے پر نظر رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے اور پھر جب روحانی طور پر وہ اس کا ساتھ دینے لگیں اور ان کا ذہن کھل جائے تو ان کے احساسات و شعور اور ان کی دل کی گہرائیوں میں عبرت کے چشمے اور نصیحت کی نہر کے دھارے بہا دے، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ سننے والا شخص اس کی نصیحت پر کان دھرنے، عمل کرنے، اور اللہ رب العالمین کے سامنے گردن جھکانے والا بن جائے گا اور یہی وہ وقت اور موقعہ ہوتا ہے اس بات کا کہ مربی سامعین سے عہد و پیمان لے لے تاکہ وہ اسلام کو اپنے لیے قانون و نظام سمجھ کر لازم پکڑیں اور اپنے کردار و معاملات میں اس دین کے بنیادی اصولوں کو اپنی عادت بنائیں۔

اور اس طریقے سے ایک واعظ و مربی اپنے پیارے انداز اور عبرت و موعظت آمیز نقاط کھول کر بیان کر کے

قصے وواقعے کی عظمت ومرتبت اور نفوس پر اس کے اثر کو چھوڑ سکتا ہے اور پھر وہ سامعین کو طہارت، روحانیت اور خشوع کی فضا کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

ب ۔ سوال وجواب کے انداز کو اختیار کرنا:

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے سوالات پیش کرے تاکہ ان کی توجہ وتیقظ کو بڑھائے اور ان کی ذکاوت کو متحرک کرے اور ان کی سمجھ کو جلا بخشے اور مؤثر کن نصائح اور عبرت کی باتیں مدلل طریقے سے مطمئن کن انداز میں ان کے ذہن نشین کر سکے۔

اس موضوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ امام احمد اپنی کتاب مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون شخص ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ واس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: مسلمان (کامل) وہ شخص ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مؤمن کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا: اللہ واس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ شخص ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مال پر مامون رہیں۔

پھر آپ نے مہاجر کا تذکرہ کیا اور فرمایا: اور مہاجر وہ شخص ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے بچے۔

۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تبلاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر کوئی نہر ہو۔ اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے (جسم پر) کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟

صحابہ نے عرض کیا: کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی مثال ہے پانچ وقت کی نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے غلطیوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

۳۔ امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اور ساز وسامان۔

آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے روز نماز روزہ وزکاۃ کے ساتھ آئے گا اور ساتھ ہی اس نے اِس کو گالی دی ہوگی اور اُس پر تہمت لگائی ہوگی، اور اُس کا مال کھایا ہوگا، اور اس کا خون بہایا ہوگا، اور اس کو مارا ہوگا، تو اس کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا اور اس کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا پھر اگر اس کی نیکیاں اس سے قبل ختم ہوگئیں کہ ان سے ان گناہوں اور خطایا کا بدلہ دیا جائے جو اس پر ہیں، تو دوسروں (مظلوموں) کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ج ۔ وعظ ونصیحت کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر شروع کرنا:

یہ اس لیے تاکہ سامع کو اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے جس کے لیے قسم کھائی جارہی ہے تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے یا اس سے اجتناب کرے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک کہ مؤمن نہ بن جاؤ۔ اور مؤمن اس وقت تک نہ بنوگے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبّت نہ کرنے لگو... کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو کرلو تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤگے ؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، پوچھا گیا کون شخص اے اللہ کے رسول ؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ ومامون نہ ہوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرح کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

د ۔ وعظ کو دل لگی کے ساتھ ملا دینا:

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ذہن کو حرکت دی جائے، اور سُستی دور کی جائے، اور نفس کو شوق دلایا جائے، اس سلسلہ کی مثال:

وہ حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ابوداؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ مانگا، تاکہ اس پر سامان لادھ کر گھر لے جاسکیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کردیں گے، ان صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنتی ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل لگی کے اس انداز سے ان صاحب کو یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ اونٹ خواہ کتنا ہی عمر رسیدہ اور بار برداری کے لائق کیوں نہ ہو جائے تب بھی وہ اونٹنی کا بچہ ہی رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ میں اس طرح کے دل لگی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

۸۔ وعظ ونصیحت میں درمیانہ روی اور توسط کو اختیار کرنا تاکہ باعثِ ملال نہ ہو:

امام مسلم حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا تو آپ کی نماز درمیانی ہوا کرتی تھی۔
اور ابو داؤد رحمہ اللہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز وعظ ونصیحت کو طویل نہیں کرتے تھے، وہ تو چند مختصر سے جملے ہوا کرتے تھے۔
اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں مروی ہے کہ جب تقریر فرماتے تو نہ اتنی مختصر ہوتی تھی کہ اصل بات اور مقصد سمجھ میں نہ آسکے اور نہ اتنی طویل ہوتی تھی کہ تنگ دل وآزردہ خاطر کر دے، اور یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پند وموعظت میں ہمارا خیال رکھا کرتے تھے تاکہ ہم تنگ دل نہ ہو جائیں۔

۹۔ وعظ کی قوتِ تاثیر کے ذریعہ حاضرین پر چھا جانا:

امام ترمذی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی (زبردست) وعظ ونصیحت کی جس سے جسم جل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرزنے لگے، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص کی پند وموعظت ہے جو رخصت کرنے اور الوداع کہنے والا ہو، لہذا آپ ہمیں کیا نصیحت کرنا چاہتے ہیں؟! آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور میری سنت اور میرے بعد میرے خلفاء کی ہدایت یافتہ وہدایت دینے والی سنت کی پیروی کرو، اور اس کو مضبوطی سے تھام لو اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔
مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا	اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا
قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ	چاہیئے تھی، اور حال یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴿۶۷﴾)). الزمر - ۶۷

ہیں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے، وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک کو آگے پیچھے کی جانب حرکت دے رہے تھے، اپنے رب کی بزرگی بیان فرما رہے تھے کہ رب فرماتا ہے: میں جبّار ہوں، میں متکبر ہوں، میں بادشاہ ہوں، میں عزیز ہوں میں کریم ہوں، اور اس وقت ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ منبر تھرانے لگا حتی کہ ہم یہ کہنے لگے کہ وہ گر پڑے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر جائے گا۔

واعظ و داعی لوگوں پر اس قوتِ تاثیر و چھا جانے سے اس وقت تک متصف نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں خلوصِ نیت، رقتِ قلب، خشوعِ نفس، صفائی باطن اور روح کی پاکیزگی نہ ہو، ورنہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العالمین کے یہاں مسئولیت و ذمہ داری بہت بڑی ہے۔

ابن أبی الدنیا اور بیہقی سندِ جید کے ساتھ مرسلاً مالک بن دینار سے اور وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ کوئی خطبہ دے (وعظ کرے) مگر یہ کہ روزِ قیامت اس سے اللہ جل شانہ یہ پوچھے گا کہ اس کا وعظ سے کیا مقصد تھا؛ چنانچہ مالک بن دینار کی حالت یہ تھی کہ وہ جب اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے تو رونے لگتے پھر یہ فرماتے: تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے جو گفتگو کرتا ہوں اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اور میں یہ بخوبی سمجھتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اس کے بارے میں یہ پوچھے گا کہ میں نے اس سے کیا چاہا تھا؛ تو میں یہ عرض کروں گا: اے اللہ آپ میرے دل کے دیکھنے والے تھے، اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ بات آپ کو پسند و محبوب تھی تو میں کبھی بھی اسے دو آدمیوں کے سامنے بھی نہ کہتا۔

اور وہ داعی جو صرف زبان سے کہنے والا ہو اور تصنعاً باتیں کرتا ہو تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ بنائے اس کے اور اس داعی کے درمیان بہت فرق ہے جو مخلص ہو اور اسلام کی خاطر اس کا دل مجروح ہو، دل کی دھڑکن اور غم و ملال کی سوزش کے ساتھ اس کی زبان سے بات نکلتی ہو، اس لیے کہ مسلمانوں کی تکلیف دہ اور غمگین کن حالت اس کے سامنے ہے، ظاہر بات ہے کہ دوسرے داعی کی بات میں بہت زیادہ اثر ہوگا، اور اس کی بات پر لوگ زیادہ لبیک کہیں گے، اور اس کے کلام سے زیادہ متاثر ہوں گے اور خوب نصیحت حاصل کریں گے۔

حضرت عمر بن ذر نے اپنے والد سے عرض کیا: اے میرے اباجان! کیا وجہ ہے کہ آپ جب لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو لوگوں کو رلا ڈالتے ہیں، اور جب آپ کے علاوہ کوئی اور شخص ان سے مخاطب ہوتا ہے تو یہ بات نہیں

ہوتی ؟! انہوں نے کہا: میرے بیٹے بات یہ ہے کہ وہ عورت جو مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے نوحہ کر رہی ہو (رو رہی ہو) وہ کرایہ پر رونے والی عورت کی طرح ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ابو داؤد رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص بات کرنے کا طرز و انداز اس لیے سیکھے تاکہ اس سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرلے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس کے نفل کو قبول فرمائیں گے اور نہ فرض کو (یا نہ توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ و بدلہ)۔

ز۔ ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ اپنی نصیحت و وعظ کی وضاحت کے لیے ایسی مثالیں پیش کیا کرتے تھے جو لوگ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کرتے تھے، اور خود ان کے اختیار اور خیال کے دائرہ میں آتی ہوں اور آپ کا مقصد اس سے یہ ہوتا تھا کہ نفس پر اس وعظ کا اثر زیادہ سے زیادہ ہو اور ذہن میں وہ چیز خوب راسخ ہو جائے۔

نسائی اپنی "سنن" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہو ترنجبین (ایک پھل ہے جو موسمی کی طرح کا ہوتا ہے) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی پیاری ہوتی ہے اور اس کا مزا بھی عمدہ ہوتا ہے، اور اس مؤمن کی مثال جو قرآنِ کریم کی تلاوت نہیں کرتا اس پھل کی طرح ہے جس کا مزا عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو کوئی نہیں ہوتی، اور اس بدکردار کی مثال جو قرآنِ کریم نہیں پڑھتا حنظلہ کے پھل کی سی ہے جس کا مزا کڑوا ہے اور اس میں خوشبو کچھ نہیں، اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ لوہار کے پاس بیٹھنے والے کی کہ اگر اس کی بھٹی کی سیاہی نہ بھی لگے تو دھواں ضرور پہنچے گا۔

ان نبوی تشبیہات میں ایسے نہایت واضح انداز سے خیر کی جانب ترغیب دی گئی ہے اور شر و برائی سے روکا گیا ہے کہ جو مخاطبین کے دائرۂ اختیار میں ہے۔

ح۔ ہاتھ کے اشارے سے وعظ و نصیحت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اہم بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اس اہم کام کی جانب اشارہ کیا کرتے تھے جس کا اہتمام اور جس پر عمل کرنا لوگوں کے لیے ضروری تھا۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ

دوسرے کو قوت پہنچاتا و مضبوط کرتا ہے، یہ فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل فرمادیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشتِ شہادت اور اسکے برابر والی انگلی کی جانب اشارہ کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی "سنن" میں حضرت سفیان بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی بات بتلا دیجیے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول سب سے زیادہ وہ خوفناک چیز کیا ہے جس کا آپ کو مجھ سے خطرہ ہو؟! آپ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر فرمایا: یہ۔

احادیث مبارکہ میں اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ط - لکیروں اور خطوط کے ذریعہ وضاحت اور نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہم باتوں کی وضاحت اور بعض مفید تصورات کو لوگوں کے ذہن کے قریب کرنے کے لیے اپنے صحابہ کے سامنے خطوط و لکیریں کھینچ کر سمجھایا کرتے تھے۔

امام بخاری اپنی کتاب "صحیح" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع دائرہ بنایا، اور پھر اس سے باہر نکلنے والی ایک لکیر کھینچی اور پھر بہت سی چھوٹی چھوٹی لکیریں اس طرف سے کھینچیں جو درمیان میں تھی اور ان کا رخ اس جانب تھا جو درمیان میں تھی اور یہ ارشاد فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ (مربع دائرہ) اس کا وقت مقررہ ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور یہ لکیر جو (اس دائرے سے) باہر نکل رہی ہے یہ انسان کی امیدیں و آرزوئیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں وہ حادثات و آفات ہیں جو اچانک پیش آتے ہیں، پس اگر انسان ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے بچ جائے تو تیسری کا اور اگر ان سب سے بچ جائے تو بڑھاپا اس کو پکڑ لیتا ہے۔ آئندہ صفحہ پر وہ نقشہ و تصویر دی جارہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کے ذریعہ بیان فرمائی تھی۔
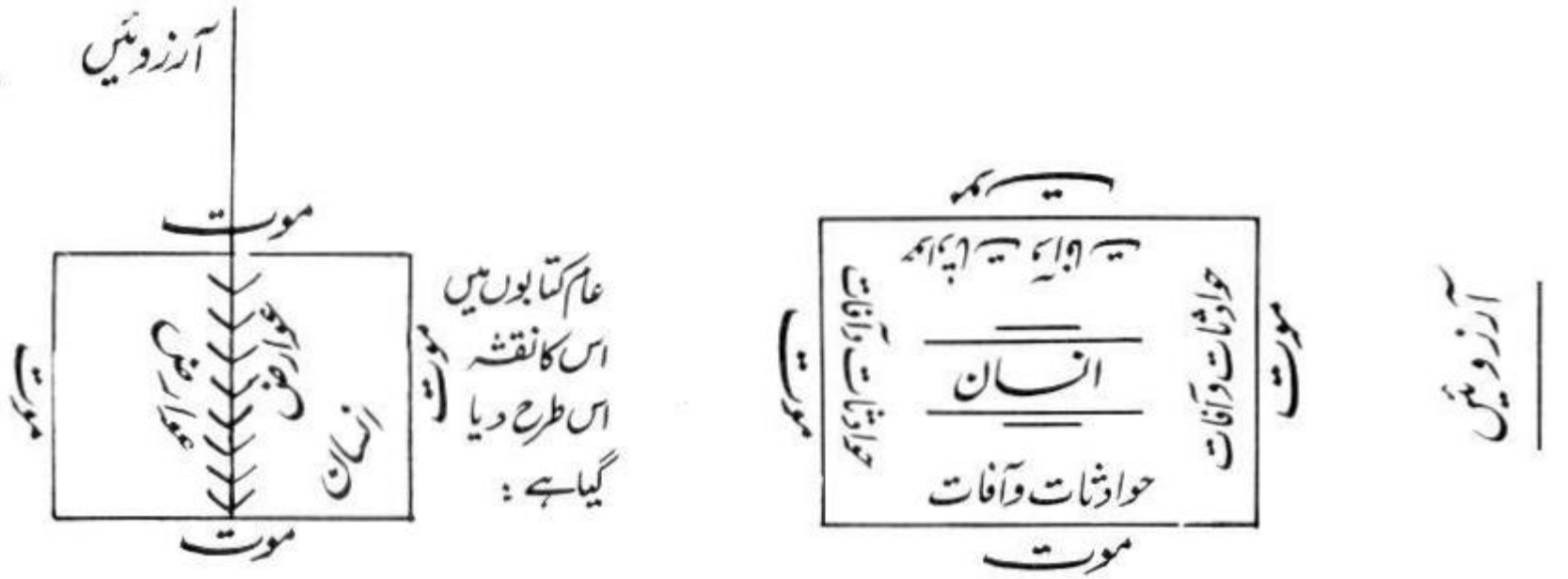
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر جو لکیریں کھینچیں تھیں ان کے ذریعہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ انسان اور اس کی طویل ولمبی چوڑی آرزوؤں وامیدوں کے درمیان اچانک موت یا آفات ومصائب کس طرح حائل ہوجاتے ہیں، یا پھر ختم کرنے والا بڑھاپا آجاتا ہے. معلم اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ نہایت عمدہ وشاندار وضاحت تھی۔

امام احمد اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے دستِ مبارک سے زمین پر ایک لکیر بنائی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر دو لکیریں اس لکیر کے دائیں طرف کھینچیں اور دو بائیں طرف اور یہ فرمایا کہ یہ شیطان کے راستے ہیں، پھر اپنا دستِ مبارک درمیان کی لکیر پر رکھ کر مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ تلاوت کی:

((وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)). انعام ۱۵۴

اور حکم کیا کہ یہ میری سیدھی راہ ہے سو اس پر چلو اور اور راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو جدا کردیں گے اللہ کے راستے سے یہ تم کو حکم کردیا ہے تاکہ تم بچتے رہو۔

آپ نے جو لکیریں کھینچی تھیں ان کا نمونہ یہ ہے:
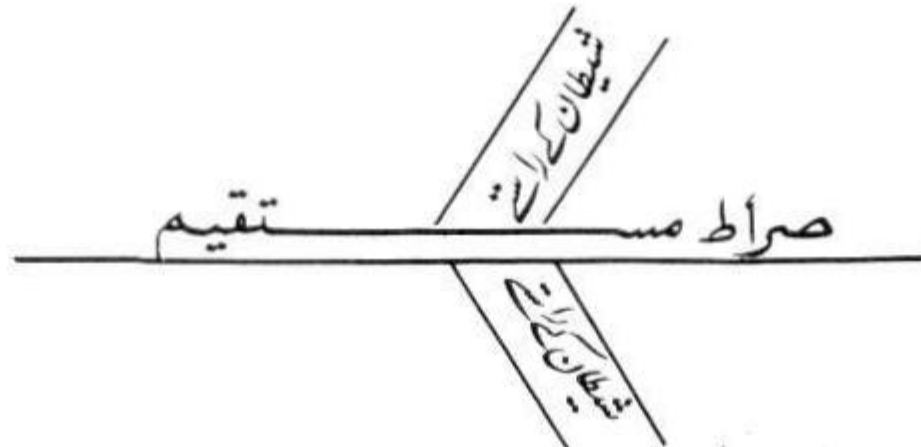
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لکیریں کھینچ کر ان کے سامنے یہ واضح فرمادیا کہ اسلام کا منہج وطریقہ وہ صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے جو عزت وجنت تک پہنچانے والا ہے اور اس کے علاوہ اور جو افکارات، خیالات، اصول ونظام ہیں

وہ سب کے سب شیطان کے راستے اور اس کے وہ طریقے ہیں جو ہلاکت ـــــ وتباہی وجہنم تک پہنچانے والے ہیں۔

ی ۔ عمل کے ذریعے سے نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعلیم وتربیت اور معاشرہ کی تعمیر کے لیے زندہ نمونہ پیش کیا کرتے تھے جس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وضوء کا کیا طریقہ ہے؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے حتّٰی کہ پورا وضو کر کے دکھلا دیا پھر فرمایا: جو شخص اس پر زیادتی کرے گا یا اس میں کمی کرے گا تو اس نے زیادتی اور ظلم کیا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایک مجمع کے سامنے وضو کیا پھر فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضوء کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان کے دوران اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آئے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اور امام بخاری نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ تذکرہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس حالت میں نماز پڑھائی کہ آپ منبر پر تھے تاکہ سب کے سب آپ کی نماز کا مشاہدہ کرلیں اور اس مشاہدہ کے ذریعہ آپ سے نماز کے افعال سیکھ لیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

ک ۔ موقعہ ومناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وعظ ونصیحت کرنا:

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو وعظ ونصیحت اور رہنمائی کرنا چاہتے تھے ان کے سامنے کسی موقعہ ومناسبت سے فائدہ اٹھالیا کرتے تھے تاکہ اس کا زیادہ اثر ہو، اور سمجھنے سمجھانے میں آسانی بھی ہو جائے ان مناسبات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی (ایک علاقہ کا نام ہے) کی جانب سے بازار میں داخل ہوئے لوگ آپ کے ارد گرد تھے، آپ کا ایک مردار بھیڑ کے بچے کے پاس سے گزر ہوا جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے، چنانچہ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ یہ مردار اسے ایک درہم میں مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی نہیں لینا چاہتے، یا یہ فرمایا کہ ہم اس کا کیا کریں گے؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا: بخدا اگر یہ زندہ بھی ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس کے لیے عیب تھا، اور اب جب وہ مردار ہوگیا تو پھر تو اور زیادہ عیب دار ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا جتنا یہ مردار تمہاری نظروں میں حقیر ہے دنیا اللہ کے یہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی عورتیں لائی گئیں، ان عورتوں میں ایک عورت ایسی تھی کہ اس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے وہ جب بھی کسی قیدی چھوٹے بچے کو دیکھتی اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانا شروع کر دیتی، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں جھونک دے گی؟ (جب کہ اسے یہ قدرت ہو کہ وہ اس کو آگ میں نہ پھینکے؟) ہم نے عرض کیا: جی نہیں! خدا کی قسم وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گی، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں جو اس عورت کو اپنے بچے پر ہے۔

ل ۔ اہم چیز کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوال کو اس سے اہم سوال کی جانب پھیر دیا کرتے تھے جس کی مثال درج ذیل ہے:

امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ نے ارشاد فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں محبت ہے۔

اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سوال سے (جس کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے) ایک اور جانب متوجہ کر دیا جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، اور وہ ہے اس روز کے لیے اعمالِ صالحہ کی تیاری جس روز تمام لوگ اللہ رب العالمین کے دربار میں پیش ہوں گے۔

م ۔ جس حرام چیز سے روکنا ہے اسے سامنے پیش کر کے وعظ و نصیحت کرنا:

ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک میں وہ حرام چیز تھام لیتے تھے جس سے روکنا مقصود ہوتا تھا، اور اس چیز کو مخاطبین کے سامنے کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کو زبانی قول اور آنکھوں کے مشاہدہ سے وہ حرام چیز معلوم ہو جائے، اور نفوس کے لیے رکنے کا زیادہ قوی ذریعہ بنے اور حرام ہونے پر زیادہ صریح رہنمائی ہو جائے اور اس کی مثال یہ ہے:

ابو داؤد نسائی وابنِ ماجہ اپنی اپنی سنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا تھاما، اور پھر ان دونوں کو ہاتھوں میں لے کر بلند کر کے فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال ہیں۔

یہ وہ اہم اسلوب و انداز ہیں جو معلم اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑوں کی رہنمائی، چھوٹوں کی تعلیم، خواص کی رہنمائی اور عوام کی ہدایت، اور اچھائیوں کے پیدا کرنے اور کجی کے دور کرنے کے لیے اختیار کیا کرتے تھے، اور اے مربی صاحبان جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا یہ متنوع طریقے اور مختلف وسائل ہیں، بلکہ جیسے ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی رہنمائی وہدایت دینے اور ان کی اصلاح و متوجہ کرنے میں کسی ایک انداز ہی کو لازم نہیں پکڑتے تھے بلکہ صحابہ کے سامنے قصہ کے اسلوب سے سوال جواب کے۔ اسلوب کی طرف اور مؤثر کن ڈرانے والے اسلوب سے لطیف دل لگی کی جانب، اور ضرب الامثال اور مثالوں کے ذریعہ وضاحت سے لکیروں وخطوط یا ہاتھ سے اشارہ سے وضاحت کی جانب منتقل ہو جایا کرتے تھے، اور زبانی نصیحت سے فعل کے ذریعہ اس پر عمل کی جانب اور قرآنِ کریم سے یاد دہانی سے مناسبت وموقع سے فائدہ اٹھا کر عبرت انگیز انداز کی وضاحت وتوضیح کی جانب، اور کسی اہم سوال سے اس سے اہم سوال کی جانب اور زبانی ممانعت سے مشاہدہ کے ذریعہ ممانعت کی جانب منتقل ہو جایا کرتے تھے۔

ان اسالیب وانداز کے بدلنے سے مخاطب اور بچوں میں معلومات راسخ کرنے اور فہم وسمجھ کے تیز کرنے اور ذکاوت کے حرکت دینے اور وعظ ونصیحت کے قبول کرنے اور تیقظ و ذکاوت کے بیدار کرنے میں جو عظیم اثر پڑتا ہے وہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

لہٰذا جب مربی ان لوگوں کے سامنے جن کی تیاری وتربیت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے خواہ وہ اہل و عیال ہوں یا اولاد وشاگرد ان کے سامنے اپنی نصیحتوں اور رہنمائیوں میں ان اسالیب وانداز کو عمدگی سے پیش کرے گا تو بلا کسی شک وشبہ وہ انہیں سیکھیں گے بھی اور ان کو اپنے اوپر نافذ بھی کریں گے، بلکہ شاندار معاشرے کی تعمیر اور اسلامی حکومت کے قیام میں مضبوط وٹھوس بنیاد ثابت ہوں گے۔

لہٰذا مربیوں کو چاہیے کہ ارشاد ورہنمائی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور وعظ وارشاد میں آپ کے اسلوب کو اختیار کریں۔ اس لیے کہ وہ بہترین طریقے اور عمدہ تر اسلوب ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہ فرماتے تھے اور آپ کی تربیت آپ کے رب نے کی تھی اور خوب کی تھی، اور آپ کی تیاری اللہ جل شانہ کے سامنے ہوئی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ونگرانی آپ کے شاملِ حال رہی ہے۔ اور جب بات یہ ہے تو جو اقوال، افعال و تقریرات (کسی کام کو ہوتا دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنا اسے عربی میں تقریر کہا جاتا ہے) بھی آپ سے صادر ہوں گی وہ سب کی سب قیامت تک کے لیے مرورِ ایام وزمانہ کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لیے تشریع اور ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فخر و شرف اور ابدیت کے لیے یہ بات بہت کافی ہے کہ اللہ جل شانہ آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیں:

«لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا». الاحزاب۔ ۲۱

رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے لیے یعنی اس کے لیے جو ڈرتا ہو اللہ اور روزِ آخرت سے اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔

اور مزید یہ ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ ....» النساء۔ ۸۰

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مربی اگر اپنی باتوں کو عملی جامہ نہیں پہنائے گا اور جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کر رہا ہے اس کو عملی تطبیق نہیں دے گا تو کوئی شخص اس کے کلام کو قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ کوئی انسان اس کی نصیحت سے متاثر ہوگا۔ اور نہ کوئی مخاطب اس کی بات پر لبیک کہے گا۔ بلکہ وہ عوام کی تنقید اور خواص کے مذاق کا نشانہ اور تمام لوگوں کے اس کے مخالف ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

اس لیے کہ جو بات دل سے نہ نکلے وہ دل تک ہرگز نہیں پہنچتی، اور جس وعظ و نصیحت میں روحانیت کا اثر نہ ہو وہ دلوں پر کبھی اثر نہیں کرتی، کچھ صفحات قبل آپ نے پڑھ لیا ہے کہ جب باپ سے بیٹے نے یہ سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب آپ بات کرتے ہیں تو لوگوں کو رلا دیتے ہیں اور جب آپ کے علاوہ کوئی دوسرا بات کرتا ہے تو لوگ روتے نہیں ہیں، باپ نے جواب دیا: اے میرے بیٹے مصیبت زدہ رونے والی عورت اجرت پر رونے والی عورت کی طرح نہیں ہوتی، ان کی مراد یہ تھی کہ وہ داعی جو اسلام کا درد رکھنے والا ہو اور جس میں ایمان جاگزیں ہو وہ منافق واعظ اور ہنسانے اور خوش کرنے والے داعی کی طرح نہیں ہوسکتا۔

اس سے قبل نمونہ و مقتدیٰ کے ذریعہ تربیت کی بحث میں ہم ان لوگوں کے بارے میں تفصیلی کلام کرچکے ہیں جن کے اقوال افعال کے خلاف اور جن کے وعظ ان کے عمل کے برخلاف ہوتے ہیں۔ لہٰذا قارئینِ کرام اگر اس موضوع پر تشفی بخش بحث مطالعہ کرنا چاہتے ہوں تو اس کا مطالعہ کرلیں انشاء اللہ سیرابی کا پورا سامان وہاں موجود پائیں گے۔

اے مربی صاحبان آخری بات یہ ہے کہ:

جب آپ اسلام کے اس نظام و منہج پر مطلع ہوگئے ہیں جو قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں وعظ کے مختلف طریقوں اور نصیحت کے اسلوب اور وعظ و ارشاد کے وسائل کی شکل میں موجود ہے۔

تو پھر آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی ہمت تیز کریں، اور عزم کو دوچند کریں تاکہ آپ نے جو منہج اور طریقے سیکھے ہیں انہیں نافذ کر سکیں۔ اور ان کی عملی تطبیق پیش کر سکیں، اور پھر آپ اپنے بچے یا شاگرد یا مرید کو ایسی حالت میں پائیں گے کہ اس کا دل آپ کی نصیحت سننے کے لیے تیار ہوگا اور کلی طور پر ہدایت ورہنمائی کے طریقوں کے سامنے گردن جھکائی ہوئی ہوگی اور حق واسلام کے لیے ہر وقت لبیک کہنے والا ہوگا۔

مربی باپ یا مربی ماں اس وقت کتنے قابلِ تعریف ہوتے ہیں جب وہ شام کو اپنے بچوں کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں۔ اور ان کے ان لمحات کو عمدہ قسم کی کہانیوں، حکمت کی باتوں اور وعظ ونصیحت کے لطائف سے پُر کر دیتے ہیں۔ کبھی ان کے سامنے کوئی قصہ بیان کر دیا، اور کبھی کوئی نصیحت کی بات کر دی، کبھی کوئی شعر سنا دیا، کبھی قرآن کریم کی تلاوت، کبھی کوئی لطیفہ کبھی آپس میں باہمی مقابلہ ۔۔ کرا دیا، اور اس طرح سے وہ انداز واسالیب بدلتے رہتے ہیں اور موضوعات کو متنوع کرتے رہتے ہیں تاکہ جاگنے اور وقت گزارنے سے ان کی روحانی تکمیل اور نفسیاتی واخلاقی تعمیر ہو سکے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کے سبق یاد کرنے اور ان کے روزانہ کے سونپے ہوئے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ اور اس طریقے سے مربی اس بات پر قادر ہوگا کہ حقیقت ودل لگی اور وعظ ونصیحت اور لطیفوں کو جمع کر دے اور حقیقت اور تسلی کے اسباب میں توازن قائم کر دے تاکہ وہ قلبی طور سے اس بات پر مطمئن اور وجدانی طور سے قناعت کر سکے کہ بچوں نے اپنا بڑا وقت نفع بخش کاموں اور مفید چیزوں میں صرف کیا ہے۔

اگر مربی روزانہ اس نظام پر عمل کرلے تو کوئی زیادہ طویل وقت نہ گزرے گا کہ وہ اپنے ان بچوں کو جن کی تربیت کا اس نے اہتمام کیا ہے اور ان کی نگرانی کی ہے انہیں وہ ہدایت یافتہ وہدایت دینے والوں اور اللہ کے ان نیک بندوں کی فہرست میں پائے گا جن سے آرزوئیں وابستہ ہوتی ہیں اور جن کے ذریعہ سے اسلام کو فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے۔

مربی اس وقت کتنا مُوَفق ہوتا ہے جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ قرآن کریم کے واعظانہ اسلوب کو اختیار کرتا ہے، چنانچہ وہ کبھی تو انہیں تقویٰ اختیار کرنے ترغیب دیتا ہے، اور کبھی وعظ ونصیحت کرتا ہے، کبھی انہیں خیر خواہی پر ابھارتا ہے، اور کبھی ترغیب سے کام لیتا ہے۔ اور کسی موقع پر سرزنش کے اسلوب کو بھی اختیار کر لیتا ہے، اور اس طرح سے حالات ومواقع کی مناسبت سے اسلوب کا انداز نَو بَنو بدلتا رہتا ہے۔

یہ سب کچھ بار بار کے ان الفاظ سے پکارنے اور آواز دینے کے علاوہ ہے جن کی ابتداء حرفِ نداء سے ہوتی ہے جیسے مربی کا یہ کہنا کہ: اے میرے بیٹے، اے میرے لڑکے اس لیے کہ اس قسم کے الفاظ جذبات ابھارنے اور شعور کے بیدار کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں اور قرآن کریم نے کتنے ہی مقامات پر انہی کلمات سے ابتداء کی ہے۔

اور یہ سب قصہ کہانی کے اس اسلوب کے علاوہ ہے جو عبرت ونصیحت کے مواقع سے مرتبط ہو، قرآن کریم میں یہ انداز بہت سی جگہ وارد ہوا ہے

اور اس اسلامی توجیہ کے علاوہ ہے جس کی ابتدا، حروفِ تاکید سے ہوئی ہے جسے کتنے ہی مواقع پر قرآنِ کریم نے مکرر ذکر کیا ہے۔

اور اس معاشرتی رہنمائی کے علاوہ ہے جو حروفِ استفہام انکاری سے شروع ہوتی ہے جو قرآنِ کریم میں متعدد جگہ پر مذکور ہے۔

اور اس مطمئن کرنے والی توجیہ و رہنمائی کے علاوہ ہے جو ادلۂ عقلیہ کے ساتھ آراستہ ہو، اور یہ کتنی ہی جگہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے۔

اور اس محیط تصوراتی رہنمائی کے علاوہ ہے جو شواہد کے ساتھ مقرون ہو جس کی قرآنِ کریم نے متعدد مقامات پر تعریف کی ہے اور شرعی اصول وضوابط کے ساتھ مدلل اس رہنمائی کے نظام کے علاوہ ہے جس کا قرآنِ کریم نے کتنی ہی جگہ تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور متنوع قسم کی توجیہات اور رہنمائیاں اور نو بنو اسلوب جو سب کے سب قرآنِ کریم سے حاصل کیے گئے ہیں۔

اور اسی طرح مربی اس وقت کتنا مُوَفَّق ہوگا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے طریقوں ــــ اور نصائح اور ارشادات میں آپ کے اسلوب کو اختیار کرے گا۔

اور اس وقت کتنا موفق ہوگا جب کسی قصہ کو بیان کرنے کے بعد اس سے عبرت کے پہلو واضح کرے گا اور اس میں نصیحت حاصل کرنے کے مواضع کی نشاندہی کرے گا۔

اور مربی اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ سوال جواب کے طریقے کو اختیار کرے گا، مثلاً ان کے سامنے کوئی سوال پیش کر دیا یا ان سے کچھ پوچھ لیا، تاکہ وہ مطمئن کن و مدلل رہنمائی کے چشمے سے سیراب ہوں۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنی موعظت ونصیحت میں درمیانہ روی سے کام لیتا ہوگا اور تنگ دل و آزردہ خاطر ہونے کے خوف سے اہم سے اہم تر پر اکتفا کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب اپنی پند وموعظت کی ابتدا، تاکید کے واسطے قسم کے ساتھ کرے گا اور شوق دلانے اور اس سے لگن پیدا کرنے کے لیے اس میں دل لگی کا پہلو شامل کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کر دے گا کہ وہ اپنے بچوں کو وعظ و نصیحت کرتے وقت ان پر چھا جائے تاکہ وہ سب اس کے کلام سے متاثر ہوں۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ نصیحت اور وعظ کی وضاحت کے لیے مثالوں، لکیروں کے کھینچنے اور ضرب الامثال بیان کرنے اور ان تمام چیزوں سے مدد لے گا جنہیں لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور جو ان کے خیال

کے دامن میں سماسکتی ہیں، تاکہ خوب وضاحت ہوجائے اور ذہن میں اچھی طرح سے راسخ ہوجائے۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب ان کے سامنے وہ تعلیم کے میدان میں اپنی ذات سے عملی نمونہ اور تطبیق کے میدان میں فعلی شہادت پیش کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ کسی حادثہ کے پیش آنے پر وعظ کے لیے راستہ ہموار کرے یا نصیحت کے لیے کوئی مناسبت پالے، تاکہ خوب اثر ہو اور اس کی بات پر پوری طرح سے لبیک کہی جاسکے۔

اس کے علاوہ وعظ و نصیحت کے دوسرے وہ انداز جنہیں مربی اختیار کرے گا اور رہنمائی کے وہ طریقے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً سیکھتا رہے گا۔

اس لیے کہ مربی کو قرآنِ کریم کے لہلہاتے باغ میں یہ جابجا منتشر ملیں گے اور حدیث شریف کے سرسبز باغیچہ میں وہ انہیں موجود پائے گا۔

لہٰذا مربیوں کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے خطاب کرنے اور انہیں خیر کی طرف دعوت دینے میں قرآن کریم کے عظیم اسلوب کو اختیار کریں، اس لیے کہ قرآن شریف اس عظیم ذات کی کتاب ہے جس تک باطل نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ تو ایک حکیم وحمید ذات کا نازل کردہ ہے۔ اسی طرح مربیوں کو وعظ و نصیحت کے طریقوں اور رہنمائی کے اسالیب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ ایسے معصوم نبی ہیں جو اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں فرماتے، اور ان کے کمالات تک کوئی بشر اور ان کے مرتبہ کو کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے زمانوں اور تمام عالم میں فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ان کو اس خطابِ ابدی سے مخاطب کریں اور اس شاندار وصف کے ساتھ متصف فرمائیں ارشاد ہے:

((وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ)). القلم۔۴ — اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

اور فرمایا:

((وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ)). الانبیاء۔ ۱۰۷ — اور ہم نے آپ کو دنیا جہان پر (اپنی) رحمت ہی کے لیے بھیجا ہے۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی تکریم وعزت کے لیے یہ کافی ہے کہ خود آپ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

((أدبني ربي فأحسن تأديبي)). — میرے رب نے مجھے تربیت دی اور خوب اچھی تربیت دی۔

④ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت

دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے، اور اس کے عقیدے و اخلاق کے بنانے میں اس کی نگرانی ہو، اور اس کی نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی میں اس کو نظروں کے سامنے رکھا جائے اور اس پر کنٹرول رکھا جائے، اور اس کی جسمانی تربیت اور علم کے حصول کی کیفیت کے بارے میں برابر تحقیق کرتے رہنا چاہیے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تربیت ایسا کامل و متوازن انسان تیار کرنے کے لیے قوی ترین اساس ہے جو دنیا کی زندگی میں ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دے، اور جو اسے اس بات پر مجبور کر دے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے، اور مکمل طریقے اور عمدگی سے اپنے واجبات و فرائض ادا کرنے میں مہارت حاصل کرے، اور اسے ایک ایسا حقیقی مسلمان بنا دے جو مضبوط اسلامی حکومت کی ٹھوس بنیاد کے لیے اساسی و بنیادی پتھر کا کام دے، جس سے اسلام کو سربلندی حاصل ہو اور جس پر اعتماد کر کے اسلامی حکومت ایسی طاقتور و مستحکم بن کر ابھرے جو اپنی ثقافت و مرتبہ اور تشخص میں تمام قوموں و امتوں کا مقابلہ کر سکے۔

اسلام نے اپنے محیط بنیادی اصولوں اور ابدی نظام کے ذریعے والدین اور مربیوں سب کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے اور محیط تربیت کی ہر جہت میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال اور اپنے جگر گوشوں پر نظر رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

محترم مربی صاحبان کے سامنے اس دیکھ بھال و نظر رکھنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی اہم نصوص ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝)). التحریم۔ ۶

اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس پر تند خو بڑے مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ ان کو حکم دیتا ہے، اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے (فوراً) بجالاتے ہیں۔

اور اگر مربی اپنے اہل و عیال اور اولاد کو اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور برائیوں سے نہ روکے اور ان کی دیکھ بھال اور ان پر نظر نہ رکھے تو پھر مربی ان کو جہنم کی آگ سے کس طرح بچائے گا؟

للہ تعالیٰ کے فرمانِ مبارک: ((قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ...)) کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تربیت کرو اور ان کو تعلیم دو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے للہ نے تمہیں روکا ہے اور تم انہیں ان باتوں کا حکم دو جن باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، اور اس طرح سے ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ ورکاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

((وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ)). طٰہٰ-۱۳۲

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔

اور نماز کا حکم اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ کے حق ادا کرنے میں کوتاہی ولا پرواہی ہو رہی ہو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ)). البقرہ-۲۳۳

اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا دستور کے موافق۔

اور باپ اہل وعیال کے کھانے پینے اور لباس پوشاک کے فریضہ کو کس طرح ادا کرے گا جب کہ وہ ان کی جسمانی و صحت کے پہلو سے ان کے حالات کی دیکھ بھال نہ کرے؟

وہ احادیث جو دیکھ بھال اور نظر رکھنے پر آمادہ کرنے والی اور ابھارنے والی ہیں وہ بے شمار ہیں:

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: ... مرد اپنے اہل وعیال کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور عورت شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی...

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے ابوداؤد وترمذی رحمہما اللہ نے ابو سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو تو اسے نماز کی تعلیم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس پر اس کی پٹائی کرو۔

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ انسان کا اپنے بچے کو تربیت دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک صاع صدقہ کرے۔

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو تین باتوں کی تربیت دو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، اور ان اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت کی۔۔

اور ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں ابو سلیمان مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ہم عمر قسم کے نوجوان تھے، ہم آپ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے، تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے اہل وعیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟ ہم نے آپ کو اس کی اطلاع دے دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم ورحمدل تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور (اچھی باتوں کا) حکم دو، اور اس طرح سے نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے. پھر جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے دے اور تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

انسان کے مسئول ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اور عورت کے مسئول ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور ان بچوں کو تعلیم دینے اور مارنے کے کیا معنی ہیں؟ اور دونوں حدیثوں میں تادیب (ادب سکھاؤ) کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (اچھائیوں کا) حکم دو؟

کیا اس سب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مربی بچے کی دیکھ بھال اور اس پر نظر رکھے. اور اس کو ادب سکھائے اور اس کی حرکات وسکنات پر نظر رکھے، اور اگر وہ کسی کے حق کو چھوڑ دے تو اس کی جانب اس کی رہنمائی کرے اور اگر وہ کسی فریضے میں کوتاہی کرے تو اس کو اس پر ابھارے، اور جب کسی قابل اعتراض بات یا منکر کو دیکھے تو اس کو اس سے روکے، اور جب وہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی تعریف کرے۔

وہ امور جس میں کسی دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں یہ بھی ہے کہ بچے کی دیکھ بھال اور اس کی نگرانی تربیت کی اعلیٰ وظاہر ترین بنیادوں میں سے ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں بچہ ہمیشہ مربی کی نظروں میں رہے گا اور وہ اس کی تمام حرکات وسکنات اور گفت شنید اور چال ڈھال کی نگرانی کرتا رہے گا، لہٰذا اگر وہ اسے خیر وا چھائی میں دیکھے گا تو اس کا اکرام کرے گا، اور اس پر اس کو شاباش دے گا، اور اگر اس سے کسی برائی کو صادر ہوتے دیکھے گا تو اسے اس سے روکے گا اور اس سے ڈرائے گا اور اس کو اس کے برے انجام اور خطرناک نتائج سے آگاہ کرے گا، اور مربی کی غفلت یا بچے کی جانب سے تغافل کی وجہ سے بچہ لامحالہ انحراف کی طرف مائل ہوگا، اور بلا شبہ وہ آزادی وگمراہی کا شکار ہوگا. جس کے بعد اس کی ہلاکت یقینی اور اس کی تباہی لازمی ہوگی۔

●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

ہمارے معلم اول اور ہادئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہترین دیکھ بھال اور ان کے بارے میں باز پرس اور سوال جواب اور ان کے حالات کی جانچ پڑتال، اور تقصیر کرنے والے کو ڈرانے اور اچھے کام کرنے والے کو

شاباش دینے ۔اور ان میں سے فقراء ومساکین پر شفقت کرنے ۔ اور چھوٹوں کو تربیت دینے ـــــ اور ناواقفوں کو تعلیم دینے میں اپنی امت کے لیے بہترین نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال و جانچ پڑتال کے چند نمونے درجِ ذیل ہیں :

✿ معاشرتی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال ونگرانی کے سلسلہ میں وہ روایت ہے جو بخاری ومسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ہمارے لیے تو وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جب تم راستے میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو پھر راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے پوچھا : اے اللہ کے رسول راستے کا حق کیا ہے ؟ ! آپ نے ارشاد فرمایا : نگاہ کا پست رکھنا ۔ اور اذیت دینے سے رکنا ، اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا ۔

✿ حرام سے بچانے کے سلسلہ میں آپ کی نگرانی ودیکھ بھال پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو نووی نے "ریاض الصالحین" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار پھینکا اور فرمایا : تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے ۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس شخص سے کسی نے کہا : اپنی انگوٹھی لے لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ !! ان صاحب نے کہا : نہیں بخدا ہرگز نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کو پھینک چکے ہیں تو اب میں اس کو ہرگز نہیں لوں گا۔

✿ چھوٹوں کو تربیت دینے کے سلسلے میں آپ کی جانچ پڑتال کی مثال وہ ہے جسے امام بخاری ومسلم حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ کفالت ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اِدھر اُدھر حرکت کرتا تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے اللہ کا نام لو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ ، اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

✿ بڑوں کی رہنمائی کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے ابوداؤد وبیہقی حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے ، والدہ نے فرمایا آجاؤ تاکہ تمہیں دے دوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا : تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا تھا ؟ ! انہوں نے کہا میرا ارادہ تھا کہ اسے کھجور دے دوں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا : سن لو اگر تم اسے کچھ بھی نہ دیتیں تو تمہارے اعمال نامے میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا

❖ اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب کا تذکرہ کیا گیا، تو ایک صاحب نے انکی تعریف کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برا ہو تمہارے لیے تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی، یہ بات آپ نے کئی بار فرمائی، فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص تعریف کرنا ہی چاہے تو اگر وہ واقعۃً اسے اسی طرح سمجھتا ہو تو اسے چاہیئے یہ کہے: میں اسے اس اس طرح کا آدمی سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے، اور اللہ کے سامنے کسی کا تزکیہ نہ کرے[1]۔

❖ نفسیاتی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو اس جیسا ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں!! آپ نے ارشاد فرمایا: پھر اس ہدیہ کو بھی واپس لے لو... ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ایسا اپنے تمام بچوں کے ساتھ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و برابری سے کام لو، چنانچہ میرے والد نے رجوع کر کے وہ ہدیہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو مجھے گواہ نہ بناؤ اس لیے کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دے سکتا۔

❖ جسمانی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی پی رہے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا (جیسا کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے) ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح مت پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو اور جب پیو تو اللہ کا نام لے لیا کرو، اور جب پی چکو تو اللہ کی تعریف ادا کیا کرو۔

اور امام بخاری اپنی "صحیح" میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے تیراندازی کے حلقوں میں سے گزرا کرتے تھے اور آپ ان کی ہمت افزائی فرماتے اور ان سے یہ فرماتے: تم تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

❖ داعی کی تربیت اور لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے امام بخاری ومسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] یہ حدیث منہ در منہ تعریف کرنے کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے بشرطیکہ اس سے اس شخص کے عجب وتکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو لیکن اگر یہ ڈر نہ ہو تو تعریف کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی منہ پر تعریف کی ہے جیسے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شیطان تمہیں کسی راستے میں چلتا ہوا نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ تمہارے ڈر کی وجہ سے اس کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

ساتھ چل رہا تھا آپ نے موٹی کناری والی ایک نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی، ایک اعرابی آپ کو مل گیا اور اس نے آپ کی چادر کو اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کے سختی سے کھینچنے کی وجہ سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے کنارے پر چادر کا نشان پڑا ہوا دیکھا، پھر اس اعرابی نے آپ سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا جو مال آپکے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے مسکرائے اور اس کو کچھ دینے کا حکم دے دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرہ کی ہدایت و اصلاح کا کام انجام دے رہے تھے اس کے افراد کی دیکھ بھال اور ان پر نظر رکھنے کے یہ چند نمونے ہیں۔ اور یہ زندہ حقیقی اور واقعی نمونے ہیں جو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تربیت اور ان کے معاملات کی درستگی اور ان کے حالات کی اصلاح اور ان کے معیار و مستوی کو بلند کرنے کے کس قدر حریص تھے۔

محترم قارئینِ کرام! آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ یہ توجیہات و ملاحظات تنبیہات و ارشادات صرف بڑوں تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ ان کا دائرہ چھوٹوں تک پھیلا ہوا تھا، اور یہ نفسِ انسانی کی اصلاح میں کسی ایک متعین جہت و جانب کیساتھ مخصوص نہیں تھے بلکہ اس کے تمام جوانب کو محیط تھے، ایمانی، علمی، نفسیاتی، معاشرتی اور جسمانی تمام پہلوؤں کو شامل تھے۔

عورتوں کے معیار کو بلند کرنے اور ان کو ان کے حقوق دینے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات فرمائے اور رہنمائی کی ہے اس کے چند نمونے پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ نسائی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھانجے سے کر دیا ہے، تاکہ میرے ذریعہ سے اس کے عیب و نقص پر پردہ ڈال سکے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کے باپ کے پاس پیغام بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ اس لڑکی کو اختیار دے دیں، تو اس لڑکی نے کہا: میں اپنے والد کے فیصلہ کو برقرار رکھتی ہوں، میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ عورتوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ والدین کو کلی اختیار حاصل نہیں ہے۔

۲۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (جو نیک صالح مسلمان تھے مگر بدصورت اور کالے رنگ کے تھے) کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے ثابت ابن قیس کے دین یا اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں ہے، البتہ میں مسلمان ہو کر کفر[1] کو ناپسند کرتی ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان کو ان کا باغ واپس کر دوگی؟ (یعنی وہ باغ جو انہوں نے مہر میں تم کو دیا تھا) انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر کو پیغام بھیجا کہ ان کو ایک طلاق دے دو، چنانچہ حضرت

[1] یعنی شوہر کی نعمت کی ناشکری اور اس سے بغض کی وجہ سے اس کا حق ادا نہ کرنے کو ناپسند کرتی ہوں۔

ثابت نے انہیں طلاق دے دی[۱]۔

۳۔ بزار وطبرانی روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت (جن کا نام زینب اور لقب خطیبۃ النساء تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ: میں آپ کی خدمت میں عورتوں کی طرف حاضر ہوئی ہوں، اللہ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے، اس میں اگر انہیں کوئی زخم وغیرہ پہنچ جائے تو ان کو اجر ملتا ہے، اور اگر ان کو قتل کر دیا جائے تو وہ اللہ کے یہاں زندہ ہوں گے اور انہیں رزق ملتا رہے گا، اور ہم عورتوں کی جماعت ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں تو اس اجر و ثواب میں سے ہمیں کیا ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری جن عورتوں سے ملاقات ہو انہیں یہ پیغام پہنچا دو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف اس کے برابر ہے یعنی اس پر بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر اجر ملتا ہے لیکن تم میں سے بہت کم ایسی عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہوں۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی معاشرے اور قوم کے افراد کی اس طرح دیکھ بھال و نظر رکھنے کی یہ صفت تمام مربیوں کے لیے تربیت کے میدان میں عملی نظام و منہج اور اصلاح کے لیے مؤثر و فائدہ بخش طریقہ پیش کرتی ہے، اور ان تمام افراد کو جن کے ذمے تربیت کا فریضہ اور رہنمائی کی مسؤلیت عائد ہوتی ہے اس بات پر متنبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی پوری کوشش صرف کریں اور بچے کی اصلاح و نیک بخت بنانے اور اس کے عقلی، نفسیاتی و اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی پوری فکر کریں۔

اور جب دیکھ بھال و توجہ کرنے کی عادت بڑوں کے حق میں فائدہ مند و نفع بخش ہے (جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا) تو یہ چیز بچوں کے حق میں تو اور زیادہ سودمند اور نفع بخش ہوگی، اس لیے کہ چھوٹے بچے میں خیر کی صلاحیت پر فطری استعداد اور نفس کی صفائی اور وہ معصومیت ہوتی ہے جو بڑے میں نہیں ہوتی، اس لیے بچے کی اصلاح بہت آسان ہے، اور اگر بچے کو اچھا ماحول شاندار تربیت میسر آجائے چاہے وہ داخلی اور گھریلو قسم کی ہو یا اسکول و مدرسہ یا معاشرے میں تو ایسی صورت میں اس کی اصلاح اور اس کا اخلاقی، نفسیاتی اور ایمانی طور پر صحیح طریقے سے نشوونما بہت آسان ہو جاتا ہے جب کہ مربی کو بڑے کی اصلاح کرنے میں اس وقت بہت دشواری و صعوبت پیش آتی ہے جب وہ سخت مزاج اور گمراہی میں پڑا ہوا ہو، اور شاعر نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی مراد لی ہے:

وينفع الأدب الأحداث في صغر	وليس ينفع عند الشيبة الأدب
بچپن میں بچوں کو تربیت دینا فائدہ پہنچاتا ہے	اور بوڑھوں کو تربیت و ادب کچھ فائدہ نہیں دیتا
إن الغصون إذا قومتها اعتدلت	ولن يلين إذا قومتها الخشب
اگر ٹہنیوں کو تم سیدھا کرو تو وہ سیدھی ہو جاتی ہیں	لیکن اگر لکڑی کو سیدھا کرو تو وہ سیدھی نہیں ہوتی

---

[۱] اس کو خلع کہا جاتا ہے یعنی عورت اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لیے کچھ روپیہ پیسہ دیتی ہے اور یہ طرفین کی رضامندی سے ہی ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں افراد، اور امت میں عورت، اور خاندان میں بچے کی دیکھ بھال ونگرانی کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان کی وجہ سے مربیوں پر خواہ وہ ماں باپ ہوں یا اساتذہ و معلمین پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمت تیز کریں اور عزم کو مضبوط اور کوشش ومحنت کو بڑھادیں تاکہ مسلمان معاشرے کی تیاری اور شاندار قوم کے بنانے اور مسلمان حکومت وجود میں لانے کے لیے ان کے ذمہ جو فریضہ عائد ہوتا ہے اس کو پورا کرسکیں۔

وہ اہم امور جن کا مربی کو جاننا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت نفس انسانی کی تعمیر کے پہلوؤں میں سے کسی ایک یا دو پہلوؤں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اسے تمام پہلوؤں کو محیط ہونا چاہیے، چاہے ایمانی پہلو ہو یا عقلی، اخلاقی پہلو ہو یا جسمانی، نفسیاتی پہلو ہو یا معاشرتی، تاکہ یہ تربیت ایسے کامل ومکمل مسلمان فرد کی تیاری کا پھل دے سکے جو زندگی میں تمام حقداروں کو ان کا حق دے سکے۔

بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

★ مربی ان چیزوں پر نظر رکھے جو بچے کو افکار وعقائد اور بنیادی اصولوں کے سلسلہ میں ان حضرات سے ملتے ہیں جو اس کی تعلیم وتدریس ورہنمائی کے ذمہ دار ہیں خواہ مدرسہ واسکول میں ہو یا اس کے باہر، پھر اگر وہ خیر اور بھلائی کی حالت دیکھے تو اللہ کی تعریف وشکر ادا کرے، اور اگر صورت حال اس کے برخلاف ہو تو توحید کے بنیادی عقائد اور ایمان کی بنیادی باتوں کو بچے میں راسخ کرنے کے سلسلہ میں اپنی بڑی ذمہ داری کو پورا کرے تاکہ بچہ مجرمانہ الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات وافکار سے بچ سکے۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچہ کونسی کتابیں، رسالے اور مطبوعات زیر مطالعہ رکھتا ہے، اگر وہ یہ محسوس کرے کہ اس کے مطالعہ میں ایسی کتابیں رہتی ہیں جن میں زیغ وضلال اور الحاد اور مسیحیت وغیرہ کی دسیسہ کاریاں پنہاں ہیں تو اسے چاہیے کہ بچے کو اس سے دور رکھے، اور اسے مطمئن کرادے کہ یہ اور اس جیسی کتابیں وغیرہ اس کے ایمان خالص کو مکدر اور عظیم اسلام کو خراب کرنی والی کتابیں ہیں۔

★ مربی کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں اور دوستوں سے ملتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، پھر اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ جن ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ غلط نظریات اور ملحدانہ خیالات کے مالک اور گمراہ و بد عقیدہ ہیں تو مربی کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے بچے کا میل جول بند کرادے، اور اس کے لیے اچھے ساتھی اور متقی ہم نشین مہیا کرے جن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اس کی اصلاح ہو اور دین میں پختگی پیدا ہو اور آخرت کی کامیابی وسرخروئی نصیب ہو۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچے کا کن جماعتوں اور کن پارٹیوں سے تعلق ہے، اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ پارٹی

اپنے قواعد ونظریات کے اعتبار سے الحادی جماعت ہے اور وہ جماعت جس سے بچے کا تعلق ہے اپنے اغراض ومقاصد میں لادینی ہے تو مربی کو بچے کو اس سے روکنے میں نہایت سمجھداری سے کام لینا چاہیے، اور اسے چاہیے کہ بچے کی خوب نگرانی رکھے، اور بچے کو مطمئن کرنے اور صحیح راستے پر رکھنے میں موقع کا منتظر رہے، اور یہ کوشش اس وقت تک جاری رکھے جب تک اس بچے کو حق کی طرف مائل اور ھدایت کی طرف رجوع کرنے والا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا نہ دیکھ لے۔

بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی یہ ہے کہ:

★ مربی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے، اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ وعدہ کرنے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے اور الفاظ وکلمات سے کھیلتا ہے اور معاشرے میں منافقوں وجھوٹوں کے روپ میں آتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ بچہ جیسے ہی پہلا جھوٹ بولے اس وقت اس کی اصلاح کرے، اور اس کو صحیح وسچائی کا راستہ دکھلادے، اور اس کے سامنے جھوٹ اور جھوٹوں اور نفاق اور منافقوں کی خوب اچھی طرح سے مذمت کرے، اور اس کی قباحت وبرائی کو واضح کرے تاکہ بچہ وہ حرکت دوبارہ نہ کرے، لیکن اگر مربی نے بچے کو آزاد چھوڑ دیا اور اس کی نگرانی ودیکھ بھال نہیں کی تو ایسی صورت میں وہ یقیناً جھوٹ کا عادی بنے گا اور خدا اور اس کے بندوں دونوں کے یہاں جھوٹا شمار ہوگا۔

★ اسی طرح مربی کو بچے میں امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اگر مربی یہ دیکھے کہ بچہ چوری کے راستے پر چل رہا ہے (چاہے معمولی سی چیز کی چوری کیوں نہ ہو مثلاً اپنے بہن بھائی کے چند آنے یا روپے یا کسی ساتھی کے قلم ہی کا چوری کر لینا) تو اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے، اور اس مرض کا علاج کرے، اور بچے کو یہ بتلادے کہ یہ ناجائز ہے اور یہ بلا حق کسی کا مال لینے میں داخل ہے۔ اسی طرح مربی پر یہ بھی لازم کہ وہ بچے کے دل میں اللہ کے مراقبہ اور حاضر وناظر ہونے کا یقین اور اس کا خوف پیدا کردے، تاکہ وہ اس حرکت سے باز رہے، اور اس کی حالت سنور جائے اور اس کے اخلاق درست ہوجائیں، ورنہ بچہ لازمی طور سے خیانت کی طرف قدم بڑھائے گا، اور چوری ودھوکہ دہی کا عادی بنے گا۔ بلکہ ایسا مجرم وخائن اور بدبخت بنے گا جس کی گندی حرکتوں سے لوگ اور تمام معاشرہ پناہ مانگے گا۔

★ مربی کو چاہیے کہ بچے میں زبان کی حفاظت کی عادت کا بھی خیال رکھے، اور اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ گالی بکتا ہے اور زبان سے برے کلمات ادا کرتا ہے اور اس کے منہ سے فحش کلمات وگندے الفاظ نکلتے ہیں تو اس کو حکمت ودانائی سے اس عادت کا علاج کرنا چاہیئے اور بچے کی اصلاح کا خوب خیال رکھنا اور اہتمام کرنا چاہیئے، اور ان اسباب پر غور کرنا چاہیئے جو بچے کو بدزبان فحش گو بنانے کا ذریعہ بنے ہیں، تاکہ بچے اور ان اسباب کے درمیان رکاوٹ پیدا کرسکے، اور پھر نہایت عمدہ اسلوب وپیارے انداز سے بچے کے سامنے با اخلاق بچے کے اوصاف وصفات اور باادب انسان

کی خصوصیات بیان کرے تاکہ وہ اچھے اخلاق اور عمدہ افعال کی طرف مائل ہوجائے۔

بچے کی زبان درست رکھنے کے لیے مربی کو اس بات کا سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ بچے کو برے ساتھیوں سے دور رکھے اس لیے کہ بچہ انہی سے لیتا اور اخذ کرتا اور انہی کی عادتوں سے متاثر ہوتا ہے۔

★ مربی کو بچے کی نفسیاتی وارادی عادات واخلاق کا بھی خیال ودیکھ بھال رکھنا چاہیے۔ لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ دوسروں کی اندھی تقلید کرتا ہے اور ناز ونعمت وآسائش کا دلدادہ ہے، اور گندے فحش گانوں اور موسیقی سننے کا شوقین ہے، اور چال ڈھال میں لچک ہے، اور قابلِ اعتراض جگہوں پر جاتا ہے، اور نامحرم عورتوں سے ملتا، اور فحش وگندے مناظر کے لیے ٹیلی ویژن و وی سی آر دیکھتا ہے۔ سینما جاتا ہے، اور فحش رسالے پڑھتا ہے، اور جنسی تصویریں اور عشقیہ کہانیاں جمع کرتا ہے، اگر مربی بچے کو ان میں سے کسی چیز میں مبتلا دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کی آزادی وبے راہ روی اور بداخلاقی کا خوش اسلوبی وحکمت سے تدارک کرے، لہٰذا کبھی نرمی اختیار کرے اور کبھی سختی سے کام لے، کبھی ڈرانے دھمکانے سے اور کبھی لالچ وترغیب دے، اور بچے کو اس دلدل وگندگی سے نکالنے اور اس کی اصلاح کے لیے ہر طریقے کو کام میں لے، تاکہ اپنے بچے کو نیک ومتقیوں کی صف اور صالحین واچھے لوگوں میں پائے۔

ایسا والد کتنا حکیم اور بچے پر نظر رکھنے والا ہوتا ہے جو بچے کی بے خبری میں اچانک بلا اطلاع اس کے کمرے میں یہ دیکھنے چلا جاتا ہے کہ وہ کیا پڑھتا اور کیا لکھتا ہے' اور کن چیزوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور یا یہ کہ اچانک اس کے پاس جانے پر اس کے سامنے کیا منظر پیش آتا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وہ بچے کے پاس جائے اور یہ دیکھے کہ بچہ ننگی تصاویر کے دیکھنے میں مشغول ہے۔ یا فحش مجلات ورسالوں کی ورق گردانی کر رہا ہے، یا ہیجان خیز جذبات بھڑکانے والا ڈائجسٹ یا کہانی پڑھ رہا ہے، یا اپنی کسی محبوبہ کو خط لکھنے میں مشغول ہے۔ یا اس کے علاوہ اور وہ امور جو اچانک داخل ہونے پر سامنے آسکتے ہیں۔

اور باپ اس وقت کتنا حکیم واہتمام کرنے والا شمار ہوگا جب وہ اپنی بیٹی کے واقعۃً مدرسے جانے اور وہاں سے واپس آنے کا یقین کرلیتا ہو، اس لیے کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اس جستجو اور تحقیق کے نتیجہ میں اس کو یہ معلوم کہ اس کی بیٹی ایسی گندی جگہ جاتی ہو جہاں عزت لوٹی جاتی ہو اور شرافت برباد ہوتی ہو، یا اس کے کسی آزاد بے راہ رو نوجوان کے ساتھ غیر شریفانہ تعلقات ہوں۔

اور ہم نے کتنے ہی ایسے دردناک قسم کے بداخلاقی کے واقعات اور تکلیف دہ گندے تعلقات کے حادثات سنے ہیں جن سے پیشانی پسینہ آلود اور دل صدمات وآہوں سے نڈھال ہوجاتا ہے۔

اس لیے دیکھ بھال کی عادت بچے کی مخفی عادتوں وکیفیتوں پر مطلع ہونے کے لیے عظیم ترین عادت ہے ۔ٰں سے بچے کے وہ مخفی راز معلوم ہوجاتے ہیں جن کا وہ ارتکاب کرتا ہے اور ان برائیوں پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے جن

میں وہ مبتلا ہوتا ہے، بلکہ اس دیکھ بھال سے بچے کے اخلاق و کردار کی اصلی و حقیقی صورت مربی کے سامنے آجاتی ہے۔

اس تمام تر کاوش وجدوجہد کے بعد مربی اس لائق ہوجائے گا کہ مناسب طریقے اور فائدہ منداسلوب سے بچے میں موجود انحراف کا علاج کرسکے، اور مربی ووالد اپنی اس جدوجہد میں یقینی طور سے ایسے تربیتی حل تک پہنچ جائے گا جو بچے کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا، اور اس کی وجہ سے وہ گندگی کی دلدل سے بچ جائے گا اور متوازن شخص وہدایت یافتہ انسان بن جائے گا۔

بچے کی عقلی وعلمی پہلو کی دیکھ بھال سے مراد یہ ہے کہ:

★ مربی بچے کے علم حاصل کرنے کی رفتار اور ثقافتی لحاظ سے اس کی شخصیت سازی پر نظر رکھے، یہ تعلیم خواہ بچے کے حق میں فرضِ عین ہو یا فرضِ کفایہ۔

لہٰذا مربی کو چاہیے کہ یہ دیکھتا رہے کہ کیا بچے نے وہ علم حاصل کرلیا ہے جو اس کے لیے فرضِ عین ہے؟ کیا اس نے قرآنِ کریم تلاوت کرنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے؟ اور کیا اس نے ان عبادات کے احکام سیکھ لیے ہیں جو اس پر فرض ہیں؟ کیا اس نے حلال وحرام چیزیں جان لی ہیں؟ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات (جنگوں) کا علم حاصل کرلیا ہے؟ اور کیا اس نے دین ودنیا سے متعلق امور اور وہ اسلامی آداب سیکھ لیے ہیں جن کا سیکھنا ضروری ہے؟

مربی ان امور کی تعلیم دینے کا ذمہ دار ہے اور اگر اس نے اس میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی باز پرس کرے گا۔

مربی ان وسائل کو ہمیشہ موجود پائے گا جو بچے کی شرعی لحاظ سے تعمیر وتکمیل اور اسلامی طور پر شخصیت سازی میں مددگار ثابت ہوں گے۔

اور اگر بچہ ایسا علم حاصل کررہا ہو جو فرضِ کفایہ کے قبیل سے ہو مثلاً یہ کہ وہ علمِ طب یا انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم حاصل کررہا ہو تو پھر مربی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ بچہ اس علم میں کتنی دل جمعی، محنت، ذوق وشوق اور لگن سے کام لے رہا ہے تاکہ جب وہ فارغ ہوکر نکلے تو اپنی اس خصوصی تعلیم سے امتِ مسلمہ کو فائدہ پہنچا سکے اور اپنے علم اور خداداد صلاحیت سے مسلم معاشرہ میں ترقی کی بنیادیں مضبوط کرسکے۔

مربی ایسے وسائل بھی کم نہ پائے گا جو اس کو علم، مہارت، کمال اور تفوق میں نمونہ بنادیں، اس سلسلہ میں مربی کی توجہ ہم اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ وہ فرضِ کفایہ کی وجہ سے فرضِ عین کے سلسلہ میں سستی نہ کرے بلکہ اس کو چاہیے کہ پہلے نمبر ایک پر توجہ دے پھر نمبر دو پر، یا کم از کم دونوں (یعنی فرضِ عین وفرضِ کفایہ دونوں) پر برابر کی توجہ دے

تاکہ بچہ دونوں کو سیکھے۔ ورنہ پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مسولیت اور ذمہ داری بہت بڑی ہے۔

★ اسی طرح مربی کو بچے کی فکری سمجھ بوجھ پر اس لحاظ سے نظر رکھنا چاہیے کہ اس کا اسلام سے دین و دنیا کے اعتبار سے اور قرآن کریم سے دین وتشریع (قانون) کے لحاظ سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ومقتدای ہونے کے لحاظ سے۔ اور اسلامی تاریخ سے عزت وافتخار کے لحاظ سے، اور اسلامی ثقافت سے روحانی وفکری کے لحاظ سے، اور دعوت وتبلیغ سے لگن، جذبے وجدوجہد کے لحاظ سے کس قسم کا تعلق ہے، اور یہ بات اس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتی جب تک بچے کے ساتھ مسلسل لگا نہ جائے اور وقتاً فوقتاً فکرانگیز کتابوں کے پڑھنے اور دعوت وتبلیغ پر مشتمل رسالوں اور اسلامی منشورات کی طرف اس کی رہنمائی نہ کی جائے، اور ان کے پڑھنے کا شوق اس میں پیدا نہ کیا جائے، اور ساتھ ہی مفید اسلامی تقاریر اور مؤثر بہادرانہ وعظوں اور خطبوں کے سننے کی طرف رہنمائی کی جائے، اور اس سلسلہ میں مربی کو بچے کے لیے ایسا کتب خانہ مہیا کرنا چاہیے جس میں اسلامی کتابیں، اسلام کی طرف سے مدافعت پر مضامین، اور اعداءِ اسلام کے شکوک وشبہات کا جواب ہو۔

بلاشبہ یہ تمام وسائل بچے کو ایک ایسے مضبوط قلعہ میں لے لیں گے جو اسے عیسائیوں اور کفر والحاد پرست جماعتوں کی مسموم وفتنہ انگیز تحریرات کے دام سے بچالے گا، بلکہ اس کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ نہایت بہادری وایمان اور جرأت وشجاعت سے اسلام کے لیے کام کرے تاکہ وہ مسلم معاشرہ کی تعمیر اور اسلامی حکومت کے قیام میں ایک فائدہ مند ممبر کا کام دے۔

اس وقت مربی کا دل رنج وغم سے کس قدر پارہ پارہ ہوجاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا بچہ اسکول میں مغربی فلاسفہ کے حالات یاد کرتا ہے، اور وہ مشرق سے وابستہ بڑی بڑی بہت سی شخصیات کے حالات، افکار، آراء اور نظریات کے بارے میں تو بہت کچھ جانتا ہے لیکن اسے مسلمانوں کی تاریخ عظیم مسلمان شخصیات کی زندگی، فاتحینِ اسلام کے حالات اور ماسر علماءِ اسلام کے بارے میں سوائے چند باتوں کے اور کچھ معلوم نہیں۔

مربی کو اس وقت کس قدر رنج وغم ہوگا جب وہ بچے کو فراغت سے پہلے اور فراغت کے بعد ایسی حالت میں پائے کہ اس کو غیروں کی تہذیب وثقافت، اور مغربی یا مشرقی افکار، اور الحادی ودنیاوی مذاہب نے مسخ کرکے رکھ دیا ہو اور اس کو اس درجے تک پہنچادیا ہو کہ وہ اپنے دین، اپنی تاریخ، اور بزرگوں کا دشمن بن گیا ہو۔

اس لیے فکری سوجھ بوجھ پیدا کرنے کی بہت اہمیت ہے، اور بچے میں اسلامی عقیدہ کے راسخ کرنے اور اس کو صحیح مسلمان بنانے اور اس میں اسلام کا یہ کامل اور صحیح تصور پیدا کرنے کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے کہ اسلام ایک فیصلہ کن نظام اور دنیا کی زندگی گذارنے کا صحیح طریقہ واسلوب بتلانے والا اور عزت کا باعث اور قوت ومجد کا ذریعہ ہے۔

مربی کو بچے کی عقل کی درستگی وتوانائی کا بھی خیال رکھنا چاہیئے، اور ہر وہ چیز جو بچے کی عقل، حافظہ اور حلم وبردباری پر

اثر انداز ہو سکتی ہو بچے کو اس سے بچانا اور روکنا چاہیے، اور اس کے سامنے اس کے وہ نقصانات بیان کر دینا چاہیے جو جسم و عقل اور نفس پر پڑتے ہیں۔

لہٰذا مربی کو یہ نوٹ کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں بچہ شراب نوشی یا منشیات وغیرہ کے چکر میں تو نہیں پڑ گیا ہے اس لیے کہ یہ چیزیں جسم کو تباہ کر دیتی ہیں اور جنون اور ہسٹریا کا مرض پیدا کرتی ہیں۔

مربی کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ جلق (مشت زنی) کے مرض میں گرفتار نہ ہو جائے اس لیے کہ اس سے دق وسل کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، ذہن بجھ جاتا ہے، عقل و افکار میں پراگندگی اور بے چینی اور طبیعت میں خوف وڈر اور دوسروں کا سامنا کرنے سے کترانے کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تمباکو نوشی کے مرض کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اس لیے کہ ــــــ اس سے اعصاب میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور حافظہ پر اثر پڑتا ہے، اور حاضر حواسی اور غور وفکر کا ملکہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ مربی کو اس بات پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچہ بے حیائی کی چیزوں سینما ڈرامے اور ننگی تصویروں کے دیکھنے کا عادی نہ بنے۔ اس لیے کہ ــــ اس کی وجہ سے عقل کا کام معطل ہو جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ حافظہ ذہن اور صحیح سوچ بچار کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے بچے کی عقلی صحت مندی ایسی اہم چیز ہے جس پر مربی کو پوری توجہ اور پورا اہتمام صرف کرنا چاہیئے، اور اس کی خوب تاکید کرنا چاہیئے، اس لیے کہ عقل انسان کی زینت ہے، اور اس کے صحیح و متوازن تصرفات ہی ایسی ظاہری چیز ہیں جن سے انسان ممتاز ہوتا ہے، اور جتنا زیادہ خیال رکھا جائے گا دیکھ بھال کی جائے گی اور اہتمام کیا جائے گا بچہ میں اتنا ہی وقار اور عقل وسمجھداری پیدا ہو گی۔

بچے کی جسمانی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

★ مربی بچے کے سلسلہ میں اپنے اوپر واجب ضروری لوازمات وحاجات مثلاً اچھی غذا، صاف ستھرے مکان اور لباس پوشاک کا خیال رکھے، تاکہ بچوں کو بیماری لاحق نہ ہو اور امراض و وباؤں کی وجہ سے ان کے جسم لاغر ونحیف نہ ہو جائیں۔

★ اور کھانے پینے اور سونے میں حفظان صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے کھانے کے سلسلہ میں مربی کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کو بدہضمی سے بچائے، اور کھانے پینے میں ضرورت وعادت سے زیادہ کھانے سے روکے، اور کھانا ہضم ہونے سے قبل کھانا کھانے سے منع کرے۔

پینے کے سلسلہ میں مربی کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اسے دو یا تین سانس میں پینے کی تعلیم دے، اور برتن میں سانس لینے سے منع کرے، اور کھڑے ہو کر پینے سے روکے۔

سونے کے سلسلہ میں بچے کو دائیں کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔

★ مربی اور خاص کر ماں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ متعدی امراض سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں خصوصاً جب کسی ایک بچے کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو دوسرے بچوں کو اس سے دور رکھے، تاکہ مرض پھیلنے اور وبا کے بڑھنے سے روکا جا سکے۔

★ مربی کو بچے کی صحت برقرار رکھنے کا خیال رکھنا چاہیے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنا چاہییں۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ کچا پھل کھانے اور سبزیوں کو دھونے سے قبل استعمال کرنے سے منع کرے، اور کھانے سے قبل دونوں ہاتھ دھونے کا حکم دے، اور کھانے میں پھونک مارنے سے منع کرے، اور اسی جیسی صحت سے متعلق اور دوسری وہ تعلیمات جو اسلام نے پیش کی ہیں۔

★ بچے کو ریاضت وورزش کا عادی بننے اور شہسواری سیکھنے کی تلقین کرے، اور سادگی اختیار کرنے اور مردانہ زندگی اور حقیقت پسند آدمی بننے کی تلقین کرے، اور عیش وعشرت میں پڑنے اور ناز ونعمت میں مستغرق نہ ہونے دے، تاکہ بچہ قوی الجسم، پختہ ارادے والا، اور مضبوط وتندرست جسم والا، اور کر گزرنے والا انسان بنے۔

★ مربی کو تمام ان چیزوں پر نظر رکھنا چاہیے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی اور بیماریوں کا ذریعہ ہیں، جیسے کہ مخدرات ومنشیات کا استعمال، سگریٹ نوشی، مشت زنی، زنا ولواطت وغیرہ اس لیے کہ یہ تمام عادتیں سرطان کے امراض، دل کی بیماریوں، اور پھوڑے پھنسیوں، اور جگر کی خرابی، بانجھ پن، اور ہیٹھوں ورگوں کے کھچاؤ اور اس کے علاوہ اطباء — اور اس فن کے ماہرین کے بیان کے مطابق دوسرے اور خطرناک امراض کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اور جب بچے میں ان میں سے کسی بیماری کی کوئی علامت ظاہر ہو اور اس کی نشانیاں وعلامات نظر آنے لگیں، تو اس کے علاج کے لیے مربی کو فوری طور سے اس مرض کے ماہر سے رجوع کرنا چاہیے، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تکمیل ہو جسے امام احمد ونسائی نے روایت کیا ہے:

((یا عباد اللہ تداووا فإن اللہ عزّ وجل لم یضع داءً إلا وضع له شفاء)).	اے اللہ کے بندو علاج کرو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی دوا وشفا بھی نازل فرمائی ہے۔

٭ ٭ ٭

اور ایسی صورت میں مربی ان اوامر پر عمل کرنے والا ہوگا جو اسلام نے علاج ودوا دارو اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور جسم وصحت سے متعلق بیان کیے ہیں، اور اس طرح سے بچے کا جسم بہت سے امراض سے بچ جائے گا، اور وہ اس پیش آمدہ خطرے اور مرض سے چھٹکارہ حاصل کرلے گا۔

بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال سے مراد یہ ہے کہ :

★ مربی بچے میں شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے، لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی تنہائی اور لوگوں اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں جرأت پیدا کرے، اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی تلقین کرے، اور اس میں فکر وسمجھ، اور سوجھ بوجھ وفکری ومعاشرتی پختگی کو بڑھائے۔

★ اسی طرح بچے میں خوف وڈر کی عادت پر نظر رکھے، اگر یہ محسوس ہو کہ بچہ میں بزدلی اور خوف اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں خوداعتمادی پیدا کرے اپنے پر بھروسہ کی عادت ڈلوائے اور شجاعت واقدام کا پہلو اجاگر کرے، تاکہ وہ دنیاوی زندگی واس کی مشکلات وآفات کا ہنسی خوشی خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سایے، تاریکی یا جن بھوت، چڑیل اور عجیب وغریب مخلوق سے نہ ڈرائے، تاکہ بچہ خوف وڈر کا عادی نہ بن جائے اور خوف کے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔

★ اسی طرح بچے میں احساس کہتری کی بیماری پر بھی نظر رکھے، اگر یہ معلوم ہو کہ بچے میں اس کا کچھ اثر ہے تو اسے نہایت حکمت اور خوش اسلوبی سے اس کا علاج اس طرح سے کرنا چاہیے کہ جس کے ذریعہ سے وہ اسباب ختم ہو جائیں جو اس کا ذریعہ بنے ہیں۔

اگر احساسِ کہتری کا سبب تحقیر واہانت ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے کو اچھے الفاظ سے مخاطب کرے اور پیار سے پکارے۔

اور اگر احساسِ کمتری کا سبب زیادہ نازنخرے اٹھانا ہو تو مربی کو بچے کے ساتھ مناسب تربیت ، سزا ، پیار اور نرمی گرمی دونوں سے کام لینا چاہیئے۔

اور اگر اس احساس وشعور کی وجہ یتیمی ہو، تو یتیم کے سرپرستوں میں سے جو مربی ہیں انہیں چاہیئے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اسے محبت وپیار کا احساس دلائیں۔

اور اگر اس احساس کا سبب فقر وغربت ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں صبر اور برداشت اور اسلامی شخصیت کی تعمیر میں اپنے پر اعتماد کی روح پیدا کرے، تاکہ بچہ اپنا راستہ خود ہموار کرے، اور اس کے علاوہ اور دوسرے لوگوں اور بڑے بڑے مالداروں نے جو کام کیا ہے وہ بھی یہ کام کر سکے۔

اور اگر اس احساس کا سبب حسد ہو تو مربی کو اس بیماری کا علاج بچے سے محبت کے ذریعے کرنا چاہیے، اور اس کے اور اس کے بھائیوں میں برابری کرے اور ان اسباب کو دور کر کے کرنا چاہیئے جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

★ بچے میں غصہ کی عادت پر بھی نظر رکھنا چاہیئے، اگر مربی یہ دیکھے کہ بچہ معمولی سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے تو اسے اس کے

اسباب کا ازالہ کر کے اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اگر غصہ کا سبب بیماری ہو تو مربی کو کسی طبیب سے اس کا علاج کرنے میں عجلت کرنا چاہیے

اور اگر غصہ کا سبب بھوک ہو تو مربی کو بچے کو مناسب وقت پر غذا دینے کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔

اور اگر اس کا سبب بلا وجہ ڈانٹنا جھڑکنا ہو تو مربی کو چاہیے کہ زبان سے ایسے کلمات نہ نکالے جو ڈانٹ ڈپٹ اور اہانت وتحقیر کا ذریعہ بنتے ہوں۔

اور اگر غصہ زیادہ ناز نخرے اٹھانے اور ناز و نعمت کی وجہ سے ہو تو مربی کو چاہیے کہ اس کے ساتھ عام درجہ کا سا معاملہ کرے اور اسے سادگی کا عادی بنائے۔

اور اگر اس کا سبب مذاق اڑانا اور ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے کو ایسی چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہوں۔

اسی طرح مربیوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں اسلام کے بیان کردہ قواعد وضوابط کو اپنائیں[1] اور اپنے بچوں کو ان کی تعلیم دیں، تاکہ وہ غصہ میں آپے سے باہر نہ ہوں اور جذبات کے برانگیختہ ہونے پر ان کی تیزی وشدت ماند پڑ جائے۔

بچے کی معاشرتی زندگی پر نظر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ:

★ مربی بچے میں یہ بات نوٹ کرتا رہے کہ وہ دوسرے کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؛ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ بچہ اپنے یا اپنی والدہ یا اپنے بہن بھائیوں یا رشتہ داروں یا پڑوسیوں یا استاذ یا بڑوں کے حق میں کوئی کوتاہی کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی وتقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے، تاکہ وہ سمجھ جائے اور عمل کرنے لگ جائے۔ اور حقوق ادا کرنے میں جو کوتاہی اور آداب کا خیال رکھنے میں جو سستی اور فرائض کی بجاآوری میں جو تقصیر اس سے ہوئی تھی اس سے رک جائے اور باز آجائے، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر مکمل نظر رکھی جائے اور ہمیشہ دیکھ بھال ہو، اور تنبیہ ہوتی رہے تو اس کی وجہ سے وہ بچہ ایک ایسا ہوشیار، سمجھدار، باادب، بااخلاق بن جائے گا جو دنیاوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو بلا کسی کمی بیشی، سستی وتقصیر کے ادا کرنے والا ہوگا۔

★ مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور معاشرت کے آداب پر عمل کو بھی ملحوظِ نظر رکھے، اور اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ کھانے پینے کے آداب، یا سلام کے طریقے، یا مزاح کے طریقے، یا گفتگو وبات چیت کے آداب، یا چھینکنے

---

[1] اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کی قسمِ ثانی کی "نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری" کی بحث میں غصہ کی بیماری کے عنوان کے تحت اس پر بحث ہو چکی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

مبارک باد دینے یا تعزیت یا اس جیسے اور دوسرے معاشرتی آداب میں کوتاہی کر رہا ہے، تو مربی کو اپنی سی پوری کوشش اور پورا زور اس بات پر صرف کرنا چاہیے کہ بچے کو اسلامی آداب وطور طریقے آجائیں، اور وہ بہترین عادات کا عادی اور عمدہ خصلتوں کا مالک جائے۔

بلاشبہ یہ ہر وقت کا ادب سکھانا اور مستقل عادی بنانا بچے کو ایک ایسا انسان بنا دے گا جو دوسروں کا احترام کرنے اور لوگوں کے ساتھ باادب رہنے اور ہر صاحب حق کو بلاکسی کوتاہی یا سستی کے اس کا حق ادا کرنے کا فریضہ انجام دینے والا ہوگا۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیئے کہ بچہ دوسروں کے ساتھ اچھے احساسات وجذبات رکھتا ہے یا نہیں، لہٰذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ میں انانیت وتکبر پایا جاتا ہے تو اسے ایثار کا سبق دے، اور اگر اسے بغض وحسد کی طرف مائل دیکھے تو اس میں محبت وصاف دلی کے بیج بونے کی کوشش کرے، اور اگر یہ دیکھے کہ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھتا تو اسے اللہ کا خوف وتقوٰی کے اختیار کرنے کا حکم دے، اور اسے اللہ کے عذاب وآخرت سے ڈرائے تاکہ اس میں اللہ کے حاضر وناظر ہونے اور اس سے ڈرنے کا عقیدہ راسخ ہو جائے، اور اگر یہ دیکھے کہ بچے کو کسی ناپسندیدہ چیز یا بیماری وغیرہ سے تکلیف پہنچی ہے تو نفس اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر راضی رہنے کے عقیدہ کو راسخ کر دے۔

اس طرح سے مربی بچے کے قلب میں ایمان وتقوٰی اور مراقبہ کے یہ نفسیاتی اصول جاگزین کر سکتا ہے، اور اس کے پاک صاف دل میں ایثار ومحبت اور الفت وہمدردی اور پاک باطنی کے جذبات واحساسات پیدا کر سکتا ہے تاکہ جب وہ جوان اور بڑا ہو اور اس عمر کو پہنچ جائے جس میں انسان مکلف بن جاتا ہے تو وہ اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے اور دوسروں کے حقوق بھی، اور وہ ایک کامل ومکمل انسان اور سمجھدار وعقلمند ایسا آدمی بن جائے جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہو اور دلوں میں اس کا احترام اور نفوس میں عزت وبڑائی ہو۔

○ روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال کا مطلب یہ ہے کہ:

★ مربی بچے میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کے مراقبہ کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی باتیں سن رہا ہے، اور اس کے ظاہر وباطن کو جانتا ہے، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید پر مطلع ہے۔

اور اس کو یہ بتلاتا رہے کہ آسمانوں وزمین کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں، اور یہ بات اس وقت ہی پیدا ہو سکتی ہے جب اس بچے کی رہنمائی اللہ کی ذات پر ایمان، اور اس کی معجز قدرت اور اس کی عجیب تخلیق اور ہر پیش آمدہ صورتِ حال پر اس کے دربار میں گردن جھکانے کی طرف کی جائے۔۔ اس کے بعد وہ جب بھی کوئی کام کرے گا تو اللہ کو حاضر

وناظر جان کر اس کے مراقبہ کو سامنے رکھ کر کرے گا، اور غور وفکر کے وقت بھی یہی دھیان رہے گا اور احساسات کی دنیا میں یہی خیال ہوگا، بلکہ مراقبہ اس کے وجود میں راسخ ہوجائے گا اور اس کے دل واحساسات وجذبات پر غالب بنیاد بن جائیگا بچہ اس بنیادی رہنمائی اور مفید تر ایمانی تربیت کا بچپن ہی میں کس قدر محتاج ہوتا ہے!!

★ مربی کو خشوع وخضوع تقویٰ اور اللہ رب العالمین کے سامنے عبودیت وبندگی کے پہلو کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کی بصیرت کو اللہ کی اُس عظیم بڑائی کے سمجھنے کے لیے کھول دینا چاہیے جو چھوٹے بڑے، جاندار وغیر جاندار اگنے والی چیزوں اور درختوں، مختلف رنگ کے شاندار مہکنے والے پھولوں، اور عجیب وغریب قسم کی کروڑوں اربوں مخلوق کو محیط ہے، یہ دیکھ کر دل کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہ ہوگا کہ وہ اللہ کی عظمت کے سامنے جھک جائے، اور اس سب کے سامنے نفسِ انسانی سوائے اس کے اور کسی چیز پر قادر نہ ہوگی کہ وہ اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرے، اور اس کے سامنے بندگی کے لیے جھکے، بلکہ اسے اس میں طاعت وفرمانبرداری کی لذت اور اللہ رب العالمین کی عبادت کی حلاوت محسوس ہوگی۔

بچے میں خشوع وخضوع کے پہلو کو قوی کرنے اور تقویٰ کی حقیقت کو راسخ کرنے والی چیز یہ ہے کہ اسے سمجھداری وشعور کی عمر ہی سے نماز میں خشوع وخضوع اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے سننے پر غمگین ہونے، رونے یا رونے والی شکل بنانے کا عادی بنایا جائے، اور اگر ان صفات پر وہ اپنے آپ کو ڈھال لے اور ان پر عمل شروع کر دے تو بلاشبہ وہ ان اللہ والوں میں سے بن جائے گا جن پر نہ کسی قسم کا خوف وڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، بلکہ وہ صالحین کے زمرے میں داخل ہوجائے گا، اور ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝)). یونس۔ ۶۲و۶۳	یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔

★ مربی کو عبادات ادا کرنے کے پہلو پر بھی نظر رکھنا چاہیے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے نماز کا حکم دے، تاکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے مندرجہ ذیل فرمانِ مبارک پر عمل ہوجائے:

((مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين..)).	تمہارے بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔

روزہ کو بھی نماز پر قیاس کیا جائے گا اور جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہوجائے تو عادت ڈلوانے کے لیے اسے رمضان کے بعض روزے رکھوانا چاہیے، اور اگر مربی مالی استطاعت رکھتا ہو تو بچے کو اپنے ساتھ حج کے لیے لے جائے تاکہ وہ حج کے مناسک سیکھ لے، اور اسی طرح اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا عادی بنانا چاہیے چاہے وقتاً فوقتاً چند

روپے ہی کیوں نہ ہوں، تاکہ جب وہ شریعت کی نظر میں مکلف ہوجائے اور مسلمانوں کی نظر میں مسؤل بن جائے تو فریضۂ زکاۃ کا عادی بنے، اس سب کے ساتھ ساتھ مربی پر یہ بھی لازم ہے کہ بچے کو اپنے ساتھ عبادت و ذکرِ الٰہی کی مجلسوں میں بھی لے جائے، اور علم و فقہ کے حلقوں میں حاضر ہو۔ اور اس کو قرآنِ کریم کی تلاوت و تفسیرِ قرآن سکھانے کے لیے مناسب آدمی متعین کرے، اور اسے مخلص علماءِ ربانیین کے اقوال سنائے، مربی کو یہ سب کچھ اس وقت تک کرتے رہنا چاہیے جب تک بچے کی نفس عبادت کے ذریعہ صاف ستھری اور اس کا دل اللہ کے ذکر سے روشن و منور، اور اس کی روح پاکبازی و عفت کے آسمان پر لہلہانے، اور اس کے احساسات و جذبات قرآنِ کریم کی آیات سے حرکت میں نہ آجائیں، اور اس کا دل عارفین و صالحین کے واقعات سے رقیق نہ ہوجائے، اور اس کا وجدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کردار و سیرت سے حرکت میں نہ آجائے۔

مربی کو چاہیے کہ بچے میں نفسیاتی و روحانی مجاہدہ کی عادت پیدا کرے اور اس پر نظر رکھے کہ بچہ کس درجہ پر پہنچا اور کہاں تک متاثر ہوتا ہے، جیساکہ مربی کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بچے کی تربیت میں روحانی مجاہدے اور سیاسی و دعوتی مجاہدے میں موازنہ کرے، اس لیے کہ جس طرح اسے ظلم و کفر سے جہاد کا اہتمام کرنا ہوتا ہے اس طرح نفسِ امارہ سے جہاد کے سلسلہ میں بھی مجاہدہ کرنا ہوگا۔ اس لیے کہ اگر بچے کے سلسلہ میں دعوت الی اللہ اور سیاسی جہاد اور دشمنوں سے جنگ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی جو ذمہ داری مربی پر عائد ہوتی ہے اس نے اگر اس میں سستی یا کوتاہی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ گوشہ نشینی، سستی اور لوگوں سے دوری کا خوگر بنے گا، اور جو ہوگیا اس پر ہتھیار ڈال کر بیٹھ جائے گا، اور میدانِ جنگ سے دم دبا کر بھاگ جائے گا۔ اور ظالموں و جابروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیگا۔

اس لیے جہادِ نفس اور جہادِ سیاست میں موازنہ کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جو بچے کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ دنیاوی زندگی میں ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرے، اور ساتھ ہی عبادت و مراقبہ کے ذریعہ اللہ کا حق بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اللہ کے احکامات کو روئے زمین پر نافذ کرے اور جو طواغیت و سرکش احکام اسلام کی مخالفت کرتے ہیں ان کی بیخ کنی کرکے اسلام کا حق بھی ادا کرے، اور ایسی صورت میں اس بچے نے قرآن اور تلوار، اور دین و حکومت، اور عبادت و سیاست سب کو جمع کرلیا ہوگا، اور اس کے بارے میں شاعر کے مندرجہ ذیل اشعار بالکل سچے ہوں گے ؎

شباب ذللوا سبل المعالی	وما عرفوا سوی الإسلام دینا
وہ ایسے نوجوان ہیں جنہوں نے عظیم کاموں کے راستے آسان کرلیے	اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو نہ پہچانا
إذا شہدوا الوغی کانوا کماۃً	یدکون المعاقل والحصونا
جب وہ جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ایسے مسلح فوجی ہوتے ہیں	جو قلعوں اور محفوظ مقامات کو ریزہ ریزہ کردیتے ہیں

وإن جن الظلام فلا تراهم | من الإشفاق إلا ساجدينا
اور جب رات کی تاریکی چھا جائے تو تم انہیں خوفِ | خدا کی وجہ سے سجدہ ہی کی حالت میں دیکھو گے
كذلك أخرج الإسلام قومي | شبابًا طاهرًا حرًا أمينا
اسلام نے میری قوم کو اسی طرح | پاک، صاف آزاد و امانت دار جوان بنایا ہے

★ اور آخری بات یہ ہے کہ مربی ادعیۂ ماثورہ کی تطبیق کے پہلو پر بھی نظر رکھے[1] جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرا دینا چاہییں جو ـــــ صبح وشام، سونے جاگنے، کھانے پینے، پیٹ بھرنے، گھر میں داخل ہونے، وہاں سے نکلنے، کپڑا پہننے اس کے آتارنے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح سفر کی دعائیں، استخارہ کی دعا، بارش کی دعا، چاند دیکھنے کی دعا، بے خوابی، بیماری وغم وغیرہ کی وہ دعائیں جو اس سلسلہ میں ماثور ومنقول اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔

بلا شبہ اگر مربی بچوں کو یہ ماثور دعائیں سکھا دے گا اور ان کو یاد کرائے گا، اور اسے ان اوقات پر ان کے پڑھنے کی ترغیب دے گا، تو اس سے بچے میں اللہ کا خوف وخشیت بڑھے گی، اور اس کے دل میں تقویٰ جاگزین ہوگا، اور مراقبہ ومحاسبہ کی عادت پڑے گی، جو بچے کی ایمانی واخلاقی تربیت اور روحانی ونفسیاتی ومعاشرتی شخصیت سازی کے لیے بڑے مؤثر عوامل ہیں، ایسی صورتحال میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال وافعال صحیح ہو جائیں گے، اور پھر وہ بچہ پاکیزگی، طہارت، صفائی وبراءت میں روئے زمین پر چلنے والے فرشتے کی مانند ہوگا۔

ضمیر کے بیدار کرنے اور اللہ جل شانہ کے مراقبہ کے سلسلہ میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إذا ما خلوت الدهر يومًا فلا تقل | خلوت ولكن قل عليّ رقيب
اگر تم کبھی خلوت میں ہو تو یہ ہرگز نہ کہنا | کہ میں تنہا واکیلا تھا بلکہ یہ کہو کہ مجھ پر میرا رقیب ونگران موجود ہے
ولا تحسبن الله يغفل ساعةً | ولا أن ما تخفيه عنه يغيب
اور یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ایک گھڑی کیلیے بھی غافل ہے | اور نہ یہ کہ تم جو کچھ چھپا رہے ہو وہ اس سے مخفی رہیگا

اے مربی صاحبان دیکھ بھال کے سلسلہ میں اسلام کا انداز ومنہج یہ ہے، اور جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کر لیا یہ ایک نہایت سیدھا سادھا منہج ہے، اگر آپ اس کی بنیادی باتوں اور تعلیم پر عمل کریں گے اور اس کے طریقہ پر چلیں گے، اور قواعد کو اپنائیں گے تو آپ کا بیٹا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور معاشرہ کی تعمیر میں اچھی اینٹ اور امتِ اسلامیہ کے جسم کا ایک نفع بخش اور اہم ترین عضو بن جائے گا۔ اس لیے اے مربی محترم بچے کی خوب دیکھ بھال کیجیے، اور وہ جس جگہ جائے آپ بھی اس کے

---

[1] ملاحظہ ہو امام نووی کی "کتاب الاذکار" اور شیخ عبداللہ سراج الدین کی "کتاب الأدعیة والأذکار" اور امام شہید کی "کتاب المأثورات" مربی حضرات کو ان کتب میں وہ تمام ماثور دعائیں مل جائیں گی جو انہیں بچوں کو سکھانا چاہییں۔

ساتھ جائیں، آپ بذاتِ خود بھی اس کے ساتھ ہوں، اور اپنی افکار اور اہتمام کو بھی اس کے ہمراہ رکھیں اور دیکھ بھال و رفاقت کے ذریعہ بھی اس کے ساتھ رہیں۔

اس کے ایمان، اس کی روحانیت، اس کے اخلاق، اس کے علم، اس کے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اس کے نفسیاتی حالات، اس کے مزاج، غرضیکہ ہر چیز میں ــ اس کی ہر حالت پر نظر رکھیں تاکہ آپ کا بیٹا آدمی اور ایسا متقی مؤمن بنے جس کا دلوں میں احترام ـــ اور نفوس میں عظمت، اور لوگوں میں مکانت و مرتبت ہو، اور یہ کوئی بعید بھی نہیں بشرطیکہ آپ اس کی اچھی تربیت کریں، اور اس کی دیکھ بھال کریں، اور اس کے سلسلہ میں آپ پر جو ذمہ داریاں و فرائض اور حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو ادا کریں۔

⑤ عقوبت وسزا کے ذریعہ تربیت

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض و مقصد کے لیے نافذ و مقرر کیے گئے ہیں تاکہ ان بنیادی ضروریات کی حفاظت ہو سکے جن سے کوئی انسان بھی نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ ان کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ ان احکام کو ائمہ مجتہدین اور اصولِ فقہ کے علماء نے پانچ امور میں محصور کیا ہے اور ان کا نام ضروریات خمسہ یا کلیاتِ خمسہ رکھا ہے، جو یہ ہیں: دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عزت و آبرو کی حفاظت، عقل کی حفاظت اور مال کی حفاظت، اور ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی نظام میں جو بھی احکام و بنیادی اصول و قواعد اور قوانین ہیں ان سب کا مقصد ان کلیات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال و رعایت ہے۔

ان کلیات کی حفاظت کے لیے شریعت نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں، جو ہر اس شخص پر لاگو ہوں گی جو ان کی خلاف ورزی کرے گا ان احکامات کو توڑے گا یا ان کی حدود کو پھلانگے گا۔

شریعت میں یہ سزائیں حدود اور تعزیرات کے نام سے معروف ہیں۔

حدود وہ سزائیں ہیں جنہیں شریعت نے اللہ کے حق کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے، تو گویا حدود اللہ تعالیٰ کے حق کی حفاظت کے لیے لاگو ہوتی ہیں، اور یہ حدود درج ذیل ہیں:

۱۔ **مرتد ہونے کی سزا** قتل ہے، اگر ایسا شخص دین کے ترک اور الحاد پر باقی رہنے پر اصرار کرے اور توبہ کرنے پر راضی نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا، اور اس کو نہ غسل دیا جائے گا، نہ کفن، نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

اس سزا کی بنیاد وہ روایت ہے جسے امام احمد و اربابِ صحاحِ ستہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لا یحل دم امرئ مسلم إلا بإحدی ثلاث: الثیب الزانی، والنفس بالنفس والتارك لدینه، والمفارق للجماعة» وعنه أیضًا	کسی مسلمان کا خون بہانا درست نہیں سوائے تین باتوں میں سے ایک کے: ایک تو وہ شخص جو شادی شدہ ہو اور زنا کرے، اور دوسرا وہ جو قتل کرے تو اس کو اس کے بدلے قتل کیا جائے گا، اور تیسرا وہ شخص جو اپنا دین چھوڑ دے اور جماعتِ (مسلمین) سے جدا ہو جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ

((من بدل دینہ فاقتلوہ)). وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے اسے قتل کردو۔

۲۔ **کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا** اگر کوئی شخص کسی شخص کو جان بوجھ کر عمداً قتل کردے تو اس کی سزا قتل ہی ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ۭ)). البقرہ۔

اے ایمان والو تم پر فرض ہوا قصاص (برابری کرنا) مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۳۔ **چوری کی سزا** پہنچے سے چور کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اگر چوری بلاضرورت واضطرار کے ہو، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ ۭ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ)). المائدہ۔۳۸

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو سزا میں اس کمائی کی، تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۴۔ **حد قذف** کسی عورت پر تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے اور ایسے شخص کی گواہی کا قبول نہ کرنا ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَاۗءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا ۚ وَاُولٰۗىِٕکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ)) النور۔۴

اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں، تو انہیں اسّی درے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں۔

۵۔ **حد زنا** اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں، اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا مرنے تک سنگسار کرنا ہے۔

سو کوڑے اس لیے لگائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ)). النور۔۲

زناکار عورت اور زناکار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کے سو سو درے مارو۔

امام شافعی کے یہاں ایسے زانی مرد و عورت کو بلا کسی امتیاز کے ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ یہ احادیث سے ثابت ہے، البتہ امام ابوحنیفہ کے یہاں شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں یہ مصلحت و ضرورت پر محمول ہے کہ اگر حاکم و قاضی اس کی ضرورت سمجھے تو ایسا کرے۔

موت تک رجم اس لیے کیا جائے گا کہ حضرت ماعز بن مالک اور غامدی عورت کے قصہ میں آتا ہے کہ چونکہ یہ دونوں شادی شدہ تھے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ؔ دیا۔

۶۔ **زمین میں فساد پھیلانے کی سزا** | قتل یا سولی پر چڑھانا، یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا، یا ملک بدر کرنا ہے، جمہور فقہاء جن میں امام شافعی و احمد بھی داخل ہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا لیکن سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا، اور اگر مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے گا، اور اگر دہشت گردی کی ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو ان کو ملک بدر کر دیا جائے گا، یہ قول امام ابوحنیفہ کے قول کے قریب قریب ہے ات یہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے کہ جو سزا مناسب اور مصلحت پر مبنی سمجھتا ہو وہ دے، اس سلسلہ میں اصل اللہ ی کا مندرجہ ذیل فرمان مبارک ہے:

((اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡ اللّٰہَ وَرَسُوۡ	) سزا ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے
وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ	ائی کرتے ہیں اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان
یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ	کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ
خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِکَ	اور پاؤں کاٹے جائیں مخالف جانب سے، یا اس جگہ سے
لَهُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ	دور کر دیے جائیں۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان
عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۙ)) المائدہ۔۳۳	کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۷۔ **شراب نوشی کی سزا** | چالیس سے اسّی کوڑے تک ہے۔

اس لیے کہ مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے شراب نوشی کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چالیس کوڑے شمار کیے تھے، اور شوکانی نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوش کو دو ٹہنیوں سے چالیس کوڑے لگائے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر چالیس کوڑے لگائے۔

اسّی کوڑے لگانے کی سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز ہے، انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس کی سزا اسّی کوڑے مقرر کیے جائیں، اس لیے کہ وہ اس وقت یہ دیکھ رہے تھے کہ بعض لوگ شراب نوشی میں مصروف ہیں، ان حضرات نے اسی کوڑے حجت و دلیل سے مقرر کیے تھے، اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ے یہ قول منقول ہے کہ انسان جب شراب نوشی کرے گا تو نشہ میں مست ہو جائے گا، اور جب نشہ ہو جائے گا تو بکواس کرے گا، اور جب بکواس کرے گا تو افتراء و بہتان لگائے گا، تو گویا ان حضرات نے اس کو حدِ قذف (تہمت لگانے کی سزا) پر قیاس کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کے بعد اسّی کوڑے سزا مقرر کر دی حالانکہ اس سے قبل وہ بھی

چالیس کوڑے ہی لگوایا کرتے تھے۔

اس لیے شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑے ہے، ہاں اگر امام چاہے اور یہ سمجھے کہ چالیس کوڑے شراب نوشی سے روکنے کا ذریعہ نہ بنیں گے تو اسّی تک مار سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

تعزیرات ایسی سزائیں ہیں جو متعین طور پر مقرر نہیں ہیں اور یہ تعزیرات ہر ایسی معصیت وگناہ پر لاگو ہوتی ہیں جن پر کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ ہو، اور یہ اللہ یا کسی انسان کے حق کے طور پر آتی ہیں جیسے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے زجر وتنبیہ اور تادیب کے لیے سزا دینا۔

اور چونکہ تعزیری سزا غیر متعین ہے اس لیے حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھے تجویز کرے چنانچہ کبھی ڈانٹنے ڈپٹنے سے کام بن جائے گا، اور کبھی مارنا پیٹنا پڑے گا، کبھی قید وبند میں گرفتار کرنا ہوگا، اور کبھی ملک بدر کرنا کافی ہوگا لیکن تعزیرات میں یہ خیال رکھا جائے گا کہ وہ مقررہ حدود میں سے کسی حد کے برابر نہ ہوجائیں بلکہ اس سے کم درجہ کی ہی رہیں۔

کوئی بھی دو آدمی اس میں شک نہیں کریں گے کہ اسلام نے حدود وتعزیرات پر مبنی یہ سزائیں اس لئے مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں کو امن واستقرار پر مشتمل ہنسی خوشی کی زندگی حاصل ہو۔ اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر زیادتی نہ کرے، اور کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم واستبداد نہ کرے، اور کوئی مالدار کسی غریب وفقیر پر حکم نہ چلائے، بلکہ سب کے سب حق کے میدان اور اللہ کے دربار میں برابر ہیں، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی سفید کو سیاہ پر سوائے تقویٰ کے فضیلت حاصل نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمانِ مبارک کا یہی مطلب ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾۔ بقرہ۔ ۱۷۹

اور اے عقلمندو تمہارے لیے قصاص میں بڑی زندگی ہے تاکہ تم بچتے رہو۔

اور یہی نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے درج ذیل فرمانِ مبارک کا مقصد ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر (العیاذ باللہ) بالفرض فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرلیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔

سزا خواہ کوئی سی بھی ہو چاہے قصاص کی ہو یا تعزیر کی بہر حال وہ قوموں کی اصلاح اور لوگوں کے امراض کا مفید ترین علاج ہے جس سے تمام عالم انسانی میں امن واستقرار کے ستون مضبوط ہوتے ہیں، اور جو قوم بھی اپنے مجرموں کو سزا دیے بغیر زندگی گزارتی ہے وہ ایک ایسی آزاد، بے راہ رو، اور شکستہ ومنتشر قوم ہوتی ہے جس کے روابط وتعلقات پارہ پارہ ہوتے ہیں، اور وہ مستقل دائمی انتشار ولاقانونیت کا شکار رہتی ہے، اور مجرمانہ زندگی میں مست وبے خود الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہے، جس کی سب سے بڑی مثال ہمارے سامنے امریکہ کی ہے، اس لیے کہ ان کے جدید علماء

تربیت کی اکثریت سزا سے نفرت دلاتی ہے، اور اس کا نام بھی زبان پر لانا پسند نہیں کرتی، بلکہ اس سلسلہ میں خوب پروپیگنڈہ نشر کیا گیا، اور ایسا نظام و قانون وضع کیا گیا جو اس نظریہ کا علمبردار اور اس خواہش کا تکمیل کنندہ ہو، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں ایک آزاد بے راہ رو ذمہ داری کے احساس سے جان چھڑانے والا اور فساد و جرم اور گناہ کا رسیا معاشرہ وجود میں آگیا جس کی وجہ سے ۱۹۶۲ء میں سابق سربراہ کنیڈی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے اس لیے کہ اس کی نوجوان نسل آزاد بے راہ رو اور شہوات و جنسیات میں مستغرق ہے، جو اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے پر بھی قادر نہیں جو اس کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے، اور ہر ان سات نوجوانوں میں سے جو فوجی بھرتی کے لیے پیش ہوتے ہیں چھ فوجی بھرتی کے قابل نہیں ہوتے اس لیے کہ جنس اور اخلاق و ذمہ داری کے احساس کی قیود سے آزاد ہونے نے ان کی نفسیاتی اور جسمانی صلاحیت کو تباہ کر دیا ہے[1]۔

اور امریکی معاشرے کی تربیت کرنے والی عورت "مارگریٹ اسمتھ" نے بھی اسی طرح کا ایک بیان لبنانی اخبار "الاحد" کو دیا تھا، جو اس کے ۶۵۰ ویں نمبر میں شائع ہوا تھا کہ: طالبات کو سوائے اپنے جنسی جذبات اور ان وسائل کے جو ان کی اس خواہش کے مطابق ہوں کسی اور چیز کی قطعاً فکر نہیں ہے۔ اور سو میں سے ساٹھ فیصد طالبات امتحانات میں ناکام ہو گئیں ہیں، جس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اپنے اسباق اور مستقبل کی فکر سے زیادہ جنس کی فکر میں مگن اور منشیات میں مشغول رہتی ہیں، اور ان میں سے سو میں سے صرف دس فی صد ہی پاک صاف رہتی ہیں۔

• یہ ان مجرمانہ سرگرمیوں کے عادی ٹولوں اور جماعتوں کے علاوہ ہے جو امریکہ میں ہر طرف منتشر ہیں، جو سب کے سب جانوں کے لیے بھی خطرہ ہیں اور مال و دولت کے لیے بھی، عزت و آبرو کے لیے بھی خطرہ ہیں اور عمومی طور سے امن و استقرار و استحکام کے لیے بھی، جس کا اصل سبب سزا دینے میں سستی اور تربیت میں نرمی و تسامح کا پہلو اختیار کرنا، اور مجرموں کا سخت علاج نہ کرنا اور آئندہ کے لیے جرم سے باز رکھنے والی سزاؤں اور فیصلہ کن سختی کے ذریعہ مؤاخذہ نہ کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بندوں کے لیے سزاؤں کے قانون کو مقرر کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ ان کے لیے کیا مناسب ہے، اگر اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ سزا فرد کے لیے امن، اور معاشرے کے لیے استقرار کا موجب ہوگی تو وہ قطعاً ان حدود کو مقرر نہ کرتا، اور اپنے ابدی قانون میں ان سخت ترین سزاؤں کو مشروع نہ کرتا، یہ سزائیں تو درحقیقت معاشرہ کو فساد پھیلانے والوں کے فساد و جرم اور خیانت کرنے والوں کے غدر اور ظالموں کے ظلم سے بچانے کا کامیاب ترین علاج اور شفا بخش نسخہ ہیں۔

خلفاءِ راشدین نے اس زمانے میں اسلامی سزاؤں کے ان قوانین کو نافذ کر کے اس بات کی دلیل و شاہد پیش کر دیا

---

[1] ملاحظہ ہو جارج بالوشی کی کتاب "الثورة الجنسية"۔

تھا کہ ان کے ذریعہ سے اسلامی معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہوگیا، اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی کو قتل یا چوری یا آبرو لوٹنے یا شراب نوشی یا غلط باطنی عقیدہ یا فاسد نظریہ کی طرف کھلم کھلا کوئی دعوت دینے کی خبر سننے کو ملے، یہ سب آخر کیوں تھا؟ یہ اس لیے ہوا تھا کہ حکومت کی آنکھ بیدار اور شرعی سزائیں نافذ ہوتی تھیں۔ اور منکر و برائی کے ازالہ میں ایک دوسرے کا تعاون اور مفسدین کے ہاتھ پکڑنے کا رواج تھا، بلکہ اس زمانے کے قاضی اور خصوصاً خلفاء راشدین کے دور کے بعض قاضی تو قضاء کے منصب پر دو دو سال فائز رہے لیکن کوئی دو آدمی بھی ان کے پاس مقدمہ لے کر نہ آئے، اس لیے کہ جو مجرم جرم کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا اگر اس کے پاس ایمان کی ایسی قوت نہ ہوتی جو اس جرم سے روک دے، اور اگر اس کو خدا کا اتنا خوف نصیب نہ ہوتا جو اس گناہ سے روکنے کا ذریعہ بنے تو وہ ان زبردست سزاؤں کے بارے میں سینکڑوں بار سوچا کرتا تھا جو اسلام نے مقرر کر رکھی تھیں، لہٰذا وہ قتل کرنے سے اس لیے رکتا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اسے بھی سزا کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، اور چوری کرنے سے اس لیے باز رہتا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور حرام کاری سے اس لیے دور رہتا تھا کہ اسے پتہ تھا کہ اسے یا تو سنگسار کر دیا جائے گا یا کوڑے مارے جائیں گے، اور کفر و الحاد و لادینیت کی طرف دعوت دینے سے اس لیے رکتا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اس کی گردن زنی کر کے نیست و نابود کر دیا جائیگا۔ اور اس طرح سے سخت ترین سزاؤں اور جرم و گناہوں پر سخت گیری کی وجہ سے ہر شخص ـــــ معاشرتی جرائم و مجرمانہ زندگی اختیار کرنے سے رک جاتا تھا۔

وہ سزائیں جو حکومت کے دائرۂ اختیار میں آتی ہیں اور وہ سزائیں جنہیں والدین کو خاندان میں اور مربیوں کو مدارس میں اختیار کرنا پڑتا ہے، ہمیں ان میں فرق کرنا چاہیے:

جس جرم کی اطلاع حکومت کو ملے اگر اس کی سزا حدود کے قبیل سے ہو تو اس میں حاکم کو کسی قسم کی چشم پوشی یا تساہل نہیں برتنا چاہیے اور کسی سفارش کو قبول نہیں کرنا چاہیئے، اور نہ ہی اس کو نافذ ہونے کے درمیان کسی رکاوٹ و حائل کو آڑے آنے دینے کی اجازت دینا چاہیے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی سے حضرت اسامہ ابن زید کی وہ سفارش رد کر دی تھی جو انہوں نے ایک چور مخزومی عورت کے سلسلہ میں آپ سے کی تھی، پھر آپ لوگوں کی مجلس میں تشریف لائے اور ان کو اس بات پر متنبہ فرمایا کہ امتوں کے انحطاط و زوال کا سبب ہی ظالموں کے راستے کو اختیار کرنا اور عدل و انصاف کا نافذ نہ کرنا ہے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((أما بعد ، فإنما أهلك الذين من قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه ، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا	حمد و ثنا کے بعد، (یاد رکھو) تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے ہلاک کیا تھا کہ اگر ان میں کوئی شریف (اور بڑا) آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے، اور اگر کوئی کمزور و معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد لگا دیا کرتے

عليه الحد، وإني والذي نفسي بيده لو أن فاطمة بنت محمد (صلى الله عليه وسلم) سرقت لقطعت يدها»۔

تھے ۔۔۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اگر بالفرض فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم، العیاذ باللہ) بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

٭ ٭ ٭

پھر آپ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

اور اگر کوئی سزا تعزیرات کی قبیل سے ہو تو اس کا نافذ کرنا بھی ضروری ہے، لیکن اس میں سزا کی مقدار کیا ہو یہ معاملہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے، جو وہ مناسب سمجھے دے دے، جو تنبیہ و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) سے مارپیٹ، قید و بند، وملک بدری تک ہو سکتی ہے۔

تعزیرات میں لوگوں کی عمر، حیثیت، منزلت وثقافت کے اعتبار سے فرق پڑتا ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں معمولی سی نصیحت کافی ہو جاتی ہے اور بعض کو ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے، اور بعض کو بغیر ڈنڈے کے کام نہیں چلتا، اور بعض اس وقت تک قابو میں نہیں آتے جب تک انہیں جیل میں نہ ڈالا جائے، اور بعض کو... اور بعض کو... اور واقعی کسی نے سچ کہا ہے:

العبد يقرع بالعصا	والحر تكفيه الإشارة
غلام کو تو ڈنڈے سے سزا دی جاتی ہے	اور آزاد و شریف آدمی کو اشارہ کافی ہوتا ہے

لیکن وہ سزائیں جو مربی گھر یا مدرسے میں دیتے ہیں وہ کمیت وکیفیت اور طریقے کے اعتبار سے عام لوگوں کو دی جانے والی دوسری سزاؤں سے مختلف ہوتی ہیں۔

مربی حضرات کے سامنے وہ طریقہ پیش کیا جاتا ہے جسے دینِ اسلام نے بچوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے:

۱۔ اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے۔

★ امام بخاری اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ "نرمی اختیار کرو اور سختی اور فحش گوئی سے بچو"۔

★ اور آجری روایت کرتے ہیں کہ "سکھاؤ لیکن سختی نہ کرو"۔

★ اور امام مسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور ان دونوں سے فرمایا: نرمی و آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا لیکن نفرت مت دلانا۔

★ اور حارث وطیالسی وبیہقی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں: تعلیم دو مگر سختی مت کرو، اس لیے کہ معلم سختی کرنے والے سے بہتر ہوتا ہے۔

ان نبوی توجیہات کا اثر یہ ہوگا کہ بچے پر سب سے پہلے یہ بات اثر انداز ہوگی کہ اس کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اور اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔

نرمی وپیار کے برتاؤ کے اصل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود بچوں کے ساتھ ملاطفت ونرمی سے پیش آیا کرتے تھے، جس کی بہت سی مثالیں اور شواہد ہم "نمونہ ومقتدیٰ کے ذریعہ تربیت" کی بحث میں پیش کرچکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اور ان کے ساتھ کتنا پیار اور نرمی و ملاطفت اختیار کرتے تھے، اور ان سے کتنی دل لگی کیا کرتے تھے، لہٰذا اس بحث کو ملاحظہ کرلیجیے وہاں تشفی کا پورا سامان اور اس موضوع سے متعلق اچھی بحث مل جائے گی۔

۲۔ خطا کار بچے کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت رکھنا:

بچے ذکاوت وسمجھ داری اور اخذ کے مادے میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں، جیسے کہ شخصیات کے لحاظ سے ان کے مزاج بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتے ہیں، چنانچہ بعض بچے ٹھنڈے صلح جو ہوتے ہیں اور بعض معتدل مزاج کے مالک ہوتے ہیں۔ اور بعض سخت اور اکھڑ مزاج کے مالک ہوا کرتے ہیں، یہ سب چیزیں موروثی بھی ہوتی ہیں، اور ماحول ومعاشرے کے اثرات اور تربیت وپرورش کے نتائج بھی ہوتے ہیں۔

چنانچہ بعض بچوں کی اصلاح وتنبیہ کے لیے ان کی طرف صرف ترچھی وتیز نگاہ سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے، جبکہ دوسرا بچہ سزا میں سختی وڈانٹ ڈپٹ کا بھی محتاج ہوتا ہے، اور کبھی مربی کو اصلاح ونصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد ڈنڈے ومارپٹائی کے استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

مسلمان علماءِ تربیت جن میں ابنِ سینا، عبدری وابن خلدون بھی داخل ہیں۔ کے یہاں مربی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ بچوں کو سزا دے مگر بوقت ضرورتِ شدیدہ، اور مربی کو مار پیٹ قطعاً اختیار نہیں کرنا چاہیے مگر ڈانٹ ڈپٹ، وعد وعید اور دیگر ذرائع کے اختیار کرنے کے بعد تاکہ بچے کی اصلاح کا مطلوبہ اثر حاصل ہو، اور اس کی اخلاقی و نفسیاتی تربیت وتعمیر ہو۔

علامہ ابنِ خلدون نے اپنی کتاب "مقدمہ" میں یہ لکھا ہے کہ بچے کے ساتھ زیادہ سختی کا رویہ اختیار کرنا اس کو بزدلی دکاہلی اور زندگی کی سختیاں برداشت کرنے سے گریز کا عادی بنا دیتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: جس کی تربیت سختی ودرشتی سے ہوگی خواہ وہ طالب علم ہوں یا خادم یا غلام ان پر قہر چھا جاتا ہے اور نفس کا انبساط ختم اور نشاط فنا ہوجاتا ہے، اور وہ سست اور کاہل بن جاتے ہیں، اور یہ صورت حال ان کو جھوٹ وعیاری سکھاتی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ

سے ان ہاتھوں کی سختی سے بچ سکیں جو ان پر سختی کے عادی ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ ناپسندیدہ دھوکہ بازی سیکھ لیتے ہیں، اور یہ چیزیں ان کی طبیعت وعادت بن جاتی ہیں اور ان میں انسانیت اور اس کی صفات ختم ہو جاتی ہیں۔

پھر ابن خلدون نے ان خراب نتائج اور برے اثرات کو خوب کھول کر بیان کیا ہے جو بچے پر سختی اور شدت اور سخت گیری کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: جس بچے کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے کیوں کہ وہ خود اپنی شرافت اور خاندان کی عزت کی طرف سے مدافعت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ حماست وشجاعت اور حمیت وغیرت سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ فضائل وکمالات اور اچھے اخلاق کے حاصل کرنے سے بھی رک جاتا ہے، اور اس طرح سے اس کا نفس اپنی منتہا اور انسانیت کے عروج تک پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔

علامہ ابن خلدون نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ سب کا سب وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور رہنمائی کی ہے۔ جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نرمی ملاطفت اور پیار سے کام لینا چاہیے، اور یہ پورا کا پورا وہی نرم وپیار بھرا معاملہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بچوں کے ساتھ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ اس حکیمانہ علاج کے ساتھ بھی جوڑ کھاتا ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مشکلات دور کرنے اور معاشرے کے افراد کی عمروں کے تفاوت اور طبقات کے اختلاف کے باوجود ان کی پریشانیوں کے حل کے لیے اختیار فرمایا کرتے تھے، بلکہ سلفِ صالحین اور بڑے مناصب کے مالک اپنے بچوں کی تربیت حکمت، نرمی وپیار سے کیا کرتے تھے، اور سخت سزاؤں کی جانب صرف اس وقت مجبور ہوتے تھے جب سمجھانے وڈانٹنے ڈپٹنے سے کام نہ چلے، چنانچہ کتبِ تاریخ میں آتا ہے کہ خلیفہ رشید نے اپنے بچے کے استاذ احمر سے یہ فرمایا: آپ کوئی گھڑی ایسی نہ گزرنے دیں جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور بچے کو فائدہ نہ پہنچایا جائے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کو غمگین بھی نہ کریں جس سے اس کا ذہن مردہ ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ مسامحت وچشم پوشی میں اتنا مبالغہ نہ کریں جس سے وہ فراغت کو اچھا سمجھنے لگے اور اس کا خوگر ہو جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے اس کی اصلاح نرمی وپیار سے کریں، اگر اس سے کام نہ چلے تو پھر سختی وترشی کو بھی اختیار کر لیں۔ اس قسم کی مثالیں بہت کثرت سے موجود ہیں جنہیں ہم نے کتاب تربیت الاولاد کی تینوں قسموں میں مختلف جگہ ذکر کیا ہے۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مربی کو مناسب سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیے، اور ایسی سزا دینا چاہیے جو بچے کی ذکاوت، ثقافت اور مزاج کے موافق ہو، اور ساتھ ہی اس کو چاہیے کہ سزا کو بالکل آخری درجہ میں رکھے اور بالکل اخیر میں اس سے کام لے۔

۳۔ سزا دینے میں معمولی سے سخت سزا کے اختیار کرنے میں تدریج سے کام لینا چاہیئے:

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ مربی بچے کو جو سزا دینا چاہے اسے بالکل آخری مرحلہ میں اختیار کرنا چاہیے، جس کا مطلب

یہ ہے کہ بچے کی اصلاح اور سزا دینے کے چند مراتب و مراحل ہیں جنہیں مربی کو مار پیٹ سے پہلے اختیار کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہو سکتا ہے کہ انہی سے کام چل جائے اور بچے کی اصلاح ہوجائے اور اس کی حالت سدھر جائے اور اس کا اخلاقی و معاشرتی معیار بلند ہوجائے اور وہ ایک صحیح انسان بن جائے۔

اس لیے کہ مربی طبیب و معالج کی طرح ہوتا ہے (جیساکہ امام غزالی فرماتے ہیں) اور جیساکہ طبیب کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نقصان اور ضرر کے ڈر سے بیماروں کا علاج ایک ہی طریقے سے کرے اسی طرح مربی کے لیے بھی یہ درست نہیں کہ وہ بچوں کی مشکلات اور ان کی کجی کا علاج ڈانٹ ڈپٹ سے صرف اس ڈر سے کرے کہ بعض بچوں میں انحراف و کجی بڑھ نہ جائے یا بعض بچے گندی حرکات کے خوگر نہ ہو جائیں، لہٰذا ہر بچے کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو اس کے مناسب ہو، اور اس سبب کو تلاش کرنا چاہیے جو اس غلطی کا موجب بنا ہے۔ اور اس کی عمر اور تہذیب و ثقافت اور اس ماحول کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے جہاں سے اس نے یہ سیکھا ہے، یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو مربی کو بچے کے انحراف کی علت تک پہنچنے اور اس کے مرض کی تشخیص میں مددگار ثابت ہوں گی۔ جس کے بعد اس کے لیے مناسب علاج تجویز کرنا آسان ہوگا۔ اور مربی جب بیماری کو جان لے گا اور بیماری کے سبب تک پہنچ جائیگا تو وہ مناسب علاج بھی کر سکے گا، اور بچے کے ساتھ بہتر طریقہ کو بھی اختیار کر سکے گا تاکہ آخر کار بچہ صحیح لوگوں کے زمرے اور متقیوں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے انحراف کو دور کرنے اور ان کی کجی کی اصلاح اور ان کی اخلاقی و نفسیاتی تعمیر و شخصیت سازی کے لیے مربیوں کے سامنے نہایت واضح و روشن طریقے مقرر کیے ہیں، تاکہ مربی ان کو اختیار کریں، اور ان کی اصلاح و علاج کے لیے بہتر سے بہتر کا انتخاب کریں، اور آخر کار بچے کی اصلاح و تربیت میں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ اور اسے نیک صالح مومن متقی بنالیں۔

وہ طریقے جو معلمِ اوّل نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ رہنمائی اور صحیح بات بتانے کے ذریعہ غلطی کی اصلاح کرنا:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت چھوٹا سا بچہ تھا، کھانے کے برتن میں میرا ہاتھ ادھر اُدھر چلاجایا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

«یا غلام سم اللہ، وکل بیمینك، وکل مما یلیك»۔

لڑکے اللہ کا نام لیکر شروع کرو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

ملاحظہ فرمائیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کی غلطی کی اصلاح اچھی نصیحت اور مختصری بلیغ رہنمائی کے ذریعے کس طرح سے فرمائی۔

۲۔ نرمی و ملاطفت سے غلطی پر متنبہ کرنا:

امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مشروب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اسے نوش فرمایا، آپ کی دائیں جانب ایک نوعمر بیٹھے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ شیوخ تشریف فرما تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوان سے فرمایا: مجھے اجازت دو تاکہ میں ان لوگوں کو دے دوں؟ (یہ فرمانا آپ کی طرف سے ملاطفت و نرمی کے اظہار کیساتھ ساتھ ایک قسم کی تعلیم و رہنمائی بھی تھی) ان نوجوان نے کہا: نہیں! بخدا میں آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر کسی اور کو ہرگز ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مشروب ان نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا، یہ نوعمر نوجوان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ چاہا کہ ان نوجوان کو بڑوں کا ادب سکھا دیں کہ انہیں اپنے پینے کے حق پر ان کو ترجیح دے دینا چاہیے اور یہی افضل و بہتر ہے اس لیے آپ نے ان سے اجازت طلب کی اور ان کی رہنمائی کے لیے نہایت نرمی و ملاطفت سے یہ فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دو گے کہ میں ان لوگوں کو پہلے دے دوں؟

۳۔ غلطی کی جانب اشارۃً متوجہ کرنا:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے، قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئیں تو حضرت فضل ان کی طرف دیکھنے لگے اور وہ حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیرنے لگے ان صاحبہ نے یہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے اپنے بندوں پر حج کا فریضہ مقرر کیا ہے وہ میرے والد پر ایسی حالت میں فرض ہوا ہے کہ وہ بہت ضعیف و عمر رسیدہ ہیں، سواری پر ٹک بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

اس واقعہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کی غلطی کی اصلاح اس طرح کی کہ دیکھنے والے کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا اور اس کا حضرت فضل پر اثر بھی پڑا۔

۴۔ ڈانٹ کر غلطی پر متنبہ کرنا:

امام بخاری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو میں نے برابھ

کہا اور اسے اس کی ماں کا طعنہ دیا، اور کہا : اے کالی عورت کے بیٹے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر کیا تم نے اسے اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم تو ایک ایسے آدمی ہو جس میں زمانہ جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے، یہ تمہارے بھائی اور مددگار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کنٹرول میں دیا ہے، لہٰذا جس شخص کے زیر اثر اس کا بھائی ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھاتا ہے وہ اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے وہ اسے پہنائے، اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہوں، اور اگر ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو ان کی اعانت و مدد کرو۔

دیکھ لیا آپ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کی اس غلطی کا کس طرح علاج فرمایا کہ جب انہوں نے ان صاحب کو کالے پن سے عار دلایا تو آپ نے ان کو ملامت کی اور ڈانٹا جس پر آپ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے : اے ابوذر تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور پھر اس موقعہ کی مناسبت سے انہیں سمجھایا اور ان کی صحیح رہنمائی کی۔

۵۔ قطع تعلق کے ذریعہ غلطی پر تنبیہ کرنا:

امام بخاری و مسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر مارنے سے منع فرمایا اور یہ فرمایا: اس سے نہ تو شکار کو قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے ہاں اس سے آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور دانت ٹوٹ سکتا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے ایک عزیز نے کنکری ماری، انہوں نے ان صاحب کو اس سے منع کیا اور ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری پھینک کر مارنے سے منع فرمایا، اور یہ فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو شکار کو شکار کیا جا سکتا ہے... ان صاحب نے پھر کنکری پھینک ماری تو حضرت عبداللہ نے ان سے فرمایا: میں تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا رہا ہوں کہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن تم نے پھر کنکری پھینکی جاؤ میں تم سے کبھی بھی بات نہیں کروں گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بات کرنے سے منع کر دیا اور پچاس دن تک یہ بائیکاٹ جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی توبہ کے قبول کرنے کو نازل فرمایا

علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے مرتے دم تک بائیکاٹ و مقاطعہ رکھا اس لیے کہ انہوں نے ایک اس حدیث پر عمل نہیں کیا تھا جو ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکیں۔

ان واقعات سے آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت غلطی کی اصلاح اور کجی کے دور کرنے کے لیے اس وقت تک مقاطعہ و بائیکاٹ کیا کرتے تھے جب تک وہ شخص

صحیح راستہ پر نہ آجائے۔

۶۔ مارپیٹ کر غلطی پر متنبہ کرنا :

ابوداؤد وحاکم رحمہا اللہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز نہ پڑھنے پر ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو۔

اور سورۂ نساء میں ارشادِ ربانی ہے :

((وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۔)). النساء۔ ۳۴

اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو، پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو ان پر الزام کی راہ مت تلاش کرو۔

دیکھ لیجیے کہ مارپیٹ کے ذریعہ سزا دینا ایک ایسی چیز ہے جسے اسلام نے برقرار رکھا ہے، لیکن اس کا مرحلہ بالکل اخیر میں ہے اس سے پہلے وعظ ونصیحت اور پھر مقاطعہ وبائیکاٹ سے کام لیا جائے گا۔ اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ مربی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ سخت سزا کو وہاں اختیار کرے جہاں معمولی سزا سے کام چل سکتا ہو، تاکہ مارپیٹ سب سے سخت ترین سزا رہے، اور اس کو اسی وقت اختیار کرنا چاہیے جب اصلاح ورہنمائی کے دوسرے تمام طریقے ناکام ہو جائیں، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بھی اہلیہ کو کبھی بھی نہیں مارا ہے۔

۷۔ مؤثر ترین سزا کے ذریعے غلطی پر متنبہ کرنا :

قرآنِ کریم نے مؤثر ترین سزا کے اصول کو مندرجہ ذیل آیت میں مقرر کیا ہے ارشاد ہے :

((اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اِلٰی قولہ تعالیٰ : وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ)) النور۔ ۲

زناکار عورت اور زناکار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو... اور چاہیے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے۔

اس سزا کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ سزا تمام لوگوں کے سامنے ہوگی اور ہر طرح کے لوگ جمع ہوں گے تو اس کا اثر بہت زیادہ ہوگا اور اس سے بہت سخت نصیحت حاصل ہوگی، اس لیے کہ جس جماعت اور گروہ کے سامنے یہ سزا دی جائے گی وہ اپنے خیال میں یہ تصور کرے گا گویا کہ یہ سزا اس کو دی جا رہی ہے، اور اس کو اسی طرح تکلیف والم کا احساس ہوگا گویا کہ حقیقۃً اس کو سزا دی جا رہی ہو جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ سزا سے ڈرے گا اور اس خوف سے اس حرکت سے دور رہے گا کہ کہیں اسے بھی یہی عذاب نہ دیا جائے جو ان مجرموں کو دیا جا رہا ہے، چنانچہ قرآنِ کریم کے اس قانون ((وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا...)) کہ ان

کے عذاب کو ایک جماعت دیکھے کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ان شرعی حدود کو لوگوں کے مجمع اور سب کے سامنے نافذ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

اور یہ مثل تو بہت پرانی چلتی آئی ہے کہ: نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے، اور یہی اللہ تبارک وتعالی کے مندرجۂ ذیل فرمانِ مبارک کا مقصد ہے کہ:

((وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ)). البقرہ۔۱۷۹

اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ متقی بن جاؤ۔

اس لیے کہ اس قصاص کی وجہ سے امن وسلامتی عام ہوگی اور اطمینان وسکون حاصل ہوگا۔ اور یہ شریر لوگوں، ظالموں اور مجرموں کے لیے رکاوٹ اور روکنے کا ذریعہ ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جب مربی خطاکار بچے کو اس کے بھائیوں اور ساتھیوں کے سامنے سزا دے گا تو اس سزا کا تمام بچوں پر بہت گہرا اثر پڑے گا اور وہ اپنی خطاؤں اور غلطیوں پر ہونے والی تنبیہ وسزا سے ڈریں گے اور اس طرح انہیں نصیحت وعبرت حاصل ہوگی۔

لہٰذا ان طریقوں اور اسلوبوں کو سامنے رکھتے ہوئے جنہیں معلم اول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا ہے مربی یہ طاقت رکھتا ہے کہ ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے اپنے بچے کی کجی دور کرنے کے لیے اختیار کرے۔ اور بعض اوقات تو علاج کے سلسلہ میں صرف کہنا سننا یا گھورنا یا ہلکی پھلکی لطیف تنبیہ یا اشارہ یا ایک آدھ بات ہی کافی ہوجاتی ہے۔

پھر اگر مربی یہ سمجھے کہ ان اسالیب وطُرق میں سے کسی سے بھی بچے کی غلطی کی اصلاح نہیں ہورہی اور اس کے حالات ٹھیک نہیں ہورہے تو پھر اسے تدریجاً سختی کی طرف قدم اٹھانا چاہیے لہٰذا اب ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے اور اگر اس سے بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر ہلکی پھلکی سی مارپیٹ کا نمبر آتا ہے، لیکن اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر سخت مارپیٹ سے کام لینا چاہیے، اور اچھا یہ ہے کہ آخری درجہ والی سزا گھر کے لوگوں یا ساتھیوں کے سامنے ہو تاکہ ان کے لیے بھی نصیحت وعبرت بن جائے۔

پھر جب مربی یہ محسوس کرے کہ سزا دینے کے بعد بچے کی حالت سدھر گئی ہے اور اس کی عادت واخلاق درست ہوگئے ہیں تو پھر اسے بچے کے ساتھ خوش طبعی اور نرمی اور بشاشت سے پیش آنا چاہیے، اور اس کو چاہیے کہ بچے کو یہ محسوس کرادے کہ اس نے اسے جو سزا دی ہے اس سے اس کا مقصد اس کی خیر وبھلائی اور دین ودنیا وآخرت میں اس کی کامیابی مقصود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جو سزا دی اور سزا کے بعد جو معاملہ ان کے ساتھ اختیار کیا وہ یہی تھا چنانچہ امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بلا عذر غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس دن تک ان سے قطع تعلق کا حکم دیا، اور وہ اس پورے عرصے میں مقاطعہ کی حالت میں رہے نہ ان کے ساتھ کوئی اٹھتا بیٹھتا تھا نہ ان کو سلام کرتا تھا حتیٰ کہ زمین باوجود وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی، اور پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی ہے۔ تو حضرت کعب فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضری کے ارادہ سے نکلا تو لوگ فوج در فوج ملکر میری توبہ کے قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ: اللہ نے تمہاری جو توبہ قبول کی ہے یہ تمہیں مبارک ہو، حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہیں، مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اس وقت آپ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا، اور آپ نے فرمایا: جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہے اس وقت سے آج تک تم پر ایسا مبارک دن نہ آیا ہوگا، یہ دن تمہیں مبارک ہو، تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ توبہ کی قبولیت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟! آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ یہ اللہ عز وجل کی طرف سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ کا چہرۂ مبارک روشن ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا چہرۂ انور چاند کا ٹکڑا ہے، یہ یہ چیز ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔

اور بچہ جب یہ محسوس کرے گا کہ مربی سزا دینے کے بعد اس کے ساتھ شفقت ومحبت اور نرمی وملاطفت اختیار کر رہا ہے اور اس نے جو سزا دی ہے اس سے اس کا مقصد اس کی اصلاح وتربیت ہی تھی، تو ایسی صورت میں یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ بچہ نفسیاتی طور پر الجھن کا شکار ہو یا اخلاقی طور پر بگڑ جائے، اور اس کے ردِ عمل میں اور زیادہ بگڑ جائے اور برائیوں اور گمراہیوں میں پڑ جائے، بلکہ وہ اس ہمدردی کے برتاؤ کا احساس کرے گا اور اس کا حق ادا کرے گا اور نیک لوگوں کے طریقے کو اختیار کرے گا، اور پھر ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہے گا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے مارپیٹ کے ذریعہ جو سزا مقرر کی ہے اسے ایک دائرے میں محدود کر دیا ہے اور اس کے لیے کچھ شروط مقرر کر دی ہیں تاکہ مارپیٹ اصلاح وتنبیہ کے دائرہ سے نکل کر انتقام اور اپنی تشفی کا ذریعہ نہ بنے۔

مارپیٹ کے لیے جو شروط ہیں انہیں ہم ذیل میں ترتیب وار بیان کرتے ہیں:

۱۔ مربی کو مارپیٹ کی طرف اس وقت تک متوجہ نہیں ہونا چاہیئے جب تک وہ تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے سابقہ

بیان کردہ تمام وسائل بروئے کار نہ لے آئے۔

۲۔ مربی کو چاہیے کہ ایسی حالت میں ہرگز نہ مارے جب وہ سخت غصے میں ہو تاکہ بچے کو ضرر ونقصان نہ پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر بھی عمل ہو جائے کہ غصہ نہ کرو (جیساکہ بخاری روایت کرتے ہیں)۔

۳۔ مارنے میں ایسی جگہ پر مارنے سے بچے جہاں مارنے سے ایذاء ونقصان کا خوف ہو جیسے سر، چہرہ، سینہ اور پیٹ اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں جیساکہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ: چہرے پر مت مارو۔ اس کی مزید تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت کو جب سنگسار کرنے کا حکم دیا تو چنے کے برابر کنکریاں لیں اور اس کو ماردیں، پھر لوگوں سے فرمایا اس کو سنگسار کردو لیکن چہرے پر مارنے سے بچو، ملاحظہ فرمائیے کہ سنگسار جیسی سزا جس کا مقصد ہی ختم وہلاک کرنا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے پر مارنے سے منع فرمارہے ہیں تو پھر جب تنبیہ وسزا ہی مقصود ہو تو ایسی حالت میں تو چہرے اور سر پہ مارنا بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔ اور ویسے بھی چہرہ وسر حساس جگہ ہے۔ یہاں مارنے سے قوتِ سامعہ یا باصرہ یا شامہ کے فوت ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جو موجبِ ایذاء وہلاکت ہے۔

سینے اور پیٹ پر مارنا اس لیے منع ہے کہ اس سے ایسے نقصان کا اندیشہ ہے جو ہلاکت تک پہنچا سکتا ہے، اور یہ ممانعت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے کہ: نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ۔

۴۔ سزا کے ابتدائی مراحل میں مارنا زیادہ سخت اور تکلیف دہ نہیں ہونا چاہیے، اور ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھوں پاؤں وغیرہ پر مارنا چاہیے، اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے، ہاں جب بچہ بڑا ہوگیا ہو اور مربی یہ سمجھے کہ دو تین ڈنڈلوں کے مارنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو دس تک مارسکتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: کوئی شخص دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے مگر اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں[۱]۔

۵۔ بچہ جب تک دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے مارنا نہیں چاہیئے۔ اُس حدیث کی بناء پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔

۶۔ اگر غلطی کا صدور بچے سے پہلی مرتبہ ہوا ہو تو اسے اس جرم سے توبہ کا موقعہ دینا چاہیے اور اس حرکت پر اس کا عذر قبول کرنا چاہیے، اور اس کو اس بات کا موقعہ دینا چاہیے کہ وہ ظاہری طور پر کسی کو اپنا سفارشی بنالائے اور سزا سے بچ جائے اور اس سے عہد لے لینا چاہیے، تاکہ دوبارہ وہ غلطی نہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے فوری مارا پیٹا جائے یا اس کے جرم کی لوگوں کے سامنے تشہیر کی جائے۔

---

[۱] اس کو علامہ ابن تیمیہ نے روایت کیا ہے اور الاقناع اور المغنی والوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۔ مربی بچے کو خود مارے، یہ ذمہ داری اس کے کسی بھائی یا ساتھی کے سپرد نہ کرے تاکہ ان بھائیوں وغیرہ میں لڑائی جھگڑا نہ ہو اور حقد و حسد کی آگ نہ بھڑکے۔

۸۔ بچہ جب بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور مربی یہ محسوس کرے کہ تنبیہ و زجر کے لیے دس چھڑیاں مارنا کافی نہیں تو وہ اس پر اضافہ بھی کر سکتا ہے اور تکلیف دہ مار بھی لگا سکتا ہے اور بار بار بھی مار سکتا ہے یہاں تک کہ وہ یہ محسوس کرلے کہ بچہ صحیح راستہ پر آگیا ہے اور اب بالکل سیدھے راستے پر ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تربیت نے سزا دینے کے موضوع کا بہت اہتمام کیا ہے سزا خواہ مادی ہو یا معنوی، لیکن اس نے اس سزا کو حد اور قیود و شروط کے دائرے میں محدود کر دیا ہے، اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کیلئے مثالی تربیت اور اپنے معاشرے کی شاندار اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ان قیود سے باہر نہ نکلیں اور ان سے تغافل نہ برتیں۔

مربی جب مناسب موقع پر مناسب سزا دیتا ہے تو اس وقت وہ کس قدر حکیم و موفق ہوتا ہے جیسا کہ نرمی کے موقعہ پر نرمی و شفقت بہت اچھی چیز ہے۔

اور اس وقت مربی کس قدر احمق و جاہل شمار ہوگا جب وہ سختی کی جگہ پر نرمی برتے۔ اور نرمی و پیار کی جگہ پر سختی کرے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شاعر پر جس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں:

إذا أنت أكرمت الكريم ملكته ۔۔۔ وإن أنت أكرمت اللئيم تمردا

جب تم شریف آدمی کا اکرام کروگے تو تم (اپنے اس حسن اخلاق سے) اسکے مالک بن جاؤگے ۔۔۔ اور اگر تم خسیس و کمینے آدمی کا اکرام کروگے تو وہ سرکش بن جائیگا

فوضع الندى في موضع السيف بالعلا ۔۔۔ مضر كوضع السيف في موضع الندى

تلوار کی جگہ سخاوت کرنا ایسا ہی نقصان دہ ہے ۔۔۔ جیسا کہ سخاوت کی جگہ پر تلوار اٹھانا

وما قتل الأحرار كالعفو عنهم ۔۔۔ ومن لك بالحر الذي يحفظ اليدا

اور درگزر سے زیادہ مؤثر ہتھیار کے ذریعے شرفاء کو قتل نہیں کیا گیا ۔۔۔ اور تم کو ایسا شریف آدمی کہاں ملے گا جو احسان کو ضائع نہ کرے

اور اللہ تعالیٰ استاذ و عالم شیخ کامل بدر کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے بچے کے ساتھ ملاطفت و نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

إن المربي في شرع الهدى رحم ۔۔۔ برٌّ برعيته لا عاتي الخلق

مربی دینِ اسلام کے مطابق اپنی رعایا کے ساتھ رحمدل ۔۔۔ و شریف ہوتا ہے نہ کہ ایسا سخت مزاج

يدمي بسوط الأذى القطعان وهويرى ۔۔۔ في نفسه ضيغماً قد صال في غسق

جو بچوں کو تکلیف دہ کوڑے سے زخمی کردے اور وہ خود ۔۔۔ اپنے آپکو ایسا شیر سمجھے جس نے تاریکی میں حملہ کر دیا ہو

أطفالنا يـا رعـاة الجيل عندكم ودیعة لا دمى حطم لـدى النزق

اے قوم کے رکھوالو ہمارے بچے تمہارے پاس ایک امانت ہیں نہ کہ ناسمجھ بچوں کے پاس ٹوٹنے پھوٹنے والے کھلونے

اور بچہ جب بچپن ہی سے محاسبہ و مراقبہ کے ربانی عقیدے پر بڑھے پلے گا، اور ایمان باللہ اور زندگی کے تمام مراحل اور مختلف حالات میں اللہ سے مدد حاصل کرنے، اور اس کی طرف رجوع کرنے، اس سے ڈرنے، اور اس پر بھروسہ کرنے کے وصف کا حامل ہوگا، اور جب وہ دل کی گہرائیوں سے یہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے، اس کو دیکھ رہا ہے، سب اس کے سامنے ہے، وہ اللہ اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے مخفی بھید دل کو بھی جانتا ہے۔ لہٰذا بچے میں جب یہ اوصاف موجود ہوں گے تو پھر آخرت کے عذاب سے ڈرانا اور دنیوی ڈانٹ ڈپٹ اس پر پورا اثر کرے گی، اور ڈرانا دھمکانا اس کے نفس اس کے کردار اور چال چلن و معاملات پر بہت اثر ڈالے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حالات سدھر جائیں گے اور اخلاق درست ہو جائیں گے۔

قرآن کریم نے بھی ان ڈرانے دھمکانے والی سزاؤں کو مختلف آیات میں ذکر کیا ہے اور مؤمن نفوس کی اصلاح میں اس سے کام لیا ہے۔ اور اس کے ذریعے ان کی اخلاقی ونفسیاتی تیاری کی ہے، اور ان کا نفوس پر بہت عظیم اثر ہوتا ہے اور کردار پر اس کے اچھے نتائج اور تربیت و اخلاق پر اس کے بہترین ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔

✿ چنانچہ قرآن کریم جب یہ دیکھتا ہے کہ لوگ گمراہی میں مگن ہیں تو ایک مرتبہ تو نہایت سختی سے قساوتِ قلب سے ڈراتا دھمکاتا ہے چنانچہ ارشادِ باری ہے:

((اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ))۔

الحدید - ۱۶

کیا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دینِ حق نازل ہوا ہے اس کے آگے جھک جائیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان کے قبل کتاب ملی تھی، پھر ان پر ایک لمبا زمانہ گزر گیا تو ان کے دل خوب سخت ہو گئے، اور ان میں کے بہت سے کافر ہیں۔

✿ اور کبھی صراحۃً اللہ کے غضب و عذاب سے ڈراتا ہے جیسا کہ واقعۂ افک میں ہوا۔ اور یہ درجہ سخت ترین درجہ ہے:

((وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۚ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا (عذابِ عظیم کے مستحق تو

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ))۔

اس وقت ہوتے) جب تم اپنی زبانوں سے اسے نقل درنقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کی تمہیں کوئی تحقیق نہ تھی اور تم اسے ہلکا سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی اور تم نے جب اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم کیسے ایسی بات منہ سے نکالیں توبہ یہ تو سخت بہتان ہے اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر اس قسم کی حرکت کبھی نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

النور - ۱۴ تا ۱۷

✿ اور کبھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ کے ذریعہ تنبیہ کرتا ہے :

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ))۔

البقرہ - ۲۷۸ و ۲۷۹

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اگر تم کو اللہ کے فرمانے کا یقین ہے، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔

✿ اور کبھی آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے :

((وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا))۔

الفرقان - ۶۸ و ۶۹

اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس (انسان کی) جان کو اللہ نے محفوظ قرار دے دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا وہ اس میں (ہمیشہ) ذلیل ہو کر پڑا رہے گا۔

✿ اور کبھی دنیا کے عذاب سے ڈراتا ہے :

((اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ))۔ التوبہ - ۳۹

اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو دردناک عذاب اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا۔

اور فرمایا :

((وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ

اور اگر روگردانی کرو گے جیسا کہ اس سے قبل روگردانی

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ الفتح - ۱۶ | کر چکے ہو تو وہ تمہیں عذاب دردناک کی سزا دے گا۔

نیز فرمایا:

﴿وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ التوبہ - ۷۴ | اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو اللہ دردناک عذاب دنیا و آخرت میں۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾۔ التوبہ - ۵۵ | یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر مربی بچے کی ایمانی تربیت کا اہتمام کرے، اور اس کی شخصیت سازی اللہ کے مراقبہ اور اللہ سے خشیت و خوف پر کرے تو قرآنِ کریم کی یہ تنبیہات اور احادیثِ مبارکہ کی وعیدیں بچے کی اصلاح اور اس کو بہت سے محرمات سے روکنے میں بڑا عامل بنیں گی اور اس پر ان کا بہت اثر ہوگا، اور ہم "ایمانی تربیت کی ذمہ داری" کے عنوان کے تحت یہ بتلا چکے ہیں کہ عقیدے کے اعتبار سے بچے کی تربیت اور ایمانی اعتبار سے تیاری میں مربی کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ بچہ ٹھیک رہے اور اس کے اخلاق درست ہوں، یہی ڈرانے دھمکانے والی وہ تربیت ہے جس کے بارے میں ابھی ابھی ہم نے مفصل کلام کیا ہے۔

اور اخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ:

مربی ایسے وسائل کو کبھی بھی معدوم نہیں پائے گا جو بچے کے لیے زجر و تنبیہ اور روکنے کا ذریعہ بنیں، اور جو وسائل ہم نے ابھی ذکر کیے ہیں یہ بچے کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ کے اہم ترین وسائل و اسباب ہیں، اور ان کے استعمال کرنے اور ان میں سے مناسب ترین کے اختیار کرنے سے ہی مربی کی حکمت و دانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی ذکاوت، ثقافت و مزاج اور احساس کے اعتبار سے یہ وسائل متفاوت و مختلف ہیں، چنانچہ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں ہلکا سا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے اور اسی سے ان کا دل لرز اٹھتا ہے اور اس کی طرف ہلکا سا اشارہ کرنے سے ہی ان کے ضمیر میں ہلچل مچ جاتی ہے، اور بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتے جب تک ان کو تیز نگاہوں اور سخت غصے سے تنبیہ نہ کی جائے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں سزا دینے کے نام سے ہی ڈرانا کافی ہو جاتا ہے، اور بعض بچوں کی اصلاح ترکِ تعلق و مقاطعہ و بائیکاٹ سے ہوتی ہے، اور بعض بچوں پر ڈانٹ ڈپٹ کا ہی اثر ہوتا ہے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے قریب ڈنڈا لیجانا پڑتا ہے تاکہ وہ اسے قریب دیکھ کر باز آجائیں، لیکن ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب تک انہیں سزا کی اذیت نہ پہنچے اور ان کے جسم پر پٹائی کا اثر نہ ہو اس وقت ان کی اصلاح ہی نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم نے بیان کیا اسلام نے ان تمام قسم کی سزاؤں کو مشروع قرار دیا ہے اور ان کی جانب مربیوں کی رہنمائی کی ہے، اور ان سزاؤں کے اختیار کرنے سے ہی سمجھداری ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا جو سزا بچے کے لیے مناسب ہو اور جس سے اس کی اصلاح ہو سکے اسے اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

مربی صاحبان:

بچے پر اثرانداز ہونے والے وسائلِ تربیت یہی ہیں، اور جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کر لیا یہ نہایت اہم اور مفید عملی وسائل ہیں، اگر آپ ان کو نافذ کر سکیں اور ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور ان کے تطبیق دینے کے وسائل پر عمل کر سکیں تو بلاشک وشبہ بچہ بہت ہی عظیم اور عالی مرتبہ وشان والا بنے گا بلکہ ایسا مثالی بچہ ہوگا جس کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھیں گی اور جو اپنی قوم وقبیلہ میں تقویٰ، ورع اور اچھائیوں میں معروف ومشہور ہوگا۔

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام میں تربیت کی بنیادیں اور اساس یہ نہیں ہیں جو ہم نے بیان کیں، اور ان وسائل کے علاوہ دوسرے وسائل سے تربیت ہوتی ہے تو وہ غلطی پر ہے، الا یہ کہ کسی کی تربیت ربانی طور پر ہو، براہِ راست اللہ کی جانب سے ہو جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی تربیت تو واقعی ان کی تربیت اللہ کی نگرانی و دیکھ بھال میں ہوگی، اللہ کی عنایت ورعایت ان کے شاملِ حال ہوگی بلکہ کسی طرح سے بھی ان میں کسی نقص یا انحراف کے طاری ہونے کا قطعاً کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔

رہا اربابِ حکومت کا امت کی تربیت کرنا اور ماہرین کا معاشرہ کی تربیت کرنا اور والدین کا خاندانوں کی تربیت کرنا تو اس کا تعلق تربیتی اسباب کے ساتھ مرتبط ہے اور توجیہی اور رہنمائی کے وسائل کے ساتھ مربوط ہے، اگر مسئول وذمہ دار حضرات ان کو اختیار کر لیں گے اور مربی ان طریقوں کو اپنا لیں گے تو امت کی اصلاح ہو جائے گی خاندان درست اور افراد ہدایت یافتہ ہو جائیں گے، اور انسانی معاشرہ کامیابی کی چوٹی اور خوش بختی واستقرار وسکون کی بلندی پر پہنچ جائے گا، اور اے محترم مربی صاحبان! آپ نے ان وسائل کا مشاہدہ کر لیا ہوگا جن کو اسلام نے بچے کی ایمانی واخلاقی تربیت اور نفسیاتی ومعاشرتی شخصیت سازی کے لیے مقرر کیا ہے۔

لہٰذا مقتدیٰ ونمونہ کے ذریعہ تربیت سے بچہ بہترین صفات اور کامل ترین اخلاق حاصل کرے گا، اور فضائل و اچھائیوں کی طرف ترقی کریگا، اور اس تربیت کے بغیر نہ تو بچے کو سزا دینا سود مند ہوگا اور نہ اس پر کسی وعظ ونصیحت کا اثر ہوگا۔

اور عادت کے ذریعہ تربیت کی وجہ سے بچہ حسنِ تربیت کے بہترین نتائج اور شاندار اثرات حاصل کرے گا، اس لیے کہ اس کا مدار دیکھنے اور نظر رکھنے پر ہوتا ہے اور اس کی بنیاد ترغیب وترہیب پر قائم ہوتی ہے، اور ارشاد وتوجیہ و رہنمائی کے واسطہ سے یہ تربیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بغیر مربی کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو پانی پر لکھ رہا ہو،

اور چٹیل بیابان میں چیخ رہا ہو، اور بلا فائدہ ومقصد راکھ میں پھونک رہا ہو۔

اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ تربیت سے بچہ اچھے کلمات، اور بہترین نصیحت، اور بامعنی قصے، اور شوق دلانے والے سوال جواب، اور حکیمانہ اسلوب وانداز، اور مؤثر رہنمائی سے متأثر ہوگا اور اس کے بغیر نہ تو اس کے وجدان میں حرکت ہوگی، اور نہ دل میں رقت پیدا ہوگی، اور نہ اس کی طبیعت میں حرکت پیدا ہوگی، اور محض ایک خشک تربیت ہوگی اور اس کی اصلاح کی امید موہوم وکم ہو جائے گی۔

اور دیکھ بھال کی تربیت کے ذریعہ بچے کی اصلاح ہوگی اس کا نفس بلند اور اس کے آداب واخلاق کامل ہوں گے، اور وہ معاشرہ کی تعمیر میں کارآمد اینٹ اور امتِ مسلمہ کے جسم میں اہم ترین مفید عضو بنے گا، اور اس کے بغیر بچہ گندی عادتوں اور خراب اخلاق میں پھنس جائے گا اور معاشرے میں مجرم وبدبخت شمار ہوگا۔

اور عقوبت وسزا سے تربیت کے ذریعے بچہ بری باتوں سے رکے گا اور برے اخلاق اور گندی صفات سے دور رہے گا، اور اس میں ایسا احساس وشعور ہوگا جو اسے شہوات میں بہنے اور گناہوں اور نقصان دہ چیزوں کے ارتکاب سے روک دے گا۔ اور اس کے بغیر بچہ گناہوں میں مبتلا ہوگا، اور جرم ومنکرات کی دلدل میں پھنس جائے گا اور برائیوں اور خرابیوں میں پڑا رہے گا۔

اس لیے اے مربی صاحبان! اگر آپ یہ چاہتے ہوں کہ آپ کے بچے کی اصلاح ہو اور وہ آپ کے معاشرہ کے لیے خیر وبھلائی اور سعادت اور آپ کی مسلمان حکومت کیلیے نصرت وسیادت کا ذریعہ بنے تو آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ اِن وسائل کو اختیار کریں، اور اِن بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں، اور اِن کو عملی تطبیق دیں، اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

((وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط)). التوبہ - ۱۰۵	اور کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔

فصلِ ثانی

تربیت کے بنیادی اُصول وقواعد

اسلام نے اپنے محیط تشریعی قواعد اور تربیت کے ابدی بنیادی اصولوں کے ذریعہ سے بچے کی شخصیت کے نمو اور اس کی سربلندی کے لیے کچھ اصول اور مناہج مقرر کیے ہیں، یہ نمو خواہ عقیدہ واخلاق کے لحاظ سے ہو، یا جسم وعقل کے لحاظ سے، یا نفسیات ومعاشرت کے لحاظ سے۔

یہ اصول ومناہج جیسا کہ آپ دیکھ لیں گے، یہ نہایت واضح وروشن ایسے بنیادی اصول ہیں جن کا نافذ کرنا آسان ہے۔ اور جو بہت عالی مقصد پر مشتمل ہیں، اگر معاشرے کی تعمیر اور قوموں اور امتوں کی تربیت کے لیے مربی ان کو اختیار کرلیں تو امتوں کی امتیں اور قوموں کی قومیں بدل جائیں گی اور عقیدہ کی پختگی اور اخلاق کی بلندی اور جسم کی قوت اور عقل کی پختگی اور ادب کے جمال میں کمال ومنتہی کو پہنچ جائیں گے اور عظمت وبڑائی میں اپنے آباء اولین کی سیرت کو دوام بخشیں گے اور مشہور ومعروف لوگوں کی تاریخ کو دہرا دیں گے اور صحابہ وتابعین کے پہلے دستے کی عزت کو واپس لوٹا دیں گے۔

بچے کی شخصیت سازی اور دنیاوی زندگی میں اسے ایک باوقار وصحیح انسان بنانے کے سلسلہ میں جن قواعد کو مربیوں کو کام میں لینا چاہیے ان کو بیان کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان بنیادی صفات کو مختصراً ذکر کردیں جن کا مربی میں پایا جانا ضروری ہے تاکہ مربی کا بچوں پر پورا اثر پڑے، اور بچے اس کی نصیحتوں پر خوب لبیک کہیں:

مربی کی بنیادی صفات و اوصاف

۱۔ اخلاص

مربی کو چاہیے کہ اپنی نیت درست رکھے اور تربیت کے جو کام بھی وہ انجام دیتا ہے وہ صرف اللہ کے لیے کرے چاہے وہ امورِ تربیت حکم دینے یا روکنے سے متعلق ہوں، یا نصیحت و خیر خواہی سے، یا دیکھ بھال و سزا دینے سے۔ تربیت کے نظام کو ہمیشہ نافذ کرنے اور بچے کی تربیت و ہمیشہ دیکھ بھال سے جو ثمرہ و فائدہ حاصل ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے جو اسے اللہ کی رضا اور اجر و ثواب کی صورت میں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ جل جلالہ کے یہاں قرب کی شکل میں حاصل ہوگا۔

قول و عمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضہ ہے، اللہ تعالیٰ کسی بھی عمل کو بغیر اخلاص کے قبول نہیں فرماتے، اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کا حکم نہایت تاکید کے ساتھ وارد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؁)). البینہ۔ ۵

حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں یکسو ہو کر، اور نماز کی پابندی رکھیں، اور زکاۃ دیا کریں یہی طریقہ ہے (ان) درست مضامین کا۔

نیز ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ؁)). الکہف۔ ۱۱۰

سو پھر جس کو امید ہو اپنے رب سے ملنے کی سو وہ کرے کچھ نیک کام اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے):

((إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى)).

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرے گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (جسے ابو داؤد و نسائی روایت کرتے ہیں):

((إن الله عزوجل لا يقبل من العمل

اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول کرتے ہیں جو صرف اسی کے

إلا ما كان له خالصاً وابتغي به وجهه)). لیے کیا جائے اور جس سے صرف اس کی رضا مقصود ہو۔

لہٰذا یہ جان لینے کے بعد مربی کو چاہیے کہ نیت خالص رکھے، اور جو کام بھی کرے اس سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو تاکہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہو اور اپنے بچوں و شاگردوں میں محبوب و اثر انگیز بھی۔

۲۔ تقوٰی

مربی میں سب سے ممتاز وصف تقوٰی کا ہونا چاہیے، تقوٰی کی تعریف علماء ربانیین نے یہ کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ہرگز نہ دیکھے جہاں سے اس نے تمہیں روکا ہے، اور وہاں تمہیں غیر موجود نہ پائے جہاں موجود ہونے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، یا بعض حضرات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ: اچھے اعمال کے ذریعے اللہ کے عذاب سے بچنا، اور ظاہری و باطنی طور سے اس سے ڈرتے رہنا۔

دونوں تعریفوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ دائمی مراقبہ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے بچنا و ڈرنا، اور ظاہرہ وپوشیدہ دونوں طور پر ربانی طریقہ پر عمل کرنا، اور حلال کی تلاش اور حرام سے بچنے کی مسلسل جدوجہد میں لگے رہنا۔

اس کی تائید اس سوال جواب سے ہوتی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب و حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا، اور وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقوٰی کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے حضرت عمر سے فرمایا: کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر چلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! تو انہوں نے پوچھا: ایسی صورت میں آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟ انہوں نے فرمایا: خوب کوشش و محنت کی، انہوں نے فرمایا: یہی تقوٰی ہے۔

اسی لیے تقوٰی کے اختیار کرنے پر قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں ابھارا گیا اور اس کا حکم دیا گیا ہے:

((يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ)). آلِ عمران۔۱۰۲ — اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنا چاہیے۔

ور ارشاد فرمایا:

((يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا)). الاحزاب۔۷۰ — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔

نیز فرمایا:

((يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ)). الحشر۔۱۸ — اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے۔

اور فرمایا:

﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾. الحج - ۱

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو (کیونکہ) قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾. الطلاق - ۲ و ۳

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کشائش پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث میں بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً:

امام مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: دنیا شیریں و سرسبز وشاداب ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ وجانشین بنائے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو، اس لیے دنیا سے بچو، اور عورتوں سے بچو، اس لیے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے سبب سے ہی ہوا تھا۔

اور امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اکثر لوگ جنت میں کس چیز کے سبب داخل ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے تقویٰ (خوف وڈر) اور حسنِ اخلاق کی وجہ سے۔

اور امام احمد و حاکم و ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس جگہ بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہنا اور برائی کے بعد نیکی کر لینا اس سے برائی مٹ جائے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

اور طبرانی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور جیسا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے اسی طرح تم بھی ان کے درمیان عدل وانصاف کرنا۔

ان اوامر و توجیہات کے ماتحت مربی سب سے پہلے داخل ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ ایسا مقتدیٰ و نمونہ ہوتا ہے جسے لوگ دیکھتے ہیں اور اس سے اخذ کرتے ہیں، اور اس لیے بھی کہ مربی ہی بچے کی ایمانی اساس و بنیاد اور اسلام کے بتلائے ہوئے طریقوں پر تربیت دینے کا مسئول اول ہوتا ہے۔

اور واقعی یہ صحیح بات ہے کہ اگر مربی واقعۃً متقی نہ ہو اور معاملات و کردار میں اسلام کے منہج و طور طریقوں کا پابند نہ ہو تو لازمی طور سے بچہ منحرف اور آزادی و بے راہ روی و فساد کی دلدل میں پھنس جائے گا، اور گمراہی وجہالت کی وادی

میں بھٹکے گا، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے اس شخص کو منکرات و برائیوں کی گندگی میں ملوث اور شہوات کے دریا میں غرق اور آزادی کے ماحول میں رچا بسا دیکھا ہے جو اس کی تربیت و رہنمائی کا ذمہ دار تھا، اس لیے ایسی صورت میں بچے کی نشو و نما ایسے حال میں ہوگی کہ اسے نہ تو اللہ کی طرف سے کوئی روکنے والا ہوگا نہ اس کو خدا کے دیکھنے کا خیال ہوگا، اور نہ ضمیر کی طرف سے اس کی کوئی مدد ہوگی، تو ایسی صورت حال میں بچے کا آلودہ و گندہ ہونا اور جاہلی ماحول اور گمراہی و بے راہ روی کے زمانہ میں رہ کر شذوذ و انحراف کا اختیار کرنا طبیعی و فطری بات ہے۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں یا شاگردوں کے لیے پاکیزگی کے عالم اور خلوص و صفا کی دنیا میں خیر و بھلائی اور ہدایت و اصلاح چاہتے ہوں تو اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں۔

ہم "مقتدای و نمونہ کے ذریعہ تربیت" کی بحث میں مقتدای و نمونہ کا بچے کی تربیت کے سلسلہ میں جو اثر ہوتا ہے اسے خوب تفصیل سے بیان کر چکے ہیں، اس لیے اے قارئین کرام وہ ملاحظہ فرما لیجیے وہاں آپ کو کافی شافی بحث مل جائیگی۔

۳۔ علم

کوئی دو آدمی بھی اس سے اختلاف نہیں کریں گے کہ مربی کو ان اصولِ تربیت کا عالم ہونا چاہیے جو شریعتِ اسلام نے پیش کیے ہیں، اور اسے حلال و حرام کے احکام سے واقف، اور اخلاق کے بنیادی اصولوں کا جاننے والا، اور اسلام کے نظام اور شریعت کے قواعد کو عمومی طور سے سمجھنے والا ہونا چاہیئے، کیوں؟ اس لیے کہ ان سب کا جاننا مربی کو ایسا حکیم و عالم بنا دے گا جو ہر چیز کو اس کی جگہ دے گا، اور ان کے تقاضوں اور اصول کے مطابق بچے کی تربیت کرے گا اور قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں اور سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ وغیرہ کے شاندار طریقوں کی مضبوط بنیادوں پر اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دے گا۔

لیکن اگر مربی خود ہی جاہل ہو۔ اور خصوصاً اگر وہ بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد سے ناآشنا ہو تو ایسی صورت میں بچہ نفسیاتی طور سے الجھ کر رہ جائے گا اور اخلاقی طور پر منحرف اور معاشرتی طور پر بے ہمت ہو جائے گا، اور وہ ایسا گرا پڑا انسان بن جائے گا جس کا نہ کوئی وزن ہوگا نہ زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی قدر و قیمت، اس لیے کہ جس شخص کے پاس خود ہی کچھ نہ ہو وہ دوسرے کو کیا دے گا، اور جس حوض میں خود پانی نہ ہو وہ دوسرے کو کیا سیراب کرے گی، اور جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسروں کو کس طرح منور و روشن کرے گا، اور اگر باپ جاہل ہو تو وہ اپنے بچوں پر کس قدر زیادتیاں کرتا ہے؟ اور بچہ اس وقت کس قدر بدنصیب و بدبخت ہوتا ہے جب مربی شریعت کے علم سے روگردانی کرنے والا ہو؟ بلا شبہ اللہ کے یہاں کی مسئولیت بہت سخت اور خطرناک اور قیامت کے روز میدانِ حشر میں کھڑا کرنا بڑا شدید ہے ((وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ)) اور ان کو (ذرا) ٹھیراؤ ان سے پوچھ گچھ ہوگی، اور یہ ایک ایسے روز ہوگا جس دن نہ مال فائدہ دے گا نہ اولاد۔

اور اللہ رحم فرمائے اس شاعر پر جس نے کہا ہے:

لا تأخذ العلم إلا عن جهابذة	بالعلم نحيى وبالأرواح نفديه
علم حاصل نہ کرو مگر بڑے علماء سے	علم سے ہم زندہ رہتے ہیں اور اسی پر اپنی ارواح قربان کرتے ہیں
أما ذوو الجهل فارغب عن مجالسهم	قد ضل من كانت العميان تهديه
جاہلوں کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو	اس لیے کہ جس کے رہنما اندھے ہوں وہ گمراہ ہو گیا

اسی لیے دینِ اسلام نے علم پر بہت ابھارا ہے، اور علمی تعمیر و تکوین پر بہت زیادہ توجہ دی ہے، قرآنِ کریم کی وہ آیات اور احادیثِ نبویہ جو مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیتی اور اس پر ابھارتی ہیں اور اس جانب ترغیب دیتی ہیں وہ ناقابلِ شمار اور بہت زیادہ ہیں، لیجیے اس کا ایک گلدستہ ہم آپ کے سامنے پیش کیے دیتے ہیں، تاکہ اس شخص کے لیے یاددہانی و عبرت کا سامان ہو جائے جو نصیحت و عبرت حاصل کرنا اور یاد کرنا چاہتا ہو:

ان آیات میں سے بعض یہ ہیں:

((قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ)). الزمر - ۹

آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

اور فرمایا:

((يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ)). المجادلہ - ۱۱

اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

نیز فرمایا:

((وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا)). طٰہٰ - ۱۱۴

اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار بڑھا دے میرے علم کو۔

اور ان احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

((من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له طريقاً إلى الجنة)). صحیح مسلم

جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں وہ علم کا متلاشی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

((الدنيا ملعونة ملعون ما فيها إلا ذكر الله تعالى وما والاه وعالماً أو متعلماً)). جامع ترمذی

دنیا ملعون ہے اور ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس اللہ کا فرمانبردار ہو اور عالم و طالب علم۔

((من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع)). جامع ترمذی

جو شخص طلبِ علم کے لیے نکلے تو وہ جب تک واپس نہ ہو اللہ کے راستے ہی میں شمار ہوتا ہے۔

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم)) سنن ابن ماجہ — علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ان قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کے بعد مربی حضرات کو چاہیے کہ نافع علوم اور اچھے تربیتی طریقوں کو سیکھیں ان سے آراستہ ہوں، تاکہ ایسا اسلامی معاشرہ پیدا کر سکیں جس کے افراد کی محنت اور عزم سے اسلام کے لیے عزت متحقق ہو اور دنیا میں مسلمانوں کے لیے مضبوط و محفوظ حکومت قائم ہو، اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

۴۔ حلم و بردباری

وہ بنیادی صفات جو مربی کے لیے اس کی تربیتی ذمہ داری اور اصلاح و تعمیر کی مسئولیت میں کامیابی کی ضامن بنتی ہیں ان میں سے بردباری اور حلم کا وصف بھی ہے، اسی حلم کے ذریعے بچہ اپنے استاذ کی طرف کھنچتا ہے، اور اسی کی وجہ سے اپنے مربی کے اقوال پر لبیک کہتا ہے، اور اسی کی وجہ سے اچھے آداب سے آراستہ ہوتا اور گندے بُرے اخلاق سے بچتا ہے، اور پھر وہ اس فرشتے کی طرح بن جاتا ہے جو زمین پر چل رہا ہو یا ایسا چودھویں کا چاند جو لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا ہو۔

اسی وجہ سے اسلام نے حلم و بردباری کے اختیار کرنے پر ابھارا ہے، اور بہت سی قرآنی آیات اور نبوی احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ لوگوں اور خاص کر تربیت کرنے والوں اور دعاۃ (دعوت دینے والوں) کو معلوم ہو جائے کہ حلم ان عظیم ترین نفسیاتی و اخلاقی فضائل و مناقب میں سے ہے جو انسان کو ادب کی چوٹی اور کمال کی بلندی اور اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں۔

ان آیاتِ قرآنیہ میں سے بعض درج ذیل ہیں:

((وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ)) آل عمران۔ ۱۳۴ — اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

اور فرمایا:

((خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ)). اعراف۔ ۱۹۹ — عادت کیجیے درگزر کی اور حکم کیجیے نیک کام کرنے کا، اور کنارہ کیجیے جاہلوں سے۔

نیز فرمایا:

((وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ)). شوریٰ۔ ۴۳ — اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اور فرمایا:

((اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ — آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجیے، تو پھر یہ ہوگا کہ

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾)). حٰم سجدہ - ۳۴

جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہوجائیگا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

اور ان احادیث میں سے بعض یہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے فرمایا:

((إن فيك خصلتين يحبهما الله: الحلم والأناة)). صحیح مسلم

تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے ایک حلم دوسرے بردباری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کچھ وصیت کیجیے تو آپ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرو ان صاحب نے بار بار یہی سوال دہرایا اور آپ نے یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو، صحیح بخاری

((ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب)). بخاری ومسلم

طاقتور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔

((يسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا)). بخاری ومسلم

آسانی پیدا کرو اور تنگی وسختی نہ کرو اور بشارت دو نفرت نہ دلاؤ۔

حلم ہی سے مندرجہ ذیل تمام امور میں نرمی کرنا متفرع ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله رفيق يحب الرفق فى الأمر كله)). بخاری ومسلم

اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور تمام امور میں نرمی کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله رفيق يحب الرفق، ويعطى على الرفق ما لا يعطى على العنف وما لا يعطى على سواه)). صحیح مسلم

اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں فرماتے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر۔

اور انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((إن الرفق لا يكون فى شئ إلا زانه، ولا ينزع من شئ إلا شانه)). صحیح مسلم

نرمی کسی چیز میں نہیں ہوتی مگر اس کو مزین بناتی ہے۔ اور نرمی کو کسی چیز سے نہیں چھینا جاتا مگر یہ کہ وہ اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔

اس لیے اگر وہ مربی امت کی اصلاح اور قوم کے لیے ہدایت اور اپنے بچوں کے لیے صحیح تربیت اور ان کی کجی کی درستگی چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ حلم و بردباری و نرمی سے آراستہ ہوں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مربی بچے کی تربیت اور حیاۃِ زندگانی کے لیے تیار کرنے کے لیے ہمیشہ حلم و بردباری و نرمی ہی کا راستہ اختیار کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مربی کجی کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی میں بلا کسی غصہ و تائثر کے اپنے اوپر کنٹرول رکھے، اور اگر اس کے نزدیک مصلحت ہی یہ ہو کہ اسے تنبیہ کی جائے اور سختی یا مار پیٹ کیجائے تو اسے چاہیے کہ اسے سزا دینے میں تاخیر نہ کرے جب تک کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے اور اخلاق درست نہ ہو جائیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جسے حکمت نصیب ہو جائے تو اسے بہت بڑی خیر و بھلائی عطا کر دی گئی۔

"سزا کے ذریعہ تربیت دینے" کی بحث میں ہم اس سلسلہ میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کر لیجیے، آپ کو انشاء اللہ وہاں کافی سامان مل جائے گا۔

۵۔ مسئولیت کا احساس

مربی کو جن امور کا بخوبی ادراک کر لینا چاہیے اور جو چیزیں اس کے شعور و وجدان میں جاگزین ہونا چاہئیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کی ایمانی و کردار کی تربیت اور جسمانی و نفسیاتی شخصیت سازی اور عقلی و معاشرتی تیاری کی اپنی عظیم ذمہ داری کو محسوس کرے۔ یہ ذمہ داری محسوس کرنا مربی کو ہمیشہ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ مکمل طور پر بچے کی دیکھ بھال و نگرانی رکھ سکے اور اس کی رہنمائی اور اصلاح اور درستگی اور اسے باادب بنانے کی مسلسل کوشش کرتا رہے، اور مربی کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ بچے سے کچھ وقت کے لیے بھی غافل ہوا یا اس کی دیکھ بھال میں ایک مرتبہ بھی غفلت کی تو بچہ تدریجاً قدم بقدم برائی کی طرف بڑھتا جائے گا، اور اگر مسلسل غفلت برتی اور تساہل سے کام لیا تو وہ بچہ لامحالہ بدکردار بچوں میں شامل اور منحرف نوجوانوں میں سے بن جائے گا پھر مربی کے لیے اس کی اصلاح بہت مشکل ہو جائے گی، اور اس کا علاج و تربیت ہر مصلح کے لیے دشوار کام ہو جائے گی پھر باپ کو اپنی اس کوتاہی پر ندامت ہوگی، لیکن اس وقت ندامت سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، اس وقت مربی کو اپنی اس حرکت پر رونا آئے گا لیکن اس وقت رونا بے سود ہوگا:

أتبكي على لبنى وأنت قتلتها   وقد ذهبت لبنى فما أنت صانع

کیا تم لبنیٰ پر روتے ہو حالانکہ تم ہی نے تو اسے قتل کیا ہے   لبنیٰ تو اب چلی گئی بتلاؤ تم اب کیا کروگے

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے والدین اور مربیوں سب کو تربیت کا ذمہ دار بنایا ہے اور یہ ذمہ داری ان سب پر مکمل طریقے سے ڈالی ہے، اور ان کو خبردار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے روز اس امانت کے بارے میں بازپرس کرے گا کہ کیا انہوں نے یہ امانت ادا کی ہے یا نہیں؟ اور یہ پیغام پہنچایا تھا؟ اور کیا اس مسئولیت کو پورا کیا تھا؟

محترم مربی صاحبان! مسئولیت کے پورا کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا)). طٰہٰ - ۱۳۲

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔

اور فرمایا:

((يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا)). التحریم - ۶

اے ایمان والو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

نیز فرمایا:

((فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾)). الحجر - ۹۲ و ۹۳

سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اور فرمایا:

((وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ)) الصافات - ۲۴

اور ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ ہوگی۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

((الرجل راع ومسئول عن رعيته..)). بخاری ومسلم

مرد رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

((.. والمرأة راعية ومسئولة عن رعيتها..)). بخاری ومسلم

اور عورت رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

((علموا أولادكم وأهليكم الخير وأدبوهم)). مصنف عبد الرزاق وسنن سعید بن منصور

اپنی اولاد و اہل و عیال کو خیر کی تعلیم دو اور انہیں باادب بناؤ۔

((ما نحل والد ولداً أفضل من أدب حسن)). سنن ترمذی

کسی والد نے کسی بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ بہتر عطیہ نہیں دیا۔

((إن الله سائل كل راع عما استرعاه حفظ أم ضيع، حتى يسأل الرجل عن أهل بيته)). صحیح ابن حبان

اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا ضائع کر دیا، حتیٰ کہ انسان سے اپنے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

لہٰذا قرآن کریم کے اس حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی وجہ سے ہر مومن عقلمند، صاحب بصیرت؛

حکیم مربی پر یہ لازم ہے کہ وہ اس مسئولیت کو مکمل طور پر اور پوری طاقت اور قوی عزم کے ساتھ ادا کرے، اور یہ یاد رکھے کہ اس فریضے میں اگر کوئی کوتاہی کی تو اللہ کی ناراضگی کو مول لے گا، اور اگر اس میں تقصیر ہوئی تو جہنم کا عذاب لازم ہوگا۔ اس لیے کہ قیامت کے روز کی مسئولیت بہت بڑی، اور حساب نہایت سخت، اور ہولناکی بہت عظیم ہوگی، اور جہنم یوں گویا ہوگی کہ: کیا اور کوئی بھی ہے؟

مسئولیت کے احساس کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ مربی صاحبان کے سامنے مختصراً ہی وہ سازشیں اور منصوبے بیان کر دوں جو مسلمان افراد اور مسلم معاشرے اور مسلمان خاندانوں کو خراب کرنے کے لیے تیار کیے جاتے ہیں، تاکہ وہ اپنے معاملہ میں پوری بصیرت پر ہوں، اور اپنے بچے اور خاندان کی اصلاح کے لیے خوب جد وجہد کریں۔

منصوبوں و سازشوں سے میری مراد وہ سازشی قراردادیں اور منصوبے ہیں جو صہیونی، ماسونی، صلیبی اور شیوعی جالوں میں تیار کیے جاتے ہیں۔ جن کا مقصد امت اسلامیہ کے عقیدے کا خراب کرنا، اور ان کے بلند اخلاق کا گمراہ کن الحادی طریقوں، اور شراب و جنس کے راستے، اور شہوات و جنسیات کے بے مہار و آزاد چھوڑنے، اور جذبات انگیز مظاہر کے پیچھے دوڑنے، اور اندھی تقلید کے ذریعہ خراب کرنا اور بگاڑنا ہوتا ہے۔

ان مفسدین کے یہاں آزادی و اباحیت کی اس دعوت اور اس عیارانہ جال کا سب سے پہلا نشانہ و ہدف عورت ہوتی ہے، اس لیے کہ عورت عاطفت و جذبات سے پُر ایک ایسا کمزور ترین عنصر ہے جو بلا سوچے سمجھے فوراً پروپیگنڈے اور فتنہ کی طرف دوڑ پڑتا ہے، اور عورت اخلاق کے بگاڑنے کا مؤثر ترین ذریعہ اور براہِ راست اثر ڈالنے کا شعلۂ جوالہ ہے۔

محترم مربی صاحبان کے سامنے یہ سازشی منصوبے یکے بعد دیگرے واقعات و تاریخ کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں:

الف۔ شیوعی سازشیں

ایک خطرناک سری دستاویز جس کو "کلمۃ الحق" نامی رسالے نے محرم ۱۳۸۷ھ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء کے پرچے میں "اسلام کے خلاف خطرناک سازش" کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس دستاویز کو کمیونسٹوں نے ماسکو میں تیار کیا تھا، اور مشرقِ عربی کے ایک مسلمان ملک میں اپنے آلۂ کار ایجنٹوں کے لیے پیش کیا تھا، تاکہ وہ اسے نافذ کریں، اور انہوں نے واقعۃً اسے نہایت باریک بینی سے نافذ کرنا بھی شروع کر دیا۔

لیجیے ہم آپ کے سامنے "کلمۃ الحق" سے اس شیوعی منصوبے کا کچھ حصہ نقل کیے دیتے ہیں جو اسلام کو اس کے اپنے ملک ہی میں ختم کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

دستاویز میں لکھا ہے :

اس کے باوجود کہ سویت یونین میں کمیونزم پر تقریباً پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اور اس کے باوجود کے دنیا کی سب سے بڑی کیمونسٹ قوت نے اسلام کو سخت ترین ضربیں لگائیں ہیں لیکن پھر بھی وہ رفقار جو سویت یونین میں دینی حرکت پر نظر رکھتے ہیں وہ لکھتے ہیں جیسا کہ روسی مجلہ "علم ودین" اپنی جنوری ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :
ہم سویت یونین میں مسلمان علاقوں میں داخلی چیلنجوں کا سامنا کر رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لینن کے اصولوں کو مسلمان خون نے اب تک قبول نہیں کیا ہے۔
باوجود دین کے خلاف جنگ کرنے والی متیقظ و بیدار طاقتوں کے اسلام کی شعاعیں برابر پھیل رہی ہیں، اور نہایت قوت کے ساتھ ہر طرف پھوٹ رہی ہیں، اس لیے کہ مسلم علاقوں میں لاکھوں نئی پود کے لوگ اسلام کو قبول کر رہے ہیں اور اس کی تعلیمات کو کھلم کھلا بیان کر رہے ہیں، حالانکہ کمیونزم کے سربراہ اور وہاں کے مذہبی مفکرین کے سامنے سویت یونین میں اسلامی علاقوں میں اسلام کی بیداری کی خبر کوئی مخفی اور چھپی ہوئی بات نہیں ہے، اور اس جانب "کمیونسٹ ثقافت کے دائرۃ المعارف" میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ رجعت پسند مذاہب میں سب سے خطرناک مذہب اسلام ہے۔ اور اسلام اپنی پوری کوشش اس بات کے لیے صرف کر رہا ہے کہ وہ ناجائز منافع خوروں اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی خدمت کرسکے اور وہ ناجائز نفع خوری کی ہر طرح سے امداد کر رہا ہے، اور اسلام ایک جامد قسم کا ترقی و ثقافت کا دشمن مذہب ہے، اور اشتراکیت کا سخت ترین دشمن ہے اور آزادی پسند جماعتوں کا مقابلہ کرنے والا مذہب ہے۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ :

"اس منصوبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام ہی کو ہتھیار بنایا جائے، جس کے لیے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ :
۱۔ اسلام سے صلح کی جائے تاکہ اس پر غلبہ حاصل ہوسکے، یہ صلح اس غرض سے ہوگی تاکہ ہم غلبہ حاصل کرنے کی گارنٹی حاصل کرسکیں اور عرب قوموں کو اشتراکیت کی طرف راغب کرسکیں۔
۲۔ مذہب و دین کے رہنماؤں اور دیندار حکام کی شہرت داغدار کرنا اور ان پر استعمار و صہیونیت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانا۔
۳۔ اشتراکیت کی تعلیم کو تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تمام تعلیم کے شعبوں میں عام کردینا، اور اسلام سے

مزاحمت کرنا، اور اس کا گھیراؤ کرنا تاکہ وہ ایسی قوت نہ بن سکے جو اشتراکیت کے لیے خطرہ ثابت ہو۔

دستاویز میں ہے کہ:

۶۔ دینی جماعتیں خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو ان کو ملک میں قائم ہونے سے روکنا اور ہر قسم کے دینی شعور کو ختم کرنے کے لیے نہایت ہوشیاری و بیداری سے مستقل کام کرتے رہنا، اور ہر وہ شخص جو دین کی طرف دعوت دیتا ہو اسے نہایت شدت و قساوت سے بلا کسی رحم کے شدید ضربات پہنچانا خواہ وہ موت تک کیوں نہ پہنچا دیں۔

۷۔ اس سب کے باوجود ہمیں اس سے غافل نہیں رہنا چاہیے کہ معاشرہ سازی میں دین و مذہب بڑا خطرناک کام کر رہا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر طرف اور ہر جگہ سے اس کا محاصرہ کریں اور اس کو متہم بنائیں اور لوگوں کو اس سے ایسے طریقے سے نفرت دلائیں جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں۔

۸۔ ملحد مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا اور دین، اور دینی شعور، دینی ضمیر، اور مذہبی سربراہی کی مخالفت اور اس پر حملہ کرنے کی انہیں کھلی چھٹی دینا، اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات جاگزین کرنا کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا، اور واقعۃً بات یہی ہے اور آج اسلام کے اعمال و افعال میں سے سوائے رسمی عبادتوں کے جو روزہ نماز حج اور شادی بیاہ طلاق ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں ہے اور یہ چیزیں بھی عنقریب اشتراکی نظام کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گی۔

۹۔ لوگوں کے درمیان دینی روابط کو مکمل طور سے ختم کر کے اس کی جگہ اشتراکی رابطہ کو قائم کرنا، اس لیے کہ اسلامی رابطہ علمی اشتراکیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

۱۰۔ مساجد و کنیسوں کو ختم کر کے نہ دین مٹایا جا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کے دینی روابط ختم کئے جا سکتے ہیں اسلئے کہ دین نفس و ضمیر میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور عبادت گاہیں دین کے خارجی مظاہر میں سے ایک مظہر و علامت ہوا کرتی ہیں، اور مقصد تو دینی ضمیر کا ختم کرنا ہے۔ اور اب جب کہ ہم اشتراکیت کو غلبہ و حکومت اور سربراہی دلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور تمام ان چیزوں کو عام کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو الحاد کو پھیلانے، رائج کرنے، اور اس کی طرف دعوت دینے والی ہیں۔ اور دین اور اہلِ دین کا مذاق اڑانے والی ہیں اور جو صرف علم کی داعی اور اسی کو غالب و معبود گرداننے والی ہیں مثلاً قصے، کہانیاں، ڈرامے محاضرات و تقاریر، اخبار و رسائل اور کتابیں وغیرہ تو جب ہم اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اب مسلمانوں کے ضمیر و دل سے دین کا ختم کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہا۔

۱۱۔ دینی شعور اور سوجھ بوجھ کی مزاحمت کرنا، اور دینی بیداری کو ختم کرنے کے لیے علمی بیداری کے ذریعے اس کا مقابلہ کرنا۔

۱۲۔ لوگوں اور عوام کو اس طرح سے دھوکہ دینا کہ ہم ان کے سامنے یہ اعلان کریں کہ حضرت عیسٰی اشتراکی اور اشتراکیت

کے امام تھے، وہ خود فقیر تھے اور مسکین خاندان سے تھے، اور ان کے پیرو بھی غریب مسکین تھے، اور انہوں نے مالداروں سے جنگ کی دعوت دی تھی۔

اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں یہ کہیں گے کہ وہ اشتراکیوں (کمیونسٹوں) کے امام تھے، وہ غریب تھے اور غریبوں نے ہی ان کی پیروی کی تھی، اور انہوں نے ذخیرہ اندوزوں، مالداروں، جاگیرداروں اور سود خوروں کے خلاف جنگ کی، اور ان کے خلاف بغاوت کی، اسی طرح ہمیں اور انبیاء ورسولوں کے بارے میں بھی یہی تصور پیش کرنا چاہیے، اور جہاں تک ہوسکے ان کے روحانی تقدس اور معجزات اور وحی کو بقدر امکان ان سے دور کر دینا چاہیے تاکہ ہم ان کو عام انسانوں جیسا انسان بنا کو پیش کر سکیں، اور پھر ہمیں اس مرتبہ ومحور پر ضرب لگانے میں آسانی ہوگی جو انہوں نے اپنے لیے بنالیا تھا اور ان کے غالی متبعین نے مقرر کر رکھا تھا۔

۱۳۔ قرآن کریم، تورات اور انجیل میں بہت سے واقعات وقصے مذکور ہیں اور عام لوگوں کے دینی شعور سے ٹکراؤ سے بچنے اور انہیں اشتراکیت پر ابھارنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان دینی قصوں کی مادی وتاریخی تفسیر کریں، مثلاً حضرت یوسف کے قصہ کی مادی تاریخی تفسیر ہوسکتی ہے، اور اس میں جو جزئیات ہیں ان سے ہم یہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ عوام کے شعور کو اسرائیلیوں، زمینداروں، جاگیرداروں اور شرفاء کی عورتوں اور رجعت پسند حکام کے خلاف استعمال کریں۔

۱۴۔ تمام دینی قوتوں کو اشتراکی نظام کے سامنے جھکا دینا اور ان طاقتوں کو تدریجاً ان کے موجدوں سے جدا کر دینا۔

۱۵۔ عوام کو اشتراکی نعروں میں مشغول رکھنا، اور ان کو سوچنے تک کی فرصت نہ دینا، اور ان کو وطن اور بہادری پر مشتمل اشعار، وطنی ترانوں، فوجی معاملات، جماعتی تنظیموں، مذہبی تقاریر، پیداوار کی ترقی اور معیشت کے معیار کی بلندی کے وعدوں میں ہمیشہ مشغول رکھنا، اور اقتصادی ناکامی وتأخر اور بھوک وافلاس وبیماری کی ذمہ داری استعمار ورجعت پسندی اور صہیونیت وجاگیرداری اور دینی ومذہبی رہنماؤں پر ڈالنا۔

۱۶۔ دینی وروحانی اقدار کو یہ کہہ کر تہ وبالا کرنا کہ ان میں فلاں فلاں عیوب ونقصانات ہیں اور ان کی وجہ سے ترقی پسند قوتیں سو جاتی ہیں۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ:

۱۷۔ صبح وشام، رات ودن ہر وقت انقلاب کا نعرہ لگانا اور یہ اعلان کرنا کہ انقلاب ہی عوام کو ان کے رجعت پسند حکام سے پہلا و آخری نجات دہندہ ہے، اور اشتراکیت کے لیے یہ نعرہ لگانا کہ اشتراکیت ہی وہ باغ اور جنت ہے

جس کا مظلوم عوام سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۸۔ الحادی افکار کو نشر کرنا بلکہ ہر اس فکر کو عام کرنا جس سے دینی شعور و دینی عقیدہ کمزور ہوتا ہو، اور ہر اسلامی مملکت میں رجالِ دین پر عدم اعتماد پیدا ہوتا ہو۔

۱۹۔ دین کو ختم کرنے کے لیے دین ہی سے کام لینے میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے، اور اشتراکی سربراہوں کیلئے لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کے لیے بعض اجتماعی و دینی فرائض انجام دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ یہ کام زیادہ طویل مدت تک نہ ہو اس لیے کہ انقلابی طاقتوں کو وہ چیز ظاہر نہیں کرنا چاہیے جو ان کے باطن میں مخفی نہ ہو مگر ایک خاص وقت تک کے لیے، اور یہ ضروری ہے کہ وقت مختصر ہو اور راستہ بھی مختصر تاکہ کاری ضرب لگائی جا سکے۔ اس لیے کہ انقلاب کا سب سے پہلا کام تمام دینی اقدار اور قدیم معمولات کو ختم کرنا ہے۔

۲۰۔ یہ اعلان کرنا کہ اشتراکی صحیح دین پر ایمان رکھتے ہیں نہ کہ ایسے کھوٹے دین پر جس کو لوگ جہالت کی وجہ سے اپنا لیتے ہیں، اور صحیح دین اشتراکیت ہی ہے، اور کھوٹا دین وہ افیم ہے جو قوم کو اس لیے نشہ میں مست کر دیتی ہے تاکہ وہ ایک مخصوص طبقہ کی خدمت کریں اور اس کے پیچھے چلیں، اور درویشوں کے تمام عیوب اور دین سے تعلق رکھنے والوں کی تمام غلطیوں کو دین سے ملحق کر دینا، اور الحاد کی ترویج کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ دین خرافات کا نام ہے، اور خرافات کھوٹے دین میں چھپی ہوئی ہیں نہ کہ صحیح دین میں جسے اشتراکیت کہا جاتا ہے۔

۲۱۔ اس اسلام کا نام لینا جس کی تائید اشتراکیت اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کرتی ہے، اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے دینِ صحیح اور دینِ انقلاب اور ترقی پسند دین اور مستقبل کا دین قرار دیتی ہے، یہ اس وقت تک کرتے رہنا جب تک کہ اس اسلام کو جسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے تھے اسے اپنی خصوصیات و امتیازات سے عاری نہ کر دیا جائے تاکہ صرف اس کا نام باقی رہ جائے، اس لیے کہ سوائے بعض عربوں کے اور باقی عرب اپنی فطرت کے لحاظ سے مسلمان ہیں، تو اب انہیں نام کا مسلمان اور فعلاً اشتراکی ہونا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ اسلام کا نام بھی اسی طرح ختم ہو جائے جس طرح اس کی حقیقت اور اصل ختم ہو گئی۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ:

۲۲۔ ہم نے لینن کی تعالیم و وصیت کو قبول کر لیا ہے کہ اشتراکی جماعت دین کی سخت ترین دشمن ہو اور اسلام نے مرنے کے بعد جنت کا جو تصور پیش کیا ہے اس کے اس عقیدے کا مقابلہ اس عملی اشتراکیت سے کیا جائے جس کے ذریعہ معاشرہ میں عدل و انصاف قائم ہوتا ہے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ درحقیقت جنت یہی ہے، اور اگر کسی وقت دین سے صلح کرنا پڑے اور اس کی تائید کی ضرورت پڑ جائے تو یہ صلح تھوڑے سے وقت کے لیے ہو، اور تائید بہت احتیاط سے کی

جائے ،اور ساتھ ساتھ اس تائید وصلح کو دین کی بیخ کنی کے لیے استعمال کیا جائے ۔

۲۵۔اسلام کا خوب اہتمام کیا جائے جس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو اسلام کی بیخ کنی کے لیے استعمال کیا جائے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے نام کو عالم اسلامی کی قوموں میں داخل ہونے کے لیے وسیلہ وذریعہ بنایا جائے

اور باوجود اس کے کہ عالم عربی واسلامی میں رجعت پسند طاقتیں نہایت متنبہ و بیدار ہیں لیکن ہم نے جس طریقے کو اختیار کیا ہے اس کے ذریعہ یہ طاقتیں کمزور پڑ جائیں گی حتیٰ کہ وہ انہیں ان کے اجزاء ترکیبیہ اور حفاظت کے عناصر سے بھی عاری کر دے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی نیست ونابود ہو جائیں گی ۔

۲۶۔اسلامی مفاہیم کی تصحیح اور اس کو دوسرے اجزاء سے پاک صاف کرنے کے نام سے ـ اسلام ہی کا نام استعمال کر کے ہم اسلام کو ختم کر دیں گے اور اس کو اشتراکیت سے بدل ڈالیں گے ۔

دستاویز میں بڑے خطرناک راز ہیں چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ :

تمام محیطِ عربی میں ہمارے انصار واعوان بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں ، اور وہ مختلف وزارتوں اور حکومت کے اداروں اور کمپنیوں اور حکومت اور غیر حکومت کے اداروں وکمپنیوں میں کلیدی مناصب اور سربراہی کے عہدوں تک پہنچ گئے ہیں ، اور ہماری تعلیمات کے مطابق وہ تسلط وغلبہ حاصل کر چکے ہیں چاہے یہ تسلط انفرادی ہی کیوں نہ ہو بہرحال ان کا ان مناصب وعہدوں تک پہنچ جانا ہی کامیابی کی علامت ہے جیسا کہ بعض افراد کے بعض سے ملنے سے اجتماعی ملاقاتوں کے امکانات پیدا ہوتے ہیں ، اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے ان معاونین کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جو انقلابی حرکت کے لیے مناسب فضا پیدا کرنے والے فعال ترین مناصب پر فائز ہیں ۔ اور ہم نے ان کو جو تعلیمات دی ہیں انہوں نے ان کے مطابق وزراء اور مسلمین میں ایسے افراد پیدا کر لیے ہیں جن کے اس رجعت پسند حاکم نظام کے لیے مخلص ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے جو اشتراکیت کا دشمن ہے ، یہ حضرات ہمارے لوگوں کے سامنے آڑ کا کام دیں گے ۔ ان کے پیچھے ہمارے ہاتھ متحرک ہوں گے اور اس آڑ اور پردے کے پیچھے وہ نہایت امن وسکون اور اطمینان وہوشیاری سے جو چاہیں گے کر گزریں گے نہ ان کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہوں گے نہ ان کی طرف کسی کا خیال جائے گا ، اس لیے کہ وہ ان مسئول وذمہ دار لوگوں کی آڑ میں کام کرتے ہوں گے ...[1]

محترم مربی صاحبان کیا آپ نے اب وہ چال اور منصوبے پہچان لیے جو خطرناک دشمن کمیونزم نے گمراہ کرنے اور الحاد کے عام کرنے اور مسلم معاشروں سے مسلمانوں واسلام کی بیخ کنی کے لیے پھیلائے اور بچھائے ہوئے ہیں ؟

اور کیا آپ یہ سمجھ گئے ہیں کہ شیوعیت یہ چاہتی ہے کہ وہ اسلام کا عقیدہ ہر اس مسلمان کے دل سے نکال پھینکے جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہ ، اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، اور میرا دین اسلام ہے تاکہ اس کی جگہ کفر وضلال اور

[1] دستاویز کی عبارات عباس محمود عقاد اور احمد عبدالغفور عطار کی کتاب " الشیوعیۃ والاسلام " کے (ص ۔۱۲۳) سے لی گئی ہیں ۔

اسلام سے خروج کا عقیدہ لے لے :

((يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ)) . التوبہ ۔۳۲

چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ اپنی روشنی پوری کرکے رہے گا چاہے کافر برا مانیں۔

ب ۔ صلیبی سازشیں

پہلی صلیبی جنگیں جو دو صدیوں تک جاری رہیں ان میں اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کے بعد عیسائیوں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا، اور نہایت عیاری سے منصوبہ تیار کیا، اور اسلام اور امتِ مسلمہ کو ختم کرنے اور ان کی بیخ کنی کے لیے نہایت گھناؤنی سازش تیار کی، ان کے تدریجی منصوبے درجِ ذیل تھے :

اولاً ۔ خلافتِ اسلامیہ جو دولت عثمانیہ کی شکل میں موجود تھی اس کو ختم کرکے حکومتِ اسلامیہ کو ختم کرنا، اور وہ عیسائیت جو انگریز، یونانیوں ، اٹلیوں اور فرانسیسیوں کی شکل میں موجود تھی اس نے دولتِ عثمانیہ کے ڈھیلے پن اور کمزوری اور آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھایا اور خونخوار بھیڑیے کی طرح اپنے عظیم لشکر کے ساتھ چڑھائی کرکے ترکی کی تمام سرزمین پر قبضہ کرلیا جس میں دار الخلافہ استنبول بھی شامل ہے، اور جب دونوں متحارب گروہوں کے درمیان صلح کے لیے بات چیت کرنے کے لیے "لوزان کانفرنس" میں گفت وشنید کی ابتداء ہوئی تو انگریز نے ترکی کے سب سے بڑے خائن "کمال اتاترک" سے یہ شرط لگائی کہ وہ سرزمین ترکی سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مندرجہ ذیل شروط نافذ نہیں ہوجاتیں :

الف ۔ خلافتِ اسلامیہ کا خاتمہ اور خلیفہ کو ترکی سے ملک بدر کرنا، اور اس کی جائیداد اور دولت کا ضبط کرنا۔

ب ۔ ترکی یہ معاہدہ کرے کہ وہ ہر اس جماعت کو ختم کردے گی جو خلافت کے انصار کے زیرِ اثر وزیرِ قیادت ہے۔

ج ۔ ترکی اپنا تعلق اسلام سے توڑ لے۔

د ۔ ترکی اپنے لیے اس دستور کے بجائے جو اسلام سے لیا گیا ہے ایک دوسرا دستور تیار کرے۔

ان کے علاوہ شرعی عدالتوں ، دینی مدارس ، اوقاف اور میراث کے احکام کا خاتمہ ، اذان کا ترکی زبان میں دینا ، عربی حروف کو لاتینی حروف سے بدلنا، اور جمعہ کے بجائے اتوار کو چھٹی کرنا بھی ان کی شروط میں داخل تھا، اور یہ سب کچھ ۱۹۲۸ء میں مکمل ہوگیا۔

خائن اتاترک نے ان شروط کو نافذ کیا، اور انگریز اور ان کے حلیفوں نے ترکی کی آزادی واستقلال کو تسلیم کرلیا اور خلافتِ اسلامیہ کے خاتمے حکومت کو لادینی مملکت بنانے اور اسلام سے جنگ کے سلسلہ میں اتاترک کی کوششوں

دوسرا یا

اور جب برطانیہ کا وزیرِ خارجہ کرزون برطانوی پارلیمنٹ میں ان واقعات کو بیان کرنے کھڑا ہوا جو ترکی میں پیش آئے تھے، تو بعض انگریز ممبران نے کرزون سے سخت سوالات کیے، اور اس پر تعجب کیا کہ برطانیہ نے ترکی کی آزادی واستقلال کو کیونکر تسلیم کرلیا حالانکہ یہ ممکن ہے کہ ترکی اپنے ساتھ اسلامی ممالک کو ملا کر اہلِ مغرب پر حملہ کر دے، تو کرزون نے ان کے جواب میں یہ کہا: ہم نے ترکی کو اچھی طرح سے ختم کردیا ہے، آج کے بعد وہ کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل طاقت وقوت جو دو چیزوں کی شکل میں موجود تھی یعنی اسلام اور خلافت ان دونوں کو ہم نے ختم کر دیا ہے، یہ سُن کر تمام انگریز ممبران نے تالیاں بجائیں اور یہ بحث ختم ہوگئی۔[1]

ثانیاً۔ قرآنِ کریم کو ختم اور نیست ونابود کرنا، اس لیے کہ عیسائیت یہ سمجھتی ہے کہ قرآنِ کریم ہی مسلمانوں کی قوت، عزت، عظمت اور قوت وثقافت کی طرف لوٹنے کا اساسی مرکز ومصدر ہے۔

۱۔ گولڈسٹون نے برطانوی پارلیمنٹ میں لوگوں کے سامنے قرآنِ کریم ہاتھ میں اٹھا کر یہ کہا:

جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں یہ قرآن موجود ہے اس وقت تک یورپ کو نہ مشرق پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے ورنہ ہی یورپ امن واطمینان سے رہ سکتا ہے۔[2]

۲۔ اور عیسائی مبلغ ولیم جی فورڈ بالگراف کہتا ہے:

جب قرآنِ کریم اور مکہ مدینہ عرب ملک سے ختم کر دیا جائے گا تو اس وقت ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ہم عربوں کو مغربی ثقافت میں تدریجاً آگے بڑھتے ہوئے دیکھیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی کتاب سے دُور رکھیں۔[3]

۳۔ اور حاسد ترین مبلغ کیتلی کہتا ہے:

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن سے کام لیں، قرآن اسلام کے خلاف استعمال کیا جانے والا مفید ترین ہتھیار ہے، تاکہ ہم اس کو مکمل طور سے ختم کر دیں، ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں کے سامنے یہ بیان کریں کہ قرآن میں جو صحیح بات ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں، اور جو نئی چیز ہے وہ صحیح نہیں ہے۔[4]

۴۔ اور الجزائر کا فرانسیسی حاکم الجزائر پر قبضہ کے سو سال مکمل ہونے پر کہتا ہے:

ہمیں چاہیے کہ ہم عربی قرآن کو ان کے وجود اور درمیان سے نکال دیں، اور عربی زبان کو ان کی زبانوں سے کھینچ لیں،

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب الارض والشعب ـــــ (۱۔۴۶) اور کتاب کیف ہدمت الخلافۃ (ص۔ ۱۹۰)۔

[2] ملاحظہ ہو کتاب الاسلام علی مفترق الطرق (ص۔۳۹)۔

[3] جذور البلاء (ص۔ ۲۰۱)۔

[4] التبشیر والاستعمار (ص۔۴۰)۔

تاکہ ان پر غلبہ حاصل کر سکیں[1]

یہ بات فرانس میں پیش آنے والے ایک عجیب حادثہ کی وجہ سے ابھری، اور واقعہ یہ ہے کہ الجزائری نوجوانوں کے نفوس اور دلوں سے قرآن کریم ختم کرنے کے لیے ایک عملی تجربہ کیا گیا، اور وہ اس طرح کہ دس مسلمان الجزائری لڑکیوں کا انتخاب کیا گیا، اور فرانسیسی حکومت نے انہیں فرانسیسی اسکولوں اور کالجوں میں داخل کیا، انہیں فرانسیسی لباس پہنایا اور ان کو فرانسیسی تہذیب کی تلقین کی، اور انہیں فرانسیسی زبان سکھائی، اور وہ پوری کی پوری فرانسیسی عورتوں کی طرح ہو گئیں۔

ان پر گیارہ سال محنت کرنے کے بعد فرانس نے ان کے فارغ التحصیل ہونے پر ایک شاندار مجلس منعقد کی اور اس پروگرام میں وزراء، مفکرین اور اخبار نویسیوں کو بلایا گیا، جب اس پارٹی کی ابتداء ہوئی تو اچانک ان سب کے سامنے الجزائر کی یہ نوجوان لڑکیاں اپنے اسلامی الجزائری لباس میں رونما ہوئیں۔

اس پر فرانسیسی اخبارات وجرائد میں ایک طوفان برپا ہو گیا اور انہوں نے پوچھا کہ فرانس نے الجزائر میں ایک سو اٹھائیس سال گزارنے کے بعد بھی کیا کیا ہے ؟!!

اس پر فرانسیسی مقبوضہ جات کے وزیر لاگوسٹ نے کہا کہ میں کیا کروں اس لیے کہ قرآن فرانس سے بہت زیادہ طاقتور ہے[2]

ثالثاً: مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کر دینا۔

تاکہ وہ اسلامی نظام سے آزاد ہو جائیں، اور الحاد و آزادی و اباحیت کے راستے پر چلیں، اور وہ اس طرح سے اسلام سے عاری ہو جائیں گے۔

۱۔ مبشرین کی القدس نامی کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۵ء میں مسیحی جمعیات کے سربراہ صموئیل زویمر کہتے ہیں کہ:

مسیحیت کے حسن پرچار کے لیے آپ کو مسیحی حکومتوں نے مسلمانوں کے ملکوں میں کام کرنے کے لیے منتخب کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسیحیت میں داخل کیا جائے اس لیے کہ یہ تو ان کے لیے ہدایت کا ذریعہ اور اعزاز واکرام ہے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کو اسلام سے نکال ڈالیں، تاکہ مسلمان ایک ایسی مخلوق بن جائیں جن کا اللہ سے کوئی تعلق نہ ہو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا ان اخلاق حسنہ سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا جن پر قومیں دنیاوی حیات کے لیے اعتماد کیا کرتی ہیں، اور آپ اپنی اس تدبیر اور اس عمل کی وجہ سے ممالک اسلامیہ میں استعماری فتح کے ہراول دستہ بن جائیں گے، اور آپ تمام اسلامی ممالک میں تمام عقول کو اس بات پر آمادہ کر چکے ہوں گے کہ وہ اس راستہ پر چلنے کو قبول

---

[1] مجلہ المنار عدد - ۹ - ۱۱ - ۱۹۶۲ء

[2] اخبار الایام عدد - ۷۷۸۰ - ۱۹۶۲ء

کرلیں جس کی آپ نے کوشش کی ہے اور وہ ہے مسلمان کو اسلام سے نکال دینا۔

آپ نے مسلمانوں کے دیار میں ایسی پود تیار کرلی ہے جو اللہ کے تعلق سے ناآشنا ہے، اور اس تعلق کو جاننا بھی نہیں چاہتی، اور آپ نے مسلمان کو اسلام سے خارج کردیا اور اس کو مسیحیت میں داخل نہیں کیا۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ اسلامی نئی پود بالکل اس کے مطابق ہوگی جو استعمار چاہتا ہے کہ اسے عظیم الشان کاموں کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ وہ راحت پسند و سست و کاہل ہوگی، اور دنیا میں اس کا مطمع نظر اور مقصود و مطلوب صرف شہوات و ملذات ہوں گے، اگر وہ تعلیم حاصل کرے گا تو شہوات کے لیے، وہ ہر چیز کو شہوت پرستی کے لیے قربان کردے گا۔

اے مبلغینِ نصرانیت! اس طرح سے آپ کا فرضِ منصبی اور ذمہ داری بہترین طریقے سے پوری ہوجائے گی[۱]۔

۲۔ زویمر ہی کتاب "الغارۃ علی العالم الاسلامی" (عالم اسلامی پر چڑھائی) میں لکھتا ہے کہ:

مسیحیت کو مغربی ثقافت کے مقابلہ پر دو طرح کی برتری حاصل ہے: ایک برتری تخریب کی، اور دوسری برتری تعمیر کی، تعمیر سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مسلمان کو نصرانی وعیسائی بنادیا جائے تاکہ وہ اپنی قوم کے خلاف مغربی ثقافت کا ساتھ دے[۲]۔

۳۔ مبلغ ٹکلی کہتا ہے کہ: ہمیں چاہیے کہ ہم مغربی طرز کے لادینی اسکولوں کے کھولنے کی ہمت افزائی کریں اس لیے کہ جب بہت سے مسلمانوں نے مغربی اسکولوں وغیرہ کی کتابیں پڑھیں اور اجنبی غیر ملکی زبانوں کو سیکھا تو اسلام اور قرآن کے بارے میں ان کا اعتقاد متزلزل ہوگیا ہے[۳]۔

رابعًا: مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا، تاکہ مسلمان کمزور و ذلیل اور بے قوت بے عزت و بے سہارا ہوجائیں۔

۱۔ پادری سیمون کہتا ہے کہ: عربی اسلامی اتحاد نے اسلامی ممالک و مسلمان قوموں کی آرزؤں کو متحد و جمع کر رکھا ہے، اور یورپ کے غلبہ سے بچنے میں ان کا ممد و معاون ہے، اور عیسائیت کی تبلیغ اس وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اس کی شان و شوکت ختم کرنے کا بہت بڑا اور اہم عامل ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسیحیت کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ اسلامی وحدت سے ہٹادیں[۴]۔

۲۔ مبلغ لارنس براؤن کہتا ہے کہ جب مسلمان عربی شہنشائیت کے سایہ تلے جمع ہوجائیں گے تو یہ ممکن ہوجائیگا کہ وہ عالم کے لیے موجبِ لعنت اور خطرہ بن جائیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عالم کے لیے نعمت بن جائیں، لیکن اگر وہ

---

[۱] جذور البلاء (ص۔ ۲۷۵)۔
[۲] الغارۃ علی العالم الاسلامی (ص۔ ۱۱)۔
[۳] التبشیر والاستعمار (ص۔ ۸۸)۔
[۴] کیف ہدمت الخلافۃ (ص۔ ۱۹۰)

ٹکڑے ٹکڑے اور متفرق و منقسم رہے تو پھر وہ بے وزن و بے تاثیر ہوں گے[1]

۳- ۱۹۰۷ء میں ایک بہت بڑی یورپی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں برطانوی وزیرِ خارجہ کی سربراہی میں یورپی سیاست دانوں اور مفکرین کی ایک بڑی جماعت شریک تھی اس میں وزیرِ خارجہ نے افتتاحی تقریر میں کہا:

"یورپی ثقافت فنا، وزوال کی طرف مائل ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کانفرنس میں ایسا مؤثر وسیلہ و سبب تلاش کریں جو ہماری ثقافت کو زوال سے بچالے"

کانفرنس میں ایک ماہ تک بحثیں ومناقشات ہوتے رہے اور شرکاء نے ان خارجی خطرات کو پیش کیا جو روبزوال مغربی ثقافت کے خاتمہ کا ذریعہ بن سکتے ہیں، چنانچہ ان سب نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کا وجود یورپ کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے اس کانفرنس میں یہ طے کیا گیا کہ کوئی ایسا طریقہ و تدبیر اختیار کی جائے (اور اس کے لیے تمام قوت صرف کردی جائے) تاکہ مشرقِ اوسط میں موجود حکومتوں میں کسی قسم کا اتحاد و اتفاق نہ ہوسکے، اس لیے کہ مشرقِ اوسط کے مسلمانوں کا اتحاد ہی یورپ کے مستقبل کے لیے خطرہ ثابت ہوسکتا ہے۔

اخیر میں انہوں نے یہ طے کیا کہ نہرِ سوئز کے مشرق میں ایک ایسی مغربی یہودی قومیت کو پیدا کیا جائے جو عرب اور مسلمانوں کی دشمن ہو تاکہ مسلمان متفرق ومنتشر رہیں، اور اس طرح سے برطانیہ نے اس عالمی صہیونیت کے ساتھ تعاون واتحاد کی بنیاد رکھ دی جو فلسطین میں ایک یہودی حکومت کے قیام کی دعوے دار تھی[2]

خامساً: مسلمان عورت کو بگاڑنا جس کا طریقہ یہ ہو کہ عورت کی آزادی کے سلسلہ میں جو جماعتیں کام کریں ان کا خوب خیال رکھا جائے، اور عورت کے حقوق کے سلسلہ میں گرما گرم بحثیں کی جائیں، اور اس کو مرد کے مساوی قرار دیا جائے، اور اسلامی نظام میں کئی بیویوں کے رکھنے اور طلاق دینے کی اجازت کی مخالفت کی جائے، اور اس سب کا مقصد شبہات کا پیدا کرنا اور یہ تبلانا ہو کہ اسلامی شریعت اس دور کے لیے لائقِ عمل نہیں، اور زندگی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور اس میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ مسیحیت کی تبلیغ کی ذمہ دار جماعت کے سربراہ پادری زومیر نے "آج کا عالمِ اسلامی" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

توحید پر مبنی کوئی عقیدہ آج تک اس پر اتنی سختی کے ساتھ کاربند نہیں جتنا دینِ اسلام اس پر کاربند ہے، جو ایشیا اور افریقہ جیسے وسیع علاقوں میں چھا گیا ہے۔ اور دوسو ملین افراد میں اس نے اپنے عقیدے، شریعت اور رسم و رواج کو پھیلا دیا ہے اور لغتِ عربی سے ان کا تعلق وارتباط نہایت مستحکم کردیا ہے، چنانچہ اب وہ ایسے بن گئے ہیں جیسے کہ معظم پہاڑ پر تہ بہ تہ آثارِ قدیمہ یا عمارت کے ٹوٹے ہوئے اجزاء، یا وہ پہاڑوں کے اس سلسلہ کی طرح ہیں جو بادلوں سے

---

[1] جذور البلاء (ص - ۲۰۲)۔

[2] المؤامرة ومعركة المصير (ص - ۲۵)۔

ٹکرا رہا ہو اور آسمان تک پہنچ رہے ہوں، اور ان کی چوٹیاں توحید کے نور سے منور ہوں، اور اس کے نشیبی علاقے تعدد ازواج اور عورت کے انحطاط میں مست ہیں۔[1]

پھر اس دشمنِ اسلام نے اپنا کلام مبلغین مسیحیت کو اس نصیحت پر ختم کیا کہ انہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ عورت کی آزادی کا کیڑہ اسلامی معاشرہ کی ہڈی کو کھوکھلا کر دے گا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ: مبشرین کو چاہیے کہ اگر وہ مسلمانوں میں اپنی تبلیغ کا نتیجہ کم زور اور ضعیف پائیں تو اس سے مایوس نہ ہوں، اس لیے کہ یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں یورپی علوم اور عورت کی آزادی کی جانب بہت زیادہ میلان پیدا ہو گیا ہے۔[2]

اور مشہور فرانسیسی کاتب "مسیو آتین لامی" نے ایک فرانسیسی مجلہ "العالمین" کی ۵ ستمبر ۱۹۰۱ء کی اشاعت میں اسلام کی بیخ کنی کے لیے یہ خطرناک سازش نشر کی ہے۔

اس نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کی تربیت کا طریقہ خواہ اس کا وہ اثر کیوں نہ ہو جو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن لڑکیوں کو راہباؤں کے اسکولوں میں تربیت دینے سے ہمارا حقیقی مقصد بہت زیادہ پورا ہوگا، اور جس مقصد کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں اس تک ہم بہت جلد پہنچ جائیں گے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ لڑکیوں کو اس طریقے سے تعلیم دینا ہی وہ منفرد طریقہ ہے جس سے ہم اسلام کو مسلمانوں کے ہاتھوں ہی سے ختم کر سکتے ہیں۔

اور مبشرہ آن میلیگان کہتی ہے: ہم اس حد تک کامیاب ہو گئے ہیں کہ ہم نے قاہرہ کے لڑکیوں کے کالج میں ایسی لڑکیوں کو اکٹھا کر لیا ہے جن کے والدین باشا اور بک ہیں، قاہرہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ موجود نہیں ہے جہاں ہمارے لیے یہ ممکن ہو کہ ہم وہاں مسلمان لڑکیوں کی اتنی بڑی تعداد کو مسیحی اثرات کے ماتحت جمع کر سکیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس اسکول کے راستہ سے زیادہ کوئی ایسا مختصر راستہ نہیں جس سے اسلام کے قلعے کو پاش پاش کیا جا سکے۔[3]

محترم مربی صاحبان! کیا آپ نے عیسائیوں کی ان گندی سازشوں و منصوبوں میں سے بعض کو پہچان لیا جن کے جال کو وہ ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی نفوس سے اسلامی عقیدے کے مٹانے اور ان کے اور اسلام کے درمیان رابطہ و تعلق کو ختم کرنے کے لیے بچھا رہے ہیں؟

کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ان کا اصل مقصد عالمِ اسلام کی وحدتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنا ہے تاکہ مسلمانوں سے اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکیں اور اپنی پیاس بجھا سکیں؟

کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ان کا سب سے بڑا مقصد مسلمان معاشرہ کو بگاڑنا و خراب کرنا ہے، تاکہ اس کے تمام افراد لڑکے اور لڑکیاں گناہ گار آزادی کی بھٹی اور بدکردار اباحیت کے میدانوں میں سرگردان و مستانہ واران کے دوش

---

[1] کتاب الغارة علی العالم الإسلامی (ص ۳۳)۔

[2][3] کتاب الغارة علی العالم الاسلامی (ص ۴۷)۔

بدوش چلیں؟

اگر آپ نے یہ پہچان لیا ہے تو پھر آپ اپنی اس ذمہ داری کا اچھی طرح سے اندازہ کر لیجیے جو اللہ نے آپ پر ڈالی ہے، تاکہ آپ صحیح طریقے سے اس کو پورا کر سکیں، اور انجام کار میں اپنے بچے کی تربیت اور خاندان کی اصلاح میں اس کے اعلیٰ ترین ثمرات حاصل کر سکیں۔

ج۔ یہودیت اور ماسونیت کے منصوبے و سازشیں:

یہود پر اللہ کی لعنت ہو یہ حیلہ و مکر کے مختلف طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق روئے زمین پر تسلط حاصل کریں اور تمام عالم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیں، اور انہوں نے اپنے منصوبوں کو کامیاب کرنے کے لیے اپنے سامنے دو بنیادی ہدف رکھے ہیں:

پہلا ہدف: قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانا اور ان کے درمیان جنگیں کھڑی کرنا اور ان قوموں میں فتنوں کو ہوا دینا۔

دوسرا ہدف: قوموں کے عقائد خراب کرنا، اور ان کے اخلاق اور نظام اور دینی ذوق کو خراب کرنا، اور انہیں اللہ کے راستے سے دور کرنا۔

اس سب کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ قومیں اپنی قوت، عزت و کرامت اور ان کے عوامل و اسباب کو کھو بیٹھیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہود کے نفوذ اور ماتحتی میں آجائیں، تاکہ کسی بھی قوم کا نہ کوئی مقام ہو اور نہ عالم میں کوئی طاقت و قوت۔

ان یہودیوں نے قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور ان کو بگاڑنے کے لیے جو حیلے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک منصوبہ سری (در پردہ) جماعتوں اور جمعیتوں کا قیام بھی ہے۔ اور غالباً ان تمام جمعیات اور جماعتوں میں سب سے اہم اور چوٹی کی جماعت "الجمعیۃ الماسونیۃ" ہے۔

استاذ عبد الرحمن حبنکہ اپنی کتاب "مکائد یہودیۃ" صـ ۲۱۹ پر لکھتے ہیں:

اس جمعیت (جس کے اغراض و مقاصد نہایت رازداری کے ساتھ مخفی رکھے جاتے ہیں) کی تاریخ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ ان بین الاقوامی سری جمعیات میں سب سے خطرناک جماعت ہے جس نے امتوں اور قوموں کی تاریخ میں نہایت خطرناک کردار ادا کیے ہیں، اور جس نے بہت سے قبیلوں کے انجام پر بالواسطہ بہت بڑا اثر چھوڑا ہے، اور عالم کے بہت سے ممالک کی سیاست پر اس نے اس طرح کی حکومت کی ہے کہ ان حکومتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ اس یہودی سازش کا شکار ہوئی ہیں جو ان میں ان ماسونی مجالس و محفلوں کی وجہ سے اثر انداز ہوئی تھی جن کے پیچھے ان مکار یہودی سازشی ہاتھوں نے حرکت کی تھی جو اپنے آپ کو مخفی رکھنا چاہتے تھے، حالانکہ وہی لوگ درحقیقت ان فکری، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور جنگی منصوبوں اور سازشوں کے محرک اور کرتا دھرتا تھے۔

بن ممالک میں ماسونی جماعتیں موجود ہیں، اگر وہاں ان کے جاسوسوں کی بڑی جماعت موجود نہ ہوں تو وہ ہرگز بھی بین الاقوامی یہودیت کے مفاد کے کام نہ کر پاتے، مگر یہ کہ وہ ماسونی جمعیت جس کی باگ ڈور تمام عالم میں یہود کے پوپ اور بڑے لوگ تھامے ہوئے ہیں یہ جمعیت ہی ان کی اغراض کے لیے آلہ کا کام کرتی ہے جس کے تحت افراد اس طرح کام کر گزرتے ہیں کہ انہیں نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔

محققین کو اس وقت سخت حیرت و دہشت کا سامنا کرنا پڑا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ عالمی عظیم جنگیں یہود کی وجہ سے ہی رونما ہوئیں تھیں، اور اس کی آگ کے بھڑکانے والے یہ یہود ہی تھے جنہوں نے یہ آگ ماسونی جماعتوں اور ان سے منسلک عالمی مجالس کے ذریعہ بھڑکائی تھی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ماسونیت ہمارے عربی و اسلامی معاشروں میں بھی رچ بس گئی ہے، اور اس کے بنیادی اصولوں کو ہمارے بہت سے مالداروں اور عزت و جاہ منصب والوں اور حکومت و سلطنت کے ارباب حل و عقد نے بھی اختیار کر لیا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ آنے والے ایام میں عالمی ماسونیت اپنے ان منتسبین کے ذریعہ جو سلطنت و مرتبہ کے مالک ہیں اسرائیل کے اعتراف کرنے اور قضیۂ فلسطین کے خاتمہ کے لیے جو بڑے ممالک اس دورِ حاضر میں مصالحت کی دعوت دے رہے ہیں ان میں کیا کچھ کر دکھائے گی۔

اور اگر مستقبل میں اسرائیل کے تسلیم کرنے کا معاملہ متحقق ہو گیا، جیسا کہ اس کے آثار ابھی سے ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ تو ہم اچھی طرح سے یہ سمجھ لیں گے کہ فلسطین کے مسالہ کے خاتمہ کے لیے ان خطرناک سازشوں کے پیچھے ماسونی یہودی سازشیں اور منصوبے ہی کار فرما تھے، اور اس منصوبے و سازش کے نافذ کرانے والے وہ کرایے کے جاسوس و خریدکردہ حکام ہیں جنہوں نے اپنی ضمیر کو شیطان کے ہاتھ بیچ دیا ہے، اور عہد و پیمان میں خیانت کی ہے اور انہوں نے اپنے اس مجرمانہ کرتوت کے ذریعہ یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا عالمی ماسونیت کے ساتھ بہت گہرا تعلق و رابطہ ہے، یا وہ اس کے لیے کام کر رہے ہیں خواہ وہ یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں، بہر حال تاریخ اس عظیم خیانت کی وجہ سے ان کو نیست و نابود کر دے گی، اور قیامت تک ان پر اللہ تعالیٰ اور تاریخ اور تمام مسلمان قوموں کی لعنت برستی رہے گا۔

اس وقت ہم ماسونیت کی تاسیس اور ان کے مراتب کے سلسلہ میں کلام کرنا نہیں چاہتے اور نہ اس کے رموز و اسرار اور طریقوں کو کھول کر بیان کرنا چاہتے ہیں، جو شخص ان سب حقائق پر مطلع ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ استاد حبنکہ کی کتاب " مکائد یہودیة " ملاحظہ کر لے وہاں تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔

ہم اس وقت جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ادیان و مذاہب سے جنگ، اور اخلاق کی گراوٹ، اور انسانی معاشروں کو ادھر اُدھر خراب کرنے کے لیے یہودی ماسونیت کی جو سازشیں اور منصوبے ہیں

ان سے پردہ ہٹا دیں۔

محترم مربی صاحبان کی خدمت میں ان منصوبوں میں سے اہم اہم ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:[1]

✿ یہود نے اپنے پروٹوکول میں ان گمراہ کن آراء کا اعلان کیا ہے تاکہ لوگوں کے عقائد، ضمیروں اور عقول کو خراب کرسکیں، اور انہوں نے یہودی و غیر یہودی ان شخصیات کے افکار کو اختیار کرلیا ہے جو دینی عقیدے کے خاتمہ کی دعوت دیتی ہیں اور شریفانہ اخلاق کے بنیادی اصولوں کا جنازہ نکالنا چاہتی ہیں۔

✿ یہ لوگ علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس "فرائڈ" کی آراء کو اختیار کرلیا ہے جو انسان کے کردار سے متعلق ہر چیز کی تفسیر جنسی جذبات اور شہوات و خواہشات میں بہہ جانے سے کرتا ہے۔

✿ انہوں نے اس کارل مارکس کی آراء کو اختیار کرلیا ہے جس نے بہت سے لوگوں کے قلوب اور ضمائر و عقول کو خراب کر ڈالا، اور مذاہب وادیان کو لغو و بے کار گردانا، اور الوہیت و خدائیت کے عقیدہ کی مخالفت کی، اور جب کارل مارکس سے یہ کہا گیا کہ عقیدۂ الوہیت کا بدل کیا ہے ؟ تو اس نے کہا اس کا بدل سیر و سیاحت ہے۔ لوگوں کو عقیدہ الوہیت سے ہٹا کر کھیل کود میں مشغول کردو۔

✿ انہوں نے اس نیتشہ کی آراء کو لے لیا ہے جس نے اخلاق کا جنازہ نکال دیا، اور ہر انسان کو اس بات کی اجازت دے دی کہ جس چیز سے چاہے مزے لوٹے چاہے اس کے لیے قتل وغارت، خونریزی و تخریب کیوں نہ اختیار کرنی پڑے۔

✿ انہوں نے اس ڈارون کی آراء کو لے لیا جس نے اس تطور و ترقی کے نظریہ کو اپنایا تھا جسے علم و فہم نے غلط قرار دیا اور اسے مہمل چیزوں کی ٹوکری کی نذر کردیا۔[2]

✿ بلکہ یہود تو یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے انسانیت کو خراب کرنے کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا، اور اس کو نافذ کرنے کے لیے اطلاعات و نشریات کے وسائل اور سینما و تھیٹر کے اسٹیج اور ریڈیو و ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور ماسونی جمعیات و تنظیموں، اور ہر خائن و جاسوس اور کرایہ کے صاحبِ قلم سے کام لیا، اور اپنے مکر و خبث اور بد باطنی سے اس بات پر قادر ہوگئے کہ ثقافت، تہذیب، فنون، کھیل کود اور بے حیائی کے اڈوں و مراکز وغیرہ کے ذریعے قوموں کو

---

[1] ان منصوبوں و سازشوں کا اصل مرجع استاذ عبدالرحمٰن حبنکہ کی کتاب "مکائد صہیونیۃ" (ص ۲۳۳ تا ۲۳۸) ہے۔

[2] ہماری کتاب "شبہات و ردود" کا مطالعہ کیجیے۔ اس میں ڈارون کے نظریہ کی کافی وشافی تردید ہے اور اس کے بطلان کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

خراب کریں، جیسے کہ وہ اپنی عیاری وچالاکی اور قطع وبرید سے اس بات پر بھی قادر ہو گئے کہ یورپ وامریکہ اور مشرق کی اکثر یونیورسٹیوں کی علم نفس اور علم الاجتماع (معاشرتی علوم) کی کرسیوں پر قبضہ کریں، تاکہ ان دو علموں کے راستہ سے لوگوں کے اخلاق وعقائد کو خراب کریں، اور انہوں نے اپنے خبیث منصوبے کو نافذ کیا، اور اس طرح سے تقریباً ان شعبوں کی اسی کرسیوں پر قابض ہو گئے، تاکہ تمام عالم کی فکری، نفسیاتی اور فلسفیاتی قیادت ان کے ہاتھ میں رہے۔

★ لیجیے اب وہ بات بھی سن لیجیے جو یہ لوگ نویں پروٹوکول میں کہتے ہیں: غیر یہودیوں کو ان بنیادی چیزوں کی تعلیم کے ذریعے جنہیں اگرچہ ہم خود ہی بتلاتے ہیں لیکن ہم انہیں غلط اور باطل سمجھتے ہیں ان کے ذریعے ہم ان کو گمراہ کرنے اور ان کے اخلاق بگاڑنے اور بے وقوف بنانے پر قادر ہو گئے ہیں۔

★ اور تیرہویں پروٹوکول میں کہتے ہیں:

غیر یہودی قوموں کے عوام کو اس بات سے دور رکھنے کے لیے کہ وہ خود بخود ہمارے کسی نئے منصوبے پر مطلع ہوں ہم ان کو مختلف قسم کے کھیل کود اور لہو ولعب اور اس طرح کی چیزوں میں مشغول کر دیں گے، اور عنقریب ہم اخبارات میں ایک اعلان کے ذریعے لوگوں کو ہر قسم کے مقابلوں کے پروگراموں میں شرکت کی دعوت دیں گے جیسے کہ فن اور ریاضت وغیرہ، تفریح کا یہ نیا سامان لازمی طور سے عوام کے ذہن کو ان مسائل سے غافل کر دے گا جو ہم ان کے درمیان کھڑے کر رہے ہیں، اور جب عوام اپنے طور پر مستقل بالذات ہو کر سوچنے کی نعمت سے تدریجاً محروم ہو جائیں گے تو سب کے سب نعروں میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔ اس لیے کہ صرف ہم ہی معاشرے کے وہ منفرد اعضاء وافراد ہوں گے جو اس بات کی اہلیت رکھتے ہوں گے کہ نئی فکر وسوچ کی راہیں پیش کریں، اور ان خطوط کو ہم اپنے ان وسائل کے ذریعے پیش کریں گے جو ہمارے ایسے افراد ہوں گے جن کے ہمارا حلیف ووفادار ہونے کا کسی کو شک وشبہ بھی نہ ہوگا، مثالی آزاد لوگوں کا دور اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا جب ہماری حکومت تسلیم کر لی جائے گی اور یہ لوگ اس وقت ہماری بہت اچھی خدمت کریں گے۔

★ پروٹوکول میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ہمیں چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کا جنازہ نکالنے کے لیے کام کریں، تاکہ ہمارے تسلط کی راہ ہموار ہو، فرائڈ ہمارا آدمی ہے، وہ جنسی تعلقات کو دن دہاڑے پیش کرتا رہے گا، تاکہ جوانوں کی نگاہ میں کوئی چیز بھی مقدس باقی نہ رہے۔ اور ان کا سب سے بڑا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بن جائے، جب یہ ہو جائے گا تو اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہوگا۔

★ بلغراد کی ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۲ء کی قرارداد میں ان کا یہ قول تحریر ہے کہ: ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے

کہ ہم ماسونی لوگ دین کے دشمن ہے، اور ہمیں دین کے آثار و علامات کے خاتمے کی کوشش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنا چاہیے

★ ماسونی مشرقِ اعظم ۱۹۱۳ء کی قرارداد میں لکھا ہے کہ: عنقریب انسانیت ہی کو مقصود بنا لیا جائے گا خدا کو چھوڑ دیا جائے گا۔

★ اور انٹرنیشنل ماسونی کانفرنس منعقدہ سن ۱۹۰۰ء کی قرارداد میں یہ لکھا ہے کہ ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ دینداروں پر فتح حاصل کرلیں ان کی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کرلیں، ہمارا بنیادی اور اصلی مقصد ان لوگوں کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

★ ماسونی مجلہ اکاسیا ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے کہ: دین کے خلاف جہاد و مقابلہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا جب دین کو حکومت سے جدا کر دیا جائے، ماسونیت دین کی جگہ لے لے، اور اس کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں۔

محترم مربی صاحبان! کیا آپ نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ان خبیث و عیارانہ منصوبوں سے یہودیت و ماسونیت کیا چاہتی ہے؛ بلاشک و شبہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی عزت دوبارہ قائم ہو، اور فرات سے نیل تک ان کی عظیم حکومت کی تاسیس ہو، پھر تمام عالم پر قبضہ کیا جا سکے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے جو وسائل ہیں ان میں روئے زمین سے تمام آسمانی دینوں اور اخلاقی و معاشرتی و اقتصادی مذاہب کا خاتمہ اور صرف اور صرف یہودیت کے جھنڈے کی سربلندی ہے، اور فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام ان مکارانہ سازشوں ہی کا کرشمہ ہے جن سے ماسونی محفلوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لیے کام لیا۔

محترم مربی صاحبان! جب آپ نے یہ سب کچھ جان لیا تو پھر آپ کو اپنی کوشش و جدوجہد کو دوگنا کر دینا چاہیے، اور اپنی اولاد کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور فکری و نفسیاتی تعمیر کے لیے اپنے عزم کو تیز کر لینا چاہیے، تاکہ یہودی سازشیں ان کے عقیدہ کو جھنجھوڑ نہ سکیں اور ان کے اخلاق کو تباہ نہ کر سکیں۔

د ۔ استعماری منصوبے اور سازشیں

استعماری سازشوں سے میری مراد وہ منصوبے ہیں جن کا اسلام سے جنگ کرنے، اور مسلمانوں کو ان کے عظیم مقصد جہاد فی سبیل اللہ سے ہٹانے، اور اسلامی معاشرے کو آزادی و شہوت پرستی میں غرق کرنے — میں عیسائیت اور استشراق سے بہت گہرا ربط و تعلق ہے، ان منصوبوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں پھنسا کر اسلامی عقیدے سے عاری و تہی دست کر دیا جائے، اور انہیں ایک ایسا حیوان بنا دیا جائے جس کا دنیاوی زندگی میں سوائے خواہشاتِ نفس کے پورا کرنے اور ذلالت و رذالت کی کیچڑ میں دھنسنے کے اور کوئی کام نہ ہو، نہ اسے عظمت و بڑائی تک پہنچنے کی خواہش ہو اور نہ دنیا میں کوئی عظیم کام انجام دینے کی تمنا ہو۔

★ ان مستعمرین کا ایک بڑا آدمی لکھتا ہے کہ : شراب کا جام اور مغنیہ امتِ محمدیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ہزار توپوں سے زیادہ اثر رکھتے ہیں، اس لیے اس امت کو مادیت و شہوت پرستی میں غرق کر دو۔

★ اور اس سے قبل ہم پادری زویمر کا وہ بیان نقل کر چکے ہیں جو اس نے (عیسائی مبلغین) کی کانفرنس میں دیا تھا کہ :

.... آپ لوگوں نے مسلمانوں کے دیار میں ایک ایسی نئی پود تیار کر لی ہے جو اللہ سے تعلق کو نہیں جانتی، اور نہ اس کو جاننا چاہتی ہے۔ اور آپ لوگوں نے مسلمان کو اسلام سے نکال دیا اور مسیحیت میں داخل نہیں کیا... جس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نئی نسل استعمار کی خواہش و مرضی کے مطابق تیار ہو گئی کہ اسے عظیم کاموں کی کوئی فکر نہیں اور وہ راحت پسند و سست ہے، اور دنیا میں اس کا مطمح صرف شہوت پرستی ہی ہے، وہ اگر تعلیم حاصل کرتا ہے تو شہوت پرستی کے لیے اور اگر وہ ترقی کر کے کسی عظیم منصب تک پہنچتا ہے تو شہوت پرستی ہی کے لیے۔

راندولف چرچل نے ۱۹۶۷ء میں سقوطِ قدس کے بعد کہا تھا کہ :

قدس کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنا یہود اور عیسائیوں دونوں کا ایک جیسا خواب تھا، اس سے عیسائی یہودیوں سے کم خوش نہیں ہیں، قدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا اور یہودی کنیسہ نے قدس کو یہودی قدس کے ساتھ ضم کرنے کے سلسلہ میں تین قرار دادیں جاری کی ہیں، اور اس کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان جو بھی گفت و شنید ہوگی اس کی وجہ سے قدس مسلمانوں کو دوبارہ کبھی نہیں ملے گا۔

اس سے قبل عیسائیت اور استشراق کے منصوبوں و سازشوں کی بحث میں ہم مستعمرین کے بہت سے اقوال ذکر کر چکے ہیں جو سب کے سب اسلامی مقدسات اور اسلامی مبادیات اور بنیادی اصولوں کو ختم کرنے اور ان کے وجود کو دنیا سے مٹانے والے وسائل کو عملی جامہ پہنانے میں ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پھیلانا و مکمل کرنا چاہتے ہیں خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اور اے مربی صاحبان !

اخیر میں یہ بات بھی سامنے رکھیے کہ آپ مسلمان ممالک میں جاسوسی اور دوسروں کے لیے کام کرنے والے ایسے ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں سے قطعاً بے خبر نہ رہیں، جو ملحد شیوعیت اور حاسد ترین عیسائیت اور مکار ماسونیت اور گمراہ کن استعماری مذاہب سے گہرا ربط و تعلق رکھتے ہیں، اور سرزمینِ اسلام اور اسلامی معاشروں میں ہر جگہ اباحیت و آزادی اور کفر کی بنیادی باتیں پھیلانے میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں۔

اے مربی صاحبان ! آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان خائن ایجنٹوں میں سے ہر جماعت کے کچھ عناصر ہیں جو مستقل کام کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام کرنے کے مختلف اسلوب ہیں اور ان کے بہت گہرے بنیادی اصول اور نئی نئی

تنظیمیں بھی ہیں۔

دم چھلوں اور ذہنی غلاموں کی یہ جماعتیں آپ کے بیٹے اور بیٹی سے ایمان واسلام کا عقیدہ اور اخلاق وشرافت کو چوری کرنے میں ایک دوسرے سے باہم متحد، معاون ومددگار ہوتی ہیں، تاکہ بچے کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہ رہے جس کا نام ایمان، اخلاق یا شرافت ہے، اور ان خائن جماعتوں کی نظر میں یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک بچہ تشکیک (شک وشبہ) آزادی اور اباحیت کے مختلف مراحل سے نہ گزر جائے، ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ بچہ ہر اس مقدس واچھی چیز کو پھینک دیتا اور دور کردیتا ہے جو ادیان وشریعتیں لے کر آئی ہیں۔

وہ لوگ جنھوں نے اپنی نفوس کو شیطان کے ہاتھوں فروخت کردیا ہے وہ ملک کے طول وعرض میں اِدھر اُدھر سب جگہ منتشر اور مضبوط حیثیت کے مالک ہوتے ہیں، یہ سرکاری ملازمتوں، ریڈیو، ٹیلیویژن، تعلیمی میدان، کارخانوں کمپنیوں غرضیکہ ہر جگہ گھسے ہوئے ہیں۔

فساد کے پھیلانے، گمراہ کرنے، اور الحاد کے دام میں پھنسانے کے لیے ان کے پاس مختلف وسائل ہیں کبھی اخبارات سے کام لیتے ہیں، اور کبھی ریڈیو کی نشریات سے، اور کبھی ٹیلی ویژن کے ڈراموں اور اسٹیج سے، اور کبھی عوامی اسٹیج کے ڈراموں اور میلوں سے، اور کبھی ثقافتی مراکز اور تقاریر کی مجالس سے، اور کبھی مختلف قسم کی تنظیموں کے افتتاح سے، یہ وسائل اس کے علاوہ ہیں جو وہ نظام تعلیم اور یونیورسٹیوں میں مستقل منظم طریقے سے کافرانہ نظریات پھیلاتے رہتے ہیں اور سازش وفساد کے لیے خصوصی ملاقاتیں کرتے ہیں۔

جناب مربی صاحبان! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان ایجنٹوں کے پاس گمراہ کرنے، بگاڑنے اور گفت و شنید کے بھی بہت سے اسلوب ہیں جن سے وہ بچے کے عقیدے، افکار اور اخلاق پر اثر انداز ہوجاتے ہیں۔

★ ان کے طریقوں اور اسالیب میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ جب فارغ ہوتا ہے تو یہ اسے ملازمت، جاہ و منصب کا لالچ دیتے ہیں۔ اور جب وہ ان میں سے کسی تنظیم میں شامل ہوجاتا ہے تو بڑے مرتبہ وعہدہ تک پہنچ جاتا ہے۔

★ ان کے اسالیب میں سے بچے کو مغربی ثقافت وترقی، یا مشرقی بنیادی چیزوں کے ذریعہ گمراہ کرنا بھی ایک طریقہ ہے یہ لوگ ان کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مشرقی ثقافت اصول ونظریات والے عزت وبلندی کو اس وقت پہنچے جب انہوں نے دین کو ایک طرف ڈال دیا۔

★ ان کے اسالیب میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو خدا کے اعتقاد کے سلسلہ میں شک میں ڈالنا مثلاً یہ کہنا کہ اگر اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے تو اس کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یا یہ کہ اگر ہم اللہ کو دیکھ نہیں رہے ہیں تو پھر وہ موجود بھی نہیں ہے، اسی طرح کے غلط اور باطل شکوک وشبہات کا پیدا کرنا، اور ان کے سلسلہ میں اشکالات

وسوالات کرنا۔[1]

★ ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بچے کو اسلامی نظام کے بارے میں شک وشبہ میں ڈال دیتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کا زمانہ گزر چکا ہے، اور اس کے اغراض ومقصود ایک زمانے سے ختم ہو چکے ہیں لہٰذا یہ اسلام ایٹم، بجلی اور علم کے دور کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

★ ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو یہ باور کراتے ہیں کہ اسلام نے عورت پر پردہ لازم کیا ہے اور اس کو گھر کی چہار دیواری میں بند کر دیا، اور اس کو مرد کا غلام اور ذلیل وحقیر بنا دیا ہے اس کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں ہے کہ وہ حقوق کے حصول اور عزت وکرامت کی چوٹی تک پہنچے مگر یہ کہ وہ تمام ان قیود سے آزاد ہو جائے جو اسلام نے لاگو کی ہیں، اور ہر اس اچھی چیز کو چھوڑ دے جو دین نے پیش کی ہے۔[2]

★ ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچے کو آزادی، شہوت پرستی، بے حیائی اور زنا کی طرف یہ کہہ کر ترغیب دی جائے کہ جنسی شہوت کے داعیہ پر بھی لبیک کہنا چاہیے، اور جنسی جوش اور نفسیاتی انضباط سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کے اسالیب اور باطل قسم کے شکوک وشبہات اور گندے قسم کی بہکانے والی تدبیریں:

((ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾)). التوبہ۔ ۳۰	یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے، ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی، اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

مربیٔ محترم! کیا آپ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ خائن ایجنٹ جو شبہات پیدا کرتے اور شک وشبہ ڈالتے ہیں اس سے ان کا مقصد وغرض کیا ہے؟ بلاشبہ انکا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مؤمن قوموں کے انجام اور اسلامی معاشروں کو اپنے ان سربراہوں کی گاڑی کے ساتھ باندھ دیں جو کافرانہ عقیدے اور گمراہ کن مذاہب اور مخرب نظاموں کے مالک ہیں، تاکہ مسلمان نوجوان اور مسلمان عورت کے پاس اسلام نامی کوئی چیز باقی نہ رہے، یا ان کے یہاں عیب، حیا یا حرام نامی کوئی چیز باقی نہ رہے۔

اگر یہ کمینے عیار ایجنٹ اس گمراہی وکجی کے پھیلانے میں کامیاب ہو گئے اور ان کو یہ موقعہ دے دیا گیا کہ وہ اپنے مکر کا بازار گرم کرلیں، اور اس کے لیے متحد ہو جائیں، اور اپنے زہر اور کفریات کو پھیلا دیں، اور ہماری طرف سے ان کی کوئی

---

[1] ملاحظہ کیجیے، ہماری کتاب "شبہات وردود" اس میں ان شبہات کی تردید میں نہایت مضبوط دلیلیں پیش کی گئی ہیں جو یہ لوگ پیدا کرتے ہیں۔

[2] ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر نورالدین عترکی کتاب "ماذا عن المرأة" اور استاذ وہبی سلیمان غاوجی کی کتاب "المرأة المسلمة" ان دونوں کتابوں میں فاسد خیالات وافکار کی بہت عمدہ تردید کی گئی ہے۔

مدافعت ومقاومت نہ ہوئی، اور ہم نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا، اور رہنمائی، تلقین وتربیت کا اہتمام نہ کیا، تو خدا نہ کرے پھر انجام یہ ہوگا کہ اسلامی معاشرے لازمی طور سے اباحیت وآزادی اور الحاد کی جانب آگے بڑھیں گے۔ اور کھلم کھلا وہ حتمی طور سے مشرقی یا مغربی گاڑی کے ساتھ جُت جائیں گے، یا آپ چاہیں تو یہ کہہ دیں کہ وہ شیوعی (کمیونسٹ) یا راسمالی (سرمایہ دارانہ) نظام سے وابستہ ہو جائیں گے، اور اس وقت ہم دائمی رسوائی کو پہنچ گئے ہوں گے، اور گمراہی والٹے پاؤں لوٹنے کی بنا پر امتِ اسلامیہ کو ذلت ورسوائی اور غلامی کا شکار ہونا پڑے گا، اور ہم ان لوگوں میں سے بن جائیں گے جو قیامت تک کے لیے اللہ اور قوموں اور تاریخ کی لعنت کے مستحق بنے۔

مربی محترم! جب آپ نے یہ منصوبے وسازشیں جان لیں جن کا مضبوط ترین جال شیوعیت، عیسائیت اور یہودی ماسونیت اور استعماری مذاہب اور خائن ایجنٹوں کی جماعتوں نے بنایا ہے، تو پھر یہ سب کچھ جان لینے کے بعد آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ خوب جدوجہد و محنت کریں، اور قوی عزم سے کام لیں، اور پکے ارادہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں، تاکہ اپنے اس اسلامی فریضے کو ادا کرسکیں جو بچوں کی تربیت، اور خاندان کی تلقین، اور ان لوگوں کی رہنمائی کے سلسلہ میں جن کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر عائد ہے ہے آپ کے خاندان کے سلسلہ میں آپ پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ ایک امانت ہے، اور یہ قیامت کے دن ذلت ورسوائی اور ندامت کا ذریعہ بنے گی مگر اس شخص کے لیے جو اس کے حق کو ادا کرے اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح سے ادا کرے۔

لہٰذا حساب وکتاب اور سوال سے قبل ہی اس حق کو صحیح طریقے سے ادا کیجیے تاکہ اللہ کی رضا اور جنت میں اس کا قرب اور ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہوسکے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین وغیرہ ہیں اور یہ حضرات بہت ہی عمدہ رفیق ہیں[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ)) الصافات۔ ۲۴ — اور ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ ہوگی۔

اور فرمایا:

((فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ)). الحجر۔ ۹۲،۹۳ — سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم کو ان سب سے پوچھنا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

---

[1] اس کتاب "تربیۃ الاولاد" کی قسم ثانی میں مربیوں کی مسئولیت کی بحث کے ذیل میں ہم تفصیلی کلام کرچکے ہیں لہٰذا اس کا مطالعہ کرلیجیے۔ انشاء اللہ تشفی کا پورا سامان مہیا مل جائے گا

② بچّے کی تربیت کے بنیادی قواعد

تربیت کے بنیادی اصول دو قاعدوں میں منحصر ہیں :

۱ - ارتباط اور ربط و تعلق کا اصول ۔
۲ - متنبہ و چوکنا کرنے کا قاعدہ ۔

۱ - ارتباط اور ربط و تعلق کا اصول :

یہ یقینی بات ہے کہ بچہ جب ہوشیاری اور سمجھداری کی عمر کو پہنچے اور اس کا تعلق اعتقادی اور روحانی روابط اور فکری، تاریخی، معاشرتی و ریاضتی روابط سے مضبوط ہو، اور پھر جب وہ اور بڑا ہو اور نوجوانی میں قدم رکھ کر پورا آدمی بن جائے اور پھر ادھیڑ عمر کو پہنچ جائے تو بلا شبہ ایسے بچے میں ایمان کی مضبوطی اور یقین کی ٹھنڈک اور تقویٰ کی ایسی مضبوط دلوا ہوگی جو اسے جاہلیت کی چیزوں سے کنارہ کش ہونے اور اس کے تمام تر تصورات و عقائد اور بنیادی اصولوں اور گمراہ کن باتوں سے بے تعلق ہونے اور ان کی اصلی حقیقت جاننے میں مددگار ہوگی بلکہ ایسا بچہ ہر اس شخص کے مقابلہ پر شعلۂ جوالہ ہوگا جو اسلامی نظام سے ٹکرائے، یا اس سے معاندانہ موقف اختیار کرے، یا اس کے ابدی بنیادی اصولوں پر کوئی حاسدانہ نظر ڈالے، ایسا کیوں ہوگا ؟

اس لیے کہ بچہ کا ربط اسلام سے ہوگا عقیدہ کے لحاظ سے بھی اور عبادت کے لحاظ سے بھی، اور اخلاق کے لحاظ سے بھی اور نظامِ شریعت کے لحاظ سے بھی، اور عمل و تطبیقِ احکام کے لحاظ سے بھی، اور جہاد و دعوت کے لحاظ سے بھی ۔ اور دین و حکومت کے لحاظ سے بھی ، اور قرآن و تلوار کے لحاظ سے بھی اور ثقافت و افکار کے لحاظ سے بھی ۔

مربی محترم ! آپ کے سامنے وہ اہم روابط ذکر کیے جاتے ہیں جو آپ کے بچے کے لیے خیر ہی خیر کے ضامن ہیں، لہٰذا آپ ان کو جس قدر بھی نافذ کر سکتے ہوں نافذ کر دیں تاکہ آپ اپنے بچے کو نیک صالح مومنوں کی گنتی اور پاکیزہ و متقی لوگوں کے زمرہ اور مجاہدینِ احرار کی جماعت میں دیکھیں، اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل امر نہیں ہے

روابط وارتباطات کچھ اس طرح سے ہیں :

① اعتقادی رابطہ

اس سے قبل "ایمانی تربیت کی ذمہ داری" کی بحث میں ہم یہ ذکر کرچکے ہیں کہ بچہ جب سے ہوش مند وسمجھدار ہو اسی وقت سے اس کا بنیادی ایمانی ارکان اور غیب سے متعلق حقائق اور ان تمام چیزوں سے تعلق وارتباط ہونا چاہیے جو صادقِ امین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہم تک اعتقادیات ومغیبات (غیبی امور) کے قبیل سے پہنچی ہیں ، لہٰذا مربی پر یہ لازم ہے کہ وہ بچے میں اللہ جل شانہ پر ایمان اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور رسولوں اور قضاء وقدر اور فرشتوں کے سوال کرنے ، اور عذابِ قبر پر ایمان اور آخرت کے احوال ، دوبارہ زندہ کیے جانے ، اور حساب کتاب ، جنت ودوزخ وغیرہ غیبی امور پر ایمان اس کے دل میں سمودے ۔

مربی محترم یہ بات آپ سے پوشیدہ نہ ہوگی کہ اگر آپ اپنے بچے میں ایمان باللہ کی حقیقت کو جاگزین کردیں ، اور اس کے قلب وتصور میں ان غیبی امور کو راسخ کردیں ، اور ہمیشہ یہ کوشش کریں کہ بچے کا تعلق ربانی عقیدہ سے قائم رہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے مراقبے اور اس کے حاضر وناظر ہونے کے عقیدے اور اس سے خوف وخشیت ، اور ہر پیش آمدہ امر ومصیبت میں اس کے سامنے گردن جھکانے ، اور اس کے حکم پر عمل کرنے ، اور ممنوعات سے رکنے میں پیش پیش ہوگا بلکہ اس میں ایمان کا اتنا احساس اور ضمیر کی ایسی خلش ہوگی جو اسے معاشرتی برائیوں اور نفسیاتی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گی ، اور اس طرح سے وہ روحانی واخلاقی طور پر مکمل ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا ، اور عقلی اور کردار کے اعتبار سے کامل ومکمل ہوجائے گا ، بلکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے ، اس لیے کہ وہ ہدایت ، صحیح راستے ، دین اور حق پر قائم ہوگا ۔

مربی محترم ! میرا خیال ہے کہ آپ کے سامنے مجھے آپ کی ذمہ داری ومسئولیت کی وہ حدود ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جو آپ پر اپنے بچے کی ایمانی تربیت کے سلسلہ میں لازم ہوتی ہیں ۔ اس لیے کہ اس بحث پر اس کتاب تربیۃ الاولاد کی قسمِ ثانی میں "ایمانی تربیت کی مسئولیت" کی بحث میں ہر پہلو سے کلام کیا جاچکا ہے ۔ لہٰذا اگر آپ دوبارہ اس کو پڑھنا چاہیں تو مذکورہ بحث مطالعہ کرلیجیے ، وہاں آپ کو انشاء اللہ تشفی کا پورا سامان مل جائے گا ۔

۲ روحانی ارتباط

روحانی ربط سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف و پاکیزہ اور روشن ہوجائے، اور اس کے دل سے ایمان واخلاص پھوٹ نکلے، اور اس کی نفس پاکیزگی و روحانیت کی فضا میں بلندی کی معراج کو پہنچ جائے، اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی رابطوں سے مربوط رکھنے کے لیے ایک خاص منہج اور نظام مقرر کیا ہے تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی و نور اور اخلاص وصفا کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکے۔

اور وہ منہج و نظام درج ذیل ہے:

الف ۔ بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا:

اس لیے کہ حاکم اور ابوداؤد حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں، اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور ان کے بچھونوں کو الگ الگ کردو۔

اور نماز پر قیاس کرتے ہوئے بچہ کا تعلق روزے سے بھی قائم کیا جائے گا بشرطیکہ بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اسی طرح اگر باپ صاحبِ حیثیت ہو تو بچے کو حج سے بھی واقف کرائے، اور اگر مربی صاحبِ استطاعت ہو تو بچے کو زکاۃ سے بھی واقف کرائے۔

مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ بچہ کے یہ ذہن نشین کرادیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادات میں ہی محصور نہیں ہے بلکہ عبادت ہر اس نیک کام کو شامل ہے جس میں مسلمان آدمی اللہ کے نظام کو اختیار کرتا ہے، اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضامندی ہوتی ہے، عبادت کے اس عام معنیٰ کا حاصل یہ نکلے گا کہ اگر تاجر اپنی تجارت میں اللہ کے نظام کے مطابق چلے گا اور خرید و فروخت میں حلال و حرام کا خیال رکھے گا اور اس سے مقصد اللہ کی رضا ہوگی تو ایسا تاجر بھی مؤمن بندوں میں شمار ہوگا۔

اس لیے ہر مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھادے، تاکہ بچہ حلال کو اختیار کرے اور حرام سے بچے، بچّے کی اس طرح سے رہنمائی کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رہنمائی کے مطابق ہے جو آپ نے مربیوں کو کی ہے، چنانچہ ابن جریر و ابن المنذر روایت

کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اعملوا بطاعة الله، واتقوا معاصی الله، ومروا أولادکم بامتثال الأوامر واجتناب النواهی، فذلك وقاية لهم ولكم من النار)).	اللہ کی طاعت اختیار کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اور اپنے بچوں کو احکامات بجالانے اور ممنوع چیزوں سے رکنے کا حکم دیا کرو یہ ان کے اور تمہارے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا اے مربی محترم! بچے کا جب شروع ہی سے عبادت سے اس عمومی و خصوصی مفہوم کے ساتھ ربط ہوگا۔ اور ان کے ادا کرنے کا عادی ہوگا، اور بچپن سے ہی اپنے فرض کو ادا کرتا ہوگا۔ اور اسی طرح جب اللہ کی اطاعت اور اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے شکر ادا کرنے اور اس کے نظام کو اپنانے کی تربیت پائے گا تو وہ بھی واقعی ایک صحیح متوازن انسان اور مخلص شخص ہوگا جو دنیا میں ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرے گا۔ اور اپنے اخلاق و معاملات اور چال چلن و کردار میں دوسروں کے لیے بہترین نمونہ و مقتدیٰ بنے گا۔ بلکہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہدایت، دین حق اور راہِ راست پر قائم ہوگا۔

ب ۔ بچے کا قرآنِ کریم سے ربط پیدا کرنا:

اس لیے کہ طبرانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے بچوں کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ: اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، اور ان کے اہلِ بیت کی محبت، اور قرآنِ کریم کی تلاوت، اس لیے کہ حاملینِ قرآن اس روز انبیاء و مقرب بندوں کے ساتھ اللہ کے عرش کے سایے میں ہوں گے جس روز اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

★ علامہ ابنِ خلدون نے اپنی کتاب "مقدمہ" میں بچوں کو قرآنِ کریم حفظ کرانے اور اس کی تعلیم دینے کی اہمیت ذکر کی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں قرآنِ کریم کی تعلیم ہی تمام تعلیمی نظام کی اساس و بنیاد ہے اس لیے کہ یہ دین کے شعائر میں سے ایک ایسا شعار ہے جو عقیدہ کو مضبوط اور ایمان کو راسخ کرتا ہے۔

★ ابنِ سینا نے کتاب السیاسۃ میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ بچے میں جب جسمانی اور عقلی لحاظ سے استعداد و صلاحیت پیدا ہو جائے، تو قرآنِ کریم کی تعلیم سے اس کی ابتدا کرنا چاہیے تاکہ بچپن سے ہی اصلی بنیادی عربی زبان اس کی گھٹی میں پڑ جائے، اور ایمان کی نشانیاں اس کی نفس میں راسخ ہو جائیں۔

★ امام غزالی نے اپنی "احیاء العلوم" میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآنِ کریم اور احادیث اور نیک لوگوں کے واقعات اور بعض دینی احکام کی تعلیم دینا چاہیے۔

اور "ایمانی تربیت کی ذمہ داری" کی فصل میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پہلے زمانے کے لوگ اپنے بچوں کی تربیت

کالنسا اہتمام کیا کرتے تھے، اور ہمارے سمجھدار سلفِ صالحین اور ان کے والدین کس طرح اپنے بچوں کو استاذ کے پاس بھیجتے تھے؛ چنانچہ یہ حضرات استاذ و معلم کو سب سے پہلی نصیحت یہ کرتے تھے اور مشورہ یہ دیتے تھے کہ وہ ان کے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں اور اسے یاد کرائیں، تاکہ ان کی زبان درست ہو، اور روح میں بلندی اور دل میں خشوع پیدا ہو۔ اور آنکھوں میں آنسو آئیں اور ایمان و اسلام ان کی نفوس میں راسخ ہو جائے اور پھر وہ قرآن و اسلام کے سوا کسی چیز کو دستورِ نظام اور قانون نہ سمجھیں۔

اس لئے اے مربی محترم! آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی، لہٰذا اگر اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح قرآنِ کریم کی تلاوت اس پر عمل، اور اس کو اپنی زندگی میں عملی تطبیق دینے سے ہوئی، اور ان کو عزت اسلامی فکر اور اسلامی کردار اور حقیقی طور سے اسلام کو نافذ کرنے سے حاصل ہوئی تھی تو اس امت کے آخر زمانے کے لوگ بھی نہ اصلاح کے مرتبہ کو پہنچ سکتے ہیں اور نہ ان کو عزت حاصل ہوگی مگر یہ کہ ہم اپنے بچوں کا تعلق قرآنِ کریم سے پیدا کریں۔ ان کو اسے سمجھائیں، یاد کرائیں، تلاوت کرائیں، تفسیر پڑھائیں، اور اس کے ذریعہ ان میں خشوع پیدا کریں، اور عمل کرائیں اور کردار اس کے مطابق بنوائیں، اور ان سے اس کے احکامات پر عمل کرائیں، اگر ہم نے یہ کر لیا تو ہم اس موجودہ دور میں قرآن پر عامل، مؤمن، نیک، متقی قوم پیدا کر دیں گے جس کے ذریعہ اسلام کو سربلندی حاصل ہوگی، اور اس کی بلند و بالا ہمت و محنت سے عالم میں اسلامی حکومت کی بنیاد پڑے گی، اور اس کا محل تعمیر ہوگا، تاکہ وہ اپنی عزت و وقار اور قوت و طاقت اور ثقافت میں دوسری قوموں سے مقابلہ کر سکے۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ اپنی اولاد اور بچیوں کے لیے ایسے آدمی کو مہیا کر دیں جو انہیں قرآنِ کریم کی تعلیم دے خواہ تعلیم قرآن گھر میں آکر دے یا مسجد میں یا قرآنِ کریم کی تعلیم کے مراکز میں سے کسی مرکز میں۔

اور آپ یہ یاد رکھیے کہ اگر آپ نے یہ فریضہ صحیح طریقے سے ادا کر دیا تو پھر آپ واقعۃً اپنی وہ ذمہ داری پوری کرنے والے شمار ہوں گے جو آپ پر آپ کے بچے کے سلسلہ میں عائد ہوتی ہے، اور آپ اپنے بچے کو روحانی و فکری اور تلاوت و عمل و احکام کے اعتبار سے قرآنِ کریم کے ساتھ مرتبط کرنے والے ہوں گے۔

اگر آپ نے یہ کر لیا تو جب آپ کا بچہ اپنی دونوں آنکھیں کھولے گا تو وہ قرآنِ کریم کے بنیادی احکام کے سوا کسی ایسے قانون کو نہیں جانتا ہوگا جس پر اس کا عقیدہ ہو اور وہ قرآنِ کریم کی شریعت کے سوا کسی ایسی شریعت کو نہ جانتا ہوگا جس سے قانون لیا جائے اور وہ اپنی روح کے لیے نسخہ شفاء و کامیاب مرہم اور اپنی نفس کا علاج سوائے قرآنِ کریم اور اس کی آیات کو خشوع خضوع سے پڑھنے کے کسی اور چیز کو نہ سمجھے گا، جب یہ صورت حال متحقق ہو جائے گی تو آپ اپنے بچے کی روحانی اور ایمانی و اخلاقی تیاری کی منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں گے، بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے ہوگا جس کی طرف

انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت اور حق اور راہِ راست پر قائم ہوگا۔

ج ۔ بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط کرنا :

اس لیے کہ ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم کسی شخص کو مسجد جانے آنے کا عادی دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ)) ۔ التوبہ - ۱۸

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو۔

مربی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ترین ستونوں میں سے ہے جس پر سابقہ تمام ادوار میں فردِ مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا دار و مدار رہا ہے، اور مسلمانوں کے دورِ حاضر اور مستقبل میں بھی مسجد افراد و معاشرے کی تعمیر میں بنیادی اساسی ارکان میں سے رہی ہے اور رہے گی۔ اس لیے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی و ایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی و معاشرتی تعمیر، اور مسجد کے بغیر نہ آپ اللہ اکبر کی وہ آواز سن سکتے ہیں جو آسمانِ دنیا تک پہنچتی ہے اور جذبات کو جھنجھوڑتی اور دلوں کو حرکت دیتی ہے اور نہ ہی آپ کے پڑوسی اس عظیم الشان آواز کو سن سکتے ہیں۔

اور مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ و نصیحت اور وہ کلمۂ حق سننا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کی نفس و روح پر ہوتا ہے، اور جس کے اثر سے اس کے احساسات و شعور میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔

اور مسجد کے بغیر مسلمان دین کے احکام، اور دنیوی تنظیم و ترتیب، اور حلال و حرام امور، اور زندگی گزارنے کا طرز و نظام، اور شریعت کی باریکیاں نہیں جان سکتا۔

اور مسجد کے بغیر عام مسلمان مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے حالات و مصائب، اور پریشانیاں اور حاجات نہیں جان سکتا۔

اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی و شفقت سے پیش آئے، اور ان دونوں کی نفوس محبت، شفقت و رحمت اور تعاون و اتحاد و ہمدردی کی بنیاد ــ پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

اور کوئی مسلمان اپنے لیے مصیبت کے وقت کوئی دادرسی و غمخواری اور گھبراہٹ و پریشانی کے وقت کوئی اطمینان و سکون کی جگہ مسجد کے علاوہ نہیں پاتا۔

یہ مسجد کے بعض وہ اعمال و کام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اور آپ کے بعد آنے والے

خلفاء وحکام کے زمانے میں تھے۔

اور اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اسلامی معاشروں کو ہر جگہ مضبوط و مستحکم بنائیں، اور صحیح راستے اور صحت و بنیاد پر رہیں اور قوت اور علم و ثقافت میں بہترین قوم بنیں اور بعد میں بھی وہی عزت و رفعت اور حکومت و مرتبہ اور تشخص قائم رکھ سکیں جو ابتداء میں شروع کے لوگوں نے قائم کیا تھا تو مسجد کو ہمیشہ اسی معیار پر رہنا چاہیئے۔

مربی محترم! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ مسجد کے اہم ترین تقاضوں میں سے یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کے ذریعے قلوب کو اطمینان و سکون حاصل ہو، سنیئے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

((إذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا: یارسول الله وما ریاض الجنة؟ قال: حلق الذکر)). جامع ترمذی

جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرو تو چر لیا کرو، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے

مربی محترم! کیا آپ جانتے ہیں کہ مسجد کے اہم تقاضوں میں سے قرآن کریم کا درس و تدریس ہے؟ سنیئے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

((وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله، یتلون کتاب الله و یتدارسونه بینهم إلا نزلت علیهم السکینة، وغشیتهم الرحمة، وحفتهم الملائکة، وذکرهم الله فیمن عنده)). صحیح مسلم

اور جمع نہیں ہوتی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں، اور پھر وہ اللہ کی کتاب تلاوت کریں اور اس کو آپس میں پڑھیں پڑھائیں مگر یہ کہ ان پر سکینت (اطمینان و سکون) نازل ہوتی ہے، اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں کے سامنے کرتے ہیں جو اس کے دربار میں موجود ہیں۔

مربی محترم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسجد کے اہم اغراض میں سے جماعت کی نماز ہے؟ ملاحظہ فرمائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((ألا أدلکم علی ما یمحو الله به الخطایا ویرفع به الدرجات؟ قالوا بلی یارسول الله! قال: إسباغ الوضوء علی المکاره، وکثرة الخطا إلی المساجد، وانتظار الصلاة لعد الصلاة

کیا میں تم لوگوں کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ضرور بتلائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تکلیف کے وقت وضوء کا اچھے طریقے سے کرنا، اور مسجدوں کی جانب کثرت سے چل کر

فذلکم الرباط)) . جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

صحیح مسلم یہ قلعے ہیں۔

مسجد جانے آنے اور اس کی طرف ہر وقت رجوع کرنے میں جو فوائد ہیں یعنی درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی وہ اس کے علاوہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک :

((من تطهر في بيته ثم مضى إلى بيت من بيوت الله ليقضي فريضة من فرائض الله، كانت خطواته إحداها تحطُّ خطيئة والأخرى ترفع درجة)) . صحیح مسلم

جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم پر ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

اور اس کے علاوہ مسجد جانے پر قیامت کے روز کامل و مکمل نور کی بشارت دی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمانِ عالی ملاحظہ فرمائیے :

((بشر المشائين في الظلم إلى المساجد بالنور التام يوم القيامة)) . ابوداؤد وترمذی

تاریکیوں میں مسجدوں کو جانے والوں کو قیامت کے دن کامل و مکمل نور کی بشارت دے دیجیے۔

مربی محترم ! مسجدوں کی جانب جانے والوں اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث و خوشخبریوں کی وجہ سے آپ خوب ہمت کیجیے، اور پختہ عزم کرکے اپنے بچوں کا اللہ کے گھروں سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کیجیے، تاکہ مسجدوں میں ان کی ارواح کی تربیت اور عقلوں کی صفائی، اور نفوس کی تہذیب وستھرائی ہو۔ اور پھر وہ اسلامی معاشرے کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتحاد و وحدت کو ثابت کرسکیں۔

اگر آپ نے ایسا کرلیا اور اس دائمی تعلق کا خیال رکھا اور مسجد و گھر کا یہ تعلق دائمی ہوگیا، تو پھر آپ اپنے بیٹے کی روحانی، ایمانی واخلاقی تعمیر میں اپنی مطلوبہ خواہش کو پہنچ جائیں گے، بلکہ پھر آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے ہوگا جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

د - بچے کا اللہ کے ذکر سے رابطہ پیدا کرنا :

اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں :

((فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ ..)) . البقرہ - ۱۵۲ سو تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔

اور فرمایا :

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا اے ایمان والو اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور

كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا)) الاحزاب۔۴۱و۴۲ — صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

اور فرمایا:

((فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ)) ۔ النساء۔۱۰۳ — پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔

اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی اور دیگر بہت سی آیاتِ مبارکہ۔

اور اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر الله مثل الحی والمیت)) ۔ صحیح بخاری — اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

((لیبعثن الله أقواما یوم القیامة فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بأنبیاء ولا شهداء)) فجثا أعرابي علی رکبتیه فقال: یارسول الله حلهم لنا نعرفهم، قال: ((هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر الله یذکرونه)) ۔ معجم طبرانی — اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بہت سی اقوام کو موتیوں کے منبروں پر بٹھائے گا، ان کے چہروں پر نور برس رہا ہوگا سب لوگ ان پر رشک کریں گے، وہ لوگ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہید ہوں گے۔ ایک بدو گھٹنے کے بل ہو کر عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول ان کے اوصاف بتایئے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے لیے باہمی محبت کرتے ہیں اور مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں کے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

((أنا عند ظن عبدی بی، وأنا معه إذا ذکرنی، فإن ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی، وإن ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم، وإن تقرب منی شبرا تقربت إلیه ذراعا، وإن تقرب إلیّ ذراعا تقربت منه باعا، — بندہ مجھ سے جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پھر اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے، اور اگر

وإن اتاني يمشي أتيته هرولة)) .

بخاری ومسلم

وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع (یعنی دو ہاتھ پھیلانے کی مقدار) قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

* * *

ذکر کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کو جو حالات پیش آتے ہیں ان سب میں اللہ جل شانہ کی عظمت و بڑائی کا استحضار کرے چاہے یہ استحضار ذہنی ہو یا قلبی، نفسی ہو یا زبانی یا فعلی، چاہے کھڑے ہونے کی حالت میں ہو یا بیٹھنے کی حالت میں، لیٹنے کی حالت میں یا زمین پر چلنے کی حالت میں، قرآنِ کریم کی آیات پر غور کرنے، یا نصیحت کے سننے، یا اللہ کی شریعت کو حکم بنانے میں، یا کسی ایسے کام کے کرنے میں جس سے مؤمن کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو، قرآنِ کریم نے مختلف مناسبتوں پر ذکر کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

چنانچہ ذہنی نفسی ذکر کے بارے میں قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

((رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ)) .

النور - ۳۷

ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے نہ (خرید) فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکاۃ دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

اور قلبی ذکر کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

((الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ)) .

الرعد - ۲۸

وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل چین پاتے ہیں اللہ کی یاد سے، سن لیجیے اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

اور قرآنِ کریم کی تمام وہ آیات جن میں اللہ جل شانہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے ان کے مضمون میں لسانی ذکر سب سے پہلے داخل ہے، اس لیے کہ اس ذکر سے ذکرِ لفظی سب سے پہلے مراد ہوتا ہے اور حکم بھی اس کا ہوتا ہے، اس کی مزید تاکید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابنِ ماجہ و ابنِ حبان نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عز وجل فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں، اور ترمذی حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اسلام کے احکامات

بہت زیادہ ہیں، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجیے کہ جسے میں خوب مضبوطی سے تھام لوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا یزال لسانك رطباً بذكر الله)) . تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنا چاہیے۔

ذکرِ لسانی میں وہ تمام ماثور دعائیں بھی داخل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے مروی ہیں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے مروی ہیں، خواہ ان کا تعلق صبح و شام کی دعاؤں سے ہو، یا کھانا کھانے اور اس سے فارغ ہونے کی دعا سے، وہ سفر و اقامت کی دعائیں ہوں یا گھر میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کی، یا سونے اور جاگنے کی دعائیں ہوں یا تہجد اور دنیا کی مخلوقات کو دیکھ کر پڑھنے کی دعائیں ہوں، اسی طرح ذکرِ لسانی میں اللہ سے وہ فریادرسی اور استغفار بھی داخل ہے جس کا قرآنِ کریم میں تذکرہ ہے اور جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہے[1]۔

اور فعلی ذکر کے سلسلہ میں قرآنِ کریم میں ارشاد باری ہے:

((فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩)) . الجمعہ-۱۰

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو، اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور ذکر کے عمومی و کلی معنی کے لحاظ سے قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

((اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ⑲ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑲)). آلِ عمران-۱۹۰،۱۹۱

بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا آنا جانا اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں، وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے، اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں اے ہمارے رب آپ نے یہ عبث نہیں بنایا، آپ پاک ہیں سب عیبوں سے، سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔

✿ ذکر میں قرآنِ کریم کی تلاوت بھی شامل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ)) الحجر-۹

ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

---

[1] اذکار و دعاؤں کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظ فرمائیں: ۱- امام نووی کی کتاب الاذکار- ۲- امام شہید کی کتاب المأثورات- ۳- شیخ عبداللہ سراج الدین کی کتاب "الأدعیۃ والأذکار" نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی "مناجاتِ مقبول" اور مولانا عاشق الٰہی صاحب کی "مسنون دعائیں"۔

✿ ذکر میں علم حاصل کرنا اور علماء سے پڑھنا بھی داخل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ)) الانبیاء۔۷ — سو تم اہل کتاب سے پوچھ دیکھو اگر تم علم نہیں رکھتے۔

✿ ذکر سے مقصود اللہ کی عبادت ہی ہے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ)) الجمعہ۔۹ — اے ایمان والو جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لیے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف۔

مربی محترم! آپ سمجھ گئے کہ ذکر سے کیا مراد ہے؟ کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ذکر کسی ایک حالت کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور اس کا مفہوم کسی مخصوص معین طریقہ کے ساتھ مختص نہیں ہے؟ کیا آپ نے یہ محسوس کر لیا کہ ذکر ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو مؤمن کو اس مقام تک پہنچا دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی عظمت کا استحضار رکھے۔

جب آپ نے یہ جان لیا اور سمجھ لیا تو پھر آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ کے بچے کی تربیت ان خطوط و معانی پر ہو کہ اسے ہر وقت اللہ کی عظمت کا استحضار رہے، تاکہ وہ اللہ سے تنہائی میں بھی ڈرے اور ظاہری طور پر بھی، اور اٹھنے بیٹھنے میں بھی اور چلتے پھرتے بھی، اور حالتِ سفر میں بھی اور حالتِ اقامت میں بھی، اور کوچ کرنے میں بھی اور مقیم رہنے میں بھی، اور حالتِ جنگ میں بھی اور حالتِ اقامت میں بھی، اور گھر میں بھی اور بازار میں بھی اور ہر جگہ، تاکہ وہ ان لوگوں میں سے بن جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں مراد لیا ہے:

((إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ)). انفال۔۲ — ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں، اور جب ان پر اس کا کلام پڑھا جائے تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

واقعی اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر بچے میں جاگزین ہو جائے۔ اور اللہ کی ذات کے مراقبہ کی کیفیت اس میں راسخ ہو جائے تو بچہ عبادت گزار، نیک صالح اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا با اخلاق و باوقار بنے گا، اور نہ کسی معصیت میں گرفتار ہو گا اور نہ کسی فاحشہ و برائی کا ارتکاب کرے گا، اور نہ کوئی گناہ کرے گا۔ اور بخدا بچے میں تقویٰ و نیکی کی منتہیٰ یہی ہے۔

واقعی اسلام کا تربیت کا نظام اور طریقہ کتنا عظیم و زبردست ہے، اگر اس کی تبلائے ہوئے طریقہ پر مربی چلیں اور والدین و معلمین ان کے قواعد کو لازم پکڑ لیں تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ ذکر کے مختلف اقسام وانواع کے ان معانی کے مطابق اپنے بچے کی تربیت کریں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، تاکہ آپ کا بچہ اخلاص، تقویٰ، اللہ جل شانہ کے مراقبے اور ہر حالت میں اس کی عظمت کے استحضار کی کیفیت پر بڑھے پلے، اگر آپ نے یہ کر لیا تو آپ اس منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں گے جو آپ

نے اپنے بچے کی روحانی تعمیر اور ایمانی واخلاقی تیاری کے سلسلہ میں مقرر کر رکھی ہے، بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

۵ ۔ نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا :

اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں :

((وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا)) ۔
بنی اسرائیل ۔۷۹

اور کچھ رات قرآن کے ساتھ جاگتے رہیے، یہ آپ کے لیے زیادتی ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کر دے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

((.. ومن تقرب إلىَّ شبرًا تقربت إليه ذراعًا ، ومن تقرب إلىَّ ذراعًا تقربت إليه باعًا ، وإذا أقبل إلىَّ يمشي أقبلت إليه أهرول)).
بخاری ومسلم

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) ..اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں دونوں ہاتھوں کے درمیان کے فاصلہ کے برابر اس کے قریب آتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں ۔

اور اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

((ما من عبد مسلم يصلي لله تعالىٰ في كل يوم اثنتي عشرة ركعةً تطوعًا غير الفريضة إلا بنى الله له بيتًا في الجنة)) صحیح مسلم

کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں جو اللہ کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعات نفل پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔

نفل سے مراد فرض کے علاوہ عبادت ہے، جس کے لیے بہت سی مناسبات ومواقع ہیں، اور اگر میں اپنے مربی بھائی کو نفل نماز روزے کی اہم اقسام یاد دلا دوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تاکہ وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور اپنی اولاد اور اہل وعیال کو بھی اس کا عادی بنائے :

الف ۔ نفل نمازیں

۱ ۔ چاشت کی نماز : اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے، اور اس کی طرف سے وہ دو رکعتیں کفایت

کرتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے۔

اور امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے، اور جتنی چاہتے رکعات کی تعداد بڑھا لیا کرتے تھے۔

اور امام مسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے، تو ان تین روایات سے یہ معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور درمیانہ درجہ چار رکعات اور افضل آٹھ رکعتیں ہیں اس لیے آدمی جتنی رکعات چاہے پڑھ لے، اس نماز کا وقت سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ظہر سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ نماز اوابین: یہ مغرب کے بعد چھ رکعات ہیں، اس لیے کہ ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مغرب کے بعد چھ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ان کے دوران کوئی بری بات نہ کی تو یہ چھ رکعات بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوتی ہیں، اگر کوئی شخص دو رکعتیں پڑھ لے تب بھی کافی ہے۔

۳۔ تحیۃ المسجد: اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت نہ پڑھ لے۔

۴۔ وضوء کے بعد کی دو رکعتیں: اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: مجھے وہ عمل بتلاؤ جو اسلام قبول کرنے کے بعد تمہیں سب سے زیادہ امید دلانے والا ہو، اس لیے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس سے مجھے سب سے زیادہ توقع وابستہ ہو سوائے اس کے کہ دن و رات میں جب بھی میں نے وضوء کیا تو اس کے بعد اللہ نے مجھے جتنی توفیق دی اتنی نماز ضرور پڑھ لی۔

۵۔ تہجد: اس لیے کہ ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

اور مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جسے کوئی مسلمان آدمی ایسی حالت میں نہیں پاتا کہ وہ دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی خیر کو مانگتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دیتے ہیں اور یہ معاملہ ہر رات کو ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات

کے قیام کو لازم پکڑو اس لیے کہ یہ نیک وصالح لوگوں کی عادت ہے، اور یہ سب تمہارے رب سے قریب کرنے کا ذریعہ ہے، اور برائیوں کا کفارہ ہے، اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

تہجد کی کم از کم تعداد دو رکعتیں ہیں۔ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، نوافل میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے اس لیے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔

۶۔ **نماز تراویح**: جس کی بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ رمضان کی ہر رات کو پڑھی جاتی ہیں، تراویح عشار کی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس لیے کہ بیہقی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: وہ حضرات (صحابہؓ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے، اور سو سو آیتیں پڑھتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں طویل قیام کی وجہ سے عصا (چھڑی) پر ٹیک لگالیا کرتے تھے۔

۷۔ **نماز استخارہ**: دو رکعتیں پڑھ کر وہ دعا پڑھی جاتی ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور بخاری نے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ"

اے اللہ میں آپ سے مشورہ کرتا ہوں آپ کے علم محیط کے ذریعہ سے، اور میں آپ کی قدرت عظیمہ سے قدرت طلب کرتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، اس لیے کہ آپ قادر ہیں میں کسی چیز پر قادر نہیں، اور آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا، اور آپ غیب جاننے والے ہیں، اے اللہ اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے میرے دین اور دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما دیجیے اور اس کو میرے لیے آسان فرما دیجیے، پھر اس میں میرے لیے برکت دے دیجیے، اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے میرے دین و دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دیں اور مجھے اس سے پھیر دیں اور جہاں بھی خیر ہو اس کو میرے لیے مقدر فرما دیں، پھر مجھے اس پر راضی کر دیں۔

* * *

دعا میں جب خط کشیدہ الفاظ "هٰذَا الْأَمْرَ" پر پہنچے تو (دل میں) اس ضرورت کا نام لے لے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے، پھر اس کے بعد جس طرف طبیعت کا انشراح ہو وہ کرے خواہ اس کام کے کرنے کی طرف طبیعت راغب ہو یا اس کے چھوڑنے کی طرف۔

۸۔ **نماز حاجت** : دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ان کے بعد مندرجہ ذیل مسنون و ماثور دعا پڑھی جاتی ہے :

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحٰنَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ»۔ جامع ترمذی

نہیں ہے کوئی معبود سوائے حلیم و کریم اللہ کے، پاک ہے اللہ جو کہ رب ہے عظیم عرش کا، تمام تعریفیں ہیں اس اللہ کے لیے جو پروردگار ہے تمام جہان کا، میں آپ سے سوال کرتا ہوں ایسے اعمال کا جو آپ کی رحمت کے موجب ہوں اور آپ کی مغفرت لازم کرنے والے اور ہر نیکی میں سے کچھ حصہ، اور ہر گناہ سے سلامتی و حفاظت کا، آپ میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیں مگر یہ کہ اس کو معاف فرمادیں، اور نہ کسی پریشانی کو مگر یہ کہ اسے دور فرمادیں اور نہ کوئی ایسی حاجت جس میں آپ کی رضا ہو مگر یہ کہ آپ — اسے پورا فرمادیں اے ارحم الراحمین (تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے)۔

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي لِتُقْضٰى لِي، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ»۔

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف اپنی حاجت و ضرورت میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ ان کی سفارش میرے لیے قبول فرمالیجیے۔

☆ ☆ ☆

ب۔ نفل روزے :

نفل روزہ کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کا کوئی ایسا بندہ نہیں جو اللہ کے راستے میں ایک دن کا بھی روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال دور فرمادیتے ہیں

روزے کی بہت سی اقسام وانواع ہیں:

۱۔ **عرفہ (نویں ذوالحجہ) کا روزہ:** اس لیے کہ مسلم حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کا روزہ، مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲۔ **عاشوراء (دس محرم) اور نو محرم کا روزہ:** اس لیے کہ مسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ، اللہ سے مجھے امید ہے کہ اس سے ایک سال قبل و ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ یہ بھی درست ہے کہ عاشوراء کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ رکھ لیا جائے جیسا کہ آئندہ مسندِ احمد کی روایت میں آرہا ہے، اور اس ایک اور روزے کے ملانے کی حکمت یہ ہے کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، تاکہ امتِ اسلامیہ اپنی عبادت میں دوسروں سے ممتاز رہے، امام احمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک روز پہلے کا روزہ رکھو یا اس کے بعد کے دن کا روزہ رکھو۔

۳۔ **شوال کے چھ روزے:** اس لیے کہ مسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے ماہِ شوال کے رکھے تو یہ ایسا ہے کہ گویا پورے سال بھر کے روزے رکھے۔

۴۔ **ایامِ بیضؔ[1] کے تین روزے:** اس لیے کہ ترمذی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کرو۔

۵۔ **پیر اور جمعرات کا روزہ:** اس لیے کہ ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو دنوں کے روزے رکھتے تھے، اور آپ سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پیر و جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ دار ہوں۔

---

[1] ایام بیض چاند کے ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ ان کو بیض اس لیے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں آسمان چاند کی روشنی سے روشن ہوتا ہے۔

۶ ۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا: (یعنی روزہ نہ رکھنا) اسے صوم داؤدی کہتے ہیں اس لیے کہ بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک افطار کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ افضل ترین روزہ ہے۔

اس کے علاوہ اور وہ دن اور مہینے جن میں روزہ رکھنا احادیث سے ثابت ہے، یاد رہے کہ جو شخص نفل روزہ رکھے تو اس کے لیے کسی وجہ سے روزہ افطار کرنا جائز ہے البتہ اس کی قضا رکھنا واجب ہے۔

یہ وہ اہم نوافل ہیں جن کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے، اور یہ ان عظیم نیک کاموں میں سے ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں اور اس کے نفس میں تقویٰ کا احساس اور یقین کی طمانینت اور ایمان کی حلاوت راسخ کرتے ہیں۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ خود اپنے عمل سے بچوں کے لیے شاندار نمونہ پیش کریں، اور خود نفل نماز و روزے کو اختیار کریں تاکہ وہ آپ سے سیکھیں اور آپ کی اقتدا کریں، اور اپنے عمل کے ساتھ ساتھ ان کی رہنمائی بھی کریں اور پند و موعظت اور نصیحت بھی کریں، اس لیے کہ نوافل کے اجر و ثواب حاصل کرنے اور نوافل کو عمل میں لانے کی دعوت دینے سے آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اہل و عیال اور بچے نفل نماز و روزے کے عادی بنیں گے، اور مخصوص اوقات اور مخصوص دنوں میں ان نوافل کو عملی تطبیق دیں گے اور عملی جامہ پہنائیں گے۔

بخدا نوافل کے ساتھ یہ ارتباط بچے کی ایمانی و روحانی شخصیت سازی اور اخلاقی و نفسیاتی تیاری کے بڑے عوامل میں سے ہے بلکہ یہی وہ چیز ہے جو بچے میں اخلاص، تقویٰ، اللہ کے مراقبے کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور ہر حالت میں اللہ کی عظمت کے استحضار کا باعث بنتی ہے۔

اے مربیٔ محترم! اگر آپ نے یہ کر لیا تو آپ اس منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں گے جو روحانی ربط اور ربانی شخصیت سازی کے لیے مطلوب و مقصود ہے، بلکہ آپ کا بچہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

و ۔ بچے کا اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مراقبہ سے ربط پیدا کرنا:

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝)) . الشعراء۔ ۲۱۸ و ۲۱۹

جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔

اور فرمایا:

«وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ». الحدید-۴

اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ». آلِ عمران-۵

اللہ پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اور اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

«الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك». صحیح مسلم

اخلاص یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

«اتق الله حيثما كنت، وأتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن». جامع ترمذی

تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، اور برائی کے بعد اچھائی کر لیا کرو اس سے برائی مٹ جاتی ہے، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

«الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من أتبع نفسه هواها وتمنى على الله الأماني». جامع ترمذی

عقلمند وہ ہے جو اپنی نفس کا محاسبہ کرے اور مرنے کے بعد کی تیاری کرے۔ اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ سے امید و آرزوئیں لگائے بیٹھا رہے۔

قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ نبویہ کے اس مجموعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان فرد کی تربیت کا اس بنیاد پر اہتمام کیا ہے کہ اس میں ظاہرًا و باطنًا اللہ کے مراقبے کی کیفیت پیدا ہو، اور ہر حرکت وسکون میں اپنی نفس کا محاسبہ کرے، اور اقامت وسفر دونوں حالتوں میں اللہ کے ڈر کو محسوس کرے۔

اے مربیٔ محترم! جب آپ اپنے بچے کے ساتھ یہ اسلوب اپنائیں گے، اور اس کی دل کی گہرائیوں میں مراقبہ محاسبہ اور تقوٰی کے بیج بو دیں گے، اور اس کو ہر کام میں اللہ کے مراقبہ اور ہر سوچ بچار میں اپنی نفس کے محاسبہ، اور احساس وشعور میں اللہ کے تقوٰی کو سامنے رکھنے کا عادی بنا دیں گے تو پھر وہ اپنے تمام اعمال واقوال اور تمام تصرفات میں صرف اللہ رب العالمین کے لیے پورے اخلاص سے کام کرنے کی تربیت پائے گا اور پھر وہ کوئی نیت اور کوئی کام بھی اللہ کی رضا کے علاوہ اور کسی غرض سے نہ کرے گا۔

اس طرح وہ ہر اچھے پاکیزہ شعور کی تربیت پائے گا، بلکہ وہ نفس کے آفات سے بچ جائے گا، پھر نہ وہ حسد کرے گا، نہ کینہ رکھے گا، نہ چغل خوری کرے گا، اور نہ فانی حقیر اشیاء سے فائدہ اٹھائے گا، اور اگر اسے کوئی شیطانی خیال یا نفسِ امارہ کا نفسانی کچوکہ لگے گا تو وہ فوراً یہ یاد کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے، اس کی باتیں بھی سن رہا ہے۔ اور اسے دیکھ بھی رہا ہے، اور فوراً وہ صاحبِ بصیرت اور نصیحت حاصل کرنے والا بن جائے گا:

((إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ)) الاعراف۔ ۲۰۱

جن کے دل میں ڈر ہے۔ جہاں ان پر پڑ گیا شیطان کا گزر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے۔

اس سے قبل اس کتاب تربیۃ الاولاد کی قسمِ ثانی کی "ایمانی تربیت کی ذمہ داری" کی بحث میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے مراقبے کا اس طرح سے عادی بنانا یہ سلفِ صالحین کی عادت اور طریقہ تھا، لیجیے ہم آپ کے سامنے اس سے پہلے ذکر کردہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا واقعہ بیان کیے دیتے ہیں جسے امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں لکھا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا اور رات کو جاگ جاتا تھا اور اپنے ماموں محمد بن سَوَّار کو نماز پڑھتے دیکھتا تھا، ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم اپنے اس اللہ کو یاد نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟! میں نے پوچھا: میں اس کو کس طرح یاد کروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو زبان ہلائے بغیر دل میں تین مرتبہ یہ کہا کرو:

اَللّٰهُ مَعِي، اَللّٰهُ نَاظِرِيْ، اَللّٰهُ شَاهِدِيْ.

اللہ میرے ساتھ ہے۔ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ میرا مشاہدہ کر رہا ہے۔

میں نے یہ کہنا شروع کر دیا پھر میں نے انہیں یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا: اب ہر رات کو سات مرتبہ یہ کلمات کہا کرو، میں نے سات مرتبہ کہنا شروع کر دیے، پھر ان کو بتلایا تو انہوں نے فرمایا: یہی کلمات ہر رات کو گیارہ مرتبہ کہا کرو، میں نے گیارہ مرتبہ کہنا شروع کر دیے، اور پھر میرے دل میں ان کی شیرینی اثر کر گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں جو تعلیم دی ہے اس کو یاد رکھنا اور مرتے دم تک اس پر مداومت کرنا، اس سے تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ پہنچے گا، میں کئی سال تک اس پر مداومت کرتا رہا تو میں نے اس کی حلاوت اپنے باطن میں محسوس کی، پھر ایک روز میرے ماموں نے مجھ سے کہا اے سہل بتلاؤ جس کے ساتھ اس کا خدا ہر وقت موجود ہو، اور وہ اسے دیکھ رہا ہو، اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہو، تو کیا ایسا شخص اس خدا کی نافرمانی کر سکتا ہے؟! اس لیے تم معصیت و گناہوں سے بچتے رہنا۔

اس صحیح رہنمائی اور مستقل مشق اور برحق ربانی تربیت کی وجہ سے حضرت سہل رحمہ اللہ اللہ کے نیک بندے اور بڑے عارف باللہ بن گئے۔

علامہ احمد رفاعی رحمہ اللہ اپنی کتاب "البرہان المؤید" میں لکھتے ہیں کہ خشیتِ خداوندی کی وجہ سے انسان اپنا محاسبہ کرتا ہے اور محاسبہ کی وجہ سے مراقبہ کی توفیق ملتی ہے اور مراقبہ کی بدولت انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

اس لیے اے مربیِ محترم آپ یہ کوشش کریں کہ آپ خود بھی اور آپ کے اہل وعیال بیوی بچے اللہ سے ڈریں مراقبہ کریں، اور آپ انہیں اپنے نفس کے محاسبہ کا عادی بنائیں اور ان کی نفوس میں تقویٰ وخشیتِ خداوندی کو جاگزین کر دیں، آپ جب یہ کرلیں گے تو پھر آپ اپنے اہل وعیال واولاد کی روحانی تربیت اور ربانی شخصیت سازی میں منزلِ مقصود کو پہنچ چکے ہوں گے بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے بنے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

مسلمان کے روحانی ربط اور ایمانی واخلاقی تعمیر کے لیے اسلامی منہج ونظام کے یہ اہم اصول وقواعد ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ اگر شروع ہی سے بچے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت سے قولاً وعملاً، اور قرآن کریم کی تلاوت سے غور وفکر کے لحاظ سے، اور مساجد سے بار بار حاضری دینے اور آنے جانے کے لحاظ سے قائم کر دیں گے اور اللہ کے ذکر سے مستقل ودائمی ربط ہوگا اور نوافل کو ادا کرتا ہوگا اور اللہ کے لیے مراقبہ کر کے اپنا محاسبہ کرتا ہوگا تو لامحالہ بچہ صاف دل، روشن ضمیر ہوگا اور ایمان واخلاص سے متصف اور ورع وتقویٰ میں معروف اور خشوع وخضوع اور اللہ رب العالمین کی طرف انابت وتوجہ میں ممتاز ہوگا۔

اس لیے تمام مربیوں کو چاہیے کہ اسلام کے روحانی تربیت کے اس نظام کو بچوں میں نافذ کریں، تاکہ وہ لوگوں میں نمایاں وممتاز شخصیت بنیں اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتوں کی طرح ثابت ہوں، اس لیے کہ انہوں نے اپنی نفوس میں ایمان وتقویٰ ومراقبہ کے اصول جاگزین کر لیے ہیں، اور اپنے دلوں میں خشیتِ الٰہی اور توکل ومحاسبہ کی بنیادیں راسخ کر لی ہیں، اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ اصول وضوابط اور یہ بنیادی قواعد بچے کی اخلاقی اصلاح اور معاشرتی تربیت اور نفسیاتی وعقلی درستگی کے اہم عوامل میں سے ہیں محنت کرنے والوں کو اسی طرح کے طریقہ پر محنت کرنا چاہیے

③ فکری ربط و ارتباط[1]

فکری ربط سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان جب عقل و شعور کی منزل میں قدم رکھے تو اس وقت سے لے کر نوجوانی اور پھر بھرپور جوانی اور اس سے پھر کامل مرد بننے تک اس کا تعلق دین و حکومت کے اعتبار سے اسلامی نظام سے ہی ہو، اور اس کے لیے دستور و شریعت قرآنِ کریم اور منبعِ احکام اور نظامِ علومِ شرعیہ ہوں، اور اس کا مقتدیٰ و روح اسلامی تاریخ، اور اس کی ترقی و تہذیب اسلامی ثقافت ہو، اور اسلامی دعوت و تبلیغ کا نظام اس کا مطمحِ نظر اور مقصودِ اصلی ہو۔

عقلی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم بعض وہ حقائق بیان کر چکے ہیں جو مربیوں کو اپنے بچوں کی فکری تعمیر کے سلسلہ میں اختیار کرنا چاہیے، اور اب ہم ان کو مختصراً بعض اور نقاط کے اضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اسلیے کہ ان کا ہماری سابقہ تحریر اور اب جو ہم بیان کریں گے اس کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

وہ حقائق ترتیب وار یہ ہیں:

۱۔ اسلام کا ابدی اور ہر جگہ و ہر زمانہ کے لیے صلاحیت رکھنے والا ہونا، اس لیے کہ اسلام ایسے امتیازی امور پر مشتمل ہے جو محیط اور دائمی اور ابدی ہیں۔

۲۔ پہلے زمانے کے والدین جس عزت و قوت اور ترقی کی چوٹی کو پہنچے ہیں وہ صرف اس لیے کہ انہوں نے اس اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور قرآنِ کریم کے نظام کی تطبیق دی اور اس کو نافذ کیا۔

۳۔ اس اسلامی تہذیب سے پردہ ہٹانا جو شروع سے اب تک تمام دنیا کے لیے روشن مینارہ کا کام دے رہی ہے، اور اس کے نور سے مخلوقِ خدا ہدایت حاصل کر رہی ہے اور صدیوں اور طویل زمانے کے گزرنے کے باوجود بھی اس کے چشمۂ فیض بخش سے سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔

۴۔ ان سازشوں کو بے نقاب کرنا جو اعداءِ اسلام اسلام کے خلاف کرتے رہتے ہیں:

مکار یہودیت کی سازشیں۔

ظالم و غاصب استعمار کی سازشیں۔

---

[1] فکری ربط میں تاریخی ارتباط بھی داخل ہے، اور قراءِ کرام کو یہ ارتباط وہاں نمایاں معلوم ہوگا جہاں ہم فکری ارتباط کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اس لیے کہ دونوں میں نہایت گہرا تعلق ہے۔

ملحد شیوعیت (کمیونزم) کی سازشیں۔
کینہ پرور حاسد عیسائیت کی سازشیں۔
ان سازشوں ومنصوبوں کا مقصد روئے زمین سے اسلامی عقیدے اور اس کے نام ونشان کا ختم کرنا، اور مسلمان معاشرے میں الحاد کے بیج بونا، اور مسلمان خاندانوں میں آزادی وبے راہ روی کو عام کرنا، اور مسلمان نوجوانوں سے جہاد ومدافعت کی روح ختم کرنا، اور ذاتی اغراض اور شخصی منافع کی خاطر مسلمان ملکوں کے مال سے فائدہ اٹھانا، اور پھر عالم عربی وعالم اسلامی پر قبضہ کرنا ہے تاکہ تمام مسلمان ہمیشہ کے لیے ان کے محکوم وماتحت اور ان کے ملکوں کا ایسا جزء بن جائیں جو کبھی ان سے الگ وجدا نہ ہو سکے۔

۵۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلانا کہ امتِ مسلمہ دنیا میں اپنے کھوئے ہوئے مقام ومرتبے اور عزت وکرامت کی چوٹی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک اسلام کو اپنا قانون ونظام، اور قرآنِ کریم کو اپنا دستور ومنبعِ احکام نہ بنالے، اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانِ مبارک ذیل اپنے سامنے نہ رکھے اور اسے اپنا شعار وبنیادی نقطہ نہ بنالے:
ہم وہ قوم ہیں کہ ہمیں اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے بغیر عزت تلاش کریں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا فرمائی تھی تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا۔

اور بعض حضرات کا یہ قول کتنا عمدہ ہے کہ ہم مسلمان تاریخ کے صفحات میں ابوجہل، ابولہب وابی بن خلف کی وجہ سے نہیں لکھے گئے، بلکہ ہم تو رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے صفحاتِ تاریخ کی زینت بنے ہیں، اور ہم نے جو فتوحات حاصل کی ہیں وہ جنگِ بسوس، داحس وغبراء کی بدولت نہیں بلکہ ہم نے فتوحاتِ جنگِ بدر، قادسیہ ویرموک کے ذریعہ حاصل کی ہیں، اور ہم نے دنیا پر سبع معلقات کے ذریعہ حکومت نہیں کی بلکہ ہم نے قرآنِ مجید کے ذریعے حکومت کی ہے، اور ہم نے لوگوں کو لات وعزیٰ نامی بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا بلکہ ہم نے لوگوں کو اسلام کا پیغام اور قرآنِ کریم کی بنیادی باتیں پہنچائی ہیں[1]۔

۶۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ یہ پس ماندگی اور اختلافات اور ٹکڑے ٹکڑے اور جماعتیں در جماعتیں ہونا جو اسلامی معاشرہ کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھیرے ہوئے ہے، اور یہ استعماری یہودی تسلط جو فلسطین ومسجد اقصیٰ پر قائم ہے یہ صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اللہ سے دور ہو گئے ہیں، اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے، اور زمینی پیدا کردہ ایسے نظاموں اور مختلف حکومتوں کے ایسے ایجاد کردہ قوانین سے مدد حاصل کرتے ہیں جو نہ آسمانی مذہب کے معترف ہیں اور نہ اخلاقی قدر وقیمت کی ان کے یہاں کوئی حیثیت اور وزن ہے، اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل درست فرمایا ہے: اور نہیں حکم کرتے ان کے حکام اللہ کے نازل کردہ قانون

---

[1] ملاحظہ ہو داعی ومبلغ استاذ عصام عطار حفظہ اللہ کا خطبہ۔

کے علاوہ کسی اور سے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے اور پھر وہ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اسے ختم کر ڈالتے ہیں، اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب اور سنتِ نبوی کو چھوڑ دے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو باہم دست وگریبان کر دیتے ہیں۔

۷۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ دشمن خواہ کتنی ہی سازشیں اور کافر کیسے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں مگر یہ کہ خوش آئند مستقبل اسلام ہی کا ہوگا، اس لیے کہ ایک صحیح حدیث میں جسے امام احمد و بزار و طیالسی نے روایت کیا ہے یہ آتا ہے کہ: تمہارے دین کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی ہے، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے تم میں یہی کیفیت برقرار رہے گی، پھر اس (نبوت) کو اللہ جل شانہ اٹھالے گا پھر خلافت علی منہاج النبوۃ (نبوت کے طرز پر خلافت) ہوگی، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہی کیفیت برقرار رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے وہ برقرار رہے گی، پھر اس کو اللہ جلالہ اٹھالے گا اور جبری بادشاہت آجائے گی، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے اٹھالے گا، پھر نبوت کے طرز پر خلافت قائم ہوگی، اس دَور میں لوگ نبی کی سنت پر عمل کریں گے اور اسلام روئے زمین پر جڑ پکڑلے گا۔ اور اس دورِ خلافت سے آسمان وزمین کے بسنے والے راضی ہوں گے، آسمان پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ اسے برسا دے گا، اور زمین اپنی پیداوار و برکتوں سب کو نکال ڈالے گی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبری حکومت کا اَب دَور آچکا ہے اور اس کی نشانیوں اور علامتوں میں سے یہ بہت سے انقلابات ہیں جو انقلاب لانے والوں کو قوم کی مرضی ورائے اور خواہش کے بغیر مسندِ حکومت تک پہنچا دیتے ہیں، یہ وہ ڈکٹیٹرشپ ہے جس کی ابتدا، کمال اتاترک نے ترکی میں کی پھر اس کے بعد ہر جگہ یہ قصہ چل پڑا لیکن اسلامی شعور کی بیداری کی علامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک نہیں چلے گی اور عنقریب وہ دن دوبارہ لوٹ آئے گا جس میں نبوت کے طرز پر خلافت قائم ہوگی، اور لوگوں کی زندگی اسلام کے طریقے کے مطابق ہوگی امید ہے کہ یہ وقت قریب ہی آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔[1]

۸۔ اس مہلک ترین نظریہ سے ہمیشہ ڈراتے رہنا جو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا ہوگیا اور ہم تو عاجز ہو چکے ہیں، اس لیے اپنے گھر تک محصور رہو، اس لیے کہ اب جدوجہد، محنت اور جہاد سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، آپ خود دیکھ لیجیے کہ قرآنِ کریم ہمیں اس مایوس کرنے اور رکاوٹیں کھڑی کرنے والی جماعت سے درجِ ذیل الفاظ کے ذریعے ڈرا رہا ہے:

((قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ — اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو مانع

[1] ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" کی بحث "سیاسی جہاد" کا اخیر حصہ۔

لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ))۔

الاحزاب - ۱۸ و ۱۹

ہوتے ہیں، اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ، اور یہ لوگ لڑائی میں تو بس نام ہی کو آتے ہیں تمہارے حق میں بخیل (ہوکر) پھر جب کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پھر جب وہ خطرہ دور ہو جاتا ہے تو تمہیں تیز زبانوں سے طعنہ دیتے ہیں۔ مال (غنیمت) پر حرص لیے ہوئے، یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال بیکار کر رکھے ہیں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیں اس جماعت سے خبردار کر رہے ہیں جو سیاسی وجہاد کے میدان میں آگے بڑھنے میں مسلمانوں کے لیے رکاوٹ بنتی ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ مسلمان ہلاک ہوگئے تو وہ ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

اور لیجیے تاریخ کا مطالعہ کریجیے وہ صحیح بات نقل کرتی ہے، اور ان مہلک حوادث کا ذکر کرتی ہے جو پچھلے زمانوں میں مسلمانوں کو پہنچے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟

الف - عیسائی جب بہت سے مسلم ممالک اور مسجد اقصیٰ پر ایک طویل زمانے تقریباً ایک صدی تک برسرِ اقتدار رہے تو اس وقت کون یہ گمان کرتا تھا کہ مسلمان دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر برسرِ اقتدار آجائیں گے؟

کون یہ گمان کرتا تھا کہ یہ ممالک عنقریب عظیم بہادر قائد سلطان صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ فیصلہ کن جنگ حطین میں آزاد ہو جائیں گے، اور مسلمانوں کو پھر وہ قوت عزت اور مرکزیت نصیب ہوگی۔ جو تاریخ کو روشن کر دے گی۔

ب - جب مغولیوں اور تاتاریوں نے عالم اسلامی کو ایک جانب سے دوسری جانب تک تباہ و برباد کر دیا اور جانوں مالوں اور عزت کو لوٹا تو کون یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمان دوبارہ عزت حاصل کرلیں گے؟ تاتاریوں نے ایسی قتل وغارت گری کی تھی کہ کہا جاتا ہے: ہلاکو نے مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے ایک بلند وبالا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا۔

کون یہ سمجھتا تھا کہ عظیم بہادر "قطز" کے ذریعہ فیصلہ کن "عین جالوت" کی جنگ میں عنقریب اسلامی مملکت آزاد ہو جائے گی اور پھر مسلمانوں کو وہ عزت وعظمت، بلندی وسیادت حاصل ہوگی جس پر آنے والی قومیں

فخر کریں گی۔

کامیابی کی نیک فال لینا کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے، اور ہر قوم و امت میں معنوی قوت ایک ایسا ہی باعث ہے جو قوموں اور جوانوں کو مزید کامیابیوں و فتوحات حاصل کرنے کی جانب ڈھکیلتا ہے[1] اور ہماری اس بات کا سب سے بڑا شاہد خود تاریخ ہے۔

مربی محترم! یہ وہ حقائق ہیں جو آپ کو اپنے اہل و عیال اور بچوں کو صبح و شام سکھانا چاہیے اور ہمیشہ یہ چیزیں ان کے گوش گزار کرتے رہنا چاہیے، تاکہ سب کے سب نیک فال لینے والی متحرک نفوس اور مضبوط و عالی ہمتوں اور راسخ الایمان قلوب کے ساتھ اسلام کی جانب اٹھ کھڑے ہوں۔

میرے بھائی! میں آپ کو یہ خوش خبری دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کر دی اور روحانی و فکری ربط قائم کر لیا۔ اور تاریخی و ثقافتی یاد دہانی سے کام لیا تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط یقینی ہوگا اور وہ وجدانی اور شعوری طور پر اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی جماعت میں شامل ہوں گے، اور وہ اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا کسی نظام کو دستور اور نظام نہ سمجھیں گے، اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا کسی کو امام و مقتدیٰ نہیں بنائیں گے۔ اور وہ کبھی بھی جھوٹے پروپیگنڈوں اور کھوٹی رسوم اور گمراہ کن باتوں اور ملحدانہ و کافرانہ عقائد سے متائثر نہ ہوں گے۔

مربی محترم! یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ ان لوگوں کے لیے جن کی تربیت آپ کے ذمہ ہے ایک ایسا گھریلو کتب خانہ مہیا نہ کر دیں جس میں مختلف قسم کی دینی، فکری، تاریخی، ادبی، کہانیوں، قصوں، اور دعوتِ اسلام سے متعلق بڑے بڑے مسلمان مصنفوں اور عالمِ اسلام کے علماء کی کتابیں موجود ہوں، یہ مختلف قسم کی کتابیں اسلام کو اس کی اصلی اور صحیح صاف ستھری شکل میں اس طرح پیش کریں جس طرح اسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، اور جس طرح اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سمجھا تھا، اور جس طرح اس پر ہمارے سلف صالحین اور ان کے بعد والوں نے عمل کیا تھا۔

مربی محترم! آپ جب بھی کوئی کتاب خریدنا چاہیں تو اس کے خریدنے سے قبل اس دور کے مخلص علماء اور دعوتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے سچے مبلغین سے مشورہ کر لیا کیجیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ کے گھر میں کوئی ایسی کتاب داخل ہو جائے جس کا نام اسلامی ہو اور اسلامی بحوث و جذبہ سے متعلق ہو لیکن اس کا مصنف مستشرقین واہلِ مغرب کی ان افکار سے متأثر ہو جو وہ اس میدان میں پھیلاتے رہتے ہیں، وہ مصنف ان افکار کو حقائق سمجھ کر لکھ بیٹھے حالانکہ حقیقت میں وہ بالکل جھوٹ کا پلندہ ہوں، اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ مصنف یہ سمجھ کر ان کو نقل کر دے

---

[1] ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" کی بحث بعنوان "سیاسی جہاد"۔

کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے حالانکہ حقیقتِ حال سے وہ بے خبر ہو جیسے کہ احمد امین، طٰہٰ حسین حسنین ہیکل، خالد محمد خالد محمد فرید وجدی۔ جلال الدین الکشک وغیرہ اوران کے علاوہ دسیوں آدمیوں نے کیا ہے۔

مربی محترم! وہ وسائل جو آپ کے بچے کو فکری و وجدانی طور پر اسلام سے مرتبط کرنے والے ہیں، ان میں سے دینی وعظ وتقاریر کا سننا اور ٹھوس قسم کے محاضرات وتقاریر اور بامقصد تاریخی پروگراموں کا دیکھنا بھی ہے۔

✿ اس لیے اے مربی محترم آپ کو چاہیے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لیے مناسب مسجد کا انتخاب کریں، اور آپ کا انتخاب اس وقت تک اچھا نہیں کہلائے گا جب تک کہ خطیب واعظ نہایت مخلص ومتقی اور سمجھدار اور اسلام کو پوری طرح سے سمجھنے والا اور جاذب انداز کا مالک اور تہذیب وثقافت اور زندگی سے تعلق رکھنے والے حوادثات کا پورا علم نہ رکھتا ہو تاکہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے اور اس سے مستفید ہونے والے حسبِ منشائ پورا پھل حاصل کر سکیں۔

✿ اور اے مربی محترم! آپ کوشش کریں کہ تقاریر ومحاضرات سننے کے لیے مناسب جگہ اختیار کریں، اور اسمیں آپ اس وقت تک کامیاب نہ ہوں گے جب تک کہ مقرر وخطیب مضبوط اور راسخ اسلامی عقیدے کا مالک اور کامل ومکمل اسلامی اخلاق کا نمونہ نہ ہو تاکہ عظیم اسلام کے بارے میں جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس کا اس سے عقیدۃً، علماً، ثقافۃً اور فکری طور سے ربط ہو۔

✿ مربی محترم! آپ کو یہ بھی کوشش کرنا چاہیے کہ بامقصد پروگرام کے سننے کے لیے مناسب جہت کا انتخاب کریں اور یہ اچھا انتخاب اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جگہ جہاں یہ پروگرام ہو رہا ہے وہ منکرات اور اخلاق باختہ وفحش چیزوں سے دور نہ ہو، اور یہ انتخاب اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ ڈرامہ و پروگرام تاریخ وبڑے لوگوں کے کارناموں پر مشتمل نہ ہو یا اس جاہلی دور کا واقعی نقشہ نہ کھینچے جس میں مسلمان الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، لیکن اس ڈرامہ وغیرہ کے لیے شرط یہ ہے کہ جو اس کے کرتا دھرتا اور ذمہ دار ہیں وہ متقی بااخلاق، شریف وباکردار ہوں۔ تاکہ اس پروگرام وڈرامہ سے مقصدِ اصلی حاصل ہو، اور لوگ اس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں جس کے لیے اس پروگرام کو ترتیب دیا گیا ہو۔

بچے کے فکری ارتباط وتعلق اور اس کے ایمانی اور عقیدے کے لحاظ سے تکمیل کے سلسلہ میں یہ وہ اہم وسائل ہیں جو میں اپنے مربیٔ محترم کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اور بخدا اگر آپ اپنے بچے کے ساتھ اس طریقے کو اپنائیں گے اور اس انداز کو اختیار کریں گے تو بچے میں ایمان کی ایسی قوت اور عقیدہ کی ایسی پختگی پیدا ہوگی جو اس کو جاہلیت کے درپیش تصورات وافکار اور گمراہی والحاد کے چیلنج اور غلط نظریات کا مقابلہ کرنے کا اہل بنا دے گی، بلکہ وہ ان تمام زمینی نظاموں پر غالب آجائے گا جو لوگوں نے ایجاد کیے ہیں، اس لیے کہ اللہ کا دین اس کے تصور واعتقاد میں ہر عقیدہ وتصور سے بالاتر ہوگا۔ اور آپ ہی تلائیے

کہ یقین وایمان رکھنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر اور کس کا حکم ہو سکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا بچہ ایسا عظیم بن گیا ہے کہ جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہو۔ اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔

۴ معاشرتی ارتباط

کتاب تربیۃ الاولاد کی قسمِ ثانی کی معاشرتی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ مربیوں پر یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو شروع ہی سے شاندار اسلامی معاشرتی آداب کا پابند بنائیں اور ایسے عظیم ونفیس اصولوں کا عادی بنائیں جن کا سرچشمۂ ابدی اسلامی عقیدہ ہے اور جو گہرے برادرانہ شعور سے وجود میں آتے ہیں، تاکہ بچہ اسلامی معاشرے میں حسنِ اخلاق، برادرانہ معاملہ، معاشرتی آداب، عقلی پختگی اور حکیمانہ انسانی تصرفات میں بہترین شکل وصورت میں ظاہر ہو۔

ہم نے ان وسائل کو جو اعلیٰ ترین معاشرتی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں چار امور میں محصور کر دیا ہے:

۱۔ شاندار نفسیاتی اصولوں کو جاگزین کرنا۔
۲۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا۔
۳۔ عمومی معاشرتی آداب کو ملحوظ رکھنا۔
۴۔ معاشرتی دیکھ بھال اور نقد وتنقید۔

مربی محترم! آپ پر یہ بات قطعاً مخفی نہ ہوگی کہ ان وسائل سے بچے کے چال چلن اور اخلاق کی درستگی ہوگی، اور اس میں معاشرتی ذمہ داری ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی، اور اس کی نفسیاتی شخصیت سازی ہوگی تاکہ وہ شاندار معاشرے کی تعمیر اور بہترین مثالی قوم وامت کی تخلیق میں بہترین بنیاد کا کام دے سکے، اور عمدہ معاشرے کی عمارت کی بہترین اینٹ ثابت ہو، اصلاحِ معاشرہ اور اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اسلام کا یہی اسلوب ہے لیکن اب جبکہ ہم معاشرتی تربیت اور اس کے وسائل پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی ربط سے کیا مقصود ہے؟ اور معاشرتی طور پر بچے کے ارتباط سے کیا مراد ہے؟ اور اس رابطہ وارتباط کا تربیت سے کیا تعلق ہے؟ ہم اس بحث میں ان تمام سوالوں کا جواب دیں گے۔ اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم مدد کے طالب ہیں۔

بچے کے معاشرے سے ارتباط سے ہماری مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب سے چیزوں کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو اس کا تعلق ورابطہ ایسے صاف ستھرے معاشرتی ماحول سے پیدا کر دے جس سے بچہ اپنی نفس

کا تزکیہ ۔ اور قلب کی طہارت ۔ اور ایمان میں مضبوطی ۔ اور عقل کے لیے علمِ نافع ۔ اور کردار کے لیے اخلاقِ فاضلہ ۔ اور جسم کے لیے قوت وصحت ۔ اور فکر کے لیے اسلامی سوجھ بوجھ ۔ اور دعوت کے لیے جہادِ صادق ۔ اور روح کے لیے ربانی نور ۔ اور دین کے لیے ایمانی حرارت وجذبہ حاصل کر سکے ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ایسا اچھا وصالح معاشرہ کون سا ہے جس سے بچہ اچھی اور عمدہ صفات حاصل کر سکے اور جو اس کو ایک سمجھدار نیک صالح مثالی انسان بنا دے ۔

میرا خیال ہے کہ اگر تین قسم کے تعلق وروابط پیدا کر دیے جائیں تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے :

۱ ۔ بچے کا پیر ومرشد سے ربط ۔

۲ ۔ بچے کا اچھی صحبت سے ربط ۔

۳ ۔ بچے کا دعوت وتبلیغ اور داعیوں سے ربط ۔

① بچے کا پیر ومرشد سے ربط وتعلق

کوئی بھی دو آدمی اس سے اختلاف نہیں کریں گے کہ اگر بچے کا تعلق کسی ایسے نیک صالح مخلص پیر ومرشد سے قائم کر دیا جائے جو اسلام کی حقیقت سے باخبر اور اس کے لیے حمیت وغیرت رکھنے والا ، اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا ، اور اس کی حدود واحکام کو نافذ کرنے والا ، اور اس کے احکامات پر عامل اور منہیات سے رکنے والا ہو ، اور حق بات کہنے میں اسے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ ہو ، تو کوئی بھی اس بات سے اختلاف نہیں کرے گا کہ ایسا بچہ ایمانی واخلاقی اعتبار سے کامل ومکمل ، اور علمی وعقلی لحاظ سے پختہ ، اور جہاد ودعوت کے لحاظ سے پورا پورا تیار ہوگا ، اور عمومی طور سے وہ راسخ عقیدے اور کامل اسلام پر تربیت حاصل کرے گا ۔

لیکن اگر ہم دائیں بائیں نظر دوڑائیں ، اور ان لوگوں کے حالات پر نظر ڈالیں جو نفوس کی تربیت اور اصلاح وارشاد کا بیڑہ اٹھاتے ہیں تو ہمارے سامنے کیا آتا ہے ؟

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں کی اکثریت اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے اسلام کی مسخ شدہ اور الٹی صورت پیش کرتی ہے ، یا پھر وہ اسلام کا صرف ایک مخصوص پہلو پیش کرتے ہیں ، اور دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتے ہیں ۔

اسلام کا غلط اور خلافِ واقع جو تصور یہ حضرات پیش کرتے ہیں اس کی مثال ان کے درج ذیل اقوال ہیں :

★ اسلام میں نظامِ حکومت کا ذکر نہیں ہے۔
★ سالک و مرید کے لیے سیاست میں دخل دینا جائز نہیں ہے۔
★ اے مرید اگر تم اپنے شیخ کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھو تو تمہیں اسے بھی نیکی شمار کرنا چاہیے۔
★ شیخ و پیر نافرمانی و معصیت میں گرفتار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ محفوظ و معصوم ہے۔
★ مرید اس وقت تک برائیوں سے پاک صاف اور اچھائیوں سے آراستہ نہیں ہو سکتا، اور اللہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اپنے شیخ کے سامنے اپنے ہر جرم و گناہ اور برائی کا اعتراف نہ کرے۔
★ مرید اگر اپنے شیخ کے سامنے ہر چیز حتیٰ کہ دل میں آنے والے برے خیالات کا بھی اقرار نہ کرے تو اس کی بیعت ٹوٹ جائے گی۔

اس کے علاوہ اس قسم کے اور دوسرے خیالات جو شریعتِ الٰہیہ کے خلاف اور نظامِ اسلام کے برعکس ہیں۔ اور ان لوگوں کی مثالوں میں سے جو اسلام کے ایک پہلو کو لے لیتے ہیں اور دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ دیتے ہیں چند یہ ہیں:

✤ بعض پیر وغیرہ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پوری توجہ اور سارا زور نفس کی اصلاح اور اس کے تزکیہ پر خرچ کر دیتے ہیں، اور اچھی باتوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے اور ظلم و ظالموں کا مقابلہ کرنے کا فریضہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

✤ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسلامی مظہر اور روحانی شخصیت سازی اور عبادت کا تو خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن روئے زمین پر اللہ کا حکم قائم کرنے کے لیے عملی میدان اور اسلامی معاشروں کے لیے مفید اعمال کو بالکل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

✤ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو سارا زور دعوت الی اللہ اور تبلیغ پر خرچ کر ڈالتے ہیں لیکن کسی ایک ایسی تحریک یا نشاط یا عمل سے ان کا قریب یا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا جو اسلام کی حکومت قائم کرنے کا ذریعہ بنے، اور ان میں سے بعض ایسے ہیں .... اور ان میں سے بعض ایسے ہیں .... یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام ایک ایسی کلی چیز ہے جو تجزّی (جزء جزء ہونے) کو قبول نہیں کرتا، اور اسلام کے تشریعی احکام الگ الگ ہونے اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو قبول نہیں کرتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ)). البقرہ - ۸۵	تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور بعض کو نہیں مانتے، سو جو تم میں یہ کام کرتا ہے اس کی کوئی سزا نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب پہنچائے جائیں۔

اس لیے مرشدِ ربانی اور صحیح پختہ عالم وہ ہے جو اسلام کا پورا کامل ومکمل نمونہ پیش کرے، اس کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین کے بیان کرنے میں کسی بات کو چھپائے، یا حق کہنے میں سکوت اختیار کرے۔ یا برائی کو دیکھ کر چشم پوشی کرے، یا اپنے فریضے کے ادا کرنے میں سستی برتے، یا کسی بات کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اس میں تحریف کرے، یا کسی انسان سے ڈرے، یا کسی بادشاہ وسربراہ یا مرتبہ والے کے ساتھ مُماشاۃ کرے اور اس کا ساتھ دے اور مداہنت کا ثبوت دے یا اللہ کے کسی حق کے سلسلہ میں کوئی بات کہہ سکتا ہو لیکن خاموش رہے، اگر وہ ان میں سے کسی بات کا مرتکب ہوگا تو وہ اللہ کی نازل کردہ آیات بینات اور ہدایت کو چھپانے والا ہوگا، بلکہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی طرف قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے۔ اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے، بلکہ ایسا آدمی ان لوگوں میں سے ہوگا جن پر اللہ اور لعنت کرنے والے لعنت بھیجتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ))۔

البقرہ - ۱۵۹، ۱۶۰

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں اس کے بعد کہ ہم ان کو لوگوں کے واسطے کتاب میں کھول چکے ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے، مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور حق بات کو بیان کردیا تو ان کو معاف کرتا ہوں، اور میں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہوں۔

اور فرمایا:

((اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ))۔

البقرہ - ۱۷۴

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اللہ نے کتاب نازل کی اور اس پر تھوڑا سا مول لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ کو نہیں بھرتے مگر آگ، اور اللہ ان سے بات نہیں کرے گا قیامت کے دن اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شخص کو جہنم کی آگ سے ڈرایا ہے جو کسی ایسی بات کو چھپائے جس سے دین کا فائدہ پہنچتا ہو، یا دین سے متعلق کسی لازمی حق چیز کو بیان کرنے میں سکوت اختیار کرے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے، چنانچہ ابن ماجہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کوئی ایسا علم چھپایا جس سے اللہ تعالیٰ دین کے معاملے میں فائدہ پہنچاتے ہوں تو قیامت کے روز

اس شخص کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

گذشتہ زمانوں میں جن مخلص مرشدوں اور ربانی علماء نے اصلاح ، تربیت وارشاد اور تزکیۂ نفوس کا بیڑا اٹھایا تھا وہ درحقیقت اسلام کی صحیح اور کامل فہم وسمجھ بوجھ کے مالک تھے، اور تقویٰ وورع اور اللہ کی کتاب کے بیان کردہ اسلامی طریقے ونظام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے میں انتہائی عظیم درجہ رکھتے تھے، بلکہ وہ اپنے معاشرتی طور طریقوں ، اسلامی سمجھ بوجھ ، دعوت وارشاد کی ذمہ داری اور تربیت کے فریضہ میں وہ اسلام کی سچی تصویر پیش کیا کرتے تھے، بلکہ اگر وہ کسی ایسی برائی کو دیکھ لیتے تھے جس کا بدلنا ضروری ہو تو وہ ہرگز خاموش نہ رہا کرتے تھے، اور اگر کسی حق کے سلسلہ میں کلام کرنے کو وہ مناسب سمجھتے تھے تو اس سے کبھی چشم پوشی نہ کرتے تھے، اور جس چیز کے خلاف جہاد کی ضرورت ہوتی اس سے کبھی پیچھے نہ رہتے تھے۔

رہا ان کا شریعت پر عمل کرنا اور قرآنِ کریم وسنتِ نبویہ کو لازم پکڑنا، تو اس سلسلہ میں ہمیں وہ الفاظ سن لینا چاہیے جو ان ائمہ ومرشدین اور علماءِ ربانیین کے بڑے حضرات کہہ گئے ہیں:

* عارف باللہ شیخ عبدالقادر گیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الفتح الربانی (ص ۔۲۹) پر لکھتے ہیں: ہر وہ چیز اور حقیقت جس کی شریعت شہادت نہ دیتی ہو ، وہ زندقہ ہے، تم اللہ جل شانہ کی طرف کتاب وسنت کے بازو سے اڑکر پہنچو، اللہ کے دربار میں ایسی حالت میں داخل ہو کہ تمہارا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہو۔

اور وہ فرماتے ہیں: عبادات کا چھوڑنا زندقہ وگمراہی ہے، اور ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرنا گناہ ومعصیت ہے، فرائض کسی بھی حالت وصورت میں ساقط نہیں ہوتے۔

* حضرت سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے طریقے کے سات اصول ہیں: اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا، سنتِ نبویہ کی اقتداء وپیروی کرنا ، حلال کھانا ، ایذاء رسانی سے بچنا ، گناہوں سے دور رہنا ، ہمیشہ توبہ کرتے رہنا، اور حقوق کا ادا کرنا[1]

* اور امام ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کشف اللہ کی کتاب اور سنتِ نبوی کے ساتھ متعارض ہو تو تم اللہ کی کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑلو اور اپنے کشف کو چھوڑ دو، اور اپنے نفس سے کہہ دو کہ اللہ نے میری

[1] التصوف الاسلامی والامام الشعرانی مؤلفہ عبدالباقی سرور (ص ۔۷۰،۷۵)۔

حفاظت و عصمت کتاب وسنت میں رکھی ہے نہ کہ کشف والہام میں اور نہ مشاہدہ میں مگر ان کو کتاب اللہ وسنت پر پیش کرنے کے بعد [1]

★ اور امام ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ باطن جس کا ظاہر اس کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے [2]

★ اور ائمہ ربانیین کے شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام اہل تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے بعد اب کوئی چیز نہ حرام کی جائے گی اور نہ حلال کی جائے گی، ہاں اب تو وہ خاص فہم وسمجھ [3] باقی رہ گئی ہے جو قرآن کریم کے سمجھنے کے سلسلہ میں اللہ کے خاص بندوں کو دی جاتی ہے اور اللہ کے علم کا ایسا فیضان جو اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کو عطا فرما دیتے ہیں، اور ان پر الہام فرماتے ہیں۔ اور اس کے لیے نور مقرر فرما دیتے ہیں [4]

بلکہ ہم ان علماء ربانیین میں ایسے علماء کو بھی پاتے ہیں جو ہمیں ان باطنی قسم کے دعویداروں کے خطرات پر مطلع و آگاہ کرتے ہیں جو اپنے اوپر سے فرائض وواجبات کو ختم کر دیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو معطل کر دیتے ہیں۔ اور قرآن و احادیث کی نصوص کی خلافِ واقع تاویل کرتے ہیں اور اپنے کردار وافعال میں اسلام کے طریقے کو چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ ہم تو ان علماء ربانیین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے شعبدہ بازوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی روکتے ہیں۔ اور ان کی گمراہ کن باتوں اور انحراف سے اظہار براءت کرتے ہیں، اور ان کی باطل آراء وافکار کی تشہیر کرتے ہیں۔

★ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ اپنے بعض ساتھیوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ذرا ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کو دیکھ لیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے، وہ شخص تقویٰ وزہد میں مشہور تھا، لوگ اس کے پاس جایا کرتے تھے، چنانچہ ہم بھی وہاں چلے گئے، جب وہ شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا، یہ دیکھ کر حضرت ابویزید وہیں سے واپس ہو گئے اور ان صاحب کو سلام تک نہ کیا اور یہ فرمایا کہ یہ صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلائے ہوئے آداب میں سے ایک ادب کے بارے میں امین ثابت نہیں ہوئے تو پھر یہ اپنے دعوے کے بارے میں کس طرح امین ہوں گے۔

اور حضرت ابویزید رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں: اگر تم یہ دیکھو کہ کسی شخص کو بہت سی کرامتیں دے دی گئی ہیں حتیٰ کہ وہ ہوا میں اڑنے بھی لگے تب بھی اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑو جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ احکامات و

---

[1] و [2] ملاحظہ ہو کتاب التصوف الإسلامی والإمام الشعرانی مولفہ طٰہ عبدالباقی سرور (ص ۷۰، ۷۵)۔

[3] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اور لوگوں کے علاوہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی تعلیمات دی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا جی نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور ذی روح کو پیدا کیا۔ سوائے اپنی کتاب کی اس فہم وسمجھ کے جسے اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو بخاری وابوداؤد ونسائی نے روایت کیا ہے۔ [4] ملاحظہ ہو التصوف الإسلامی والإمام الشعرانی مولفہ طٰہ عبدالباقی سرور (ص ۷۰، ۷۱)۔

منہیات میں کیسا ہے، اور حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں اور شریعت پر کتنا عامل ہے۔[1]

★ اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو: غافل جابروں، مداہن قاریوں اور جاہل صوفیوں سے۔[2]

★ اور امامِ ربانی حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ مذہب کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقید و پابند ہے۔ مخلوق کے لیے تمام راستے بند ہیں سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔[3]

★ اور امام شعرانی اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں لکھتے ہیں: جس شخص نے ایک لمحہ کے لیے بھی شریعت کی میزان کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔

رہا کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے ان کا آواز اٹھانا، اور باطل ومنکر کے سامنے سدِ سکندری بننا، اور اللہ کے راستے میں ان کا مقدس جہاد، تو اس سلسلہ میں بڑے بڑے محقق مصنفین نے ان ربانی مرشدوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اور ان کے بہادری کے مواقف اور جہاد اور دعوت وتبلیغ میں ان کے اثرات، اور اصلاح وتربیت کے لیے ان کے ارشادات وتوجیہات کے سلسلہ میں جو کچھ حوالۂ قرطاس کیا ہے اسے بھی سن لیجیے:

✿ عظیم شیخ ابوزہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ..... بقول استاذ فودہ ہمارے اخیر ادوار میں تصوف کا یہی حال تھا، تصوف بہت سی خصوصیات کا حامل تھا، جس کے نہایت واضح اثرات تھے، چنانچہ مغربی، جنوبی اور وسطی افریقہ کے مسلمان اور ان کا مضبوط ایمان درحقیقت تصوف کے ثمرات ونتائج ہی میں سے تھا۔

اور امام سنوسی کبیر نے جب مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہی تو انہوں نے جو راستہ سب سے پہلے اختیار کیا وہ تصوف کا راستہ اور طریقہ تھا[4] اور ان کا طرز اور نظام بھی فی نفسہ بڑا عجیب وغریب نظام تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب "شرح الطریقۃ المحمدیۃ" مؤلفہ شیخ عبدالغنی نابلسی (۱ - ۱۷۵)۔

[2] شرح الحکم مؤلفہ ابن عجیبۃ (۱ - ۷۶)

[3] الرسالۃ القشیریۃ (ص - ۱۹)۔

[4] تصوف کے معنی ہیں شریعتِ اسلامیہ کے رکن احسان کو پیدا کرنا جس کا حدیث جبریل علیہ السلام میں تذکرہ آتا ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حقیقی تصوف کی تربیت کا مقصد ہی احسان کے معنیٰ تک پہنچنا ہوتا ہے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ تصوف صفاء سے مشتق ہے۔ اس لیے کہ صوفی کا باطن دوسروں کی بنسبت زیادہ پاک صاف ہوتا ہے۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے:

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

پہلے تو لوگوں کو مرید بنایا پھرانہی میں سے کام کے آدمی تیار کیے، اور اس غرض کے لیے مختلف خانقاہیں بنائیں، سب سے پہلی خانقاہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑ میں بنائی، پھر اپنے خانقاہوں کے ساتھ (لیبیا کے) صحراء میں منتقل ہوگئے، یہ خانقاہیں صحراء کے درمیان ریگستانی میدان تھے اور ان کے مریدین کی محنت وجدوجہد سے وہاں پانی نکلا اور کھیت و باغات و پھلدار درخت اُگ آئے۔

انہوں نے ان کی رہنمائی کی، اور انہیں امورِ جنگ اور تیر اندازی سکھائی حتیٰ کہ انہوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اٹلی والوں کی نیند حرام کردی یہ وہ وقت تھا جب دولتِ عثمانی بھی اہلِ لیبیا کی امداد سے عاجز آچکی تھی۔

ان خانقاہوں سے سنوسی مدافعت جاری رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حکومتِ اٹلی کا بستر ابوریا گول کردیا اور سنوسیت از سرِ نو زندہ کی جانے لگی، ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح زندہ رہے جس طرح اس کی ابتداء ایک قوی ترین فعال صوفیت کے طریقے سے ہوئی تھی [1]

✿ استاذ صبری عابدین لواء الاسلام کی ایک مجلس میں کہتے ہیں کہ... حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء حضرات عالم میں اسلام کو پھیلاتے ہیں، اور میں آپ کے سامنے یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً پچاس سال قبل شیخ بکری نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے مبشرین کا یہ قول نقل کیا تھا کہ ہم افریقہ کے ترقی اور تمدن سے دور دراز صوبوں اور ایشیا کے بعید ترین علاقوں میں جہاں کہیں بھی گئے وہاں ہم نے یہ ہی دیکھا کہ ہم سے پہلے صوفی وہاں پہنچ چکے ہیں اور ہم پر غلبہ حاصل کرچکے ہیں۔

کاش مسلمان یہ سمجھ لیتے کہ تصوف میں روحانی و مادی کیا قوت ہے، اس لیے کہ صوفیاء کے لشکر اسلام کے لیے ہمہ وقت مسلح رہتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

تخالف الناس فی الصوفی واختلفوا	وکلهم قال قولاً غیر معروف
لوگوں میں صوفی کے بارے میں اختلاف ہوگیا اور سب نے اختلاف کیا	اور ہر ایک نے غیر معروف قول ہی کہا
ولست أمنح هذا الاسم غیر فتی	صافی فصوفی حتی سمی الصوفی
میں یہ لقب سوائے اس نوجوان کے کسی اور کو نہ دوں گا	جس نے صفائی کی کوشش کی اور اسکی صفائی ہوگئی حتیٰ کہ اس کا نام بھی صوفی پڑگیا

اور شاعر کہتے ہیں:

لیس التصوف لبس الصوف ترقعه	ولا بکاؤك إن غنی المغنونا
تصوف اون کے پیوند لگا کر اونی کپڑے پہننے کا نام نہیں ہے	اور نہ گانے والوں کے گانے کو سن کر رونے کا نام ہے
بل التصوف أن تصفو بلا کدر	وتتبع الحق والإسلام والدینا
بلکہ تصوف یہ ہے کہ تم بلا کسی گند کے صاف ستھرے ہوجاؤ	اور حق اور اسلام اور دین کی اتباع کرو

[1] ملاحظہ ہو مجلہ "لواء الاسلام" کا بارہواں عدد ماہ شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء کا پرچہ۔

میں نے حبشہ سوڈان اور اریٹیریا کی حدود پر مسیحی مبلغین کی ایک سویڈش جماعت دیکھی جن کے پہلو میں صوفیوں کی جھونپڑیاں تھیں، جنہوں نے سویڈش مسیحی مبلغوں کو چالیس سال تک قدم نہ جمانے دیا۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اُن جماعتوں کی سرکوبی کے لیے باہمی تعاون کریں جو ہمیں دینی اور سیاسی طور پر ایذا پہنچاتی ہیں، اور جو لوگ صوفیاء پر اعتراضات کرتے ہیں وہ صرف شبہات کی حد تک محدود ہیں بلکہ وہ لوگ حقیقت میں شبہات و خدشات میں ہی غرق ہیں۔

✿ اور مبلغِ کبیر شیخ ابوالحسن ندوی اپنی کتاب "رجال الفکر والدعوۃ الاسلامیۃ" میں عالم ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ ان کی مجلس میں تقریباً ستر ہزار افراد حاضر ہوتے تھے، اور ان کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و عیسائی مسلمان ہوئے، اور ایک لاکھ سے زیادہ گناہگار قسم کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور انہوں نے بیعت اور توبہ کا دروازہ کھول رکھا تھا چنانچہ اس میں داخل ہونے والوں کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان لوگوں کے حالات سدرھے، اور دینی حالت بہتر ہوگئی، اور شیخ عبدالقادر جیلانی ان کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے رہے، اور ان کو ترقی کے منازل طے کراتے رہے اور یہ روحانی شاگرد توبہ، بیعت اور تجدیدِ ایمان کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور مسئولیت کا احساس کرنے لگے، اور پھر شیخ جن میں استقامت، کمال اور تربیت و اصلاح کی صلاحیت و اہلیت دیکھتے تھے انہیں بیعت کی اجازت بھی دے دیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے یہ خلفاء اللہ کی دعوت اور مخلوقِ خدا کو خدا سے ملانے اور تربیتِ نفوس اور شرک و بدعت اور جاہلیت و نفاق سے جنگ کرنے کے لیے اطرافِ عالم میں پھیل گئے، جس کی وجہ سے دینی دعوت پھیلی، اور عالمِ اسلام کے اطراف میں ایمانی مراکز اور تصوف کے مدارس اور جہاد کے مراکز اور اخوت و برادرانہ محبت کی مجالس قائم ہوئیں۔

اور ان کے خلفاء و شاگردوں اور ان کے بعد والے دور میں جو بڑے بڑے مبلغ اور تربیت کرنے والے ان کے اس دعوت اور نفوس کی اصلاح کے طریقے پر چلے ان کا اسلام کی روح اور ایمان کے شعلہ کی حفاظت، اور دعوت و اصلاح کی جرأت، اور جہاد کا ولولہ پیدا کرنے، اور شہوات و نفسانیت کی سرکشی کو کنٹرول کرنے میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اور اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو وہ مادیت جو حکومتوں اور تمدن کے زیرِ اثر رواں دواں تھی وہ اس امت کو ہضم کر جاتی۔ اور اس امت کے افراد کے دلوں سے زندگی اور محبت کی چنگاری بجھ جاتی۔ اسی طرح ان حضرات کا ان دور دراز کے علاقوں میں اسلام کے پھیلانے میں بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر نہ پہنچ سکے یا ان علاقوں کو اسلامی حکومت کے زیرِ اثر لانے پر قادر نہ ہوسکے، اور سیاہ افریقہ اور انڈونیشیا اور محیطِ ہندی کے جزیروں اور چین و ہند میں اسلام پھیل گیا۔

✿ اور ہمارے استاذِ مکرم شیخ محمد راغب الطباخ رحمہ اللہ اپنی کتاب "الثقافۃ الاسلامیۃ" میں لکھتے ہیں کہ امتِ

اسلامیہ میں صوفیاء کے عظیم اعمال اور شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ بادشاہوں اور حکام نے جب جہاد کا ارادہ کیا تو ان صوفیاء کی اکثریت خواہ صراحتہً اشارہ نہ بھی کریں تب بھی یہ حضرات اپنے متبعین و مریدین کو جہاد میں نکلنے پر ابھارتے تھے۔ اور چونکہ مریدین اپنے پیروں کے بڑے غالی معتقد اور فرمانبردار ہوتے ہیں اس لیے وہ مجاہدوں کی صفوں میں شریک ہونے میں سبقت لے جاتے تھے، اور اس طرح مملکت کے اطراف سے ایک بڑی تعداد اکٹھا ہوجایا کرتی تھی، اور لبا اوقات یہ صوفیاء و پیر حضرات خود بھی لشکر کے ساتھ نکلتے اور لڑتے اور اپنے مریدوں کو ابھارتے تھے جو فتح و نصرت کا سبب بنتا تھا۔

✿ اور عظیم اسلامی مصنف امیر شکیب ارسلان اپنی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" میں "افریقہ میں اسلام کی ترقی اور اس کے اسباب" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ: اٹھارویں اور انیسویں صدی میں قادری و شاذلی طریقے کے متبعین میں ترقی کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا اور تیجانی اور سنوسی کے نام سے دو سلسلے وجود میں آئے۔

سلسلۂ قادریہ کے پیروکار مغربی افریقہ میں سنغال سے بنین جو حصہ دریاء نیجر کے ڈیلٹا کے قریب واقع ہے اس تمام خطہ میں دینِ اسلام کے بہادر مبلغ و داعی ہیں، اور یہ حضرات نہایت پرسکون انداز سے تجارت و تعلیم کے ذریعہ اسلام کو پھیلا رہے ہیں، چنانچہ یہ حضرات تعلیم و تدریس کے دوران حبشی بچوں کو دینِ اسلام کی تلقین کرتے ہیں اور اپنے شاگردوں میں سے سمجھدار طلبہ کو خانقاہوں کے خرچے پر طرابلس اور قیروان کے مدارس اور فاس کی جامع القرویین اور مصر کی جامعہ ازہر بھیجتے ہیں۔ یہ طلبہ وہاں سے مجاز و سند بن کر نکلتے ہیں اور پھر ان شہروں میں آکر سوڈان میں عیسائی مشنری کی مدافعت و سدِ باب کرتے ہیں۔

قادریہ سلسلہ کے ایک شیخ کے بارے میں لکھتے ہوئے کہا ہے: "اور شیخ عبدالقادر جیلانی جو فارس کے شہر جیلان کے تھے وہ بڑے عظیم صوفی و ذکی شخص تھے، ان کے لاتعداد پیروکار پائے جاتے ہیں، ان کا سلسلۂ تصوف اسبانیا تک پہنچ چکا ہے، پھر جب غرناطہ سے عربوں کی حکومت ختم ہوگئی تو اس سلسلہ کا مرکز "فاس" منتقل ہوگیا۔ اور اس سلسلہ کے برکات و انوارات کے سبب بربر والوں میں سے بدعات کا وجود ختم ہوگیا۔ اور انہوں نے اہلسنت والجماعت کے طریقے کو اپنایا جیسا کہ اسی سلسلہ کی وجہ سے پندرہویں صدی میں مغربی افریقہ کے بہت سے حبشیوں نے ہدایت حاصل کی۔"

اور سلسلۂ سنوسیہ کے بارے میں انہوں نے بھی وہی بات لکھی ہے جو شیخ ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ اس فرقے نے اجنبی اٹلیوں کے نفوذ کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جب تک کہ اللہ نے ان کو فتح نہ دلادی۔ اس لیے سنوسیہ کے بارے میں ان کے کلام کا تذکرہ نہیں کر رہا تاکہ ایک ہی بات مکرر نہ ہوجائے۔

سلسلۂ شاذلیہ کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاذلی سلسلہ کی نسبت شیخ ابوالحسن شاذلی کی طرف ہے۔

جنہوں نے شیخ عبدالسلام بن مشیش سے اور انہوں نے شیخ ابومدین سے یہ علم حاصل کیا تھا. اور یہ سلسلۂ شاذلیہ ان ابتدائی واساسی سلسلوں میں سے ہے جس نے تصوف کو مغرب میں پہنچایا، اس سلسلہ کا مرکز مراکش میں ہے. اس کے مشائخ میں سے سیدی الشیخ العربی الدرقاوی (متوفی ۱۸۲۳ء) بھی تھے جنہوں نے اپنے مریدوں میں ایسی دینی حمیت و جرأت پیدا کی جس کا دائرہ مغربِ اوسط تک پہنچ گیا. اور فرانسیسی فتح کی روک تھام و مدافعت کرنے میں سلسلہ درقاویہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا.

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہ حضرات جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے یہ وہ علماءِ ربانیین اور باصفا صوفیاء اور مخلص اصحابِ طریقت ہیں جنہوں نے پچھلے زمانوں اور صدیوں میں دعوت الی اللہ کی زمام سنبھالی اور اسلام کا پیغام برحق لوگوں تک پہنچایا، اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبادت اور جہاد کو جمع کیا، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہم آہنگی پیدا کی. اور دونوں کا حق ادا کیا، اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے ظالموں و جابروں کے سامنے حق کی آواز بلند کی اور دھوکہ باز مستعمرین کے سامنے بڑی بہادری سے ڈٹے رہے.

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دینِ برحق اسلام کی شریعت کے ساتھ حق کو وابستہ کیا نہ کہ اپنی فانی ذات کے ساتھ، انہوں نے شریعت کے احکامات کو بالادستی عطا کی خواہ وہ ان کے حق میں ہوں یا ان کے برخلاف، یہ حضرات اگر غلطی کر بیٹھتے تھے تو اس پر تنقید کو قبول کرتے تھے، اور اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو نصیحت پر کان دھرتے تھے، اس لیے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بھی انسان اور بشر ہیں، ان سے غلطی بھی ہوتی ہے. اور صحیح و درست کام بھی، اس لیے کہ عصمت انبیاءِ کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے امام مالکؒ پر وہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس نے تردید نہ کی ہو اور جس پر رد نہ کیا گیا ہو سوائے اس قبرِ مبارک والی ہستی کے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی جانب اشارہ کیا.

وہ تاریخی وابدی مواقف جو علماءِ حقانیین اور مخلص اربابِ شریعت نے پیش کیے ہیں عالم عصر اور مرشد شیخ سعید نورسی ترکی جن کا لقب بدیع الزمان رحمہ اللہ ہے ان کا موقف بھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے بعض طلبہ، شاگرد اور مرید ان کی تعظیم وتقدیس میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں اور حق کو ان کی فانی ذات سے وابستہ سمجھتے ہیں، تو انہوں نے ان کی رہنمائی وہدایت کی غرض سے یہ نصیحت ووصیت کی فرمایا: یاد رکھو اس بات سے بچنا کہ تم اس حق کو جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اسے میری فانی ذات سے مرتبط سمجھو تمہیں سبقت لے جانا چاہیے اور اسے اس کے مقدس سرچشمہ کتاب اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مربوط رکھنا چاہیے. اور تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میری حیثیت اس دلال سے زیادہ نہیں جو اللہ جل جلالہ کے ساز و سامان کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو اور تم لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ میں معصوم نہیں ہوں مجھ سے کبھی گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے اور انحراف بھی ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے یہ ڈر ہے

کہ اس حق کا ظاہر و مظہر بدنما ہو جائے جو آپ لوگوں نے مجھ سے مرتبط کر رکھا ہے۔ اس گناہ اور انحراف یا برائیوں کے ارتکاب سے اس حق پر بدنما داغ لگ سکتا ہے، یا میرے گناہ و انحراف کی وجہ سے حق کی خوشکل بگڑے گی اور اس میں خلط ملط ہوگا اس سے لوگ حق سے روگردانی کر سکتے ہیں۔

سلف صالحین اور علماء ربانیین کے یادگار مواقف میں سے حضرت عبداللہ بن المبارک کا حضرت فضیل بن عیاض کے سلسلہ میں وہ موقف بھی ہے جو انہوں نے اس وقت اختیار کیا تھا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت فضیل حرم مکہ میں عبادت کے لیے گوشہ نشینی کو اختیار کر بیٹھے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ پر سلامتی کو ترجیح دی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن المبارک نے انہیں اشعار کا ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس کے صرف درج ذیل اشعار پر ہم اکتفا کرتے ہیں:

یا عابد الحرمین لو أبصرتنا	لوجدت أنك بالعبادة تلعب
اے حرمین میں عبادت کرنے والے اگر آپ ہمیں دیکھ لیتے	تو یہ سمجھ لیتے کہ آپ عبادت کا مذاق اڑا رہے ہیں
من كان يتعب خيله في باطل	فخيولنا يوم الكريهة تتعب
جو شخص اپنے گھوڑوں کو فضول تھکاتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ	ہمارے گھوڑے جنگ کے دن تھکتے ہیں
أو كان يخضب خده بدموعه	فنحورنا بدمائنا تتخضب
یا وہ جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا ہے	تو ہمارے سینے ہمارے خون سے رنگے جاتے ہیں
ريح العبير لكم ونحن عبيرنا	رهج السنابك والغبار الأطيب
عبیر کی خوشبو آپ لوگوں کے لیے ہے اور ہماری خوشبو	کھروں کی گرد و غبار اور پاکیزہ مٹی ہے

حضرت فضیل کو جب یہ اشعار پہنچے تو وہ رونے لگے اور انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی نے بالکل سچ کہا اور میرے ساتھ خیر خواہی کی۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے حضرت فضیل رحمہ اللہ کو جب یہ اشعار لکھے تھے وہ اس وقت سرزمینِ شام میں جہاد کے لیے تیاری میں مصروف تھے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر رحم کرے۔

عالم و مرشد جب اپنے آپ کو حق کے مطابق ڈھالتا ہے نہ کہ حق کو اپنے مطابق تو ایسے موقع پر وہ کتنا عظیم ہوتا ہے اور جب وہ اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو اسلام کا ایسا محیط و عام منہاج پیش کرتا ہے جو خواہ عقیدہ سے متعلق ہو یا تشریع سے، دین سے متعلق ہو یا حکومت سے، تزکیہ سے متعلق ہو یا جہاد سے، عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا سیاست سے، امر بالمعروف اور حق بات کہنے سے تعلق ہو یا نہی عن المنکر سے ایسے موقع پر اس کا نمونۂ عمل کیا عظیم ہوا کرتا ہے۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ کسی ایسے عالم و مرشدِ ربانی کو تلاش کریں جس میں یہ تمام صفات

مجتمع ہوں، اور اس کی شخصیت میں یہ تمام مفہوم کامل طور سے موجود ہوں، تاکہ جب آپ کے بیٹے کا اس سے تعلق قائم ہو تو وہ اس کو اسلامی تعلیمات کا صحیح اور کامل ومکمل نمونہ پائے۔ اور وہ اس کو صحیح اسلامی تعلیمات کی تلقین کرے، اور اس کے دل ودماغ، روح وافکار کو اسلام کے محیط نظام ومنہج کی طرف راغب کرے، اور اس کا تعلق حق اور شریعت اور سلفِ صالحین کے ارشادات سے جوڑے نہ کہ اپنی فانی ذات اور غیر معصوم شخصیت سے۔

مربی محترم! آپ ایسا ہرگز نہ کیجیے گا کہ آپ اپنے بچے کا تعلق ان لوگوں سے قائم کریں جو پیری مریدی کے دعویدار اور تصوف سے نابلد ہیں، جو منافقین کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، جو آج کل بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

★ جو مرشد اپنے آپ کو معصوم سمجھے اور محفوظ ومعصوم ہونے کا دعویٰ کرے وہ جاہل وبددین ہے۔

★ اور جو مرشد اپنے مریدوں سے اس بات کا خواہاں ہو کہ وہ اس کے ارتکاب کردہ گناہوں کو مان لیں اور اس پر نکیر نہ کریں تو وہ جاہل وبددین ہے۔

★ اور وہ مرشد جو اپنے مرید کو اپنی باتوں سے امید ولالچ میں مبتلا کرتا ہے اور اس کو قرآنِ کریم کی تاثیر وہدایت سے دور رکھتا ہے اور سنتِ نبویہ کی تعلیمات سے بے بہرہ رکھتا ہے وہ جاہل وبے وقوف ہے۔

★ اور جو مرشد ایسے علم کو چھپاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں نفع پہنچائے۔ یا کسی ایسے دینی معاملہ میں سکوت اختیار کرتا ہے اور حق بات نہیں کہتا جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو تو ایسا مرشد جاہل وبے وقوف ہے۔

★ اور ایسا مرشد جو اسلام کو صرف تزکیۂ نفس اور نفسِ انسانی کی اصلاح تک محدود رکھتا ہو اور اسلام کے دوسرے وہ بنیادی احکام جو نظامِ حکومت اور دنیاوی زندگی سے متعلق ہیں انہیں معطل چھوڑ دیتا ہو تو وہ بھی جاہل وبے وقوف ہے۔

★ وہ مرشد جو حکام کے ساتھ منافقت سے پیش آتا ہو اور ان کی تعریف کی تسبیحیں پڑھتا رہتا ہو اور ان کے دستر خوان پر آتا جاتا رہتا ہو وہ بھی جاہل وبے وقوف ہے۔

مربی محترم! اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بچے کا تعلق ایسے سمجھدار مقتدیٰ سے ہو گا جس کے اوصاف ہم نے بیان کیے، اور ایسے عالمِ ربانی مرشد سے ہو گا جس کے اوصاف ہم ذکر کر چکے ہیں تو بلاشبہ ایسی صورت میں بچہ تقویٰ اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی تربیت حاصل کرے گا، اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور حق کے بارے میں جری ہونے کا وصف اس میں نمایاں ہو گا، اور وہ محراب میں عبادتِ الٰہی اور میدانِ کارزار میں دشمنوں کی سرکوبی کرے گا اور پھر وہ روئے زمین پر اللہ کے حکم کو قائم کرنے کے لیے ایمانی حرارت، اسلام کی شجاعت، جوانی کی قوت، پختگی وعزم، سمجھ وذکا، اور مسئولیت کے احساس کے ساتھ آگے بڑھے گا، اور اس پر شاعر کا درجِ ذیل شعر صادق ہو گا:

علی قدر أهل العزم تأتی العزائم　　　وتأتی علی قدر الکرام المکارم

انسانوں کی قوت وعزم کے مطابق ہی ان سے بلند امور صادر ہوتے ہیں　　　اور شرفاء کے مرتبہ ومنزلت کے اعتبار سے انکے انعامات ہوتے ہیں

وتعظم فی عین الصغیر صغارها وتصغر فی عین العظیم العظائم

اور چھوٹوں کی نظر میں معمولی چیز بھی بڑی بن جاتی ہے اور بڑوں کی نظر میں بڑی چیزیں بھی معمولی بن جاتی ہیں

اس تعلیم و تربیت اور شخصیت سازی کی وجہ سے ایسے مرشدِ ربانی کے ہاتھوں سے بچہ ایک شاندار اسلامی مملکت کے قیام کے لیے بہترین اینٹ کا کام دے گا، اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی فتح وجود میں آئے گی، اور قرآن پر عمل کرنے والی مضبوط حکومت قائم ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

۲۔ بچّے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا

بچے کی ایمانی و نفسیاتی شخصیت سازی اور معاشرتی و اخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے نیک صالح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے، تاکہ بچہ ان سے وہ شاندار روحانیت اور علمِ نافع اور برتر آداب اور شاندار اخلاق حاصل کر سکے جس سے اس کی شخصیت اجاگر ہو۔

مربی کو چاہیے کہ وہ بچے میں مرشدِ ربانی سے تعلق اور نیک صالح افراد کی صحبت سے ارتباط کا پورا خیال رکھے، اس لیے کہ ان دونوں میں تناقض اور غیر ہم آہنگی اور ان دونوں تعلقات میں ایک دوسرے سے دوری بسا اوقات دو نہایت خطرناک حالات سے دوچار کر دیتی ہے:

۱۔ تربیت و رہنمائی میں تعارض و ٹکراؤ۔

۲۔ کردار و چال چلن میں انحراف۔

تربیت و رہنمائی میں تعارض و ٹکراؤ سے مراد یہ ہے کہ وہ بچہ جو کسی سمجھدار مرشدِ ربانی سے تربیت حاصل کرے گا وہ اگر ایسے لوگوں کے ساتھ رہے گا جو اسلامی سوچ بچار اور کامل پختہ ذہن کے مالک نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ بچہ ان سے متأثر ہو جائے اور ان کا اثر قبول کر لے اور ان کی طرف مائل ہو جائے، اور ان جیسے کام کرنے لگے، اور ان کے افکار کو قبول کر لے، اس لیے کہ وہ اب تک علم و عقل کی پختگی کے اس درجے کو نہیں پہنچا ہے جو اسے اس قابل بنا دے کہ وہ اس کے ذریعہ سے صحیح اور غلط میں امتیاز کر سکے، اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ بچہ دو قسم کے افکار سے متأثر ہوگا، اور دو شخصیتوں سے اخذ کرے گا، ایک کامل و سمجھدار شخصیت اور دوسری جاہل و ناقص شخصیت، اور پھر وہ سخت حیرت و پریشانی اور تکلیف دہ فکری و نفسیاتی جنگ کا شکار ہو جائے گا، اور اسے یہ معلوم نہ ہوگا کہ وہ کس طرف جائے اور نہ یہ معلوم ہوگا کہ کیا کرے؟

اور چال چلن و کردار کے انحراف سے میری مراد یہ ہے کہ بچہ جب مرشد ربانی یا سمجھدار مسلمانوں کی جماعت کو یہ

دیکھے گا کہ وہ اسے ایسا اسلام اور علم دے رہے ہیں جو اس اسلام وعلم سے بالکل مختلف ہے جو اسے اپنے ساتھیوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ بچہ اس تناقض سے متأثر ہوگا اور سوالات وافکار و پریشانی کے جال پھنس جائے گا جو ہو سکتا ہے کہ اسے کردار وعقیدہ میں انحراف تک پہنچا دے، جو سراسر ان متناقض اور ایک دوسرے کی ضد صورت حال کا ردِ عمل ہوگا، اس لیے مرشد اور اچھی صحبت کے ساتھ ارتباط میں برابری کا خیال رکھنا بچے کی شخصیت سازی اور اس کی نفسیاتی واخلاقی تیاری کے اہم ترین عوامل میں سے ہے، تاکہ بچہ تناقض اور شخصیت تباہ کرنے اور حیران کن امور اور نفسیاتی جنگ کا شکار نہ ہو۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ اپنے بچے کے لیے ایسے دوستوں کو تلاش کرے جو ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ایسے سمجھدار باکمال مرشدِ ربانی کے ہاتھ سے تربیت حاصل کی ہو جس کے اوصاف اس سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں، اور جس کے افکار وخیالات کا ایک حصہ ہم اس سے قبل جان چکے ہیں۔ اور ایسی صورت میں ربط مضبوط اور تاثیر قوی اور بچے کی شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال ہوگا۔

جن امور کا مربی کو خیال رکھنا اور خوب اہتمام کرنا چاہیے، اور ان کو یقینی بنانے کی کوشش کرنا چاہیے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا چار قسم کے ساتھیوں سے تعلق قائم کرنا چاہیئے:

۱۔ گھر کی صحبت۔

۲۔ محلہ کی صحبت۔

۳۔ مسجد کے رفقاء۔

۴۔ مدرسہ یا کام کی جگہ کے ساتھی۔

✿ گھر کی صحبت ورفاقت سے مراد ہے بھائیوں اور قرابت داروں کی رفاقت، اس لیے کہ یہ پہلے وہ افراد ہیں جن سے بچہ ملتا اور ان کے ساتھ اکٹھا ہوتا اور ان سے تعلق پیدا کرتا ہے، اور یہی وہ اولین افراد ہیں جن سے بچہ اخذ کرتا اور حاصل کرتا اور ان سے متعلق ہوتا ہے۔ اس لیے مربی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ خوب دیکھ بھال اور اچھی طرح سے نظر رکھے، جس کی وجہ سے وہ خواہ قریب ہو یا دُور ان لوگوں کے حالات سے باخبر رہے جن سے بچہ ملتا جلتا اور جن کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس کے بہن بھائی ہوں یا دوسرے عزیز رشتہ دار۔

یہ ایک ظاہر سی بات ہے کہ بچے کا بڑا بھائی اچھائی یا برائی اور خیر وشر میں دوسری تمام اولاد کے لیے ایک نمونہ اور مثال بنتا ہے۔ اس لیے اگر باپ یا ماں بچے یا بچی کو بالکل آزاد و بے لگام چھوڑ دیں گے اور دوسروں سے میل جول اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی گرفت نہ کریں گے، تو ایسے بداخلاق بھائی یا بہن کا باقی بہن بھائیوں کے اخلاق پر بھی برا اثر پڑے گا۔ اور پھر

مربی یا باپ کے لیے ان کے انحراف و بداخلاقی اور کجی کی اصلاح اور ان کو راہ راست پر لانا اور سیدھے راستے پر لگانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

اس مشکل کا عملی حل اور اس کے تدارک کا طریقہ یہ ہے کہ برے اور خراب بھائی اور بداخلاق و نالائق عزیز و رشتہ دار اور دوستوں سے ملاقات و میل جول کے درمیان حائل ہونے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ بچے ان سے متأثر نہ ہوں اور ان کے برے اخلاق اور گندے اوصاف کا ان پر کوئی اثر نہ پڑے۔

مربی کو چاہیے کہ وہ خاندان اور عزیزوں میں اپنے بچوں پر نظر رکھے جو پاکبازی، اخلاق و شرافت اور اسلامی سمجھ بوجھ کے مالک ہوں، اور اپنے نوعمر بچوں اور ایسے عزیزوں میں تعلق اور معاشرتی جوڑ پیدا کرنے کے اسباب مہیا کرے تاکہ ان کا باہمی تعلق وارتباط قوی ہو۔ اور وہ بھی ان سے نفسیاتی واخلاقی خوبیاں اور اچھے اوصاف اور اعلیٰ اخلاق حاصل کر سکیں۔

اور اگر قریبی رشتہ داروں میں ایسا نیک صالح رشتہ دار یا قوی الایمان اور بااخلاق لڑکا نہ ملے تو پھر مربی کو خوب احتیاط سے کام لے کر نہایت بردباری اور سوچ سمجھ کے ساتھ اپنے بچوں کو دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے ملنے جلنے اور تعلق رکھنے سے روکنے کی کوشش کرنا چاہیے بلکہ ایسی صورت میں مربی کو اس نئی پود کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے اور خوب دیکھ بھال و خیر خواہی سے کام لینا چاہیے، جیسا کہ مربی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ان کو برے ساتھیوں سے بچانے اور ان میں شعور پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے، اور پھر ساتھ ساتھ ہر مناسب موقعہ پر ان کی صحیح اور ایسی رہنمائی کرتا رہے جو ان کے ایمان کی مضبوطی، اخلاق کی پختگی اور فطرتِ سلیمہ اور پاک صاف اور شفاف قلوب کی حفاظت کا ذریعہ ہو۔

اور اگر بچے کے لیے ایسے رفقاء کی لازمی ضرورت ہو جن کے ساتھ وہ میل جول رکھے، اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں اس کے دل کو سکون حاصل ہوتا ہو اور نفس کو راحت ملتی ہو تو پھر مربی کو عزیزوں کے علاوہ اچھے قسم کے ساتھی اس کے لیے تلاش کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ ان سے میل جول رکھے اور ان کی صحبت و معیت سے اس کی دل جمعی و غمخواری ہو، اور وہ ان سے اچھے اوصاف اور مکارمِ اخلاق حاصل کرے اور اس طرح سے مربی اپنے بچے کو اچھے ماحول اور مناسب فضا میں منتقل کر سکے گا۔

◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉

✿ محلہ کی صحبت سے میری مراد بچے کا اپنے محلے اور پڑوس کے بچوں سے میل جول ہے، وہ محلہ جس میں وہ رہتا اور وہ گھر جس میں وہ بستا اور بڑھتا پلتا ہے۔

یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ خواہ کوئی بھی محلہ ہو قریب کا یا دُور کا۔ پس ماندہ یا ترقی یافتہ، جاہل یا ثقافت کا علمبردار، سب میں ایسے بہت سے بچے پائے جاتے ہیں جن میں نہ حیا ہوتی ہے نہ تربیت و اخلاق، وہ بے حیائی کے کام کرتے ہیں اور فحش و گندے کلمات استعمال کرتے ہیں، اور آنے جانے والوں، اور چھوٹوں بڑوں، اور عورت و مرد سب

کے سامنے بہت برے اخلاق وتہذیب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ بہت خطرناک مرض ہے۔ مربیوں اور مسئولین کو اس کا علاج کرنا چاہیے، اور اس کی بیخ کنی کرنے کے لیے تمام لوگوں کو معاونت کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلہ میں ہم اخلاقی تربیت کی مسئولیت کے ذیل میں نہایت کافی شافی بحث کر چکے ہیں اس لیے اس کا مطالعہ کر لیجیے وہاں تشفی کا سامان مل جائے گا۔

اس وقت اس مرض کے بارے میں ہم جس طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مربیوں کی توجہ اس تکلیف دہ اور افسوسناک حالت کی طرف پھیر دیں جس تک ہمارے اکثر بچے بداخلاقی اور تربیت کی خرابی اور عقیدہ کے انحراف میں مبتلا ہو گئے ہیں، تاکہ مربی اپنی جدوجہد ومحنت دگنی کر دے۔ اور بچے کے عقیدے کی اصلاح اور اخلاق کے بنانے میں اپنی مسلسل طاقت خرچ کرے اور بچے کو اس فاسد بھٹی اور گندے ماحول سے بچانے کے لیے جس میں ہمارے اکثر بچے رہتے ہیں مفید ترین اسباب اور وسائل اختیار کرے۔

اکثر علماء تربیت واصلاح کی نظر میں اس کے کامیاب ترین وسائل میں سے یہ ہے کہ بچے کا اچھی صحبت کے ساتھ رابطہ پیدا کیا جائے، اور اس صحبت وتعلق کا کامیاب ترین راستہ وطریقہ یہ ہے کہ محلے یا پڑوس کے کسی صالح ونیک ساتھی سے بچے کا ربط پیدا کر دینا چاہیے جس سے وہ مسجد میں، اور فارغ اوقات ، یا علمی مباحث، یا کھیل کود، یا سیر وتفریح میں ہمیشہ رابطہ رکھے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اگر محلہ کے ایسے اچھے ساتھیوں سے بچے کا تعلق قائم کر دیا جائے تو وہ اس سے محفوظ رہے گا کہ محلہ کے گندے لڑکوں اور بدکردار ساتھیوں اور خراب دوستوں سے میل جول قائم کرے، بلکہ اس کا عقیدہ زیغ وگمراہی سے اور اس کے اخلاق بگڑنے اور بے راہ روی سے بچ جائیں گے۔

اس لیے اے محترم مربی صاحبان آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کا محلے کے شریف ونیک بچوں سے رابطہ قائم کریں، اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی، دیکھ بھال، اور رہنمائی بھی کرتے ہیں تاکہ آپ کا بچہ نیک صالح مومن بندوں کی فہرست میں شامل ہو۔

✿ مسجد کی صحبت سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کا ایسے بچوں سے رابطہ پیدا کیا جائے جو اس کے ہم عمر ہوں، اور محلہ کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہوں، جمعہ اور اسباق وغیرہ میں پابندی سے شرکت کرتے ہوں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ جو بچہ خود اپنے طور پر یا اپنے والدین یا مربی کی رہنمائی سے مسجد کا عادی ہو جائے گا وہ ایسا بچہ ہوگا جس کی نفس میں ایمان کی روح، اور اللہ کی فرمانبرداری، اور اسلام کے احکامات ومنہیات کے سامنے گردن جھکانے کی عادت مستحکم ہو جائے گی، اور ایسے ہی بچے سے خیر کی امید رکھی جاسکتی ہے، اور اس کے وجود سے نفع وبھلائی کی آرزو

کی جا سکتی ہے۔

اور اگر ایسے بچے کے لیے جو مسجد جانے کا عادی ہو کوئی ایسا شخص میسر آجائے جو اس کی رہنمائی کرے اور اسے تعلیم دے اور ٹھوس اسلامی بنیادوں اور شاندار اخلاقی اصولوں پر اس کی تربیت کرے اور اس میں فکری سمجھ پیدا کرنے کا کام کرے تو بلاشبہ ایسا بچہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن سے اسلام کا قلعہ تعمیر کرنے اور مضبوط ترین حکومت قائم کرنے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

میں جس چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محلہ والوں کی صحبت اور مسجد کے ساتھیوں کی رفاقت لازم ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ محلہ کے ایسے ساتھی کا کیا فائدہ جو نماز نہ پڑھے اور مسجد آنے جانے کا عادی نہ ہو؟ اور جو شخص مسجد آتا جاتا ہو اس کو محلہ کے ایسے ساتھی کے میل جول سے کیا فائدہ پہنچے گا جو ایسے گھروں کا رخ بھی نہ کرتا ہو جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہو؟

اور اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے بچے کے لیے بہترین ساتھی اور عمدہ دوست منتخب کرے، تاکہ اس کا بچہ ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور ان سے تعلق قائم کرے تو اسے چاہیے کہ ایسے دوست ان لوگوں میں سے منتخب کرے جو محلہ کی مسجد میں جانے کے عادی ہوں، اس لئے کہ وہی لوگ صحیح فطرت اور حقیقی ایمان اور پاک صاف اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

یہیں سے مربی کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے کہ وہ بچے اور اس کے دوستوں اور ساتھیوں پر نظر رکھے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے اور اسباق و دروس اور ایسی اچھی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں جو مسجد میں منعقد ہوتی ہیں؟ اور یہ مدِ نظر رکھے کہ کیا یہ لوگ قرآنِ کریم کے حلقوں اور اللہ کے گھروں میں علماء واساتذہ جو قرآنِ کریم و تجوید کا درس دیتے ہیں اس سے ان کا تعلق ہے یا نہیں؟

مربی کو بچوں کو مسجد آنے جانے کی عادت ڈالنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہیے تاکہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کریں اور جماعت کے وقت وہ مسجد جانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں، اور قرآنِ کریم کے حلقۂ درس اور دینی تعلیمات کی مجالس میں ان کے مقررہ اوقات پر شرکت کرنے کے شوقین و حریص بنیں۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ اپنے بچے کو مسجد سے تعلق رکھنے والے ایسے ساتھیوں سے رابطہ رکھنے کا عادی بنائیں جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، اور پھر ان پر کڑی نظر بھی رکھیں، اور انہیں ترغیب بھی دیتے رہیں۔ اور ہمت افزائی بھی کرتے رہیں، تاکہ آپ کا بیٹا اللہ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں اور اچھے صالحین کی جماعت میں شامل ہو۔

✿ مدرسہ، اسکول یا کارخانے کی رفاقت وصحبت سے میری مراد بچے کا اپنی جماعت کے ساتھیوں اور اسکول میں اپنے

ہم عمروں کے ساتھ رفاقت ہے جہاں وہ پڑھتا ہے اور جس میں وہ داخل ہے، یا وہ کارخانہ جہاں وہ کام کرتا ہے اور وہاں سے کمائی کرتا ہے اور اس کی طرف منسوب ہے۔

مدرسہ کے ساتھیوں سے رفاقت کے سلسلہ میں گفتگو کے ذیل میں میں یہ چاہتا ہوں کہ مربیوں کی توجہ ایک اہم ترین حقیقت کی جانب مبذول کرادوں جس کے سلسلہ میں بحث اور اس پر کلام کرنا بہت ضروری ہے۔

اس حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل وہ ممالک اور شہر جہاں گمراہ کن افکار اور ملحدانہ نظریات پھیلے ہوئے اور غیروں کے اصول وضوابط چھائے ہوئے ہیں وہاں مدرسہ واسکول خطرناک نظریات وافکار اور آراء کا نہایت سرسبز باغ بن گیا ہے جو بہت افسوس کی بات ہے، اور یہ سب کچھ کس کے ہاتھوں سے ہورہا ہے؟

یہ سب کچھ ایسے اساتذہ کے ذریعے ہورہا ہے جنہوں نے اپنے ضمیر کو شیطان کے ہاتھ اور اپنی نفوس کو دوسروں کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔

ایسی گمراہ کن نظریاتی جماعتوں کے ذریعے ہورہا ہے جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دین میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور اسلام کے خلاف جنگ کریں۔

ایسی طلبہ تنظیموں کے ذریعے سے جو ان جماعتوں سے احکامات حاصل کرتی ہیں جن کی طرف ان کی نسبت ہے تاکہ طلبہ وطالبات کو گمراہ کرنے اور دوسروں کا غلام بنانے اور شک وشبہ میں گرفتار کرنے کا اپنا فریضہ ادا کرسکیں۔

عورتوں کی ایسی جماعتوں کے ذریعے جن کا اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ اس اسلامی پردے کے سامنے صف بستہ ہوجائیں جو پاکبازی وعفت کا شعار ہے، اور اس اسلامی نظام کا مقابلہ کریں جو عورت کے ساتھ انصاف کرتا ہے۔ اور حقوق سے متعلق اسلام کے ایسے بنیادی قواعد کا مقابلہ کریں جنہوں نے ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق دیا، اور یہ جماعتیں عام طور سے کبھی تو عورت کی آزادی کی علمبرداری کا دعویٰ کرتی ہیں، اور کبھی عورت کو مرد کے مساوی قرار دینے کا نام لے کر آگے بڑھتی ہیں۔

یہ تمام زہر اس مسموم فضا کے علاوہ ہے جو مدارس واسکولوں میں مختلف نظریات، اور ایک دوسرے کی ضد افکار اور آزادی وبے راہ روی وبیکاری کے دور دورہ کی وجہ سے عام ہے۔ مدرسہ کی فضا میں ہمیں ایسے آدمی بہت کم ملتے ہیں جو صحیح دین اور برحق اسلام اور اچھے اخلاق اور صحیح بنیادی تربیتی اصولوں کی طرف دعوت دینے والے ہوں۔

اس اہم حقیقت کے آشکارا کرنے کے بعد اے مربی محترم! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنے بچے کو اس تاریک وسیاہ فضا اور اس گمراہ کن فاسد ماحول سے بچانے کے لیے پوری جدوجہد صرف کریں اور اپنی کوشش کو دوچند کردیں۔ اور بچوں کو ایسی فضا وماحول سے اسی وقت بچانا ممکن ہوگا جب ان کو مدرسہ میں سمجھدار نیک صالح طلبہ کی صحبت ورفاقت مہیا کی جائے، تاکہ علمی تلقین اور ثقافتی شخصیت سازی خواہ وہ تعلیم کے ابتدائی مرحلہ میں ہو یا اعدادی یا ثانوی یا یونیورسٹی

کی سطح پران تمام مراحل میں آپ کا بچہ ایسے سنجیدہ و نیک طلبہ سے مربوط رہے۔ ایسے طلبہ کا انتخاب بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ بچہ محلہ یا مسجد میں اٹھتا بیٹھتا ہو، تاکہ صحبت و رفاقت کا پورا اثر پڑے، اور بچے کے لیے خیر و بھلائی کے نتائج زیادہ بہتر و اچھے ہوں، لیکن اگر ایسے طلبہ نہ پائے جائیں تو سمجھ بوجھ اور عقیدہ کی سلامتی و اخلاق کی درستگی اور عبادات کی ادائیگی خصوصاً نماز کی ادائیگی کی بنیاد پر انتخاب کرلیا جائے۔ اللہ تعالیٰ شاعر پر رحم کرے فرماتے ہیں :

تمسك إن ظفرت بذيل حر　　　فإن الحر في الدنيا قليل

اگر تم کسی شریف آدمی کا دامن تھام سکو تو تھام لو　　　اس لیے کہ دنیا میں شریف آدمی کم ہی ہوتے ہیں

مدرسہ و اسکول کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مربی محترم کی توجہ ایک اور حقیقت کی طرف بھی مبذول کردوں جس کا اہتمام بہت ضروری ہے اور اس طرف توجہ کرنا لازمی ہے، اور وہ ہے لڑکی کو اسکول میں داخل کرنا اور اس کے نفسیاتی و جذباتی تأثر کے حالات ۔

مربی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برانگیختہ کرنے والی چیزوں و آرزؤں سے بہت جلد متأثر ہوجاتی ہے۔ اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیب و زینت اور اس کے دھوکہ دینے والے مظاہر کی جانب بہہ جاتی ہے، اس کی وجہ سے وہ حق سے بہت جلد دور ہوجاتی، اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی۔ اور فضاء کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے، اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع اور نہ عقل کی پختگی ہوتی ہے نہ انجام پر نظر۔

اس لیے آپ کا یہ فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں، تاکہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں، اور وہ بے حیائی و آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں، اور وہ لادینی جماعتوں سے وابستہ نہ ہوں جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین چیز اسلام و شرافت سے بھی عاری ہوجائیں، اے تربیت کرنے والو! اسلام آپ پر یہ لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے اپنے گھر و مدرسہ میں اچھا ماحول اور صحیح فضاء مہیا کریں تاکہ آپ اسے لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحراف سے بچالیں۔

اچھے ماحول کے مہیا کرنے والے وسائل و اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ایسی اچھی نیک پارسا اور دعوتِ دین دینے والی عورتوں سے اس کا جوڑ پیدا کردیں، جن سے وہ ہمیشہ میل جول رکھے، اور ان کے پاس آتی جاتی رہے، ان وسائل میں سے یہ بھی کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے ایسی نیک صالح سہیلیوں کو مہیا کریں جن سے اس کا رابطہ رہے، اور ان سے اچھی باتیں سیکھے، یہ سہیلیاں خواہ گھر و محلہ میں رشتہ داروں میں سے ہوں یا اسکول کی ساتھی، اس کے ساتھ ساتھ بچی پر ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے، اسے وقتاً فوقتاً اپنی نصیحتوں سے آراستہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی اصلیت پر باقی رہے، اور ایمان و استقامت و حق پر قائم رہے، اور اسلام کے بنیادی اصولوں اور روشن تعلیمات پر عمل پیرا رہے، اور اگر باپ یہ سمجھے کہ وہ اپنی بچی کی پاکبازی

و پاکدامنی اور اس کی عصمت کی حفاظت کرنے کے اسباب مہیا کرنے پر قادر نہیں اور اپنی جگر گوشہ کے لیے اچھی فضا و ماحول نہیں پیدا کر سکتا ہے تو ایسے باپ کے لیے یہ شرعاً حرام ہے کہ وہ اس لڑکی کو ان خرابیوں کے مرکز میں داخل کرے اور ان ہلاکت و تباہی کی جگہ پھینک دے تاکہ وہ بچی اپنے عزیز ترین دین اور عزت و عصمت کو گم نہ کر بیٹھے۔

مربی محترم! آپ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو اثرات مدرسہ و اسکول کی صحبت سے پڑتے ہیں۔ ویسے ہی اثرات اسکول و کارخانوں کے ساتھیوں کی صحبت سے بھی پڑتے ہیں، اس لیے کہ یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ اکثر فیکٹریوں و کارخانوں اور اداروں کے کام کرنے والے افراد اخلاق باختہ بے ادب اور بے دین ہوتے ہیں، بلکہ ان مزدوروں میں ان کے درجات کے تفاوت کے اعتبار سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو سرخ الحاد اور کافرانہ شیوعیت کے قبول کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے کام کرنے والی ایسی تنظیموں کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کے نزدیک دین اور ان اخلاقی اقدار کی کوئی حیثیت، مرتبہ، وزن نہیں ہوتا جنہیں اسلام لے کر آیا ہے، ان کام کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو جانوروں کی طرح سے آزاد زندگی گزارتے اور اخلاق باختہ حرکات اختیار کرتے ہیں، جن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنی جنسی خواہشات کو پورا کریں اور سفلی جذبات کو تسکین پہنچائیں، اور ان کا سوائے اس کے اور کوئی مطمح نظر نہیں ہوتا کہ وہ شراب، جوئے اور برائی کی دلدل میں پڑے رہیں، اور فحش ترین گانے سنیں، اور اخلاق باختہ مجالس و ڈراموں میں شرکت کر کے اپنی مردانگی، عزت و شرافت کو بدکردار فاحشہ مغنیہ، یا گری پڑی رقاصہ، یا زانیہ و بے حیا عورت کے قدموں پر قربان کر دیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مزدوروں اور ملازمین میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دینِ مستقیم و اخلاقِ عالیہ پر قائم اور اس اسلامی نظام کو اپنائے ہوئے ہیں جسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، لیکن ایسے لوگ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں، اور اکثر علاقوں میں ایسے لوگ ان غیر دیندار و بداخلاق جماعتوں کے مقابلے میں تھوڑے سے ہیں جن کی کارخانوں و فیکٹریوں اور عمومی و خصوصی اداروں میں بھرمار ہے، اس لیے اے مربی محترم! اسلام آپ پر یہ لازم کرتا ہے کہ آپ کارخانے و فیکٹری میں اس نیک جماعت اور مومن باکردار افراد کو تلاش کریں تاکہ آپ اپنے بچے کا ان سے تعلق قائم کریں، تاکہ اگر وہ بھول جائے تو یہ یاد دلا دیں اور اگر اسے اپنا سبق یاد ہو تو یہ اس کے مددگار بنیں اور اگر اسے غلط راستے اور بری جگہ جاتے دیکھیں تو اسے تباہی سے بچائیں اور اس کا گھیراؤ کر لیں تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ استقامت و اخلاق پر قائم رہے۔

اور جب گھر کی دیکھ بھال و راہنمائی کا نیک صحبت کے ساتھ تعاون اور امدادِ باہمی جاری ہوگی تو یہ صحبت خواہ مدرسہ کی ہو یا کارخانے کی، محلہ کی ہو یا مسجد کی تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے حالات درست اور معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور اس کی اسلامی شخصیت کامل و مکمل ہو جائے گی، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنے عہد و استقامت و اخلاقِ عالیہ پر برقرار

رہے گا۔ اس لیے ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلہ میں درجِ ذیل وصیت کی ہے کہ بچے کے ساتھ اس کے مکتب و مدرسہ میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق و آداب اچھے اور عادات پسندیدہ ہوں اس لیے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور اس سے سیکھتا اور مانوس ہوتا ہے۔

اس لیے اے مربی محترم آپ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ آپ تربیت کے ان بنیادی اصولوں اور اسلام کے ان اعلیٰ اساسی قواعد پر عمل پیرا ہوں، تاکہ آپ کا بچہ ضائع نہ ہو، اور گمراہی، انحراف اور چھچھورے پن میں مبتلا نہ ہو۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ آپ اس کا تعلق ایسے اچھے ساتھیوں سے پیدا کر دیں جن کا تذکرہ ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ تاکہ آپ ہمیشہ صحیح راستے اور بصیرت پر رہیں اور منزلِ مقصود سے باخبر رہیں:

((قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝)) . یوسف - ۱۰۸

آپ کہہ دیجیے کہ یہ میری راہ ہے میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔

مربی محترم! ہم اخیر میں آپ کے سامنے اسلام کی ان تعلیمات کو پیش کر دیتے ہیں جو اس نے برے ساتھیوں اور مفسد و بے دین رفقاء سے اجتناب و دور رہنے کے سلسلہ میں دی ہیں، تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام نے نیک صحبت کے اختیار کرنے کا کتنا اہتمام کیا ہے اور اس کا کس شدت سے حکم دیا اور اس کی تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝)) . الفرقان - ۲۷ تا ۲۹

اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا، کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ یقیناً اس نے نصیحت آئے پیچھے مجھے اس سے بہکا دیا، اور شیطان تو انسان کو امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

((قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝)) . قٓ - ۲۷

(تب) اس کے ساتھ رہنے والا شیطان کہے گا اے ہمارے پروردگار میں نے اسے نہیں بھٹکایا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

((اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ)) . الزخرف۔ ۶۷

اس روز (دنیا کے) جگری دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر ہاں متقین (نہیں)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((المرء علی دین خلیله فلینظر أحدکم من یخالل)) .

جامع ترمذی

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

نیز فرمایا :

((مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کمثل حامل المسك ونافخ الکیر، فحامل المسك إما أن یحذیك ، أو تشتری منه، أو تجد منه ریحًا طیبةً . ونافخ الکیر إما أن یحرق ثیابك ، أو تجد منه ریحًا منتنةً)) . بخاری ومسلم

اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی والے کی سی ہے۔ مشک والا یا تو تمہیں مشک ہدیۃً دے دے گا، یا تم اس سے خرید لوگے۔ یا تم اس کے پاس سے اچھی مہک پاؤ گے، اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔

❊ ❊ ❊ ❊

اور فرمایا :

((إیاك وقرین السوء فإنك به تعرف)) .

ابن عساکر

تم برے ساتھی سے بچو اس لیے کہ تم اس سے پہچانے جاؤ گے۔

اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے کہا ہے :

عن المرء لا تسأل وسل عن قرینه فکل قرین بالمقارن یقتدی

آدمی کے بارے میں سوال نہ کرو بلکہ اس کے ساتھی کے بارے میں دریافت کرو اس لیے کہ ہر ساتھی اپنے ہم مشرب وہم ذوق کی اقتدا کرتا ہے

۳- بچے کا دعوتِ دین اور دین کی دعوت دینے والوں سے ارتباط پیدا کرنا

بچے کی شخصیت مکمل کرنے اور اس کو نفسیاتی، معاشرتی تیاری اور دینی دعوت دینے کے قابل بنانے کے بنیادی عوامل میں سے یہ ہے کہ بچہ جس وقت سے زندگی کے گورکھ دھندوں کو سمجھنے لگے اور اس کی ذمہ داری جان جائے تو اس وقت سے

اس کا دعوتِ دین اور دین کی دعوت دینے والوں اور اللہ کے کلمہ اور دین کی سربلندی کے لیے حرکت سے رابطہ پیدا کردینا چاہیے جس کا مقصد یہ ہے کہ بچے کی نفس میں دعوت اِلی اللہ اور حق کے بارے میں جرأت اور صبر کی عادت ڈالنے کی روح پیدا ہو اور بڑھتی جائے، تاکہ جب اس میں دعوت کے یہ معانی جاگزین ہوجائیں، اور یہ نفسیاتی صفات گھر کر جائیں تو وہ شیر کی طرح اللہ کے دین کی تبلیغ کرے اور اس سلسلہ میں اسے نہ کسی بھی ملامت کرنے والے کی پرواہ ہو اور نہ دنیاوی پریشانیاں اور زندگی میں پیش آنے والی رکاوٹیں اس کو اس کے عزم سے باز رکھ سکیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب وہ مرشدِ ربانی جن سے بچے کا تعلق و رابطہ ہوگا اس میں وہ صفات پوری طرح موجود ہوں گی جو وعظ وارشاد میں کام دیتی ہیں یعنی کامل فہم وسمجھ، دور اندیشی، اسلام کے لیے لگن، اور اس کے راستے میں جدوجہد تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ بچے میں دعوت وتبلیغ اور جہاد کی روح بڑھے گی، اور مسئولیت کا احساس پیدا ہوگا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے مستقل جدوجہد کرے گا بلکہ اس سے وہ اس قابل بن جائے گا کہ وہ حق کے لشکر کا سپاہی اور اسلام کی دعوت دینے والوں میں سے ایک داعی بن کر اپنے رب کے پیغام کو بلا کسی کے خوف وجھجک کے دوسروں تک پہنچا دے۔

اور وہ امور جن میں کسی کو بھی شک وشبہ نہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب بچے کے لیے دعوت وتبلیغ کے میدان کے لیے تمام اسباب ووسائل مہیا ہوں گے اور اس کے لیے تبلیغی جہاد کے تمام بواعث وظروف موجود ہوں گے تو بلاشبہ بچہ جب عقل وشعور کی عمر میں قدم رکھے گا، تو اس میں جہاد اور دعوت وتبلیغ اور لوگوں کی رہنمائی اور راہِ راست پر لانے اور بشریت وانسانیت کو تباہی سے بچانے کی روح بیدار ہوگی بلکہ اس کی نفس میں جہاد اور دعوت وتبلیغ کی روح جاگزین ہوجائے گی، اور اچھی طرح گھر کرے گی۔ اور بالآخر یہ اس کی طبیعت، عادت ومزاج بن جائے گی۔

اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ جب بچہ اپنے فارغ اوقات میں دعوت کے کاموں اور تبلیغی میدان میں مشغول ہوگا اور اس سلسلہ میں لوگوں کے ساتھ میل جول، ملاقات وگفتگو کرتا رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس کا فارغ وقت ایسے کاموں میں مشغول کردیا جس کا فائدہ خود اس کو پہنچے گا، اور اس کے اچھے اثرات امت ومعاشرے کے افراد پر پڑیں گے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہم نے بچے میں ایسا معاشرتی واجتماعی شعور پیدا کردیا ہوگا جو اس کی خداداد صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرے گا، اور اس کی شخصیت سازی کرے گا، اور اس کو اس قابل بنادے گا کہ وہ حق کا سپاہی اور دعوت وتبلیغ اور اسلام کا مردِ مجاہد بن سکے۔

لیکن بچے کو داعی ومبلغ بنانے کی کیا تدبیر ہے؟ اور وہ مراحل کیا ہیں جن کو تدریجاً اختیار کرنا چاہیے تاکہ بچہ ممتاز مبلغین کی صف اور بڑے کام کرنے والے لوگوں کے مرتبہ کو پہنچ جائے؟

وہ مراحل میرے خیال کے مطابق درجِ ذیل ہیں:

۱۔ نفسیاتی تیاری

جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس دردناک حقیقت کی تصویر کشی کی جائے جس تک عالم اسلامی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکا ہے، افکار و بنیادی اصولوں کی باہمی جنگ کی تصویر، سیاسی و معاشرتی اختلافات کی تصویر، آزادی واباحیت کے مرض کی تصویر کشی، صلیبی، یہودی، شیوعی و استعماری سازشوں کی تصویر، اور اس ناامیدی و مایوسی کی تصویر جو بہت سے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے، اور اس کے علاوہ اس جیسے اور دوسرے تصورات جو عالم اسلام کے کسی معمولی سے مسلمان پر بھی مخفی نہیں ہیں۔

موجودہ حالات اور واقعہ کی یہ تصویر اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بیان کرنا بچے کو اس بات پر مجبور کر دے گا کہ وہ دعوت کے عملی کام اور تبلیغی جہاد کی ضرورت کو سمجھے، اور اس طرح ہم اسے نفسیاتی طور پر اس قابل بنا دیں گے کہ وہ ایمان ویقین اور قوت وطاقت اور پورے اعتماد کے ساتھ دعوت کے میدان میں آگے بڑھے۔

۲۔ ضرب الامثال کا بیان کرنا

مربی و مرشد ربانی کا کام یہ ہے کہ وہ بچے کو یہ باور کرا دے کہ اللہ کی شریعت کی سربلندی اور اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لیے دعوتِ کامل اور تبلیغی جہاد نہایت ضروری ہے۔ ضرب الامثال کے دو طریقے ہیں:

۱۔ ضرب الامثال کی ایک قسم تو وہ ہے جو نفس کی ناامیدی و مایوسی کو ختم کر دیتی ہے اور اس کو پرامید بنا دیتی ہے اور نیک فالی کا ذریعہ بنتی ہے۔

۲۔ ضرب الامثال کی دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان کو عمل و قربانی اور خواہ کیسی ہی رکاوٹیں کیوں نہ ہوں پھر بھی ثابت قدم رہنے کا درس دیتی ہیں۔

پہلی قسم کے لیے مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے استشہاد کیا جا سکتا ہے:

✿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب لوگوں میں وقتی انتشار پھیلا اور لوگ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے، اور کچھ مرتد ہو گئے تو اس وقت کون یہ سمجھتا تھا کہ اسلام کا علم پھر بلند ہوگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے مرحلہ میں جاہلی تعصب نے شیطان کے سینگ کی طرح اپنے سینگ نکال لیے اور اہل عرب کے بہت سے افراد اسلام کو چھوڑ بیٹھے، اور بہت سے ان لوگوں نے جو ظاہری طور پر مسلمان ہونے کے دعویدار تھے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا، اور بعض نے نماز کو ختم کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمانوں کی بالکل وہی مثال تھی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی کہ وہ ایسے تھے جیسے کہ بکری بارش کی رات میں ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں پر انتہائی مایوسی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی حتیٰ کہ بعض حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ آپ تمام عرب سے جنگ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ گھر میں

گوشہ نشین ہوجائیں، دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیں، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے اس نرم دل متحمل مزاج، رونے اور خشوع وخضوع کرنے والے بندے کے دل پر مایوسی کا ذرا بھی گزر نہ ہو، اور وہ اللہ کی رحمت و نصرت سے قطعاً مایوس نہ ہوئے، بلکہ اپنی خلافت کے دور کے اس خطرناک موڑ پر ٹھاٹھیں مارتے ہوتے ہوئے سمندر کی طرح جوشیلے شخص اور دھاڑتے ہوئے شیر کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یوں گویا ہوئے کہ کیا تم زمانۂ جاہلیت میں نہایت جابر و سخت تھے اور زمانۂ اسلام میں ایسے بے ہمت و کمزور بن جاؤ گے؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان کے ساتھ جادو کے زور یا شعر و شاعری سے دلجوئی کروں گا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں!! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے، اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا، بخدا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا، بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکاۃ میں تفریق کرے گا۔ وحی کامل و مکمل ہو چکی ہے، کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں نقص و کمی آسکتی ہے؟ بخدا اگر وہ ایک بکری کے بچے یا اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابوبکر کے سینے کو جنگ کے لیے کھول دیا تھا، اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ بالکل حق بات کہہ رہے ہیں۔

اور اس طرح سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان وعزم، اور جہاد و ہمت نفس سے اس بات پر قادر ہوگئے کہ سلطنتِ اسلام کو دوبارہ استحکام بخشیں اور اس کے دبدبہ کو مستحکم اور بقاء کو یقینی بنا دیں۔

✿ صلیبی و مسیحی جب اکثر اسلامی ممالک اور مسجدِ اقصیٰ اور اس کے گرد و نواح میں ایک عرصے تک غالب رہے تو اس وقت یہ کون تصور کر سکتا تھا کہ اس جگہ دوبارہ اسلام کو سربلندی حاصل ہوگی۔

کون جانتا تھا کہ یہ ممالک سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے بہادر کے ذریعہ فیصلہ کن جنگ حطین میں آزادی حاصل کرلیں گے اور ان کو پھر وہی عزت و شان شوکت اور مقام حاصل ہو جائے گا جو تاریخ کا سنہرا باب بنے گا۔

✿ جب مغولیوں اور تاتاریوں نے عالمِ اسلام کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تباہ و برباد کر دیا، اور لوٹ مار اور قتل کا بازار گرم کیا، اور بے انتہا خون خرابہ کیا، حتیٰ کہ یہ کہا جاتا تھا کہ ہلاکو نے مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے ایک اونچا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا، ایسے موقعہ پر کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ مسلمانوں کو دوبارہ اقتدار نصیب ہوگا۔

کون یہ گمان کر سکتا تھا کہ مملکتِ اسلام عظیم بہادر قطز کے ذریعہ جنگِ عین جالوت میں فتح و آزادی حاصل کرے گی اور مسلمانوں کو ایسی عظمت و فتح نصیب ہوگی جس پر نسلیں فخر کریں گی۔

فتح و کامیابی سے نیک فال لینا کامیابی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اور کسی بھی قوم و امت کی معنوی طاقت ہی ایک ایسی چیز ہے جو اس کے نوجوانوں اور مردوں کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ ناامیدی کو امید سے اور شکست کو فتح سے اور کمزوری

وضعف کو طاقت وقوت سے اور ذلت کو عزت سے اور پراگندگی اور تشتت وتفرق کو وحدت سے بدل دیں۔

اے مربی محترم! جب آپ بچے میں امید ونیک فالی کے یہ جذبات اور معانی پیدا کردیں گے تو لامحالہ وہ دعوت الی اللہ کے میدان کی طرف بڑھے گا بلکہ اس کے لشکر کا ایک فوجی اور اس کے نوجوانوں میں سے ایک طاقتور، بہادر و صابر جوان بن جائے گا۔

دوسری قسم کے لیے مندرجہ ذیل مقتداؤں اور نمونوں سے استشہاد کیا جاسکتا ہے:

✿ ہمارے سب سے بڑے اور پہلے مقتدا ورہنما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے دعوتِ اسلام کے راستے میں مختلف قسم کی تکلیفیں جھیلیں اور طرح طرح کے امتحانات سے گزرے اور مصائب وآلام برداشت کیے، سیرتِ نبویہ پر لکھی جانے والی کتابیں ان امثال وواقعات سے بھری ہوئی ہیں۔

✿ وہ مقتدی ورہنما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اس جماعت کی پہلی فوج ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد کا حق ادا کیا، اور مکہ کی زندگی میں دعوت کی محنت میں پہاڑ کی طرح ایمان کے ساتھ داخل ہوئے نہ ان میں کسی قسم کی سستی آئی نہ ضعف وکمزوری بلکہ امتحانات ومصائب نے ان کے ایمان واسلام کو اور بڑھادیا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

جو شخص کسی کی پیروی واقتدا کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیروی کرے، اس لیے کہ یہ حضرات اس امت کے تمام افراد سے زیادہ نیک دل، اور وسیع وگہرے علم والے، اور کم تکلف والے، اور راہِ راست پر زیادہ قائم، اور بہت زیادہ اچھی حالت میں تھے، ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لیے پسند فرمایا تھا، اس لیے ان کے فضل ومرتبہ کو پہچانو اور ان کی پیروی کرو، اس لیے کہ یہ صحیح وسیدھے راستہ پر گامزن وقائم تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قربانی وثابت قدمی اور صبر کی مثالیں بہت کثیر اور زیادہ ہیں۔

✿ وہ مقتدی حضرات جو تاریخ کے ابتدائی دور سے آج تک دعوت وتبلیغ کے میدان میں لگے ہوئے ہیں، ان حضرات کے ایسے بڑے بڑے اور شاندار کارنامے اور زندۂ جاوید قربانیاں ہیں جن پر قومیں ہر دور وہر زمانے میں فخر کرتی ہیں جیسے کہ حضرت حسن بصری، عزّ بن عبدالسلام، مُنذر بن سعید، امام احمد بن حنبل، ابوغیاث زاہد، حسن بنا اور سید قطب وغیرہ سینکڑوں حضرات جو تحمل کے پہاڑ اور ثابت قدمی میں شیر کی مانند اور صبر وقربانی میں ضرب المثل تھے۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ جب دعوت اسلام اور تبلیغ کے سلسلہ میں بچے میں قربانی، صبر وثابت قدمی کے یہ جذبات پیدا کردیں گے تو بلاشبہ یہ کارنامے بچے کے تصور میں گھر کر جائیں گے اور اس کے نفس ودل میں سرایت کر جائیں گے اور پھر وہ اپنی زندگی میں مقتدی کے لیے راستہ بنالے گا اور ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلے گا اور ان کے راستے کو اپنائے

گا اور ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں ذکر فرمایا ہے:

((أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ)) . الانعام - ۹۰

یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی سو آپ ان کے طریقہ پر چلیے۔

۳- دعوت الی اللہ کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرنا

اس مرحلہ میں مربی کو چاہیے کہ بچے کے ذہن میں اس عظیم اجر وثواب کو راسخ کر دے جو دین کی دعوت دینے والے کو دعوتِ دین اور اسلام کے ابدی پیغام کے پہنچانے پر ملتا ہے۔

- بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دینا چاہیے کہ دین کی دعوت دینے والے لوگ ہی تمام لوگوں سے افضل و برتر و بہتر ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ)) . آل عمران - ۱۱۰

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

- بچے کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دینا چاہیے کہ دین کی دعوت دینے والے ہی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)) . آل عمران - ۱۰۴

اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور نیک کام کی طرف حکم کرتی رہے اور برائی سے منع کریں اور وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

- اور بچے کے ذہن میں یہ بات ڈال دینا چاہیے کہ مرتبہ و مکانت، اور عزت و شرافت اور حسنِ افعال میں دعوت دینے والوں کا کوئی ہم پلہ و نظیر نہیں ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

((وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ)). حم السجدہ - ۳۳

اور اس سے بہتر بات کس کی ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

- اور بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دے کہ تبلیغ اور دعوت کا کام کرنے والوں کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان کی اقتداء و پیروی کرنے والوں کو ملتا ہے، لیکن ان پیروی کرنے والے لوگوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، چنانچہ امام مسلم و اصحابِ سنن روایت کرتے ہیں:

((من دعا إلى هدى كان له

جس نے کسی اچھے کام کی طرف دعوت دی تو اس کو

من الأجر مثل أجور من اتبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً»۔

اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اجر ان لوگوں کو ملے گا جو اس کی پیروی کرنے والے ہیں اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

٭ ٭ ٭

✿ اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ دعوت و تبلیغ کرنے والوں کا معاشرہ پر جو اثر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے جو لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں وہ ان کے لیے اس سب سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجِ ذیل فرمانِ مبارک کو روایت کرتے ہیں:

«فوالله لأن يهدي الله بك رجلاً واحداً خير لك من أن تكون لك حمر النعم» وفي رواية: «خير لك مما طلعت عليه الشمس وغربت».

بخدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سُرخ اونٹوں[1] سے زیادہ بہتر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ تمہارے لیے اس سب سے بہتر ہے جس پر سورج نکلے اور غروب ہو۔

٭ ٭ ٭

مربیِ محترم! جب آپ بچے کے سامنے دعوت و تبلیغ سے متعلق یہ فضائل وحقائق رکھیں گے اور اس کے ذہن میں انہیں راسخ اور جاگزین کر دیں گے۔ تو بچہ خوشی خوشی اس میدان میں آگے بڑھے گا، تاکہ اس زبردست شہنشاہ وعظیم ذات سے اجر وثواب حاصل کر سکے جس کے دستِ قدرت میں تمام جہان کی کنجیاں ہیں۔

۴۔ دعوت وتبلیغ کے رہنما اصول کا بیان

اس مرحلہ پر مربی کو چاہیے کہ دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کے رہنما اصولوں کو بیان کر دے تاکہ بچہ ان کو اختیار کرے اور ان کے مطابق بغیر اس کے کام کرے کہ اس میں کوئی کجی یا ٹیڑھا پن پیدا ہو تاکہ دوسروں پر اس کا اثر زیادہ پڑے اور وہ اچھے واعلیٰ قسم کے نتائج حاصل کر سکے۔

وہ اصول مختصراً درجِ ذیل ہیں:

الف۔ جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہے یا جس سے روک رہا ہے اس کے حکم سے واقف ہو:

تاکہ اس کا حکم دینا یا روکنا ہمیشہ شرعی احکام اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہو، واقعی اللہ تعالیٰ درجِ ذیل آیت میں بالکل بجا ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] سرخ اونٹ اہلِ عرب کے یہاں نہایت قیمتی وقابلِ فخر جانور شمار ہوتے تھے۔

((قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ)). الزمر-۹

آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں۔

ب - اس کا فعل ہمیشہ قول کے مطابق ہو:

تاکہ لوگ اس کے طریقے کو قبول کریں اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں، اور ایسے لوگ کتنے بدبخت ہوتے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے، اور ایسے لوگ کتنے بڑے احمق ہوتے ہیں جو دوسروں کو تو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہیں خود ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کتنی شدید بات فرمائی ہے؛

((يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ)). الصف-۲و۳

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

((أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ)). البقرہ-۴۴

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور اپنے آپ کو بھولتے ہو اور تم تو کتاب پڑھتے ہو پھر سوچتے کیوں نہیں ہو۔

ج - جس بات پر نکیر واعتراض کیا جا رہا ہے وہ سب کے نزدیک متفق علیہ طور پر بری ہو:

تاکہ لوگ اس کے تعصب کی وجہ سے فکری و نفسیاتی و معاشرتی کشمکش و پیچ و اضطراب میں گرفتار نہ ہوں، خصوصاً وہ معاملات جن میں قطعی فیصلہ اجتہاد اور ائمہ کی رائے سے ہوتا ہے، اور یہ پہلے سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کسی عالم کی تقلید کرے گا وہ اللہ سے صحیح سالم ملے گا (یعنی گرفت سے بچ جائے گا)۔

د - برائی کے بدلنے میں تدریج سے کام لینا چاہیے:

تاکہ انجام کار میں ایسے شدید و سخت نتائج تک نہ پہنچے جو خواب و خیال میں بھی نہ ہوں، اس لیے تدریج سے کام لینا چاہیے نصیحت و خیر خواہی کرے، اللہ سے ڈرائے، دھمکائے، پھر زبانی سختی سے کام لے، پھر بھی اگر اصلاح نہ ہو تو ہاتھ و طاقت و قوت کے ذریعے سے اس برائی کو بدل ڈالے، یہی صحیح طریقہ اور حکمت کا تقاضہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

((وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا)) البقرہ۔۲۶۹ — اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی۔

۸۔ نرم مزاج وخوش اخلاق ہونا چاہیے:

تاکہ اپنی نرمی اور خوش اخلاقی سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرلے اور لوگ اس کی نصیحت واچھی باتوں پر لبیک کہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بالکل سچ فرمایا ہے:

((اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ)) النحل۔۱۲۵ — بلائیے اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور اچھی طرح نصیحت سنا کر اور الزام دیجیے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

۹۔ تکالیف پر صبر کرنا چاہیے:

تاکہ متکبروں کی سختی وتشدد اور جاہلوں کی حماقت، اور مذاق اڑانے والوں کے مذاق اڑانے سے مایوس وتنگ دل وشکست خوردہ نہ ہو، اس سلسلہ میں وہ نصیحت سنیے جو حضرت لقمانِ حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھی جس کا تذکرہ قرآنِ کریم نے اس طرح کیا ہے:

((يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ)). لقمان۔۱۷ — اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ، اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر، اور برے کام سے منع کیا کر، اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

مربیِ محترم! دعوتِ اسلام، تبلیغ، اور لوگوں کی خیر وبھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کے سلسلہ کے یہ اہم رہنما اصول ہیں[۱]۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ جب آپ کا بچہ سنِ شعور کو پہنچ جائے اور ہوش سنبھال لے تو اسی وقت سے بچے کو یہ باتیں سکھائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ ان کا عادی بنے، اور تدریجاً ان کو سیکھے، اور ان کے مراحل اور اصولوں کو سمجھے، تاکہ مستقبل میں وہ ایسا موفق داعی بن جائے جس کی حکمت وحسنِ تدبیر، وخوش اسلوبی، وحسنِ معاشرت اور لطیف اخلاق اور عظیم تاثیر کی جانب لوگ انگلیوں سے اشارہ کریں۔

۵۔ رہنمائی وتوجیہ سے عملی تطبیق تک

اس اہم مرحلہ میں مربی بچے کے ساتھ معاشرتی زندگی کی تیاری اور دعوت کے لیے اس کو تیار کرنے میں عملی تطبیق کے

---

[۱] کتاب تربیۃ الاولاد فی الاسلام (اسلام اور تربیتِ اولاد) کی قسمِ ثانی کی چھٹی فصل کی "معاشرتی تنقید اور دیکھ بھال" نامی بحث پڑھیے، وہاں آپ کو یہ تمام بنیادی باتیں اور اصول دلائل وشواہد کے ساتھ مفصل موجود ملیں گے۔

پہلو کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

اس دعوت کے لیے تیار کرنے کے مرحلہ میں مربی کے لیے بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے بچے کا کسی مخلص مبلغ و تجربکار داعی سے تعلق قائم کردے جس سے بچہ رہنمائی حاصل کرے، اور دعوت کے اصول سیکھے، اور اس کی صحبت میں رہ کر لوگوں کو خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے کے عملی پہلو کو دیکھے اور اس کی مشق کرے۔

یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ابتدائی عمر میں اس طرح کا تعلق قائم کر دینے سے بچے کو دعوت کے لیے پختہ کرنے، اور معاشرے کے لیے تیار کرنے، اور اس کی شخصیت کی نفسیاتی و کردار کے اعتبار سے تکمیل کرنے میں بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

اس مرحلہ کے بعد پھر ہدایت و اصلاح کے لیے انفرادی ملاقات کی مشق کا مرحلہ آتا ہے، اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ بچہ تن تنہا اکیلے بغیر کسی مرشد کی معیت یا کسی دوسرے کی مرافقت کے عملی طور پر دوسروں کو اچھی باتوں کی طرف دعوت دینے کی مشق نہ کرے۔

لیکن اس سے قبل کہ بچہ کسی انسان کو خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے کا عملی تجربہ کرے بہتر یہ ہے کہ مربی یا داعی بچے کو دعوت و تبلیغ کے اصول اور اس کے مراحل یاد دلا دے، تاکہ وہ خوب باریک بینی و عمدگی سے ان کی تنفیذ کر سکے، اور پھر خود خوشی خوشی نہایت اطمینان و انشراح کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرے۔ کبھی اس دعوت کے میدان میں ایسا ہوگا کہ یہ اپنے مدرسہ یا اسکول کے ایسے ساتھی کو دعوت دے گا جس کی نظر میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں، جو نماز کی مطلق پرواہ نہیں کرتا ہوگا، اور نیک لوگوں کی زندگی قطعاً نہ گزارتا ہوگا۔

ایسے موقعہ پر دعوت و تبلیغ میں بچے کا کمال اس وقت ظاہر ہوگا جب وہ اس ساتھی کو نہایت عمدگی سے نماز کی دعوت دے، اور اس کو فاسد و خراب ماحول سے بچالے، ایسے موقعہ پر اس کی مؤثر شخصیت کا اظہار ہوگا کہ وہ اس ساتھی کو سمجھا دے، اس کی تشفی کرا کر اسے راہِ راست پر لے آئے، اور ایسے موقعہ پر اس کی مؤثر شخصیت کا اظہار ہوگا جب وہ دوسرے کی تشفی کرا کر اپنی بات منوا کر دوسرے کو ہدایت دے سکے، اور ایسی صورتحال میں دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس کی مقدرت اور طاقت مجسم ہو کر سامنے آئے گی، اس معنی کہ وہ لوگوں کو کتنا اپنی طرف مائل کرتا ہے اور لوگ اس سے کتنے متأثر ہوتے ہیں، اور دوسروں کو وہ اپنا کتنا گرویدہ بناتا ہے۔ اور جس چیز کی دعوت، اور جس بات کا حکم دے رہا ہے اس میں لوگ کس حد تک اس کی پذیرائی کرتے اور اس کی بات کو قبول کرتے ہیں!!

بچے کے دعوت و تبلیغ کے اس عملی مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد مربی یا مرشد یا داعی کے لیے پھر ایک اور دَور اور مرحلہ آتا ہے، تاکہ وہ بچے سے ان نتائج کے بارے میں دریافت کرے جو اس نے حاصل کیے ہیں، اور جن مراحل سے بچہ گزر چکا ہے ان کا محاسبہ کرے، اور پھر اگر وہ یہ محسوس کرے کہ بچے نے دعوت کے میدان میں صحیح طریقہ اختیار کیا ہے، اور ضروری قواعد کی

پیروی کی ہے۔ اور تمام مراحل پر مرحلہ وار عمل کیا ہے تو بچے کے اس اچھے کارنامے وکارکردگی کی تعریف کرے، اور اس پر اس کی ہمت افزائی سے کام لے اور معاشرے میں دعوت وتبلیغ کے میدان میں اس سے اور نشاط وہمت سے کام کرنے کا مطالبہ کرے۔

اور اگر وہ یہ دیکھے کہ لڑکے نے صحیح انداز سے کام نہیں کیا اور اصول کے مطابق صحیح دعوت نہیں دے سکا، تو سیدھے راستے اور صحیح طریقے کی طرف اس کی رہنمائی کرے، لہٰذا ایسے موقعہ پر دعوت وتبلیغ کے نگران اور مربی پر یہ لازم ہے کہ وہ بچے کے ساتھ اس طریقے کو اختیار کرے۔ اور بچہ دعوت وتبلیغ کے جس کام کو بھی کرے اس سے اس کے بارے میں استفسار کرتا رہے اور اس کا محاسبہ کرتا رہے، اور پھر جب یہ محسوس کرے کہ وہ اس کام میں منجھ گیا ہے اور کردار واعمال میں پختہ ہو گیا ہے تو اسے جہالت سے لبریز ماحول ومعاشرے میں چھوڑ دے تاکہ وہ نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے دعوت واصلاح کا کام کر سکے۔ اور دنیا میں اسلام کے بنیادی احکامات کی تبلیغ بلا کسی خوف وخطر کے کر سکے خواہ اس کام میں اس کو طرح طرح کے مصائب وتکالیف وسزاؤں کو کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، ایسی صورتحال میں اس کے فخر واعزاز کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی پیروی کر رہا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کو اس راستے میں جو تکالیف پیش آئی ہیں یہ بھی ان کی طرح انہیں برداشت کر رہا ہے، اور ان بڑے بڑے مصلحین کے نقش قدم پر چل رہا ہے جنہوں نے اس راستے میں ہر قسم کی مصیبتیں جھیلی ہیں، خیر واصلاح کی طرف دعوت دینے والے ہر داعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے، آپ اللہ کے اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے اور نہ ہی اللہ کی اس سنّت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی پائیں گے۔

❀✕❀✕❀✕❀✕❀✕❀✕❀✕❀

مربی محترم! اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ کا بچہ اسلام کے لشکر کا سپاہی اور حق کی دعوت دینے والے داعیوں میں سے بن جائے تو آپ کو چاہیئے کہ آپ اپنے بچے کا ایسے سچے داعیوں اور مخلص مبلغین سے جوڑ قائم کر دیں جن سے آپ کا بچہ ایمان کا عزم ویقین حاصل کرے، اور ان کے ذریعے جہاد کی طرف چل پڑے، اور ان کی جدوجہد سے دعوت الی اللہ کے میدان میں کام کرنے لگے، تاکہ جب ان کے ہاتھوں وہ کمال کو پہنچ جائے اور دعوت کے میدان میں عملی قدم رکھے تو بلا کسی سستی کاہلی تقصیر وکوتاہی کے لوگوں کو گمراہی سے نکالنے صحیح راستے کی طرف ہدایت دینے کی کوشش اور دعوت وارشاد اور اصلاح وتبلیغ میں زبردست کارنامہ انجام دے سکے، آج دنیا اسلام کو ایسے ہونہاروں کی سخت ضرورت ہے جن کی گھٹی میں بچپن ہی سے دعوتِ اسلامیہ پڑی ہوئی ہو، اور جو بالغ ہونے سے قبل ہی تبلیغی جہاد اور دعوت الیٰ اللہ کے عملی میدان میں بڑھے پلے ہوں تاکہ جب وہ اس عمر کو پہنچیں جس میں اسلام کے ابدی پیغام کے اٹھانے کے قابل ہوں تو دور دراز علاقوں میں پہنچ کر لوگوں کو تہذیب یافتہ اور امتوں کو باعزت بنائیں، اور علم ومعرفت سے آشنا کرائیں، اور حق کی مدد کریں،

اور ہدایت کی طرف دعوت دیں، اور روئے زمین کو عدل وانصاف، امن واستحکام اور سکون وقرار کا گہوارہ بنادیں۔

وہ دعوت وجہاد کے میدان میں بلا کسی خوف وخطر کے آگے بڑھتے جائیں، اور کسی کے خوف وڈر کے بغیر اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے جائیں، تاکہ انجام کار میں اللہ کی شریعت کو نافذ اور اسلامی حکومت کو قائم کرسکیں، اور اس عظیم عزت وبزرگی اور قوت وطاقت کو دوبارہ حاصل کرسکیں جسے ان کے سابقین اولین نے حاصل کیا تھا اور اس وسیع وعریض حکومت کو قائم کرسکیں جس کی سرزمین سے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا، اور یہ اللہ جل شانہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔
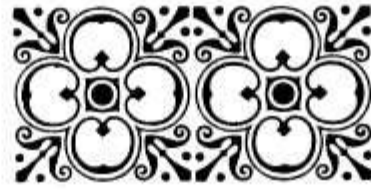
۵ ۔ ورزش وریاضت

معاشرہ کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام نے جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقعہ کی مناسبت اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش وغیرہ میں مصروف کر دیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور عالی ترین تعلیمات کے ذریعہ ایک ہی وقت میں حقیقت اور واقع اور صاف ستھرے کھیل کو دکو یکجا کر دیا ہے اور روح کی ضروریات اور جسم کی ضروریات کے درمیان تطبیق پیدا کر دی ہے، اور جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا پورے طور سے خیال رکھا ہے۔

بچہ جب سے عقل وسمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہیے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو ایسے مشاغل سے مصروف کر دیا جائے جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اعضاء میں قوت پیدا ہو اور اس کا سارا بدن چست اور چاق وچوبند رہے یہ تین وجہ سے ضروری ہے:

۱۔ اس کو حاصل شدہ بہت سے فارغ وقت کی وجہ سے۔

۲۔ اس کو بہت سی بیماریوں و امراض سے بچانے کے لیے۔

۳۔ بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرانے اور عادی بنانے کے لیے۔

مربی محترم اسلام نے ریاضت ورزش اور فوجی تیاری کے سلسلہ میں جو اہتمام کیا ہے اسے ظاہر کرنے کے لیے آپ کے سامنے دینی نصوص اور آیات واحادیث کا ایک مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر آنکھیں رکھنے والا شخص یہ جان لے کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا وہ ابدی دین ہے جو عزت وقوت اور جہاد کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ)). الانفال ـ ۶۰

اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر دھاک پڑے اور تمہارے دشمنوں پر۔

* امام مسلم اپنی صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((المؤمن القوى خير وأحب إلى الله

طاقتور مؤمن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب وپسندیدہ

من المؤمن الضعيف))۔ — ہے کمزور مومن سے۔

* اور طبرانی سندِ جید کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((کل شئ لیس من ذکر الله فهو لهو أو سهو إلا أربع خصال: مشي الرجل بين الغرضين، وتأديبه فرسه، وملاعبته أهله، وتعليمه السباحة))۔

ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو وہ کھیل کود ہے یا بھول سوائے چار چیزوں کے: تیر اندازی کے لیے انسان کا دو نشانوں کے درمیان چلنا، اور اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اور اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی، اور تیرنا سیکھنا۔

* اور امام مسلم اپنی کتاب صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی جل شانہ کا فرمانِ مبارک ذیل تلاوت فرمایا:

((وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ))۔ — اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ قوت جمع کر سکو۔

پھر ارشاد فرمایا:

((ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي))۔

خبردار سن لو کہ قوت تیراندازی ہے، خبردار سن لو قوت تیراندازی ہے، خبردار سن لو کہ قوت تیراندازی ہے۔

* امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ: اللہ کی حمد و ثنا کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بچوں کو تیراندازی اور تیرنا اور شہ سواری سکھاؤ۔

اور امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے لوگوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ آپ کی مسجدِ مبارک میں اپنے نیزوں سے کھیلیں، اور اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ اجازت دی کہ وہ ان کی نیزہ بازی کو دیکھیں، وہ حبشی اس نیزہ بازی میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے کنکر اٹھا کر ان کو مارے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ اے عُمر ان کو چھوڑ دو۔

* اور امام احمد و بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بازار کے قریب تیراندازی کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تیراندازی کرو اس لیے کہ تمہارے جدِ امجد بھی تیرانداز تھے، تم تیراندازی کرو میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں، یہ سن کر ایک جماعت تیراندازی سے رک گئی، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم تیراندازی نہیں کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا: اب ہم بھلا کیسے تیراندازی کر سکتے ہیں جب کہ آپ تو ان کے ساتھ ہیں!! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: تم بھی تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

* اور امام احمد و ابوداؤد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ سے آگے بڑھ گئی، کچھ عرصہ بعد جب میرا جسم ذرا بھاری ہوگیا تو آپ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا: یہ اس دن کا بدلہ ہوگیا۔

* اور ابوداؤد حضرت محمد بن علی بن رکانہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ نے ان کو بچھاڑ دیا۔

* اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ارموا وارکبوا وأن ترموا خیر من أن ترکبوا)). تیراندازی کرو اور شہ سواری بھی، اور تم تیراندازی کرو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم شہ سواری کرو۔

* اور امام احمد و بخاری رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "عضباء" نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا تھا، ایک اعرابی (بدو) اپنی ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا۔ اور اس عضباء اونٹنی سے آگے بڑھ گیا، تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا کہ عضباء تو پیچھے رہ گئی، نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((إن حقاً علی اللہ أن لا یرفع شیئاً من الدنیا إلا وضعه)). اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلندی عطا کرتا ہے اسے گراتا بھی ہے۔

ان احادیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشغول مثلاً کشتی، دوڑنا، تیرنا، تیراندازی وشہ سواری کو اس لیے جائز قرار دیا ہے تاکہ مسلمان قوم عزت اور فتح ونصرت اور سیادت کے اسباب کو اختیار کرے، اور انفرادی و اجتماعی طور پر قوت وبہادری وجہاد کے اسباب کی تربیت حاصل کرے تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمانِ مبارک ((وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ))[1] کو نافذ کر سکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک: ((المؤمن القوی خیر وأحب إلی اللہ من المؤمن الضعیف))[2] پر عمل پیرا ہو۔

کوئی بھی دو آدمی اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ جب اسلام کے دشمنوں کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ امتِ مسلمہ عسکری وجنگی طور پر تیار، اور جسمانی وصحت کے لحاظ سے توانا، اور ایمانی ونفسیاتی لحاظ سے کامل ہے، اور اس نے حقیقی وواقعی طور پر جہاد کا عزم کر لیا ہے، تو بلاشبہ اسلام کے دشمن اپنی بے جبین وبزدل اور حقیر نفوس کی وجہ سے اس سے پہلے ہی شکست کھا جائیں

---

[1] ترجمہ: اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ قوت جمع کر سکو۔

[2] ترجمہ: طاقتور مؤمن اللہ کو زیادہ محبوب اور بہتر ہے کمزور مؤمن سے۔

گے کہ وہ جہاد و جنگ کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہوں، یہی چیز آج "سلم امن" کے نام سے معروف ہے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں مراد لیا ہے:

((نصرت بالرعب مسيرة شهر)). ایک ماہ کے فاصلہ سے ہی رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

٭ ٭ ٭
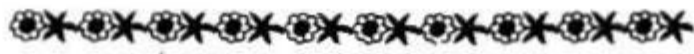
اور سابقہ تفصیل کے مطابق بچہ جب اس جسمانی دیکھ بھال اور جہاد کی تیاری اور ورزشی مشقوں کا زیادہ مستحق ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اس میدان میں بغیر قیود و حدود کے نکل کھڑا ہو، یا اسے کسی دائرہ میں رہ کر حدود کی پابندی کرتے ہوئے ایک نظام کے مطابق چلنا ہوگا؟

حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ ورزش سے بچے کو اس وقت تک مطلوبہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اس سے حسب منشا نتیجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس نظام کے مطابق نہ ہو جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔

ہم مربی محترم کے سامنے اس نظام کے اہم امور اور متعین خطوط و حدود پیش کرتے ہیں:

ا۔ توازن پیدا کرنا

یہ قطعاً نامناسب ہے کہ ورزش و ریاضت سے بچے کا تعلق دوسرے فرائض و واجبات کے کھاتے میں ہو اور اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور جو کام اس کے ذمہ ہیں ان کو چھوڑ کر ورزش و ریاضت میں لگ جائے، مثلاً بچہ اپنا تمام وقت فٹ بال کھیلنے، کشتی، تیرنے، یا تیر اندازی میں خرچ کر ڈالے اور اللہ نے جو عبادات فرض کی ہیں یا اس پر علم حاصل کرنے کا جو فریضہ لاگو ہوتا ہے، یا اپنے والدین کی اطاعت و حسنِ سلوک کی ذمہ داری ہے، یا اسلام نے جو فریضۂ دعوت و تبلیغ عائد کیا ہے اس سب سے غافل ہو جائے۔

اس لیے ورزش و ریاضت کے ساتھ بچے کا تعلق درمیانہ روی و اعتدال سے ہونا چاہیے تاکہ دوسرے فرائض و واجبات کا حق بھی ادا ہو اور کسی ایک کی وجہ سے دوسرے حق کی حق تلفی نہ ہو، یا ایک ذمہ داری پر دوسری ذمہ داری کو غالب نہ کر دیا جائے۔ یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ توازن و عدل قائم کیا جا سکے جس کے اصول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مقرر کر دیے تھے جب آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا تھا:

((إن لله عليك حقاً، وإن لبدنك اللہ کا تم پر حق ہے، اور تمہارے بدن کا بھی تم پر

عليك حقاً، وإن لأهلك عليك حقاً... — حق ہے، اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے...
فأعط كل ذی حق حقه)). — اس لیے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔

۲۔ اللہ کی مقررہ کردہ حدود کا خیال رکھنا

جو صاحب بھی بچے کو ریاضت و ورزش کی مشق کرائیں اور اس کو عسکری و فوجی تیاری میں لگائیں ان کو چاہیے کہ مندرجۂ ذیل امور کا خیال رکھیں:

الف۔ ورزش وریاضت کا جو لباس بچے کو پہنایا جائے وہ ناف سے گھٹنے تک ہونا چاہیے جیساکہ احادیث ذیل میں آتا ہے:

★ دارقطنی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

((ما فوق الركبتين من العورة، وما أسفل من السرة من العورة)). — گھٹنوں سے اوپر کا حصہ عورت (قابلِ ستر) ہے اور ناف سے نیچے کا حصہ عورت (قابلِ ستر) ہے۔

★ اور حاکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ناف اور گھٹنے کے درمیان (کا حصہ) قابلِ ستر ہے۔

★ اور ابوداؤد، حاکم اور بزار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی رانوں کو نہ کھولو، اور نہ کسی زندہ کی ران کو دیکھو نہ کسی مردہ کی۔

★ اور امام بخاری اپنی "تاریخ" میں اور امام احمد و حاکم حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معمر کے پاس سے گزر ہوا، تو ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں، آپ نے فرمایا: اے معمر اپنی دونوں رانیں ڈھک لو اس لیے کہ رانیں عورت ہیں (چھپی ہونا چاہییں)۔

★ اور عقبہ بن علقمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گھٹنہ عورت (شرمگاہ یعنی مستور حصے) میں سے ہے۔

لہٰذا مشق کرانے والے کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ لڑکے کو ورزش وریاضت کا ایسا لباس پہنائے جس سے ران ڈھکی ہوئی ــ اور گھٹنہ چھپا ہوا نہ ہو، جیساکہ ابھی مندرجہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے، اور مربی و مشق کرانے والا اگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکامات وحدود کی پابندی نہیں کرے گا تو وہ گناہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے اس حکم عدولی و زیادتی کا حساب لے گا۔

ب۔ ریاضت و ورزش ایسی جگہوں پر ہونا چاہیے جو تہمت و فتنے کے مقامات نہ ہوں، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

«إن الحلال بين، وإن الحرام بين، وبينهما امور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام ...».

حلال کھلا ہوا اور ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان بہت سی مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہذا جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین وعزت کو بچالیا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا...

اسی مفہوم کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ ایسی جگہ پر نہ کھڑا ہو جو تہمت واتہام کی ہو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ایسی چیزوں سے بچو جن پر نکیر کرنے میں دل سبقت لے جاتے ہیں خواہ تمہارے پاس اس کا رد اور جواب کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اس بری چیز کے بہت سے ایسے سننے والے ہوں گے جن کو تم اپنا جواب اور عذر نہ سُنا سکو گے۔

اور آپ ہی بتلایئے کہ اس سے بڑھ کر قابلِ اعتراض اور شبہ میں ڈالنے والی کیا بات ہوگی کہ بچہ ورزش وریاضت کے کام آزادی وبے حیائی کے ماحول میں کرے، مثلاً یہ کہ تیرنا ایسے مقامات پر سیکھے جہاں مرد وعورتیں ایک ساتھ تیرتی ہوں، جہاں عریانی وبے حجابی نہایت عام ہو، یا کشتی یا مکہ بازی ایسی جگہ پر سیکھے جہاں برے کام ہوتے ہوں اور شراب نوشی عام ہو۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے بچے کو تہمت کی جگہ سے دور رکھیں تاکہ معاشرے میں اس کی شہرت داغدار اور لوگوں میں اس کی شخصیت مشتبہ نہ ہو، اور آزادی وبے راہ روی کے ماحول میں اس کا اخلاق وکردار خراب نہ ہو۔

◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉

ج۔ ریاضت میں کمال وسبقت لے جانے پر ہمت افزائی ناجائز شرط اور ناجائز امور سے نہ ہو:

اس لیے کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ واحمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لا سبق إلا في خف أو حافر أو نصل». مقابلہ ومسابقت سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور تیراندازی کے کسی میں جائز نہیں۔

٭ ٭ ٭

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسابقت ومقابلہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

۱۔ مسابقت جنگ وجہاد کے لیے وسیلہ کے طور پر ہو، مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ یا تیراندازی ونشانہ بازی وغیرہ دوسرے جدید قسم کے جنگی وسائل۔

۲۔ جیتنے والوں کو جو انعام دیا جائے وہ دونوں مقابلہ کرنے والوں یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے نہ ہو بلکہ کسی تیسرے کی طرف سے ہو، لیکن اگر دو مقابلہ کرنے والے یہ طے کرلیں کہ دونوں میں سے جو آگے بڑھے گا وہ دونوں کا مقرر کردہ انعام لے لے گا تو یہ قمار اور جوا بن جائے گا جو حرام وناجائز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے گھوڑے کو جو جوا بازی یا اس قسم کے مقابلہ کے لیے رکھا جائے اسے "شیطان کے گھوڑے" کا نام دیا ہے، اور اس کی قیمت کو حرام اور اس کے گھاس چارے کو بوجھ، اور اس کی سواری کو گناہ قرار دیا ہے، لیکن اگر انعام کسی تیسرے آدمی یا جماعت کی طرف سے ہو یا حکومت یا وزارت یا مدرسہ یا کسی جمعیت کی طرف سے ہو تو ایسا انعام شرعاً جائز ہے، اس لیے کہ اس میں قمار وجوا نہیں ہوتا چاہے یہ ہمت افزائی جنگی تیاری کے واسطے ہو یا ریاضت میں کمال پیدا کرنے کے لیے، اس کے جواز پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان دوڑنے میں مقابلہ کرایا اور سبقت لے جانے والے کو انعام دیا۔

۳۔ حسنِ نیت واخلاص کا پیدا کرنا

بچے کی تربیت اور جسم وصحت بنانے کے ذمہ دار مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ وہ جو جسمانی ورزش وریاضت اور عسکری وجنگی مشقیں کررہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ جسمانی طور سے طاقتور اور صحت کے اعتبار شاندار اور فوجی تربیت اور جہاد کی مشقوں کے لحاظ سے کامل ومکمل ہوجائے، تاکہ جب وہ اس عمر کو پہنچ جائے جس میں وہ روزانہ کی ذمہ داریاں اٹھانے کا اہل بن جائے اور روزانہ کے فرائض کو ادا کرسکے اور اسلام کی مدد کرنے میں اپنے فریضے کی آواز پر لبیک کہہ سکے تو اپنی ذمہ داری اور فریضہ کو بغیر کسی کمزوری تقصیر اور کوتاہی کے ادا کرسکے

اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ بچے کے کان میں شروع ہی سے یہ آواز ڈال دینا اور اس کی مستقل رہنمائی کرتے رہنا اس کو ہمیشہ نیت خالص کرنے کا عادی بنا دے گا اور وہ ہر موقعہ پر اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا کہ جو ریاضت اور ورزش وغیرہ وہ کررہا ہے وہ صرف اس لیے ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجِ ذیل فرمانِ مبارک پر عمل پیرا ہو سکے:

((المؤمن القوی خیر و أحب إلی اللہ من المؤمن الضعیف)). — کمزور مومن سے طاقتور مومن بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔

اور درجِ ذیل فرمان پر بھی:

((رحم اللہ امرءاً أراهم من نفسه قوة)). — اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو ان (دشمنوں کے سامنے) اپنے آپ کو طاقتور ظاہر کرے۔

اور وہ جو فوجی مشقیں اور جہاد کی تیاری کر رہا ہے وہ اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے مندرجہ ذیل حکم کو نافذ کر سکے:

((وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ)). الانفال - ۶۰ — اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ قوت سے جمع کر سکو اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔

بچے کے جسم کو قوی و طاقتور بنانے کی تربیت اور جہاد کے کارناموں میں نفس کو حصہ لینے کے قابل بنانے کی مشقوں میں ہم بچے کی اس طرح نیت درست کر کے بچے کا رابطہ اسلام سے عقیدہ وفکر کے لحاظ سے، اور جہاد سے قربانی اور دین کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کے اعتبار سے، اور روزانہ کے فرائض سے نشاط و چستی کے اعتبار سے تعلق قائم کردیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اس کو قابل بنا دیا ہوگا کہ وہ اسلام کے فوجیوں میں سے ایک فوجی بن جائے، جو دنیا کے کارنامے انجام دے اور دین کے لیے جہاد کرے، اور اپنے مخلص و دیانتدار جسم میں ایمان و اخلاق اور عزت و نیک فالی اور اس عظیم اسلام کی نصرت کے عظیم مقاصد و معانی پیدا کرلے۔

اس نیتِ صالحہ ہی کی بدولت بچہ اپنے دل کی گہرائیوں اور وجدان میں یہ محسوس کرے گا کہ وہ جو مشق و ورزش کررہا ہے وہ کھیل کود اور فضول چیز نہیں ہے بلکہ وہ ایک عظیم مقصد کی تیاری اور اس کے حصول کے لیے ہے، اور اس اچھے و سچے جذبہ و شعور کی وجہ سے وہ مشق و ریاضت وغیرہ کو اخلاصِ نیت اور سچے و پکے عزم اور پوری یک جہتی اور نشاط کے ساتھ کرے گا، اور اور اس وقت سے فائدہ اٹھائے گا اور اپنے فارغ وقت کو اس میں صرف کرے گا۔

اور جب بچے کے دل میں ہم یہ باتیں بٹھا دیں گے، اور یہ ہدایات اس کے کانوں میں دیتے رہیں گے، اور اس کے نفس میں یہ اچھی و شاندار باتیں راسخ کردیں گے تو بچہ ایک نئی زندگی اور نیا سبق حاصل کرے گا۔

مربی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بچے میں اخلاص پیدا کرنا اور اس کی نیت کی اصلاح یہ صرف ریاضت و ورزش اور جہاد و جنگ کی مشق کے لیے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ ۔ زندگی کے تمام امور اور حلال کے دائرہ میں آنے والی تمام وہ اشیاء جو جسم سے تعلق رکھتی ہیں ان سب سے اس کا تعلق ہے۔ لہٰذا کھانا ہو یا پینا، سونا ہو یا جاگنا، جائز وضابطہ کی تفریح، اور دیگر حلال چیزوں سے استفادہ، اگر بچہ یا کوئی بھی مسلمان یہ امور اللہ کے حکم کی بجاآوری اور حرام سے بچنے اور جسم کو اس غرض سے طاقت بہم پہنچانے کے لیے کرے گا تاکہ ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا کر سکے، تو اس نیت صالحہ کی وجہ سے وہ عمل اور وہ کام ایسی عبادت بن جائے گا جس سے مؤمن کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، اسی بنیاد پر نبی کریم صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان کو اس لقمہ پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے جو لقمہ انسان اپنی بیوی کے منہ میں اس کو خوش اور مانوس کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا ہے کہ جو شخص پاکدامنی کی نیت اور نیک صالح اولاد کے حصول کی غرض سے اپنی جنسی خواہش حلال راستے سے پوری کرتا ہے تو اس پر بھی اس کو اجر و ثواب ملتا ہے، اسی بنیاد پر فقہاءِ کرام نے مندرجہ بالا احادیث سے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے عادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔

لہٰذا اگر اچھی نیت کا اجر و ثواب کے حصول کے سلسلہ میں اتنا بڑا اثر ہوتا ہے تو پھر اے مربی محترم آپ کو بچے کے دل میں یہ بات پیدا کر دینا چاہیے تاکہ اس کا ہر کام صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہو، اور وہ اپنے ربِ عظیم کے دربار میں ہمیشہ اجر و ثواب حاصل کرتا رہے۔

مربیانِ کرام! بچے کے عقیدہ کی حفاظت اور اس کے کردار کے صاف ستھرا رکھنے اور اس کی شخصیت کے کمال ونکھار اور اس کے افکار و خیالات کے صحیح کرنے اور اس کے جسم و اعضاء کو تقویت پہنچانے کے لیے یہ اہم ذرائع اور تدابیر ہیں، بلکہ ایمانِ کامل اور اخلاقِ فاضلہ اور عقل کی نضج و پختگی اور شخصیت کے نکھار، عقل و سمجھ کی بیداری، اور معاشرہ میں صاف ستھری بے داغ شہرت کا حامل بنانے کے لیے بچے کو شروع ہی سے تربیت دینے کے یہ عظیم اور اہم عوامل ہیں۔ اس لیے اے مربیانِ کرام! آپ یہ کوشش کیجیے کہ یہ تعلق و روابط نہایت اہتمام، درستگی اور اخلاص سے پیدا ہوں، اور آپ خود نہایت عزم و تدبیر اور قوت و ایمان اور جرأت سے ان کی تطبیق دینے کی کوشش کیجیے۔

یاد رکھیے اگر آپ نے ایسا کر لیا تو پھر آپ اپنے جگر گوشوں کو روشن چاند اور چمکدار سورج اور مہک دار پھولوں، اور زمانے کے رخسار پر خوبصورت تل، اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتوں کی طرح پائیں گے:

((وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ)). التوبہ - ۱۰۵

اور آپ کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔

◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉◉

۲ - متنبہ وچوکنا کرنے کا قاعدہ :

اب جبکہ ہم ربط وارتباط کے موضوع پر خوب تفصیل سے روشنی ڈال چکے اور بچے کی تربیت اور اس کی شخصیت سازی اور اس کے کردار و چال چلن پر اس کا جو زبردست اثر پڑتا ہے اس کو بیان کر چکے ہیں، تو اب ہم بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، جو متنبہ وچوکنا کرنے کا قاعدہ ہے۔

اس وقت جس موضوع پر ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ان دوسرے موضوعات سے کچھ کم اہمیت اور اثر و فائدہ کا حامل نہیں ہے جن پر ہم اس سے پہلے گفتگو کر چکے ہیں، بلکہ یہ تو ان بنیادی عوامل میں سے ہے جو بچے کے ذہن کو گندے افکار اور باطل و گمراہ کن نظریات سے دھو ڈالتا ہے۔ بلکہ اس کی قوتِ ایمانی وذہنی پختگی سے ایک ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کر دیتا ہے جو اس کو گمراہ کرنے والوں کے افکار اور آزادی پسندوں کی بے راہ روی اور اخلاق باختہ لوگوں و بدکرداروں کی صحبت سے بچالیتا ہے۔

اس سے قبل کہ میں ان اہم تنبیہات کے سلسلہ میں گفتگو کروں جن کا حاصل کرنا بچے کے لیے ضروری ہے۔ اے مربی محترم آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل دو حقیقتوں کو سمجھ لیں :

۱۔ بچے کو ہمیشہ متنبہ و خبردار کرتے رہنا اس کے دل میں شر و فساد کی کراہیت بٹھا دیتا ہے، اور اس کے نفس میں زیغ و ضلال سے نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

۲۔ زیغ وضلال، الحاد و آزادی اور بے راہ روی وغیرہ کو کھول کر بیان کر دینا مربی کے لیے مسئولیت کے بار اٹھانے میں عزم و پختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور رہنمائی کرنے میں ممد و معاون بنتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں، اور اللہ ہی مددگار ہے۔ اور اس پر اعتماد و بھروسہ ہے۔
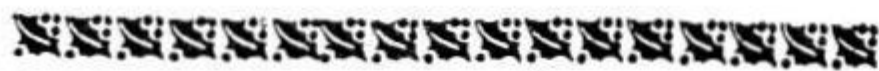
اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو غور سے پڑھیں اور ان پر ایک نظر ڈالیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ شر سے بچانے اور باطل کو کھول کر بیان کرنے کا اسلوب و انداز قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اور بے شمار احادیث میں بالکل عیاں و نمایاں اور صاف صاف نظر آتا ہے۔۔ ان آیات و احادیث کا کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

اللہ تعالیٰ سورۂ اسراء میں فرماتے ہیں :

((لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا))۔ بنی اسرائیل ۔ ٢٢

اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم مت ٹھہرا ایسے کہ پھر بیٹھ رہیں آپ الزام کھا کر بےکس ہو کر

ارشاد فرمایا:

((وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا))۔ بنی اسرائیل ۔ ٢٩

اور اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا نہ رکھیں اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دیں اس کو بالکل کھول دینا پھر آپ بیٹھ رہیں الزام کھائے ہوئے ہارے ہوئے۔

پھر فرمایا:

((وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا))۔ بنی اسرائیل ۔ ٣١

اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو مفلسی کے خوف سے، ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو، بے شک ان کا مارنا بڑی خطا ہے۔

اور فرمایا:

((وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ○ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ○ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا)) بنی اسرائیل ٣٢ تا ٣٤

اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے اور اس جان کو نہ مارو جس کو اللہ نے منع کر دیا ہے مگر حق پر، اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو زور دیا، سو قتل کرنے میں حد سے نہ نکل جائے، اس کو مدد ملتی ہے۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچیں اپنی جوانی کو، اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔

اور ارشاد فرمایا:

((وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ○ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ○))۔ بنی اسرائیل ۔ ٣٦ تا ٣٨

اور آپ اس بات کے پیچھے نہ پڑیں جس کی آپ کو خبر نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔ اور زمین پر اتراتے ہوئے مت چلیے، نہ آپ زمین کو پھاڑ ڈالیں گے اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں تک پہنچیں گے۔ یہ جتنی باتیں ہیں اس سب میں آپ کے رب کی بیزاری بری چیز ہے۔

وراس کے علاوہ دوسری اور بہت سی آیاتِ کریمہ جو عقیدہ میں زیغ وکجی، اوراخلاق میں فساد وخرابی، اور معاملہ میں کوتاہی وخامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں، اوراس طرح کے مضامین پر مشتمل آیات قرآنِ کریم میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

«إياكم والكذب فإن الكذب مجانب للإيمان». مسندِ احمد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ وأبوداؤد

تم جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔

اور فرمایا:

«إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يمحق». صحیح مسلم ومسندِ احمد

تم خرید وفروخت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو اس لیے کہ اس سے سودا تو خوب بکتا ہے لیکن برکت ختم ہوجاتی ہے۔

اور فرمایا:

«إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث، ولا تجسسوا، ولا تحسسوا، ولا تنافسوا، ولا تحاسدوا ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً، ولا يخطب أحدكم على خطبة أخيه حتى ينكح أو يترك». صحیح بخاری وصحیح مسلم

تم بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور تجسس نہ کرو، اور چپکے سے کسی بات کے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو، اور منافست نہ کرو، اور حسد نہ کرو، اور بغض نہ کرو، اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور تم میں سے کوئی شخص ایسی جگہ پیغامِ نکاح نہ بھیجے جہاں اس کے بھائی نے پیغامِ نکاح بھیجا ہو جب تک کہ وہ یا تو نکاح نہ کرلے یہ وہاں سے بات چیت ختم نہ کردے۔

اور فرمایا:

«إياكم وكثرة الضحك، فإنه يميت القلب ويذهب بنور أهل الجنة» سننِ ابنِ ماجہ

تم زیادہ ہنسنے سے بچو اس لیے کہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور اہلِ جنت کا نور ختم ہوجاتا ہے۔

اور فرمایا:

«إياكم وزيّ الأعاجم» صحیح ابنِ حبان

تم عجمیوں کا سا لباس پہننے سے بچو۔

اور فرمایا:

«إياك وقرين السوء فإنك به

تم برے ساتھی سے بچو اس لیے کہ اسی کے ذریعہ سے

تعرف))۔ ابن عساکر

تم پہچانے جاؤ گے۔

اور فرمایا:

((إياكم والشح فإنما أهلك من كان قبلكم الشح ، أمرهم بالبخل فبخلوا ، وأمرهم بالقطيعة فقطعوا ، وأمرهم بالفجور ففجروا))۔

ابوداؤد وحاکم

تم حرص وبخل سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو حرص و بخل ہی نے ہلاک کیا ہے اس نے ان کو بخل کا حکم دیا اور انہوں نے بخل سے کام لیا، اس نے انہیں قطع رحمی کا حکم دیا اور انہوں نے قطع رحمی کی، اور اس نے انہیں فسق وفجور کا حکم دیا اور انہوں نے فسق وفجور کو اختیار کیا۔

اور اس کے علاوہ اور دوسری وہ احادیث جو برائی وشر سے روکتی اور فساد سے ڈراتی ہیں۔ اور انسان کو اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ وہ زیغ وضلال اور بداخلاقی سے بچے۔ اور اس مضمون والی احادیث کتبِ احادیث میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

متنبہ کرنے اور ڈرانے کا طریقہ مربیوں کا ایجاد کردہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ معاشرہ سے تعلق رکھنے والے فلسفیوں کی اختراع ہے، بلکہ یہ تو وہ طریقہ ہے جسے قرآن کریم نے لوگوں کی شخصیت سازی، اور احادیثِ نبویہ نے معاشرہ کے افراد کی تربیت کے لیے اختیار کیا ہے واقعی اللہ تعالیٰ بالکل بجا ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ)) بنی اسرائیل ۹

یہ قرآن تلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی راہ ہے۔

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل درست ارشاد فرمایا ہے کہ:

((.. فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنواجذ))۔

کتبِ سنن وصحیح ابنِ حبان

.. پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اور لیجیے اب ہم مربیوں کے سامنے ڈرانے ومتنبہ کرنے کے سلسلہ میں وہ اہم مسائل ذکر کیے دیتے ہیں جو بچے میں شعور پیدا کریں، اور اس کے ذہن کو صاف کریں، اور عقیدے کو مضبوط کریں، اور اس کے اخلاق وکردار کو سنوار دیں تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہوں اور ان کا خیال رکھیں، اور اس کی تلقین وتبلیغ کا اپنے آپ کو مکلف بنائیں۔

اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو وہ ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں گے جنہوں نے تربیت کے میدان میں اپنا فریضہ اور دینی مسئولیت وذمہ داری کو بہترین طریقے اور عمدگی سے ادا کیا، اور وہ ان لوگوں کی جماعت میں سے بن جائیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بیویوں بچوں کی طرف سے چین وسکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کی اور انہیں نیک ومتقیوں کا امام بنادیا۔

مربی محترم! لیجیے اب آپ کے سامنے ہم وہ اہم تنبیہات وروکنے والی نصوص پیش کرتے ہیں :

ا۔ ردت (مرتد ہونے) سے ڈرانا اور اس پر تنبیہ

مربی محترم! ردت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس کے لیے پسند کیا تھا، اور اس کے بجائے کوئی اور ایسا مذہب یا عقیدہ اختیار کرلے جو دینِ اسلام کے خلاف ہو۔

ارتداد کے بے شمار مظاہر ہیں :

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ ایسے نعرے بلند کیے جائیں جو مسلمان کو اللہ جل شانہ کے معبود ومقصود بنانے سے روک دیں، یا اسلام کو مقصود ومطلوب بنانے کے آڑے آجائیں، اس قسم میں بہت سی حالتیں آجاتی ہیں :

الف ۔ انسان قومیت کے لیے کام کرے اور اسی شعار کو اپنا ہدف ومقصد بنالے، اسی کی طرف دعوت دے، اسی کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اسی کے لیے لڑے، اسی کو جاہلی تعصب کہا جاتا ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور ڈرایا ہے فرمایا :

((لیس منا من دعا إلى عصبية ، وليس منا من قاتل على عصبية ، وليس منا من مات على عصبية)) . سننِ أبی داؤد

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف بلائے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب کی خاطر لڑے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب پر مرے۔

ب ۔ وطنیت وقومیت کے نام پر کام کرنا اور اس شعار کو اپنا ہدف ومقصد بنالینا، اس کی دعوت دینا اس کے لیے تگ ودو کرنا، اور اس کی طرف سے مدافعت کرنا، اللہ تعالیٰ نے ایسی قوموں کی مذمت کی ہے جو اپنے وطن سے چمٹ جاتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا :

((وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝)) . النساء ۔ ۶۶

اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ اپنی جان کو ہلاک کردیا اپنے گھر کو چھوڑ نکلو تو ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے، اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور دین میں زیادہ ثابت رکھنے والا ہو۔

ارتداد کا انحصار اس میں ہے کہ مقصد وہدف یہ ہو کہ ان چیزوں کی سربلندی اور تقدس ہو، اور ان کو عبادت کا درجہ دے

دیا جائے، اس میں نہ خدا کا نام ہو نہ اس پر ایمان لانے کا ذکر، نہ اس کی شریعت پر عمل سے کوئی تعلق، لیکن اگر مقصود اللہ کی ذات ہو، اور اس کے احکامات کا نافذ کرنا مطلوب ہو، اور اس میں وطنِ اسلامی کی مصلحت ہو، اور عزت و آبرو نفس و مال و جان اور دین سے دفاع ہو۔ تو یہ ایسی عبادت ہے جو ایسا کرنے والے اور اس راہ میں لڑنے والے کو اللہ جل شانہ کی رضا و ثواب کا مستحق بنا دیتی ہے، اور اگر ایسا آدمی مارا جائے تو وہ اللہ کے راستے میں شہید شمار ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد)). سننِ ابی داؤد

جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔

ج ۔ انسان صرف انسانیت کے نام پر کام کرے، اور اس کے دل میں اس کا ذرہ بھی خیال نہ گزرے کہ وہ یہ محنت اس لیے کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانیت کے راہ راست پر لانے کی محنت، اور مختلف قوموں سے میل جول، اور مسلمانوں کے ساتھ باہمی تعاون کا حکم دیا ہے، یہ وہ شعار ہے جس کی علمبردار وہ ماسونیت ہے جس کے درپردہ بین الاقوامی یہودیوں کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔

مختصراً ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر وہ آواز اور شعار جسے کوئی مسلمان بلند کرے اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا، اس کے دین کی سربلندی، اور اسلام کے جھنڈے کا بلند کرنا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی آواز اور شعار ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کو بلند کرتا ہے، اور اس کی طرف بلاتا ہے، اور اس کے لیے جدوجہد کرتا، اور اس کی خاطر لڑتا ہے، ایسا شخص مرتد اور دینِ اسلام سے خارج اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا دشمن ہے خواہ وہ کتنا ہی ایمان کا دعویٰ اور کیسے ہی اسلام کا اظہار کیوں نہ کرے۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ دوستی، تعلق، محبت اور حاکمیت واطاعت غیر اللہ کی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾)). المائدہ ۔۴۴

اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور فرمایا:

((ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو اس

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ)) الجاثیہ۔۱۸

پر چلے جائیے اور بے علموں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے

اور فرمایا :

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝)) المائدہ - ۵۱

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں ہے، اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور فرمایا :

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ)). التوبہ۔۲۳

اے ایمان والو مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ کفر کو عزیز رکھیں ایمان سے، اور تم میں سے جو ان کی رفاقت کرے سو وہی لوگ گناہگار ہیں۔

اور امام احمد و ترمذی و ابن جریر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اسلام لانے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کی گردن میں چاندی کی بنی ہوئی صلیب پڑی تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل آیت تلاوت کی :

((اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ)) التوبہ۔۳۱

ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر۔

عدی نے کہا کہ لوگوں نے ان کی عبادت تو نہیں کی تھی، تو آپ نے ارشاد فرمایا :

((بلى ! إنهم حرموا عليهم الحلال ، وأحلوا لهم الحرام فاتبعوهم ، فذلك عبادتهم إياهم)) .

کیوں نہیں ان (احبار و راہبوں) نے ان کے اوپر حلال چیزوں کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال کر دیا، اور ان لوگوں نے ان کی بات مانی، یہی ان لوگوں کا ان کی عبادت کرنا ہے۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فریضہ کا ناپسند کرنا بھی ہے، مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزہ کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پس ماندہ ہو جاتی ہے۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت کے لیے حجاب و پردہ کو اس لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پس ماندگی کی علامت ہے، یا کوئی شخص یہ کہے میں اسلام کے مالیاتی نظام کو اس لیے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں ربا وغیرہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

((وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے بربادی ہے، اور (اللہ)

اَعۡمَالَهُمۡ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ۝)) .

سورہ محمد ۸،۹

ان کے اعمال کالعدم کردے گا۔ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے (احکام) کو ناگوار جانا اس نے ان کے اعمال کو اکارت کردیا۔

✿ ارتداد کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے، اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار کا استہزاء کیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ‌ ؕ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا‌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ۝ وَلَـئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَـقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ ؕ اِنۡ نَّـعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُـعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۝)) .

التوبہ ۶۴ تا ۶۶

منافق اس بات سے ڈرا کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی سورت نازل ہو کر جتا دے ان کو جو ان کے دل میں ہے آپ کہہ دیجیے کہ ٹھٹے کرتے رہو اللہ اس چیز کو کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر ہے، اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی، آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ سے اور اس کے رسول سے ٹھٹے کرتے تھے، بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان کا اظہار کرنے کے بعد، اگر ہم تم میں سے بعضوں کو معاف کردیں گے تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گناہگار تھے۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کیا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور ان چیزوں کو حرام سمجھا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّـتَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ‌ؕ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ)) النحل ۱۱۶، ۱۱۷

اور اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے یہ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو بے شک جو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

جو شخص ایسا کرے گا تو وہ دین کے لازمی احکامات کا منکر اور اللہ کی حاکمیت و شریعت کا مقابلہ کرنے والا شمار ہوگا، اور مرتد و کافر ہو جائے گا۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کچھ حصے پر ایمان لانا اور کچھ کا انکار و کفر کرنا بھی شامل ہے، مثلاً یہ کہ کوئی مسلمان یہ ایمان رکھے کہ اسلام عبادت پر مشتمل دین ہے، اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام و قانون والا دین ہے، یا یہ مان لے کہ

اسلام روحانی، اخلاقی وتربیتی نظام توپیش کرتا ہے لیکن اسلام کے دوسرے نظام کاانکار کرے مثلاً سیاسی، اقتصادی یامعاشرتی و اجتماعی نظام کا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ)). البقرہ - ۸۵

توکیا بعض کتاب کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے ہو جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے اس کی کوئی سزا نہیں سوائے دنیاوی زندگی میں رسوائی کے، اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے، جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت انگریز نے ہندوستان میں کی تھی، جس کا مقصد شریعتِ اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پیدا کرنا تھا۔

قرآنِ کریم نے ہر اس شخص سے ایمان کی نفی کی ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی سنت کو حکم وفیصل نہ بنائے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

((فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾)). النساء - ۶۵

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ہی کو منصف نہ جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر اپنے جی میں آپ کے فیصلہ سے تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

یہ بات بالکل یقینی طور سے معلوم ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

((مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ)) النساء - ۸۰ — جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

امام ترمذی، ابوداؤد وابنِ ماجہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

((ألا هل عسى رجل يبلغه الحديث عني وهو متكئ على أريكته فيقول : بيننا وبينكم كتاب الله ، فما وجدنا فيه حلالًا استحللناه ، وما وجدنا فيه حرامًا

سن لو قریب ہے کہ ایک شخص کو میری حدیث پہنچے گی جو اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہوگا اور یہ کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب فیصل ہے، لہٰذا جو چیز ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال قرار دیں گے، اور جو چیز ہم اس میں حرام پائیں گے

حرمناه ، وإن ماحرم رسول الله صلى الله عليه وسلم كما حرمه الله)). | اسے حرام قرار دیں گے، اور حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے وہ ویسی ہی حرام ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہو۔

٭ ٭ ٭

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے:

((ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه)). | سن لو مجھے کتاب اللہ دی گئی ہے اور اس جیسی اس کے ساتھ اور بھی (یعنی سنت واحادیث)۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عمومی حکم ہے۔ فرمایا:

((وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)). الحشر ۔ ۷ | اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کسی فعل کا مذاق اڑایا جائے یا اس پر نکیر کی جائے، جیسے کہ وہ لوگ جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت نو ازواجِ مطہرات سے شادی کر رکھی تھی[۱]۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ)). الحجرات ۔ ۲ | اے ایمان والو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو، کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

آپ بتائیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز کا بلند کرنا ہی ردت کا احتمال رکھتا ہے تو پھر ان باتوں کا کیا ہوگا جو اس سے بھی زیادہ بڑی ہیں؟

✿ ارتداد کے مظاہر میں سے بعض لوگوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قرآنِ کریم کا ایک باطن ہے جو ظاہر کے بالکل برخلاف ہے اور ایک ظاہر ہے جو باطن کے برخلاف ہے، اور اس باطن کا علم صرف بعض مخصوص لوگوں کو ان کے دعوے کے مطابق الہام سے ہوتا ہے، اس دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کی نصوص کو معطل کر کے شریعت کو ہی معطل کر دیا جائے، اس دعویٰ کے بعد پھر کوئی ایسی اصل باقی نہ رہے گی جس کی طرف رجوع کیا جائے، اور نہ عربی لغت کے کوئی ایسے قاعدے جن

---

[۱] اس موضوع پر تشفی کن وسیر حاصل بحث کے لیے ہماری کتاب "تعدد الزوجات والحكمة من تعدد أزواج النبي صلى الله عليه وسلم" کا مطالعہ کیجیے وہاں آپ کو اس کثرت سے شادیوں کی حکمت پڑھ کر کافی تسلی ہوگی۔ اور اس موضوع پر کافی سامان یکجا ملے گا۔

کو حکم بنایا جائے، قرآنِ کریم تو صاف ستھری واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ)). يوسف - ۲ — ہم نے اتارا ہے اس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو۔

اور فرمایا:

((وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا)) الرعد - ۳۷ — اور اسی طرح ہم نے اتارا یہ کلام حکم عربی زبان میں۔

لہٰذا قرآنِ کریم کی کسی بھی آیت کی ہر وہ تفسیر جس کی بنیاد کوئی اثر و روایت یا لغت عربیہ و عربی زبان کا قاعدہ و اصول اور اقوالِ عرب نہ ہوں تو وہ تفسیر قطعاً باطل ہوگی اور ایسی تفسیر کرنے والا دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج شمار ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے گمراہ کن دعوے کرنے والے کفر و گمراہی والحاد کے اعتبار سے سب سے بڑے کج رو اور زائغ ہیں۔

قرآنِ کریم نے اس قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو فتنہ انگیزی و گمراہ کرنے کے لیے قرآنِ کریم کے متشابہات کے درپے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞)).

∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴

آلِ عمران ، ۷-۸

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری، اس کی بعض آیتیں محکم ہیں یعنی ان کے معنی واضح ہیں، وہ اصل ہیں کتاب کی، اور دوسری مشابہ ہیں یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں، سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے، اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا، اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں، اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے، اے رب نہ پھیر یے ہمارے دلوں کو جبکہ آپ ہدایت دے چکے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عنایت فرمائیے سب کچھ دینے والے آپ ہی ہیں۔

آیت میں مذکور "ابتغاء الفتنۃ"[۱] (فتنہ کی خاطر) سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین میں شک و تلبیس میں مبتلا کرکے اور شبہات پیدا کرکے فتنہ میں ڈال دیا جائے۔

اور "ابتغاء تاویلہ"[۱] سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ میں تأویل و تحریف کرنا، یعنی ایسی غلط تاویل جو من مانی و اپنی مرضی

---

(۱) یہ تفسیر شیخ حسنین مخلوف کی "صفوۃ البیان" (۱-۹۶) سے منقول ہے

کے مطابق ہو اور اپنی خواہش کے مطابق تحریف کی جائے اور یہ سمجھا جائے کہ یہی اس کی مراد ہے۔ اہلِ بدعات و ملاحدہ ہر دور میں ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

✿ ارتداد کے نمونوں میں سے اللہ کی صحیح معرفت کا نہ حاصل کرنا بھی ہے، مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت و جلال کے منافی ہو۔

لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اشخاص میں حلول فرماتے ہیں، یا وہ کائنات میں حلول کیے ہوئے ہیں یا وہ کسی جہت میں محصور ہیں تو ایسا شخص کافر اور دینِ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ)). الانعام - ۱۰۳

اس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے، اور نہایت لطیف اور خبردار ہے۔

اور فرمایا:

((لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ)). الشوریٰ - ۱۱

کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

اور فرمایا:

((وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾)). الزخرف - ۱۵

اور ان لوگوں نے اللہ کا جزء اللہ کے بندوں میں سے ٹھہرا لیا بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔

اور فرمایا:

((لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ)). المائدہ - ۱۷

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ تعالیٰ بھی ہے تو وہ بھی گمراہ کن گمراہ اور کافر ہے۔

((لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ)). المائدہ - ۷۳

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا ایک ہے۔

اور جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف لڑکے کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ و کافر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا

اور (یہ لوگ) کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن نے اولاد اختیار کر رکھی ہے، تم نے یہ حرکت ایسی سخت کی ہے کہ کچھ بعید نہیں جو اس کے باعث آسمان ٹوٹ پڑیں، اور زمین پھٹ

لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنۢبَغِىْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا))۔

مریم۔ ۸۸ تا ۹۲

جائے اور پہاڑ کانپ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدائے رحمٰن کی طرف بیٹے کی نسبت کرتے ہیں، اور خدائے رحمٰن کے لائق یہ (کسی طرح) نہیں کہ وہ بیٹا اختیار کرے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو تو وہ بھی گمراہ و کافر ہے۔ ارشاد فرمایا:

((لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ)) المائدہ - ۱۸۰

بے شک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

((وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ))۔

المائدہ۔ ۶۴

اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہوگیا، انہی کے ہاتھ بند ہوجائیں، اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ ارتداد کے اور دوسرے وہ مظاہر و علامات جو ان کے حامل و مرتکب افراد کو اسلام سے نکال دیتی ہیں اور کفر و گمراہی، زندقہ و الحاد کے دائرے میں داخل کردیتی ہیں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس زمانے سے ڈرایا ہے جس زمانے میں ارتداد بہت عام ہوگا، اور صبح و شام اس فتنہ کا حملہ و دور دورہ ہوگا، اور ایسی صورت حال میں مؤمنوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کی طرف سبقت لے جائیں، اور ایمان کے محفوظ قلعہ میں پناہ لیں، تاکہ کفر کی تاریکی میں گرفتار اور ارتداد میں ڈالنے والی کسی چیز سے متاثر نہ ہوں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

((بادروا إلى الأعمال الصالحة فإنه ستكون فتن كقطع الليل المظلم، يمسى الرجل مؤمناً ويصبح كافراً، و يصبح مؤمناً ويمسى كافراً، يبيع دينه بعرض من الدنيا قليل))۔

طبرانی وابن ماجہ

نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو اس لیے کہ عنقریب بہت سے فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح سے آئیں گے، جن میں ایک شخص شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا، اور ایک شخص صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔

اور ارشادِ باری ہے:

((رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ

اے رب نہ پھیر یے ہمارے دلوں کو جب آپ ہدایت

لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ؀ — کر چکے ، اور عنایت کیجیے ہم کو اپنے پاس سے رحمت آپ ہی سب کچھ دینے والے ہیں۔

آل عمرآن - ۸

۲ - الحاد سے ڈرانا

الحاد سے مراد ہے اللہ کی ذات کا انکار کرنا ، اور ان شریعتوں کا انکار کرنا جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں ، اور ان اچھے کاموں وفضائل اور بہترین باتوں کا انکار کرنا جن کی نسبت آسمانی وحی کی طرف ہے ، الحاد بھی ارتداد کی ایک قسم ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی بدتر و بری چیز ہے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ الحاد ایک ایسا مستقل نظام بن گیا ہے جسے بڑی بڑی حکومتوں نے اپنایا ہوا ہے ، اور وہ اس الحاد کو طاقت وقوت کے بل بوتے پر زبردستی وجبر کے ساتھ ان حکومتوں پر تھوپ دیتے ہیں جو ان کے زیر سایہ ہیں ۔

ان حکومتوں کے پٹھو وکارندے ہر ملک وحکومت میں موجود ہیں جو نہایت ڈھٹائی سے کھلم کھلا الحاد کی دعوت دیتے ہیں ، اور مذاہب وادیان اور نبیوں کا بلا کسی جھجک وشرم وحیاء کے انکار کر دیتے ہیں ۔

بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ملحد حکومتیں جنہوں نے مارکس ولینن کے عقائد وافکار اپنائے ہوئے ہیں ، یہ خصوصی طور سے اپنی ملحدانہ دعوت کا نشانہ ومحور اسلامی حکومتوں اور مسلمان ملکوں کو ہی بناتے ہیں ، اس لیے کہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے بنیادی اصولوں میں تمدنی ، ثقافتی ، سیاسی اور علمی لحاظ سے کتنی قوتِ مدافعت ہے ، اور یہ احکامات کس قدر عام ، محیط اور ہر زمانہ وہر جگہ کے ساتھ چلنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں ۔

ان ممالک کے الحاد کی طرف دعوت دینے کا جو طریقہ ہے اگر ہم اس کا تتبع کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ اپنے ملحدانہ نظریات واصولوں کو پھیلانے میں کس قدر مختلف طریقوں اور طرح طرح کے اسالیب سے کام لیتے ہیں ، تاکہ گمراہی وکفر کو عام کیا جا سکے ۔

✿ چنانچہ کبھی تو یہ لوگ مارکسیت کو اسلام کا لبادہ اڑھا دیتے ہیں ، اور یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وہ ہستی تھے جس نے اشتراکیت کی دعوت دی ، اور مالدار وغریب میں برابری قائم کی ، اور پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے شہنشاہیت کا خاتمہ کیا لہٰذا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مارکسیت کے رسول اور شیوعیت کے نبی ہیں ۔

✿ کبھی یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کمیونزم کے بنیادی اصول اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی وخلاف نہیں ، اور ان کا اسلام کی معاشرتی واجتماعی عدالت سے کوئی تعارض نہیں [1] ہے ۔

---

[1] باہر سے آنے والے ان اقتصادی نظاموں سے اسلام بالکل مستغنی ہے ، ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب "التکافل الاجتماعی" (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

- کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کمیونسٹ نظام کا اقتصادی نظام اپنالیں اور اپنے دین پر مسلمان بھی برقرار رہیں تو اس سے کیا چیز مانع ہے؟
- کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ دین ایک الگ چیز ہے اور سیاسی و اقتصادی مذاہب ایک الگ چیز ہیں، اس لیے ہمیں دین کو سیاست سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے یا ہمیں اقتصادی نظاموں اور علمی نظریات کو دین میں داخل نہیں کرنا چاہیے۔
- اور بسا اوقات کھلم کھلا چیلنج دیا جاتا ہے، اور کج رؤں اور آزادی پسندوں کی نفوس میں شکوک و شبہات و کفر کی جڑیں بونے کے لیے الحاد کھل کر سامنے آتا ہے مثلاً جیسے ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور مذاہب و ادیان اور جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام اور استعمار اور استحصالی قوتیں اور تمام وہ نظام اور اچھائیاں جو گذشتہ معاشروں پر چھائی ہوئی تھیں یہ سب تاریخ کی نمائش گاہ میں ممی لگی ہوئی گڑیاں ہیں۔

یا یہ کہے کہ کائنات میں کوئی معبود نہیں ہے، اور زندگی مادے کا نام ہے، اور دین قوموں کے لیے افیم ہے اور (العیاذ باللہ) انبیاء چور و جھوٹے ہیں۔

اپنے الحاد کو رائج کرنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے جو طریقے ہیں ان میں سے علمی نظریات سے فائدہ اٹھانا، اور جس کو گمراہ کیا جارہا ہے اسے یہ باور کرانا بھی ہے کہ یہ سب ثابت شدہ حقائق ہیں جیسے کہ ان لوگوں کا ڈارون کے نظریہ کا رائج کرنا جس میں انسان کی اصلی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ اور سمجھایا گیا ہے کہ زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوئی، اور ترقی کرتے کرتے اس بلند مرتبہ تک پہنچی اور اخیر میں انسان کے شکل میں وجود پذیر ہوئی، یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ علم و تحقیق نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے، اور اس کو بیکار و مہمل باتوں کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے[۱]۔

یا جیسے کہ ان کا فرائڈ کے نظریہ کو عام و رائج کرنا جس کا محور اس بات پر ہے کہ ہر چیز کا تعلق جنس اور شہوت سے ہے جو انسان کے کردار کی ہر چیز کی تفسیر جنسی خواہش کے راستے سے کرتا ہے، اس عقیدہ کی ترویج کا گھناؤنا مقصد عظیم خالق ذات کا انکار کرنا ہے۔

مختلف اسالیب کے اختیار کرنے میں یہ تفنن اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ملحدانہ مارکسیت ہر حالت کو اس کے مناسب لباس پہناتی ہے۔ اور ہر جماعت کو اس کے مناسبِ حال تشفی کراتی ہے، اور انسانوں کے ہر طبقہ میں اسکے مناسبِ حال جھوٹ و مکاری سے کام لیتی ہے۔ اور پھر جب وہ شخص جس کو دھوکا دیا جارہا ہے اس کے دروازے میں داخل ہوجاتا ہے اور شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے تو پھر مارکسیت کے داعی اس کے سامنے مادی مذاہب اور ملحدانہ عقائد کو مزین و آراستہ کرکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) فی الاسلام" اور سید قطب کی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ" جہاں آپ کو اس باب میں تشفی کا پورا سامان ملے گا کہ معاشرہ سے فقر و فاقہ کے ختم کرنے کے لیے اسلام نے کیا وسائل ایجاد و اختیار کیے ہیں۔

[۱] ملاحظہ فرمایئے ہماری کتاب "شبہات و ردود" جس میں ہم نے نہایت مدلل طریقے سے ڈارون کے نظریہ کی تردید کی ہے، اور علمی و تحقیقی اعتبار سے اس کو باطل ثابت کیا ہے۔

پیش کرتے ہیں، تاکہ اس کو گمراہ کرنے کے اپنے خبیث مقصد کو حاصل کر سکیں۔ اور پھر وہ شخص نہ تو کسی دین کو مانتا ہے، اور نہ خدا کا اعتقاد رکھتا ہے، اور نہ زندگی میں کسی کارنامے اور اچھائی کا طلب گار ہوتا ہے، بلکہ وہ اس گمراہ کافر جماعت میں شامل ہوجاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۞ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ))

محمد۔ ۲۳ تا ۲۸

یہی لوگ تو ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے سو انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔۔ یہ (سب) اس سبب سے ہوگا کہ یہ اس راہ پر چلے جو طریقہ اللہ کی ناخوشی کا تھا، اور اس کی رضا سے بیزار رہے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

الحاد اگرچہ ردت و ارتداد کے مفہوم ہی میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور اس کے افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام مثلاً یہودیت یا عیسائیت کا اختیار کرنا، یا برہمن بننے سے بھی زیادہ برا اور خطرناک ترین ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الحاد ملحد کے دل سے مسئولیت کا احساس ختم کردیتا ہے، اور اس کے دل سے ایمان بالغیب اور شاندار اخلاقی کارناموں کی روح ختم کردیتا ہے، اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے، نہ تو دین اس کی رہنمائی کرے، اور نہ اس کو جھنجھوڑنے والا ضمیر ہو، اور نہ اللہ کے مواخذہ اور پکڑ کا ڈر ہو، نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو، اور نہ اسے اس دن کے عذاب و گرفت کا ڈر ہو جس دن تمام لوگ احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔

قرآنِ کریم نے اس فاسق و فاجر کمینی جماعت کا درجِ ذیل آیت میں مذاق اڑایا ہے:

((وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ))

الجاثیہ۔ ۲۴

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں، ہم (بس ایک ہی بار) مرتے اور (بس ایک ہی بار) زندگی پاتے اور ہم کو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے، درآں حالیکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، یہ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔

اور قرآنِ کریم نے ان کے اس مذموم اندھے پن اور پست قسم کی حیوانیت اور گھناؤنی آزادی واباحیت پسندی کو کھول کر بیان فرمایا ہے ارشاد ہے:

((وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا

اور ہم نے پیدا کیے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ

وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ)) الاعراف۔۱۷۹

ان سے سنتے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ غافل ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ)).

سورۃ محمد۔۱۲

اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور کھا (پی) رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے (پیتے) ہیں، آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے

اور فرمایا:

((ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ)) الحجر۔۳

چھوڑ دیجیے ان کو کہ کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور امیدیں لگے رہیں سو آئندہ معلوم کرلیں گے۔

دینِ اسلام نے مرتدوں اور ملحدین کے سلسلہ میں نہایت سخت و فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے، اس لیے کہ اسلام نے ان کے کفر پر اصرار اور واضح وصاف صاف دینِ حق سے اعراض کرنے کی سزا تلوار سے گردن اڑانا مقرر کی ہے چنانچہ امام بخاری واحمد رحمہما اللہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من بدل دينه فاقتلوه)).

جو شخص اپنا مذہب تبدیل کر دے اس کو قتل کر ڈالو۔

اور امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں:

((لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة)).

کسی مسلمان کا خون بہانا تین باتوں کے علاوہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے: شادی شدہ زنا کرے، اور قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے گا، اور وہ شخص جو اپنا دین چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

٭ ٭ ٭ ٭

لیکن مرتد یا ملحد کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اسے تین یوم کی مہلت نہ دے دی جائے، ان تین دنوں کے دوران اہلِ علم وارباب فہم اس سے مرتد ہونے کے اسباب پر بحث مباحثہ کریں گے، اور اس کے ذہن میں جو شبہات وخیالات ہیں انہیں دور کریں گے، اور دینِ متین اسلام کے زرین اصولوں، اور حقانیت کو اس کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں گے، پھر اگر اس کے بعد بھی وہ کفر والحاد پر مصر رہے اور حق کھل کر سامنے آنے کے باوجود بھی اس کی طرف رجوع نہ کرے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی تاکہ دوسرے لوگوں کے لیے عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

اور اگر مرتد وملحدین طاقت وقوت پیدا کرلیں اور اپنی کوئی تنظیم یا جماعت قائم کرلیں تو مسلمانوں کے حکام اور ذمہ داران پر یہ فرض ہے کہ وہ ان سے اس وقت تک جنگ کریں جب تک کہ وہ دینِ برحق اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ کر نہ آجائیں،

اوران سے اس کے علاوہ کوئی اور چیز قطعاً قبول نہ کریں، جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدوں سے جنگ کی اور اسلام قبول کرنے کے علاوہ کسی اور بات پر رضامند نہ ہوئے، اور جیسے کہ خلیفۂ عباسی مہدی نے اس مقنع نامی شخص سے جنگ کی تھی جس نے خراسان میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے متبعین و پیروکاروں پر سے نماز، روزہ، زکاۃ و حج معاف کر دیا تھا، اور لوگوں کے لیے مال و دولت اور عورتیں حلال و جائز کر دی تھیں، یہ ۱۶۹ھ کا واقعہ ہے۔

ملاحدہ و مرتدین کے سلسلہ میں اسلام نے اتنی سخت و شدید سزا تین اسباب کی وجہ سے مقرر کی ہے:

۱۔ تاکہ ابھارنے و آمادہ کرنے والی چیزیں بعض کمزور نفوس کو اپنی طرف راغب نہ کر سکیں، اور اس کے ذریعہ انہیں ارتداد و الحاد پر آمادہ نہ کر سکیں۔

۲۔ تاکہ کوئی منافق یہ سوچ کر اسلام میں داخل نہ ہو کہ وہ پھر دوبارہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اور اس طرح ارتداد و الحاد کی ہمت افزائی ہوگی اور مسلم معاشرے میں فتنہ و آزمائش کا دور دورہ ہو جائے گا۔

۳۔ تاکہ کفر کی عزت و قوت میں اضافہ نہ ہو کہ پھر وہ اسلامی مملکت کے لیے بڑا خطرہ ثابت ہو اور جب موقعہ و مہلت ملے تو مسلمانوں کی بیخ کنی کی خاطر ان کے خلاف جنگ برپا کر دیں۔

الحاد کی حقیقت اور ملحدین جو سازشیں اور جال بچھاتے ہیں اور جس طرح سے اندرونی طور پر مجرمانہ حرکات کرتے ہیں ان کو کھول کر بیان کرنے اور واضح کرنے کے لیے میں اے مربی محترم آپ کے سامنے مندرجہ ذیل تاریخی مثالیں پیش کرتا ہوں، تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر ان ملحدین کو موقعہ مل جائے تو وہ مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں، اور اگر ان مجرموں کے لیے حالات سازگار ہو جائیں تو وہ کیا کچھ کر بیٹھیں گے:

- کمیونسٹ چین اور کمیونسٹ روس نے ۱۶ ملین مسلمانوں کو سال میں ایک ملین کے حساب سے ختم کر ڈالا، اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے کی یہ تدابیر و سازشیں اب تک جاری ہیں، اور چینی علاقے کے مسلم ترکستان میں چینیوں نے وہ وحشیانہ مظالم کیے ہیں جنہوں نے ماضی کے تاتاریوں کے مظالم پر پردہ ڈال دیا ہے، مسلمانوں کے ایک سربراہ کو لایا گیا اور ایک عام راستے میں اس کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا اور مسلمانوں کو طاقت و قوت کے بل بوتے پر اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے فضلات (گندگی پیشاب پاخانے) کو لا کر اس مسلمان سربراہ کے اوپر اس گڑھے میں ڈالتے رہیں، یہ حرکت تین دن تک مسلسل جاری رہی اور اس سزا کے دوران اس مسلمان رہنما کی روح اس گڑھے میں پرواز کر گئی۔

- کمیونسٹ ملک یوگوسلاویہ نے بھی اپنے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور اس ملک میں جب سے کمیونسٹوں کا دور دورہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک ایک ملین مسلمانوں کو ختم کیا جا چکا ہے، اور وحشیانہ سزاؤں اور

مسلمانوں کو ختم کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے، جس کی سب سے وحشیانہ وظالمانہ سزا کی مثالوں میں سے مسلمان مردوں اور عورتوں کا قیمہ کی ان مشینوں میں ڈالنا ہے جو گوشت کو رول کی شکل میں بنا دیتی ہیں تاکہ دوسری جانب سے یہ مسلمان مرد و عورتیں گوشت وہڈیوں وخون کا مرکب قیمہ بن کر نکلیں۔

جو کچھ یوگوسلاویہ میں ہورہا ہے وہ سب کچھ کمیونسٹ بلاک کے تمام ممالک میں اب تک ہوتا ہے اور ہورہا ہے چنانچہ کمیونسٹوں نے عراق کے شہر موصل میں عبدالکریم قاسم کے دور میں جو قتل وغارت کا بازار گرم کیا اس کے بارے میں کتنی مرتبہ ہم نے سن رکھا ہے، اسی طرح دعوتِ اسلام دینے والوں اور مسلمان جماعت کے ساتھ جو کچھ قتل وغارت وغیرہ کا بازار "سحل" کے حوادث میں گرم ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ ان سے جو کچھ مجرمانہ حرکات اور غدر وخیانت صادر ہوتی ہے اس کے بارے میں حق تعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک بالکل برحق وسچ ہے:

((كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً)) . التوبہ۔۸

کیوں کر صلح رہے اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا۔

اور فرمانِ مبارک:

((لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ)) . التوبہ۔۱۰

نہیں لحاظ کرتے کسی مسلمان کے حق قرابت کا اور نہ عہد کا، اور وہی ہیں زیادتی پر۔[1]

اس لیے اے مربی محترم جب آپ نے یہ حقائق جان لیے تو اب آپ کا فریضہ یہ ہے کہ آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد کے خونخوار پنجوں اور الحاد کے دام سے بچائیں، تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان اور مضبوط اسلام والا بنے، اور شاندار استقامت پر قائم ہو، اور اس کی فطرتِ سلیمہ اور صاف ستھرے دل اور معصوم نفس میں یہ معانی جاگزین ہوجائیں، اور اگر ایسا ہوگیا تو پھر وہ اللہ کے سوا کسی کو رب بنانے، اور اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو دین تسلیم کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نبی ورسول ماننے اور قرآنِ عظیم کے سوا کسی کو امام ومنہاج ماننے پر راضی نہ ہوگا، اور وہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کو اللہ نے نعمتِ ایمان اور اسلام کی عزت وکرامت سے قیامت تک کے لیے نواز دیا ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیے کتاب "شیوعیت اور اسلام" مؤلفہ مرحوم عباس محمود عقاد، اور استاذ احمد عبدالغفور عطار، اسی طرح تفسیر "ظلال القرآن" کی سورۃ توبہ کی آیت ((كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً)) جہاں آپ کو مسلمان ممالک، اور مسلمانوں کے خلاف شیوعیت اور کمیونسٹوں نے جو سازشیں اور مجرمانہ تدابیر وحرکات کی ہیں ان کے بارے میں دل کو پاش پاش کرنے والی باتیں پڑھنے کو ملیں گی، ساتھ ہی یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ ہم نے کچھ تفصیل "تربیت کے سلسلہ میں مؤثر وسائل" کی فصل میں بیان کردی ہے، جس سے شیوعیت کی وہ سازشیں جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتی ہے ان کی وضاحت ہوتی ہے لہٰذا آپ اس کا مطالعہ کرلیجیے۔

۳۔ حرام کھیل کود سے بچانا

اسلام نے اپنی بلند ترین شریعت و نظام اور حکیمانہ بنیادی اصولوں کے ذریعہ مسلمانوں پر ایسے بہت سے کھیل کود اور سامانِ عیش و عشرت کو حرام قرار دے دیا ہے جس کا افراد کے اخلاق اور معاشرے کی اقتصادیات ، دولت ،اور حکومت کے تشخص ، امت کی کرامت ،اور خاندانوں کے وقار ورکھ رکھاؤ پر بُرا اثر پڑتا ہے ۔

اب ہم مربیانِ کرام کے سامنے ان حرام و ناجائز کھیل کود کی کچھ اقسام بیان کیے دیتے ہیں تاکہ وہ ان کو سمجھیں اور ان سے بچنے اور دور رہنے میں اپنے آپ کو مقتدا و نمونہ ثابت کر دکھائیں ، اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم توفیق و مدد کے طلب گار ہیں :

ا۔ نرد سے کھیلنا

(یہ ایک قسم کا کھیل ہے جسے اردشیر بن بابک شاہِ ایران نے ایجاد کیا تھا :

حرام کھیلوں میں سے نرد سے کھیلنا بھی ہے ، خواہ یہ شرط لگا کر کھیلا جائے یا یونہی دل بہلانے اور وقت پاس کرنے کی خاطر[1] اس کھیل کے حرام ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام مسلم ، احمد و ابو داؤد رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

((من لعب بالنردشیر فکأنما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ)) .	جو شخص نردشیر سے کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت وخون سے رنگ لیا ۔

اور امام احمد ، ابوداؤد ، ابنِ ماجہ و مالک رحمہم اللہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ)) .	جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ۔

---

[1] اس سلسلہ میں استاذ قرضاوی نے اپنی کتاب "حرام وحلال" میں شوکانی سے بواسطہ ابن المسیبؒ و ابن مغفلؓ یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے نرد کے کھیلنے کی اس صورت میں اجازت دی ہے جبکہ جوا بازی نہ ہو ، صاحب کتاب کی یہ نقل غیر معتبر ہے اس لیے کہ شوکانیؒ نے جس صیغہ کے ذریعہ اس قول کو نقل کیا ہے وہ "رُوِیَ" ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ، اور جو خود ضعیف ہو ۔ اس کے ذریعہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا ، ہم نے نرد سے کھیلنے کے حرام ہونے کے سلسلہ میں جو احادیث نقل کی ہیں یہ احادیث ہر اس شخص کے خلاف دلیل محکم ہیں جو اس کے جواز کا قائل ہو ۔ حق کے پہچاننے کا معیار شخصیات نہیں ہوتیں بلکہ شخصیات کو حق کے ذریعہ جانچا جاتا ہے ۔

اس کھیل کو حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ نرد سے کھیلنا خواہ بلا شرط و جوا ہی کیوں نہ ہو تب بھی یہ اس کھیل میں مشغول ہونے والوں کے اوقات کا بڑا حصہ برباد و ضائع کر دیتا ہے، اور وقت کی یہ بربادی وضیاع ان کو ان کے بہت سے دینی، تربیتی، ودنیوی فرائض سے روک دیتا ہے، اور ساتھ ہی یہ شرط لگا کر کھیلنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے جو بالکل قمار و جوا ہے، مسلمان کو اس دنیا میں اس لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ پیغام اور امانت کو پہنچائے، اور اپنے فریضہ کو ادا کرے، کیا اس کے بعد بھی انسان کے پاس اتنا وقت بچتا ہے کہ وہ اس لایعنی کھیل میں مست ہو اور اس حرام و ناجائز لذت سے لطف اندوز ہو؟ واقعی کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ فرائض اوقات سے بہت زیادہ ہیں، اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ وقت کی مثال تلوار کی طرح ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گی۔

اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی کو غنیمت جانے اور اس سے خوب فائدہ اٹھائے، اور خیر و اچھائیوں میں لگائے چاہے یہ نفع وخیر اس کے اپنے لیے ہو یا اس کے اہل وعیال کے لیے یا معاشرہ و قوم کے لیے۔

علامہ حاکم رحمہ اللہ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اغتنم خمسًا قبل خمس: حياتك قبل موتك، وصحتك قبل سقمك، وفراغك قبل شغلك، وشبابك قبل هرمك، وغناك قبل فقرك)).

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو: اپنی زندگی کو غنیمت سمجھو مرنے سے پہلے، اور اپنی صحت کو بیماری سے قبل، اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔ اور اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور اپنی توانگری و مالداری کو فقر و فاقہ سے پہلے غنیمت سمجھو۔

٭ ٭ ٭

۲۔ گانے بجانے اور موسیقی کا سننا

ناجائز و حرام کھیل کود میں ایسے گانے کا سننا بھی داخل ہے جس میں موسیقی ہو چاہے یہ گانا مباح قسم کا ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ اس موسیقی کی حرمت کے سلسلہ میں آئندہ دلائل پیش کیے جا رہے ہیں، اسی طرح وہ فحش گانا بھی جو شہوت اور جنسی جذبات کو ابھارنے والا ہو، اور وہ گانا بھی جس میں کسی مخصوص عورت کے اوصاف بیان کیے گیے ہوں اور اس کا نقشہ کھینچا گیا ہو، اور اسی طرح وہ گانے بھی جو کافرانہ رسوم اور گمراہ کن باتوں اور عقائد وغیرہ کی طرف دعوت دینے والے ہوں۔

اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابنِ عساکر اپنی تاریخ میں اور ابنِ صصری اپنے امالی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص کسی فاحشہ کے گانے کو سننے کے لیے بیٹھے گا

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالیں گے۔

اور امام ترمذی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی۔ تو اس پر آزمائش و ابتلاء کا دور دورہ شروع ہو جائے گا:

((إذا كان المغنم دولاً ، والأمانة مغنماً ، والزكاة مغرماً ، وأطاع الرجل زوجته وعق أمه ، وبر صديقه وجفا أباه ، وارتفعت الأصوات في المساجد ، وساد القبيلة فاسقهم ، وكان زعيم القوم أرذلهم ، وأكرم الرجل مخافة شره ، وشربت الخمر ، ولبس الحرير ، واتخذت القينات والمعازف ، ولعن آخر هذه الأمة أولها ، فليرتقبوا عند ذلك ريحاً حمراء ، أو خسفاً أو مسخاً)) .	جب مالِ غنیمت دولت جمع کرنے کا ذریعہ اور امانت مالِ غنیمت اور زکاۃ بوجھ بن جائے اور انسان بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کی نافرمانی ، اور دوست کے ساتھ حسن سلوک اور والد کے ساتھ سختی ، اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلے کا سردار ان میں کا فاسق شخص بن جائے ، اور قوم کا سردار کمترین و حقیر شخص ہو جائے ۔ اور انسان کا اکرام اس سے ڈر کی وجہ سے کیا جانے لگے ۔ اور شراب پی جانے لگے ، اور ریشم پہنا جانے لگے ۔ اور مغنیات و گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں ۔ اور اس امت کے اخیر کے لوگ اس امت کے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر لعنت بھیجنے لگیں ۔ تو ایسے موقعہ پر سُرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے یا صورتیں مسخ ہونے کا انتظار کرو ۔

٭ ٭ ٭

اور مُسَدَّد و ابنِ حبان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخیر زمانہ میں میری امت میں سے ایک قوم کی صورتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنا دیے جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں وہ لا الہ الا اللہ اور میرے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہوں گے، اور روزہ رکھتے ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات اور دف کا استعمال شروع کر دیا ہوگا، اور شراب پینے لگے ہوں گے، وہ رات کو اسی شراب و کباب و کھیل کود میں مست ہوں گے اور وہ صبح ایسی حالت میں کریں گے کہ ان کی صورتیں مسخ کر دی گئی ہوں گی۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جن سے فحش اور بے ہودہ جنسی جذبات ابھارنے والے گانوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

رہا وہ گانا جو حلال و مباح ہے اس کے سلسلہ میں آپ کے سامنے اس تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو شیخ محمد حامد نے اپنے رسالے " حكم الإسلام في الغناء " میں فقہاء سے نقل کیا ہے لکھتے ہیں: اگر کسی مشکل و سخت کام میں ہمت

بڑھانے یا جنگلات وویران سفروں میں دل کو خوش کرنے کے لیے اشعار وغیرہ پڑھے جائیں تو یہ مباح ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجدِ نبوی کی تعمیر اور خندق کے کھودنے کے وقت اشعار پڑھے ہیں، اور اسی طرح وہ اشعار بھی مباح ہیں جن کے ذریعہ سے دیہاتی لوگ اپنے اونٹوں کی حُدی خوانی (یعنی اونٹوں کو چلنے اور دوڑنے پر مست کرنے کے لیے اشعار پڑھا کرتے تھے) اسی طرح وہ اشعار جو فحش گوئی اور شراب و کباب اور اس کی دکانوں کی مدح سرائی سے خالی ہوں، اور کسی مخصوص معین زندہ عورت کے محاسن واوصاف کا ان میں تذکرہ نہ ہو، اور اسی طرح وہ اشعار جو کسی مسلمان یا ذمی کی مذمت و ہجو سے خالی ہوں تو ایسے اشعار مباح ہیں لیکن اگر ان قیود کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو وہ غناء حرام ہے۔

لیکن اگر کسی غیر متعین عورت کے اوصاف ومحاسن کا تذکرہ ہو تو یہ جائز ہے جیسے کہ کعب بن زہیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے درجِ ذیل اشعار پڑھے:

وما سعاد غداة البين إذ رحلوا	إلا أغن غضيض الطرف مكحول
جدائی کی صبح جس دن لوگوں نے کوچ کیا اس دن سعاد (محبوبہ)	نہیں تھی مگر غُنّہ والی دہرنی (نیچے نگاہیں جھکائے (اور) سرگیں چشم والی
تجلو عوارض ذي ظَلْمٍ إذا ابتسمت	كأنه منهل بالراح معلول
وہ جب مسکراتی تو چمک دار دانت چمکا دیتی ہے	گویا کہ وہ (منہ) بارِ اول پلایا گیا ہے شراب (اور) بارِ دیگر بھی

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا وہ قصیدہ بھی سنا تھا جس کے شروع میں یہ شعر تھا:

تبلت فؤادك في المنام خريدة	تسقي الضجيع ببارد بسّام
خواب میں آپ کے دل کو ایسی دوشیزہ نے چھین لیا	جو اپنے پہلو میں لیٹنے والے کو مسکراتے ہوئے موتی سے دانتوں سے سیراب کرتی ہے

اسی مباح قسم کے غناء میں وہ اشعار بھی داخل ہیں جو عورتیں بچوں کو سلانے کے لیے لوری کے طور پر پڑھتی ہیں اور اسی قسم کے تحت وہ صاف ستھری غزلیں بھی داخل ہیں جو شادی کے موقعہ پر مردوں کی غیر موجودگی میں عورتیں پڑھتی ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کو درجِ ذیل اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی:

أتيناكم أتيناكم	فحيّانا وحيّاكم
ہم تمہارے پاس آگئے ہیں، ہم تمہارے پاس آگئے ہیں	اللہ تمہیں اور ہمیں زندہ و تابندہ رکھے
ولولا الحبة السمراء	ما حللنا بواديكم
اگر گندم گوں دانہ نہ ہوتا	تو ہم تمہاری وادی میں قیام نہ کرتے

اسی ذیل میں وہ صاف ستھرے اشعار بھی آتے ہیں جن میں پھولوں، باغوں اور نہروں کی تعریف وتوصیف ہو تو اس قسم کے تمام اشعار جائز ہیں بشرطیکہ اس میں کوئی حرام وممنوع قسم کا آلۂ غناء شامل نہ ہو، ورنہ اگر ایسا ہوا تو وہ حرام ہو جائے

گا خواہ وہ پند وموعظمت پر مشتمل کیوں نہ ہوں، لیکن وہ ان ناجائز آلاتِ غناء کی بناء پر ناجائز ہوجائے گا نہ کہ مباح اشعار وغنا کی وجہ سے۔

گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا اوران کا سُننا مندرجۂ ذیل ادلہ کی وجہ سے حرام ہے:

★ ابھی ابھی کچھ پہلے ہم یہ حدیث بیان کرچکے ہیں کہ جب میری امت پندرہ کام کرلے گی تو اس پر آزمائش وامتحانات نازل ہوجائیں گے.. ان میں سے یہ بھی ہے کہ گانے والیاں اور گانے بجانے کا سامان اختیار کرلیا جائے۔

★ اس سے قبل ہم یہ بھی بیان کرچکے ہیں کہ اخیر زمانے میں صورتیں مسخ ہوں گی جس کے اسباب میں سے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات وگلوکارائیں بھی ہیں۔

★ اور امام احمد بن حنبل، احمد بن منیع اور حارث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((إن الله عز وجل بعثني رحمةً وهدى للعالمين، وأمرني أن أمحق المزامير والمعازف والخمور والأوثان التي تعبد في الجاهلية)).	اللہ جل شانہ نے مجھے دو جہان کے لیے رحمت وہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں اور گانے بجانے کے سامان اور شراب اور ان بتوں کو ختم کردوں جو زمانۂ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے۔

★ اور امام بخاری، احمد وابن ماجہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ليكونن في أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف)).	میری امت میں ایسی قومیں بھی ہوں گی جو زنا اور ریشم اور شراب اور گانے بجانے کے سامان کو حلال سمجھیں گے۔

اور اس کے علاوہ اور دوسری بہت سی وہ احادیث جن سے گانے بجانے کے آلات کے اپنے پاس رکھنے، ان کے بجانے، اور ان کے سننے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ان چیزوں کو حرام قرار دینے کی حکمت ظاہر ہے کہ:

جو شخص بے ہودہ گانوں کی مجالس، اور عیش وعشرت کے مراکز، اور کھیل کود کی جگہوں، اور ایسے مقامات پر جائے گا جہاں گانے بجانے کا ساز وسامان ہو وہ وہاں جاکر کیا حاصل کرے گا؟

وہ وہاں ایسی فاحشہ عورتیں جنہوں نے زنا وحرامکاری کو اختیار کر رکھا ہے ان کا لچر بے ہودہ وفحش ناچ دیکھے گا۔
وہاں اِدھر اُدھر شراب کے جام کا دور دورہ ہوگا۔
وہاں مدہوش ونشہ میں مست لوگوں کے منہ سے چیخ وپکار وبداخلاقی کی باتیں سنے گا۔
وہاں گندے فحش اور شرم وحیاء سے عاری اور بے شرمی ووقاحت سے بھرپور کلمات سنے گا۔
وہاں نہایت قبیح منظر، اور آزادی پسند مردوں عورتوں کا گندہ اختلاط ومیل جول دیکھے گا جہاں بے راہ روی و بے حیائی اور رقص وسرود کا بازار گرم ہوگا اور عزت وشرف کا دامن تار تار ہو رہا ہوگا۔
خلاصہ یہ ہے کہ وہ آزادی واباحیت وبے راہ روی کو اس کے نہایت گندے لباس اور برے مظہر وروپ میں پائے گا۔

بقول ہمارے استاذ حامد کے یہ مستعمرین کی سازش اور منصوبہ ہے وہ جن قوموں پر غلبہ حاصل کرتے ہیں انہیں فحش گندے گانوں، نہایت فحش مناظر، ڈراموں، شراب وکباب اور عورتوں کے سیلاب میں غرق کر دیتے ہیں تاکہ نہ انہیں اپنی ذمہ داری وفرائض کا احساس ہو اور نہ کسی اچھے کام کے قابل رہیں نہ کسی بھلائی ونیکی کی طرف دعوت دے سکیں۔
یہ بات سب کو معلوم ہے کہ گذشتہ صدیوں میں مسلمان عزت ومجد کی بلندی اور طاقت وقوت کی چوٹی پر اس لیے پہنچے اور مشرق ومغرب کے اکثر ممالک کے مالک وحاکم صرف اس لیے بنے کہ انہوں نے ان بے ہودگی و بے حیائی کی چیزوں کو اپنے سے دور پھینک دیا تھا جنہیں اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا ہے، وہ اس منصب پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے ربانی وخدائی نظام کو قانون وشریعت سمجھا، اس پر عمل کیا اور اس کی عملی تطبیق دی، اور وہ اس مقام پر اس لیے فائز ہوئے کہ انہوں نے وہ حقیقت پسندانہ طرزِ عمل اختیار کیا جو مردوں جوانوں اور چھوٹوں بڑوں سب کی خصوصیت بن گیا تھا، وہ اس عالی ترین مقام پر اس لیے فائز ہوئے کہ انہوں نے موت سے ایسی محبت کی جیسی محبت ان کے دشمن زندگی سے کرتے تھے اور وہ وہاں تک اس لیے پہنچے کہ پوری قوم نے اسلام کی ذمہ داریوں اور فرائض کو محسوس کرلیا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ اس امت کے اخیر کے لوگوں کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے ان کے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

اس لیے اے مربیانِ کرام! اگر آپ لوگ اپنی قوم اور مسلمانوں کے لیے مدد ونصرت اور اپنے ملک کے لیے علم وترقی چاہتے ہیں تو آپ کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ آپ اپنے بچوں میں حقیقت پسندی، خدائی نظام کی پیروی، اور مسئولیت کے احساس اور اللہ کے راستے میں شہادت کی محبت پیدا کیجیے تاکہ آپ اپنی قوم وامت کے لیے عظمت وعزت، بقاء اور وقار دوبارہ واپس لوٹا سکیں، اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

SSSSSSSSSSSSSSSSSS

۳۔ سینما تھیٹر اور ٹیلی ویژن کا دیکھنا

کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں " اخلاقی تربیت کی ذمہ داری " کی فصل میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اطلاعات و نشریات کے جدید وسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر اور سینما وغیرہ اس زمانے کے وہ ترقی یافتہ آلاتِ جدیدہ ہیں جہاں تک انسانی عقل کی رسائی ہو سکی ہے، بلکہ یہ بیسویں صدی کی مادی ترقی کی سب سے بڑی پیداوار ہیں، یہ چیزیں درحقیقت دو دھاری ہتھیار ہیں جو اچھائی و خیر اور برائی و شر دونوں کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان ایجادات کو اگر خیر و بھلائی اور علم کی نشر و اشاعت، اور اسلامی عقیدہ کی پختگی، اور اچھے اخلاق جاگزین کرنے، اور موجودہ معاشرے کو اپنے اکابرین و تاریخ کے ساتھ مربوط کرنے اور امت کی ان چیزوں کی طرف رہنمائی کے لیے استعمال کیا جائے جو اس کے دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہوں تو پھر اس میں کوئی بھی دو آدمی اختلاف نہیں کریں گے کہ ان کا رکھنا ان کا استعمال کرنا اور دیکھنا جائز ہے[۱]، لیکن اگر ان چیزوں کو فساد و انحراف کے راسخ کرنے، اور آزادی و بداخلاقی و بے راہ روی کے پھیلانے، اور موجودہ معاشرے کو اسلامی راستہ کے بجائے کسی اور راستے کی طرف چلانے کے لیے استعمال کیا جائے تو پھر کسی بھی عقل و ہوش کے مالک ایسے منصف شخص کو جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو ان کے استعمال کے حرام ہونے، ان کے رکھنے کے گناہ ہونے، اور سننے کو باعثِ مؤاخذہ ہونے میں ذرا بھی شک نہ ہوگا۔

ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر ہم ٹیلیویژن کے ان پروگراموں کا جائزہ لیں جو ہمارے یہاں عام طور سے دکھائے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے اکثر پروگرام عزت و شرافت کا جنازہ نکالنے والے، اور بے ہودگی و آوارگی و زناکاری کی طرف دعوت دینے والے، اور اباحیت و بے راہ روی اور معاشرتی خرابیوں کی طرف دھکیلنے والے ہیں، اور ٹیلیویژن پر ایسے پروگرام بہت ہی کم دکھائے جاتے ہیں جن کا مقصد علم ہو، اور جو اچھائی و خیر کی طرف متوجہ کرنے والے ہوں، اور قوم کو دین و دنیا کے لحاظ سے فائدہ پہنچانے والے ہوں۔

تمام بحث کے بعد ہم نے یہ نتیجہ نکالا اور حکم بتلایا تھا کہ ٹیلیویژن کا رکھنا، اس کا دیکھنا، اس کے موجودہ پروگراموں کا دیکھنا قطعاً حرام و ناجائز اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

ٹیلیویژن کے ساتھ حرمت و گناہ ہونے میں سینما گھروں تھیٹروں اور رات کے فحش پروگراموں اور بے حیائی و فسق و فجور کی جگہوں میں جانا بھی شامل ہے جس کی دلیلیں درج ذیل ہیں[۲]:

۱۔ اسلامی شریعت کے مقاصد میں سے عزت و آبرو اور نسب کی حفاظت بھی ہے، اور اس اعتبار سے کہ ان فلموں

---

[۱] علماء کے یہاں احادیث کے مطابق تصویریں بنانا ان کا دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔

[۲] کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی کی " اخلاقی تربیت کی ذمہ داری " کی فصل میں ہم ٹیلیویژن کی حرمت پر دلالت (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ڈراموں، اور کھیل کود کے مراکز میں جو چیزیں عام طور سے دکھائی جاتی ہیں ان کا مقصد عزت وشرف اور کرامت کا ختم کرنا او آبرو اور نسب کی دھجیاں بکھیرنا ہوتا ہے اس لیے وہاں جانا، ان جگہوں کا قصد کرنا، اور وہاں جو کچھ دکھایا جاتا ہے اس کا دیکھنا یہ سب ناجائز وحرام اور گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ اور ان کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔

۲- امام مالک، ابن ماجہ و دارقطنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ضرر ونقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ، اور چونکہ موجودہ دور کی فلمیں، اور رات کے ڈرامے و پروگرام ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں جو بے راہ روی، اخلاق باختگی اور آزادی کا سبب بنتی ہیں، اور یہ معاشرہ میں جنسی انارکی اور شہوانی خیالات کے ابھارنے وبھڑکانے کا موجب ہیں، اور زنا وحرامکاری وبے ہودگی کی طرف لے جاتی ہیں، اس لیے مسلمانوں کے لیے ان جگہوں کا قصد کرنا اور جو کچھ وہاں پیش کیا جاتا ہے اس کا مشاہدہ کرنا قطعاً حرام ہے، تاکہ افراد ومعاشرے کے اخلاق محفوظ رہ سکیں اور فساد و بے راہ روی وآزادی کی بیخ کنی ہو، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر عمل ہو کہ ((لاضرر ولاضرار)) نہ ضرر پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔

۳- یہ ایک ظاہری سی بات ہے کہ سینماؤں، تھیٹروں اور تفریح کے ان مراکز میں جو کچھ بھی دکھایا جاتا ہے اس کے ساتھ گانے بجانے کے آلات اور فحش قسم کے بے ہودہ گانے اور نیم عریاں فحش رقص وڈانس ضرور ہوتا ہے، اور چونکہ یہ تمام چیزیں حرام ہیں (جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اس لیے ان جگہوں کی طرف جانا، اور وہاں جو حرام وناجائز کھیل کود ہوتا ہے اس کو دیکھنا یہ ناجائز تفریح میں داخل ہے، بلکہ یہ سب سے بڑا گناہ اور قطعاً حرام وناجائز ہے۔

ٹیلیویژن اور سینما وتھیٹر پر کلام وگفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر اس مربی کے سامنے مندرجہ ذیل حقیقت کھول کر بیان کر دوں جو اللہ تعالیٰ واس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو کہ:

یہود کے منصوبوں میں یہ منصوبہ وسازش بھی داخل ہے کہ غیر یہودی انسانی معاشروں اور قوموں میں اخلاق کی دھجیاں بکھیر دی جائیں، چنانچہ ان کے پروٹوکول میں لکھا ہے کہ:

"ہمیں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کر دیں، تاکہ ہم بسہولت ان پر غلبہ حاصل کر سکیں "فرائڈ" ہم میں سے ہے اور وہ دن دہاڑے کھلے عام جنسی تعلقات کے نمونے پیش کرتا رہے گا تاکہ نوجوانوں کی نظر میں کوئی چیز مقدس باقی نہ رہے، اور ان کا مقصد اصلی ہی جنسی جذبات اور خواہشات کا پورا کرنا بن جائے، اور جب وہ اس کو اپنا مقصود بنالیں گے تو پھر ان کی اخلاقی حالت ختم اور تہس نہس ہو جائے گی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) کرنے والی دلیلیں ذکر کر چکے ہیں، اور ہم وہی ادلہ کچھ تصرف کے ساتھ بھی پیش کر رہے ہیں اس لیے کہ ٹیلیویژن اور سینما و تھیٹر آپس میں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

ان کی نظروں میں اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ نشر واشاعت ریڈیو وٹیلیویژن، اور سینما وتھیٹر، اور یومیہ کے نشریاتی پروگراموں اور ہر اس خائن ایجنٹ اور کرایے کے صحافی سے کام لیا جائے جو ان کے منصوبہ میں ان کا ہاتھ بٹائے، یہودی اپنی مکاری وعیاری سے اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے کہ قوموں کو ثقافت، کھیل کود، اور فنون کے نام پر بے حیائی وبے راہ روی اور اخلاق باختگی کے مراکز کے ذریعے سے تباہ وبرباد کر دیں، ملاحظہ فرمائیے یہ لوگ تیرھویں پروٹوکول میں کیا لکھتے ہیں:

غیر یہودی قوموں اور عوام کو ہمارے خلاف کسی نئی راہ اختیار کرنے سے روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کو مختلف قسم کے کھیل کود اور لہو ولعب وغیرہ میں مصروف کر دیں، اور بہت جلد ہی ہم اخبارات میں لوگوں کو مختلف قسم کے پروگراموں اور منصوبوں میں مقابلہ کی دعوت دیں گے، جن میں ریاضت ودیگر مختلف قسم کے فنون شامل ہوں گے، سیر کا یہ جدید قسم کا سامان عوام کے ذہن کو یقینی طور سے ان مسائل سے غافل کر دے گا جن میں ہمارا ان سے اختلاف ہے، اور پھر جب آہستہ آہستہ عوام اپنے طور پر غور وفکر کی نعمت سے محروم ہو جائیں گے تو پھر سب کے سب ہمارے ساتھ صرف اس وجہ سے ایک آواز ہوں گے کہ معاشرے میں صرف ہم ہی وہ منفرد افراد ہوں گے جو نئی سوچ بچار کی راہیں کھولنے کے اہل ہوں گے، اور یہ نئے خطوط ہم صرف اپنے ہی مسخر کردہ وسائل کے ذریعے پیش کریں گے، اور ایسے افراد کے ذریعے پیش کریں گے جن کے ہمارا حلیف وساتھی ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہوگا، آزادی پسند مثالی لوگوں کا دور اس وقت ختم ہو جائے گا جب ہماری حکومت کو تسلیم کر لیا جائے گا، اور یہ لوگ وقت پڑنے پر ہمارے لیے نہایت قابلِ قدر خدمات انجام دیں گے۔

مربی محترم! کیا آپ نے محسوس کر لیا کہ یہود اپنے پروٹوکول میں کیا کیا منصوبے بنائے بیٹھیں ہیں؟

کیا یہ لوگ لوگوں کی عقلوں کو مسخ کرنے اور اخلاق کو بگاڑنے کے دن ورات درپے نہیں ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی متوقع حکومت قائم کر سکیں جس کا ان کو انتظار ہے؟

کیا ان کے منصوبوں میں سے یہ نہیں ہے کہ لوگ کھیل کود اور جنس وشہوات اور عیاشی میں مست ہو کر عقلِ سلیم اور غور وفکر اور مفید کارناموں اور وطن کے لیے اخلاص سے کام کرنے سے عاری ہو جائیں؟

مربی محترم! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ جو نوجوان مرد وعورتیں زناکاری، الحاد، بے حیائی وآزادی، شہوات، گندی فلموں، اور رات کو برپا ہونے والی گندی محفلوں اور پروگراموں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ چاہے سمجھیں یا نہ سمجھیں درحقیقت وہ یہود کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں؟

مربی محترم! جب آپ یہ سمجھ گئے ہیں تو پھر آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنے بچوں کو ان وبائی مقامات اور فتنے کی جگہوں سے دور رکھیں چاہے وہ سینما ہو یا تھیٹر، یا دوسرے کھیل کود کے مراکز، اس لیے کہ اپنی اس

موجودہ شکل میں یہ سب کے سب عقیدہ و اخلاق کو بگاڑنے والے ہیں، بلکہ جیسا آپ نے ابھی پڑھا یہ ان سازشوں و منصوبوں کا جز ہیں جو یہود نے مسلمان افراد اور مسلمان خاندانوں اور مسلمان معاشرے کو خراب کرنے کے لیے تیار کیے ہیں، اس لیے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے اس میں سمجھداروں کے لیے عبرت کا کافی ووافی سامان ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اگر سینما یا تھیٹر وغیرہ میں ایسے پروگرام پیش کیے جائیں جو قوم کے لیے دینی، اخلاقی اور تاریخی لحاظ سے مفید و نافع ہوں تو پھر وہاں جانے میں کیا قباحت ہے؟

یہ اعتراض مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مردود و ناقابل قبول ہے:

۱۔ ان پروگراموں میں مرد و زن کا باہمی اختلاط ہوتا ہے جو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ ان پروگراموں میں تاریخی فلموں یا تاریخی ڈراموں میں فتنہ انگیز عریاں عورتیں سامنے آتی ہیں، یا ان میں زمانۂ جاہلیت کے بے ہودہ ڈانس اور فحش گانوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ اور اسلام نے ہر ایسی چیز کی طرف دیکھنے کو حرام قرار دیا ہے جو جنسی جذبات کو ابھارے اور فتنہ سامانی پیدا کرے۔

۳۔ سینما و تھیٹروں میں عام طور سے ایسے مناظر ہی پیش کیے جاتے ہیں جو گندے، بے ہودہ، فحش اور اخلاق باختہ ہوتے ہیں، اسی لیے یہ مراکز بے راہ روی کی علامت، اور فساد کا عنوان بن گئے ہیں، اور مسلمان کے لیے یہ قطعاً ناجائز ہے کہ وہ مشتبہ جگہوں کا قصد کرے اور تہمت کی جگہ جائے، اس لیے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔

۴۔ یہ مراکز انسان کو اپنی طرف بار بار آنے پر مجبور کر دیتے ہیں، شروع میں پہلی مرتبہ وہاں جاتے ہوئے انسان میں اسلامی حیاء سامنے آجاتی ہے، اور صبر تو درحقیقت وہی ہے جو پہلے صدمہ کے وقت کیا جائے، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ جانے میں نہ کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ مانع اور پھر تدریجاً شرم و حیاء ختم ہو جاتی ہے، اور پھر عام طور سے یہ شذوذ و انحراف اور بڑی خرابی تک پہنچا دیتا ہے۔

ہاں اگر کوئی قابلِ اعتماد ایسی دینی جماعت موجود ہو جو کچھ مراکز اور سینماؤں کو مستقل علمی و معاشرتی فلموں اور تاریخی ورہنما ڈراموں کے لیے مخصوص کر دے اور وہاں کسی قسم کی برائی، خرابی، فتنہ سامانی، اور حرام و ممنوع چیز نہ ہو تو پھر مسلمان نوجوانوں کے لیے فائدہ و استفادہ کی خاطر ایسے اہم قیمتی موضوعات پر مشتمل پروگراموں سے فائدہ اٹھانا درست ہو جائے گا[1] لیکن اس کے علاوہ کسی صورت میں ان جگہوں پر جانا بہت بڑا گناہ اور اسلام کی نظر میں سخت حرام ہے۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نفع بخش امور اور مفید پروگراموں مثلاً قرآنِ کریم کی تلاوت، خبریں اور علم و اصلاح

---

[1] جیسا ہم نے پہلے ذکر کیا ان چیزوں کا دیکھنا ممنوع ہے یہ مؤلف کی اپنی رائے ہے۔

سے متعلق پروگراموں کے لیے ٹیلیویژن استعمال کرنے میں کیا حرج ہے، خصوصاً جبکہ اس میں دوسرے گندے وفحش مناظر نہ دیکھے جائیں؟

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دعویٰ کا حقیقت اور واقع سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بالکل مشاہدی بات ہے کہ جو شخص بھی ٹیلیویژن رکھتا ہے وہ جب تک الف سے لے کر یا تک رات کے سارے پروگرام نہ دیکھ لے اس وقت تک بس نہیں کرتا، اس لیے کہ شیطان۔ اللہ اس کو رسوا کرے۔ انسان کی گھات میں بیٹھا رہتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال پیدا کرتا اور اس کو یہ سمجھاتا ہے۔ کہ اس پروگرام یا اس گانے یا اس خبر کے بعد اب مفید پروگرام آنے والا ہے، اور یوں کرتے کرتے ان پروگراموں کا پورا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ شخص اپنے اوپر پورا کنٹرول رکھتا ہے، اور اس میں زبردست قوتِ ارادی ہے، اور وہ ایسی قوی شخصیت کا مالک ہے جو اسے ان پروگراموں میں سے مفید ونفع بخش پروگراموں کے منتخب کرنے کی قوت بہم پہنچائے گی، لیکن کیا اس بات کی کوئی ضمانت اور گارنٹی ہے کہ جب وہ گھر میں موجود نہ ہوگا تو اس وقت بھی اس کے بیوی بچے اس پابندی کو ملحوظِ خاطر رکھیں گے؟ اس کا یقینی جواب نفی میں ہوگا۔ پھر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کسی پروگرام کے خراب ہونے کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔ ظاہر ہے اس کے دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکے گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس صحیح واچھے پروگراموں کے انتخاب کے لیے اس کی بیٹیوں گھر والوں اور اس کے خاندان کے افراد نے اس کے سامنے اس فحش پروگرام کو دیکھ لیا، لیکن کیا اس کی گارنٹی اور کوئی ضمانت ہے کہ جب وہ ٹیلیویژن بیوی بچوں کے پاس چھوڑ کر جائے گا تو اس کی غیر موجودگی میں یہ لوگ اس وقت بھی اسی اصول پر کار پابند رہیں گے؟ اس کا لازمی جواب نفی میں ہوگا۔

پھر جب اس پروگرام پر گندے اور خراب ہونے کا حکم اس کے دیکھنے کے بعد لگایا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس خاندان نے یہ گندہ وفحش پروگرام بلا روک ٹوک دیکھ لیا، اور شیطان نے منکر وخرابی کے اچھا بنا کر پیش کرنے اور باطل کو آراستہ کر کے پورا پروگرام دکھانے کے لیے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی غیرت مند باپ ان پروگراموں میں ایسے مناظر دیکھتا ہے جو ادب وحیاء کے خلاف ہوتے ہیں، اور بے راہ روی واخلاق باختگی پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کی وجہ سے وہ ٹیلیویژن بند کرنا چاہتا ہے تو اسے کبھی اس کی بیوی اور کبھی بچے یا کوئی دوسرا عزیز اس سے روک دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خاندان کے افراد میں آپس میں رسہ کشی اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، اور پھر اس لڑائی جھگڑے کے نفسیاتی ومعاشرتی جو اثرات پڑتے ہیں وہ ہم شمار نہیں کر سکتے، اور اس کے جو نہایت خطرناک نتائج نکلتے ہیں وہ بھی ناقابل بیان ہیں؟ کتنے ہی گھرانوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور کتنے ہی گھروں میں ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے بچوں میں طرح طرح کی خرابیاں اور خاندان کے افراد میں عجیب امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ٹیلیویژن کے پروگراموں میں سے مفید و نافع کے انتخاب کا قصد و ارادہ کرنا تقریباً ناممکن سا ہے، بلکہ حقیقت میں اس کا متحقق ہونا ناممکن ہے، اور اپنے دین و عزت کی حفاظت کرنا مسلمان پر فرض ہے، اسی طرح اپنے خاندان کی تربیت بھی فرض ہے، اور یہ فرض جب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ گھر و خاندان کی فضاء سے خطرہ کو دور رکھا جائے، اور آپ خود ہی بتلائیے کہ عزت و آبرو اور اخلاق و شرف کے لیے ٹیلیویژن کے موجودہ پروگراموں سے بڑھ کر اور کیا چیز خطرناک ہو سکتی ہے؟

ایک بات رہ گئی ہے جس پر متنبہ کرنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

اور وہ یہ کہ بعض والدین اپنے بچوں کے لیے ٹیلیویژن اس لیے خریدتے ہیں تاکہ انہیں سینما تھیٹر وغیرہ کھیل کود و بے حیائی کے مقامات سے روک سکیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ دلیل نہایت بودھی اور ان کا یہ دعویٰ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے باطل و غلط ہے:

۱۔ کسی برائی کو اس طرح ختم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی جگہ کسی اور برائی کو جگہ دے دی جائے۔

۲۔ ٹیلیویژن رکھنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اس منکر و خرابی سے کہیں زیادہ ہے جو ان کھیل کود و بے حیائی کے مقامات پر جانے سے وجود میں آتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلیویژن کا فساد روزانہ اور دائمی جاری رہتا ہے جس کو چھوٹے بڑے، اچھے اور برے، مرد و عورت سب دیکھتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف کھیل کود و فحاشی کے مقامات کی برائیاں وقتی اور موسمی ہوتی ہیں جو بے راہ رو لڑکوں اور بداخلاق و ناپسندیدہ مردوں تک ہی محدود رہتی ہیں۔

۳۔ ٹیلیویژن رکھنے کی وجہ سے بہت سی بڑی بڑی معاشرتی تباہیاں اور ایسی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام بہت برا ہوتا ہے، جس کا سبب خاندان کے افراد کا پروگرام دیکھنے کے لیے دیر تک جاگنا، اور پڑوسیوں دوستوں مردوں عورتوں کا مستقل اجتماع و اختلاط ایک ایسا المیہ ہے جس کی وجہ سے بہت سی عزتیں لوٹی گئیں، اور خون خرابے ہوئے، اور بہت سی لڑائیوں اور جھگڑوں کی داغ بیل پڑی، جس کا اصل سبب ٹیلیویژن کی لعنت اور باہمی اختلاط ہی ہے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے بعد ان لوگوں کے پاس اور کوئی حجت و دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ گھر میں ٹیلیویژن کا موجود ہونا بچوں کو برائی سے روکتا اور مفاسد سے باز رکھتا ہے۔

یہ اس سب کے علاوہ ہے جو ٹیلیویژن کے صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں، مثلاً نگاہ کا کمزور ہونا، اور دوسرے نفسیاتی نقصانات مثلاً کسی حسین و جمیل ایکٹرس کو دیکھ کر اس پر دل کا آ جانا، اور عقل و افکار کا اس میں الجھ کر رہ جانا۔

اور تعلیمی نقصان مثلاً بچوں کا مدرسہ کے کام کاج سے رہ جانا اور اس میں دل نہ لگنا۔
اور فکری نقصانات مثلاً حافظہ کا کمزور ہونا، اور فہم وسمجھ اور غور وفکر کے ملکہ کا ضعیف ہونا۔
اور اقتصادی نقصانات مثلاً اس کے خریدنے کے لیے مال برباد کرنا جبکہ افرادِ خانہ کو اس سے بھی زیادہ ضروری اشیاء درکار ہوں[۱]

۴۔ قمار بازی وجوا

اسلام کی نظر میں حرام کھیل کود میں جوے کی تمام اقسام وانواع اور مختلف شکلیں بھی داخل ہیں، جوے سے مراد ہر وہ کھیل ہے جو دو فریقوں کے درمیان ہو اور اس میں ایک فریق نقصان میں جائے اور دوسرا فریق خوش قسمتی یا اتفاق سے نفع اٹھائے۔

اس کے حرام ہونے کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا درجِ ذیل فرمانِ مبارک ہے:

((یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ)) المائدہ - ۹۰ - ۹۱

اے ایمان والو یہ جو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ہیں یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں دشمنی اور بیر ڈالے بذریعہ شراب اور جوے کے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روکے سو اب بھی تم باز آؤ گے۔

اس کے حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ:

- جوا انسان کو اس بات کا عادی بنا دیتا ہے کہ انسان کمائی میں نصیب واتفاق اور خالی وفارغ امیدوں وآرزؤں پر اعتماد وبھروسہ کرے، عملی جدوجہد اور حقیقی محنت اور کمائی کے لیے پسینہ بہانے اور جائز ومشروع اسباب اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔
- جوا خوش وخرم اور آباد گھروں کو تباہ وبرباد کرنے اور بھری ہوئی جیبوں کو خالی کرنے اور مالدار خاندانوں کو محتاج وفقیر بنانے اور باعزت نفوس کو ذلیل کرنے کا سامان ہے، ہم نے کتنی ہی ایسی نفوس کے بارے میں سنا ہے جو عزت کے بعد ذلیل ہوئیں اور کتنے ہی خاندانوں کے بارے میں سنا ہے جو دولت کے بعد فقیر وغریب بن گئے۔
- جوا وقمار دونوں اپنے کھیلنے والوں کے درمیان بغض وعداوت پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے

---

[۱] مؤلف نے اپنی کتاب "حکم الاسلام فی وسائل الاعلام" میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کر لیجیے، وہاں آپ کو ٹیلیویژن سینما وتھیٹر وغیرہ کے بارے میں اسلام نے جو حکم دیا ہے اس سے متعلق کافی شافی بحث مل جائے گی۔

سے ہضم کر لیتے ہیں اور بغیر حق کے دوسرے کے مال پر قابض ہو جاتے ہیں۔

❁ جوا اللہ کے ذکر و نماز سے روک دیتا ہے اور اپنے کھیلنے والوں کو بدترین اخلاق اور قبیح عادات واطوار کی جانب ڈھکیل دیتا ہے، امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو نرد سے کھیل رہے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا: غافل دل ہیں جن کے ہاتھ مشغول ہیں اور زبانیں لغو میں مصروف ہیں، یعنی ایسی باتیں کر رہے ہیں جو لغو وجھوٹ ہیں۔

❁ جوا وقمار ایسا بدترین گناہ ہے جو وقت اور محنت کو ہضم کر جاتا ہے، اور سستی وگمنامی کا عادی بناتا ہے، اور لوگوں کو کام کاج اور محنت سے روک دیتا ہے۔

❁ جوا جوے باز کو جرم پر مجبور کرتا ہے۔ اس لیے کہ جو فریق قلاش وفقیر ہو جاتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ جس طریقے سے بھی ہو مال کو حاصل کر لے خواہ اس کے لیے چوری کرنا پڑے یا ڈاکہ ڈالنا پڑے یا رشوت دینا پڑے یا کسی کا مال چھیننا پڑے۔

❁ جوا قلق و بے چینی پیدا کرتا ہے اور بہت سے امراض و بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے، اور اعصاب کو کمزور کرتا، اور حقد وحسد پیدا کرتا ہے اور عام طور سے جرم یا خودکشی یا دیوانہ پن یا لاعلاج بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔

بقول استاذ قرضاوی کے جو شخص ان لوگوں کے بقول " سبز دستر خوان " کا عادی بن جائے تو اس سے یہ بھی مستبعد نہیں کہ وہ اس کی وجہ سے اپنے دین، عزت وآبرو، اور وطن تک کو بیچ ڈالے، تاکہ مال وجنس کے سلسلہ میں اسکی خواہشات پوری ہو سکیں۔

حرام وناجائز قمار وجوے کے اقسام وانواع میں سے:

❁ انعامی بونڈ کا خریدنا بھی ہے، اس لیے کہ اس قسم کے انعامی ٹکٹ قسمت واتفاق پر مبنی ہوتے ہیں، اور یہ بھی حرام و ناجائز جوئے کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، جس میں قطعاً نرمی نہیں برتنا چاہیے اور نہ اس میں کسی قسم کا تساہل کرنا چاہیے خواہ یہ انعامی ٹکٹ کسی فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی جماعت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہوں؛ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو جوا رائج تھا اس کا مقصد بھی کسی کے ساتھ بھلائی یا کوئی اچھا مقصد ہی ہوا کرتا تھا، اس میں نفع حاصل کرنے والا اپنے لیے کچھ نہ لیا کرتا تھا، وہ بھی بہت بڑی حد تک ان انعامی ٹکٹوں کے مشابہ تھا جو آج کل فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں جاری کیا کرتی ہیں۔

اسلام اس قاعدے کو کہ "مقاصد وسائل کے جائز ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں" (یعنی اگر مقصد نیک ہو تو اس کے حاصل کرنے کے لیے جو ذریعہ بھی اختیار کیا جائے وہ درست ہے) ان خطرناک اصولوں میں شمار کرتا ہے جنہیں یہودی اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے رواج دیتے ہیں، اسلام کسی اچھی غرض وغایت کو حاصل کرنے کے لیے جس چیز کو مبدأ و بنیاد بناتا ہے وہ ہے شریفانہ وسائل کا اختیار کرنا، چنانچہ کسی بھی انسانی فلاحی کام کے لیے مثلاً اللہ کچھ دینے کو اسلام

اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ اس تک پہنچانے والے وسائل واسباب صاف ستھرے ومہذب وشریفانہ نہ ہوں، لیکن حرام وناجائز جوئے یا ڈاکہ وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل کردہ مال کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا، اور بھلا ایسا پیسہ دینے کی کیا قیمت ومنزلت ہوگی جس کے وسائل خیر کے جذبہ اور رحم واحسان اور حسنِ سلوک کے جذبات سے عاری ہوں؟

اور ایسے خرچ کرنے کی کیا حیثیت ہے جو خالص ایمان کے جذبہ اور اسلام کے شیریں منبع سے متاثر نہ ہو؟

اس لیے ہمیں اپنے بچوں کو اخلاص سے خرچ کرنے اور جائز وحلال طریقے پر پیسہ صرف کرنے کا عادی بنانا چاہیے تاکہ وہ خود بخود خیر کے کاموں میں حصہ لیں اور اللہ رب العالمین کے دربار میں اجر وثواب کے مستحق بنیں۔

❁ ناجائز قمار وجوے میں شرط لگا کر کھیلنا بھی داخل ہے، خواہ یہ شرط لگانا فٹبال کے کھیل میں ہو یا کبوتر بازی یا شطرنج وغیرہ کھیلوں میں۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے شرط لگائے، یا ایک فریق دوسرے پر کچھ مال مقرر کردے خواہ اسے نقصان ہو یا فائدہ، تو یہ بھی جوا بن جائے گا، اس لیے کہ اس میں ایک فریق کو فائدہ ہوگا اور دوسرے کو نقصان ــــ اور ایک دوسرے کا ناحق مال کھا جائے گا۔

اس شرط بازی سے وہ کھیل مستثنیٰ ہیں جو جنگی تیاری اور جہاد کے سلسلہ میں ہوں، مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی ریس لگانا، یا تیر اندازی یا نشانہ بازی وغیرہ اس طرح کی اور وہ چیزیں جو جدید جنگی سازوسامان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے کہ اصحاب سنن وامام احمد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمانِ مبارک روایت کرتے ہیں کہ:

((لا سبق إلا في خف أو حافر أو نصل)). مقابلہ جائز نہیں ہے سوائے اونٹوں گھوڑوں کی ریس اور تیر اندازی کے۔

لیکن اس مقابلہ میں بھی یہ شرط ہے کہ جو انعام مقرر کیا جارہا ہے وہ دونوں فریقین کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہو یا ان میں سے صرف کسی ایک کی جانب سے ہو۔

لیکن اگر دونوں مدِمقابل اس طرح اپنی اپنی طرف سے انعام مقرر کریں کہ ان دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے گا وہ دونوں انعام کا مستحق ہوگا تو یہ ناجائز اور جوا بن جائے گا، اور اس قسم کی گھڑدوڑ جو شرطیہ اور جوے کے لیے لگائی جاتی ہے اسے شیطان کے گھوڑے سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر کھیلنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کی جانب سے انعام مقرر ہو مثلاً حکومت یا وزارت یا مدرسہ والوں کی طرف سے، تو ایسی صورت میں انعام دینا ولینا دونوں شرعاً جائز ہیں۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں قمار وجوا نہیں پایا جاتا، اور اس کا مقصد ہمت افزائی کرنا ہوتا ہے، یہ ہمت افزائی خواہ جنگی تیاری کے سلسلہ کی ہو مثلاً تیر اندازی وغیرہ، یا جسمانی

ورزش اور اس میں جیتنے سے متعلق ہو مثلاً کشتی یا فٹبال وغیرہ اور اس کے جائز ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرایا اور جیتنے والے کو انعام دیا۔

شریعتِ اسلامیہ نے جس طرح کھیل کود کی مختلف انواع واقسام کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ روحانیتِ نفس اور اخلاق ومعاشرے پر ان کے برے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ابناءِ اسلام کی دلجوئی اور ان میں اپنے فرائض و واجبات کے ادا کرنے کے لیے مستعد رہنے کے لیے بہت سے مباح کھیلوں کے دروازے بھی کھول دیے ہیں تاکہ وہ چاق وچوبند بھی رہیں اور طاقتور ومستعد بھی، اور ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل کی مشق بھی ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس طرح جسم تھک جاتا ہے اس طرح دل بھی تنگ ہو جاتے ہیں اس لیے ان میں نشاط پیدا کرنے کے لیے حکمت ودانائی کی دلچسپ باتیں تلاش کرو۔

نیز وہ فرماتے ہیں: وقفہ وقفہ سے دلوں کو راحت پہنچاتے رہا کرو اس لیے کہ اگر دل پر اکراہ وجبر کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

اور امام بخاری اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل لگی میں ایک دوسرے کو خربوزہ بھی دے مارا کرتے تھے لیکن جب کام کا وقت آتا تو وہ زبردست آدمی بن جاتے تھے۔

اس لیے مسلمان کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ کھیلے کودے دل لگی کرے اور دل خوش کرے بشرطیکہ اس کو اپنی عادت ومزاج نہ بنا لے، اور صبح وشام اپنا تمام وقت اس میں صرف نہ کرے، اور حقیقت وواقعیت کے بجائے کھیل کود میں مست نہ رہے، اور کام کاج کے وقت کو عبث اور لغو وباطل میں نہ گزارے۔

اور کسی نے کتنی شاندار بات کہی ہے کہ مباح کھیل کود کو وقت کا اتنا حصہ ہی دو جتنا حصہ کھانے میں نمک کو دیا جاتا ہے۔

کھیل کود کی وہ اقسام وانواع جنہیں اسلام نے جائز قرار دیا ہے[۱]:

الف - بھاگنے دوڑنے میں مقابلہ

جائز کھیل کی اقسام میں سے دوڑنا بھی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دوڑنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

[۱] یہ حصہ استاذ یوسف قرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام" (ص - ۲۱۱) سے کچھ تصرف کے ساتھ لیا گیا ہے۔

کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ ان کو خوش کرنے اور صحابہ کو تعلیم دینے کے لیے کیا کرتے تھے۔

امام احمد و ابو داؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں ان سے جیت گئی، پھر کچھ زمانے کے بعد جب میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ نے پھر میرے ساتھ دوڑ لگائی اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جیت اس کا بدلہ ہو گئی یعنی پہلے تم جیتی تھیں اور اب میں جیت گیا۔

ب۔ کُشتی

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کئی مرتبہ پچھاڑ دیا۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (جو بہت طاقتور تھے) کشتی کی، انہوں نے کہا کہ اگر آپ جیت گئے تو میں بکری دوں گا ورنہ آپ دیں[1] چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پچھاڑ دیا تو انہوں نے کہا کہ دوبارہ لڑیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پھر زیر کر دیا، انہوں نے پھر کہا کہ پھر سے لڑیں، تو پھر تیسری مرتبہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پچھاڑ دیا، تو رکانہ نے کہا: اب میں اپنے گھر والوں سے جا کر کیا کہوں گا؟ کہوں گا کہ ایک بکری کو تو بھیڑیا کھا گیا اور دوسری بھاگ گئی لیکن تیسری کے بارے میں کیا کہوں گا؟! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم یہ نہیں کر سکتے کہ تمہیں پچھاڑ بھی دیں اور تم پر تاوان و ڈنڈ بھی آجائے اس لیے تم اپنی بکریاں لے لو۔

ج۔ تیر اندازی

جائز کھیلوں کی اقسام میں سے ایک قسم نیزہ بازی اور تیر اندازی بھی ہے۔ اور اس سے قبل ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ان حلقوں میں سے گزرتے تھے جو تیر اندازی کرتے ہوتے تھے تو آپ ان کی ہمت افزائی فرماتے اور ان سے یہ ارشاد فرماتے تھے کہ تم سب تیر اندازی کرتے رہو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

البتہ اس قسم کے کھیل کھیلنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ چوپایوں یا پالتو جانوروں کو تیر اندازی یا اس کی مشق کے لیے نشانہ بنائیں جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے۔

امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی میں چوپایوں پر نشانہ بازی کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جاندار چیز کو نشانہ بازی کا ذریعہ بنائے۔

اور ابو داؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔

---

[1] یہ واقعہ لازمی طور سے جوے کے حرام ہونے سے قبل کا ہے، اور اس موقعہ پر بھی آپ نے دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کی بکریاں نہیں کو واپس لوٹا دیں اور خود نہ لیں گویا کہ جوے کی حرمت کے لیے پہلے ہی سے ایک یہ تمہید تھی۔

یعنی ایک دوسرے کو اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ دونوں میں سے ایک مر جائے یا اس کو نقصان پہنچے جیسا کہ اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

ان احادیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ دینِ اسلام نے حیوانوں کے ساتھ کس طرح نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور ان کو سزا دینے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے سے منع کیا ہے۔ بلکہ ہمیں اسلام کے اس حکم کا بھی علم ہے جو اس نے اس مقابلے کے بارے میں دیا ہے جو آج بیلوں کی لڑائی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

د ۔ نیزہ بازی

مباح کھیلوں میں سے نیزہ بازی کا کھیل بھی ہے۔ اور اس سے قبل ہم یہ تبلا چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ حبشہ کو اپنی مبارک مسجد میں نیزہ بازی کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، اور اپنی اہلیہ مطہرہ ۔ حضرت عائشہ کو ان کی اس نیزہ بازی دیکھنے کی بھی اجازت دی تھی۔

یہ نبی کریم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فراخ دلی ہے کہ آپ نے اس جیسے کھیل کی اپنی مبارک مسجد میں اجازت عطا فرمائی، تاکہ وہاں دین و دنیا، اور عبادت و جہاد دونوں کو جمع فرما دیں، اور پھر یہ کہ یہ صرف کھیل ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ورزش و مشق و تیاری بھی ہے۔

ہ ۔ شہسواری

اس سے پہلے ہم ریاضت و ورزش سے ارتباط کی بحث میں اس موضوع پر نہایت کافی روشنی ڈال چکے ہیں، اس لیے اسے ملاحظہ فرمایئے آپ کو تشفی کا پورا سامان وہاں پر مل جائے گا۔

اس کی بنیاد وہ روایت ہے جسے طبرانی سندِ جید کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکرِ خیر نہ ہو وہ کھیل کود اور بھول ہے سوائے چار چیزوں کے: تیر اندازی کے لیے دونوں نشانوں کے درمیان دوڑنا، اور اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا، اور اپنی بیوی سے دل لگی اور تیرنا سیکھنا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں اس کا حکم دو کہ وہ گھوڑے کی پشت پر کود کر سوار ہونا سیکھیں۔

و ۔ شکار

جائز و مباح اور نفع بخش وہ کھیل جنہیں اسلام نے برقرار رکھا ہے ان میں سے دریائی و بری شکار بھی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ	حلال ہوا تمہارے لیے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے اور سب مسافروں کے فائدہ کے واسطے، اور جنگل کا شکار

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا))۔ مائدہ -۹۶ تم پر حرام ہوا جب تک تم احرام میں رہو۔

رہا یہ مسالہ کہ شکار کس چیز سے ہوگا تو اس کی دو قسمیں ہیں:

الف - زخمی کرنے والے آلات جیسے کہ تلوار، تیر اور نیزے جس کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ ہے:

((يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ))۔ مائدہ -۹۴- اے ایمان والو البتہ اللہ تم کو آزمائے گا ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچتے ہیں۔

ب - ایسا زخمی کرنے والا جانور جو سیکھ سکے جیسے کہ کتا و چیتا وغیرہ پھاڑ کھانے والے درندے اور باز، شکرہ وغیرہ پھاڑ کھانے والے پرندے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ))۔ المائدہ -۴ آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کے لیے کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

شکار سے متعلق عمومی احکامات:

۱۔ شکاری کا شکار سے مقصد اس کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہو۔ اس لیے کہ نسائی و ابن حبان اپنی صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چڑیا کو بلا وجہ مار ڈالا تو وہ قیامت کے روز اللہ کے دربار میں شور مچائے گی اور یہ کہے گی: اے رب! فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ مار ڈالا تھا کسی مقصد و فائدہ کی خاطر میرا خون نہیں کیا تھا۔

۲۔ شکاری حج یا عمرے کا احرام نہ باندھے ہوئے ہو[1] اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا))۔ المائدہ -۹۶ اور حرام کیا گیا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔

۳۔ شکار نفوذ کرنے اور زخمی کرنے والے آلے سے ہونا چاہیے، دباؤ اور جھٹکے سے مارنے والی چیزیں نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور عرض کیا کہ میں اس تیر سے شکار کو مارتا ہوں جس میں پر نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا: اگر تم بے پر کے تیر سے مارو اور وہ تیر شکار کے جسم میں گھس جائے تو اس شکار کو کھالو اور جو تیر اس کو عرض میں لگے تو اس جانور کو مت کھاؤ، جس کا

---

[1] یہ بری و خشکی کے جانوروں کے شکار سے متعلق ہے جیسا کہ خود قرآن کریم کی آیت میں مذکور ہے، لیکن بحری جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے خواہ انسان محرم ہو یا غیر محرم اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ((اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ)) تمہارے لیے حلال کر دیا گیا بحری شکار اور اس کا کھانا۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ جانور جھٹکا لگنے کی وجہ سے مرا ہے تیر اس میں گھسا نہیں ہے، اور حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز سے شکار کو مارا جائے اس کا شکار کے جسم میں گھسنا اور نفوذ کرنا معتبر ہے۔ لہٰذا ایسے جانور جن کو پستول، بندوق یا رائفل وغیرہ کی گولی سے مارا جائے تو وہ جانور حلال ہوگا اس لیے کہ گولی جسم میں تیر و نیزے سے زیادہ سختی سے نفوذ کرتی ہے[1]۔

۴۔ جب شکار کرنے والے آلے کو پھینکا جائے یا تربیت یافتہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا جائے تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

« وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ »۔ المائدہ۔۴ — اور اس پر اللہ کا نام لو۔

لیکن اگر تیر پھینکتے یا جانور شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اکثر فقہاء کے یہاں اس شکار کا کھانا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی بھول چوک اور غلطی پر مؤاخذہ کو چھوڑ دیا ہے[2]۔

۵۔ اگر شکار پانی میں گر جائے اور اس کو پانی میں سے مردہ حالت میں نکالا جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ امام بخاری ومسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

« إذا رميت سهمك فإن وجدته قد قتل فكل إلا أن تجده قد وقع في ماء فإنك لا تدري الماء قتله أم سهمك؟ »۔

جب تم اپنا تیر پھینکو تو پھر اگر یہ دیکھو کہ اس نے (شکار) کو قتل کر دیا ہے تو اس کو کھالو مگر یہ کہ اس کو پانی میں گرا ہوا پاؤ (تو نہ کھاؤ) اس لیے کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس کو پانی نے مارا ہے یا تمہارے تیر نے۔

ز۔ شطرنج کھیلنا

کھیل کی معروف اقسام میں سے شطرنج کھیلنا بھی ہے، اور صحابہ وتابعین اور فقہاء شطرنج کے معاملے میں دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں:

۱۔ ایک فرقہ اس کے حرام ہونے کا قائل ہے اور اس میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد رحمہم اللہ شامل ہیں۔

۲۔ دوسری جماعت اس کے جواز کی قائل ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب وسعید بن جبیر وابن سیرین اور امام شافعی داخل ہیں۔

جو حضرات اس کے مباح وجائز ہونے کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس کے

---

[1] یہ مصنف کی رائے ہے ورنہ ائمہ کرام کے یہاں ایسا جانور حرام ہے۔
[2] فقہاء حنفیہ کے یہاں ایسا جانور مردار شمار ہوگا۔

حرام ہونے کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے اور یہ شطرنج نرد سے دو وجہوں سے الگ ہے:

۱۔ نرد کا سارا دار و مدار قسمت پر ہوتا ہے لہٰذا یہ تیروں سے فال لینے کے مشابہ ہے[۱] اور شطرنج کا دار و مدار تجربہ غور و فکر اور تدبیر و تفکیر پر ہوتا ہے لہٰذا یہ تیر اندازی کے مقابلہ کی طرح ہوگئی۔

۲۔ شطرنج میں جنگ اور اس کی تدابیر کی مشق ہوتی ہے، اور نرد میں فضول بے کار کھیل میں بلا کسی مقصد و فائدہ کے وقت ضائع ہوتا ہے۔

جن حضرات نے شطرنج کھیلنے کی اجازت دی ہے انہوں نے اس کو تین شرطوں کے ساتھ مشروط رکھا ہے:

۱۔ شطرنج کھیلنے والا کسی نماز کو اس کے وقت سے مؤخر نہ کرے۔

۲۔ شرط بازی نہ ہو ورنہ یہ قمار و جوا بن جائے گا۔

۳۔ کھیلنے والا اپنی زبان کو فحش گوئی اور گندی باتوں سے بچائے۔

لیکن اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا کھیلنا حرام ہو جائے گا۔

مربیٔ محترم! آپ نے "حرام کھیل کود سے بچانا" نامی عنوان کے تحت یہ پڑھ لیا ہوگا کہ اسلام نے کھیل کی بہت سے اقسام کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے کہ ان کا معاشرے اور فرد کے اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اور اس قسم کے کھیل انسان کی نفسیات و کردار پر برے اثرات چھوڑتے ہیں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ یہ کوشش کریں کہ اپنے بچوں کو ان سے بچائیں اور ان سے روکیں تاکہ وہ تباہی میں گرفتار نہ ہوں، اور آزادی و بے راہ روی کی دلدل میں نہ پھنسیں، اور آپ نے یہ بھی جان لیا کہ اسلام نے اسلامی معاشرے کے افراد کے لیے بامقصد مباح کھیلوں کے دروازے کھول دیے ہیں، اس لیے کہ انسانی نفوس کی راحت اور نشاط و دلچسپی کو لوٹانے کے سلسلہ میں ان کا بہت اثر ہوتا ہے، اور اسی طرح اس کا ایجابی اثر افراد کی فوجی تربیت اور جہاد کی تیاری پر بھی پڑتا ہے، اس لیے اے مربیٔ محترم جہاں تک ہو سکے اپنے بچے کی اس تربیت کی جانب آپ پوری توجہ رکھیں، اور اسے اس قسم کی تیاری و مشق کراتے رہیں تاکہ وہ شجاعت و بہادری میں مثال اور عزت و افتخار اور خودداری میں بہترین نمونہ بنے۔

---

[۱] زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں یہ دستور تھا کہ تین تیر لیتے تھے، ایک پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور دوسرے پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے منع کر دیا ہے، اور تیسرے پر کچھ نہیں لکھتے تھے، پھر جب سفر یا جنگ یا شادی وغیرہ کا ارادہ کرتے تھے تو بت خانے جس میں یہ تیر ہوتے تھے وہاں آتے، اور تیروں سے فال لیتے پھر اگر وہ تیر نکل آتا جس میں کرنے کا لکھا ہوتا تھا تو اس کام کو کر لیتے تھے اور اگر وہ تیر نکلتا جس میں منع کیا گیا ہوتا تو اس کام سے رک جایا کرتے تھے، اور اگر بغیر لکھا ہوا تیر نکلتا تو یکے بعد دیگرے دوبارہ سہ بارہ تیر نکالتے رہتے۔

۴۔ اندھی تقلید سے بچانا

وہ اہم امور جن کا تربیت کرنے والوں کو بہت اہتمام کرنا چاہیے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو بلا سوچے سمجھے اندھی تقلید اور بغیر غور و فکر کے دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے بچائیں۔

اور اس کی درجِ ذیل وجوہات ہیں:

- اندھی تقلید روحانی و نفسیاتی شکست اور خود پر اعتماد و بھروسہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ انسان اپنی ذات و شخصیت کو اپنے پسندیدہ شخص کی شخصیت میں ختم اور فنا کر دیتا ہے۔
- اس لیے کہ اندھی تقلید عام طور سے لوگوں کو دنیاوی زندگی اور اس کے مظاہر کے فتنہ میں مبتلا کر دیتی ہے جو لازماً غرور و بڑائی میں گرفتار کر دیتا ہے، اس لیے کہ ایسا آدمی اپنے لباس کی شان و شوکت اور ظاہر کی چمک دمک اور فاخرانہ لباس میں مست ہوتا ہے۔
- اس لیے کہ برے اخلاق میں اندھی تقلید انسان کو یقینی طور سے ڈھیلے پن اور آزادی و بے راہ روی کی زندگی تک پہنچا دیتی ہے۔
- اس لیے کہ اندھی تقلید قوموں اور جماعتوں کو یقینی ہلاکت اور لازمی تباہی تک پہنچا دیتی ہے۔ بلکہ ایسی قومیں اپنے وجود کے تمام لازمی اجزاء اور اپنی بقاء وعزت کے اسباب کو کھو بیٹھتی ہیں، اس لیے کہ وہ ناشکری و نافرمانی کے راستے پر چل پڑتی ہیں۔

اس کی تائید فرانسیسی کاتب "اندریا موروا" کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "اسباب انھیار فرنسا" میں لکھا ہے کہ: دوسری عالمی جنگ میں فرانس کے سقوط کے اہم اسباب میں سے فرانسیسی قوم کا اس وجہ سے فاسد و بے کار ہونا بھی ہے کہ اس کے افراد میں برائیاں عام ہوگئی تھیں۔

اس بات نے جنرل ڈیگال کو (جب انہوں نے فرانس کا زمام حکومت سنبھالا) اس بات پر مجبور کیا کہ وہ پیرس کی پولیس کے سربراہ کو یہ آرڈر دیں کہ: میرے ملک میں ان بے حیائی کے اڈوں اور بے راہ روی کے مراکز کو فوراً بند کر دیا جائے۔

- اس لیے کہ اندھی تقلید ان لوگوں کو جو دوسروں کے طریقوں، عادات اور لباس و اخلاق کو اپناتے ہیں اور ان کے پیچھے بہے چلے جاتے ہیں، بہت سے دینی فرائض و واجبات اور معاشرتی ذمہ داریوں سے روک دیتی ہے، اور اقتصادی تعمیر اور ثقافتی میدان میں آگے بڑھنے سے مانع بن جاتی ہے۔
- اس لیے کہ اندھی تقلید حافظہ کے کمزور کرنے، اور شخصیت کے تباہ کرنے، اور اخلاق کے بگاڑنے، اور مردانگی ختم کرنے

اور مختلف قسم کی بیماریاں پیدا کرنے، اور عزت و شرافت و پاکدامنی جیسے فضائل کی بیخ کنی کے بڑے عوامل اور تباہ کن بیماریوں میں سے ہے، اس لیے کہ اس اندھی تقلید کی وجہ سے جذبات بے لگام اور شہوات و افکار و بے قابو ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر "الکس کاریل" اپنی کتاب "الانسان ذلک المجهول" میں لکھتے ہیں کہ: جب انسان میں جذبات موجزن ہوتے ہیں تو ایک قسم کا مادہ خون کے ساتھ مل کر دماغ تک پہنچ کر اس کو مدہوش کر دیتا ہے، پھر انسان صحیح سوچ بچار پر قادر نہیں رہتا۔

اور "جارج بالوشی" اپنی کتاب "الثورة الجنسية" میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں کنیڈی نے صاف صاف کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے، اس لیے کہ اس کے نوجوان بے راہ روی اور جنسی جذبات میں غرق ہیں۔ وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جو ان کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہیں، اور ہر وہ سات جوان جو فوج میں بھرتی ہونے آتے ہیں ان میں سے چھ بھرتی کے قابل اس لیے نہیں ہوتے کہ وہ جنسی کھیلوں میں مست رہے ہیں۔ انہوں نے ان کی نفسیاتی وجسمانی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے[1]۔

اس لیے اگر ہم یہ دیکھیں کہ اسلام نے دوسروں کی مشابہت سے روکا اور اندھی تقلید سے منع کیا ہے تو اس میں کچھ تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ کی بعض اہم نصوص آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں:

★ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«ليس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى».

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ مشابہت اختیار کی، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو۔

٭ ٭ ٭

★ اور امام احمد و ابوداؤد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

«من تشبه بقوم فهو منهم».

جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوگا۔

٭ ٭ ٭

★ اور امام بخاری، ابوداؤد و ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ

[1] ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" (ص - ۱۴۷)۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء)) . — اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

٭ ٭ ٭

★ اور امام بخاری ومسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم)) . — اور یہود اور عیسائی (اپنی داڑھی کو) رنگتے نہیں ہیں (خضاب نہیں لگاتے) لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔

★ اور امام ترمذی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا يكن أحدكم إمعة يقول: أنا مع الناس إن أحسن الناس أحسنت وإن أساء وا أسأت، ولكن وطنوا أنفسكم إن أحسن الناس أن تحسنوا وإن أساء وا أن تحسنوا إساء تهم)). — تم میں کوئی شخص ہر ایک کی رائے کی پیروی کرنے والا نہ بنے اور نہ یہ کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں اگر لوگ اچھا کریں گے تو میں بھی اچھا کروں گا اور اگر لوگ برا کریں گے تو میں بھی برا کروں گا۔ بلکہ اپنے آپ کو قابو میں رکھو اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ان کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔

٭ ٭ ٭

یہ احادیث نبویہ جن امور سے منع کر رہی ہیں وہ سب اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ انسان اپنے کردار، اخلاق و عادات اور لباس میں ان امور کی وجہ سے جو ہم نے ابھی ابھی ذکر کیے دوسروں کی اندھی تقلید سے بچے۔

لیکن ایسی چیزوں میں تقلید واتباع کرنا جو امت اسلامیہ کے لیے علمی طور سے مفید ہوں، اور اس کو مادی وثقافتی لحاظ سے بلند کریں مثلاً علوم طب وہندسہ وفزکس وغیرہ سے فائدہ اٹھانا اور ایٹم اور جدید جنگی وسائل کے اسرار وغیرہ معلوم کرنا تو یہ سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، اس لیے کہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کے تحت داخل ہیں:

((وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ)) الانفال۔ ۶۰ — اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کرسکو قوت سے

اور اسی طرح درج ذیل حدیث کا مضمون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے جسے ترمذی وعسکری نے روایت کیا ہے:

((الحكمة ضالة كل حكيم فإذا وجدها فهو أحق بها)) . — حکمت و دانائی کی بات حکیم کی گمشدہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀❀

ہماری عورتوں میں اندھی تقلید کے خاص خاص مظاھر درجِ ذیل ہیں :

❁ بہت سی عورتوں کا ایسا لباس زیب تن کرکے نکلنا جو عریانی کی طرح ہو جس میں جسم کھلا ہوا ہو اور نمائش ہو رہی ہو، نبی برحق صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلایا ہے کہ ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔

امام مسلم اپنی کتاب "صحیح" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((صنفان من أهل النار لم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مائلات مميلات[۱] رؤوسهن كأسنمة البخت، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة خمسمائة عام)).

دوزخ کی مستحق دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا : ایک تو وہ قوم ہے جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور ایسی عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سر (کے جوڑے) ایسے ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے کوہان، یہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کے فاصلہ سے بھی پائی جاتی ہے۔

٭ ٭ ٭

❁ موت وغیرہ مصیبت کے وقت سیاہ لباس کا عیسائیوں[۲] کی مشابہت میں پہننا۔

❁ خوشیوں اور شادیوں کے موقعہ پر مغنیات کے گانوں کے سننے اور رقاصاؤں کا ناچ دیکھنے کے لیے جمع ہونا۔

❁ عام حالات اور غصے میں غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا۔

❁ غیر محرموں مثلاً دیور، چچازاد بھائیوں وغیرہ کے سامنے بے پردہ کھلے سر جانا، ہمارے نوجوانوں میں اندھی تقلید کے مظاہر میں سے سب سے کھلا نمونہ ان کا ہجڑا پن اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور ان کی حرکات سکنات کی نقل اتارنا ہے بلکہ ہمارے بعض نوجوان تو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال بڑھائے اور کانوں سے نیچے تک بھی رکھے ہیں تو پھر اہلِ علم ہپیوں کی شکل صورت وغیرہ پر کیوں اعتراض و نکیر کرتے ہیں ؟

---

[۱] مائلات : یعنی چال میں مٹک کر چلنے والیاں، اور ممیلات یعنی اپنی بے حیائی و ہیجان انگیزی سے مردوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں۔
[۲] ہمارے یہاں کالا لباس شیعوں کا ماتمی لباس ہے۔

ہم اس قسم کے لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ :

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے طویل رکھنے کی صورت میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے ننگے سر نکلتے ہوں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عمامہ باندھ کر نکلتے تھے جو تاجِ نبوت اور اسلام کا شعار ہے، اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درجِ ذیل شعر کہا ہے :

وجمعت حولك يا رسول صحابة بعمائم أزهى من التيجان

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اپنے ارد گرد ان صحابہ کو جمع کر لیا جو ایسے عمامہ باندھے ہوئے ہوتے تھے جو تاجوں سے زیادہ شاندار ہیں

۲۔ ہیپی ازم آج بے راہ روی کا شعار اور آزادی و بے لگامی کا نشان بن گیا ہے، تو پھر بھلا کیا کوئی بھی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام اپنے نوجوانوں کے لیے یہ پسند کرے گا کہ وہ بے راہ روی اور آزادی پسندوں کی جماعت میں اضافہ کریں اور ان کی جماعت بڑھائیں ؛ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

((من کثر سواد قوم فھو منھم)). جو شخص کسی قوم کی جماعت کی تکثیر کرتا ہے وہ اس میں شمار ہوتا ہے۔

ابو یعلی

۳۔ کیا ہیپی پن اور کاندھوں تک بال بڑھانے میں عورتوں کے ساتھ رسوا کن مشابہت نہیں ہوتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے جو اس سے قبل گزر چکی ہے۔

۴۔ ہیپی پن اختیار کرنے والا مسلمان اپنے لیے یہ کس طرح پسند کرتا ہے کہ وہ اس ہیپی پن میں اس گندے کیڑے کے مشابہ ہو جائے ــــ جسے خنفساء[1] کہا جاتا ہے اور شکل و صورت میں اس جیسا بن جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تو یہ فرماتے ہیں کہ :

((وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ[2])). اور ہم نے اولاد آدم کو مکرم بنایا ہے۔

اس لیے اے مربی محترم آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کے سامنے ان تمام گندے مناظر اور بے حیا شکل و صورتوں اور چھچھوری عادتوں کی برائیوں کو کھول کر رکھ دیں، اس لیے کہ ان کا ذات کے ختم کرنے، اور شخصیت کے بگاڑنے، اور عزت و شرافت و وقار کے ختم کرنے میں بہت بڑا ہاتھ اور اثر ہے، اور ساتھ ہی آپ پر یہ بھی لازم ہے کہ جن کی تربیت آپ کے ذمے ہے آپ ان کو یہ باور کرا دیں کہ لوگوں میں اندھی تقلید کا مرض ان خطرناک امراض میں سے ہے جو عزت و

---

[1] قاموس میں لکھا ہے کہ خنفس اور خنفساء ایک سیاہ رنگ کا جانور ہے جو چیچڑی سے چھوٹا اور بدبودار ہوتا ہے اور اس کی جمع خنفساء ہے۔

[2] یہ حصہ کتاب "حتی یعلم الشباب" (ص۔ ۱۲۵) سے مأخوذ ہے۔

شرافت کو برباد کرنے اور اخلاق کے بگاڑنے اور فضائل کے نیست و نابود کرنے کے سب سے بڑے اسباب ہیں ممکن ہے آپ کی اس محنت سے آپ کے جگر گوشے صحیح راستے پر چلیں، اور سوچ سمجھ اور عقل و شعور سے کام لیں، اور کسی قسم کی فتنہ انگیزی و حشر سامانی ان کو نہ راستے سے ہٹا سکے اور نہ ان پر اپنا داؤ چلا سکے۔

۵۔ برے ساتھیوں سے بچانا

وہ امور جن میں کوئی بھی دو شخصوں کا اختلاف نہ ہوگا اور دو آدمیوں کی رائے مختلف نہ ہوگی یہ بھی ہے کہ بری صحبت بچے کے نفسیاتی و اخلاقی انحراف و بگاڑ کے بڑے اسباب میں سے ہے، اور خصوصاً اگر بچہ کم سمجھ، بلید ضعیف العقیدہ اور اخلاقی لحاظ سے پست ہو تو بروں کی صحبت اور بدکرداروں کے ساتھ رہنے سے بہت جلدی متأثر ہو جاتا ہے اور بہت تھوڑے سے وقت میں ان کی خسیس عادات اور بری صفات میں رنگ جاتا ہے، بلکہ ان کے ساتھ نہایت تیزی اور مضبوطی سے بدبختی کے راستے چل پڑتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم اس کی طبیعت اور انحراف اس کی پختہ عادت بن جاتا ہے اور پھر مربی کے لیے یہ بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کو راہِ راست پر لائے اور گمراہی کے گڑھے اور بدبختی کے جال سے اسے بچائے۔

اس کتاب (تربیۃ الاولاد فی الاسلام) اسلام اور تربیتِ اولاد کی قسمِ اول کی "بچوں میں انحراف کے اسباب" نامی فصل کے ذیل میں ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ اسلام نے اپنی تربیتی تعلیمات کے ذریعہ والدین اور مربیوں کی اس جانب توجہ مبذول کرائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی کڑی نگرانی کریں اور خصوصاً جب وہ بالغ ہونے کے قریب کی عمر اور ہوش و سمجھ کی عمر کو پہنچنے والے ہوں، تاکہ انہیں یہ علم رہے کہ ان کے بچے کن کن لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کس قسم کے لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ان کی اس جانب بھی رہنمائی کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے نیک صالح ساتھیوں کا انتخاب کریں، تاکہ وہ ان سے اچھے اخلاق اور شاندار آداب اور عمدہ عادات سیکھیں۔

اسی طرح اسلام نے ان کو اس جانب بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو برے ساتھیوں، گندے و بداخلاق رفقاء سے دور رکھیں تاکہ وہ گمراہی کے جال اور انحراف و بے راہ روی کے پھندے میں نہ پھنسیں، ہم نے بہت سی آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ اچھے رفقاء کا انتخاب کرنا چاہیے اور برے دوستوں سے بچانا چاہیے۔

لہٰذا آپ اس مذکورہ بالا فصل کا مطالعہ کر لیجیے وہاں آپ کو مفصل بحث اور تشفی کا پورا سامان مل جائے گا۔ اسی طرح اس کتاب کی "دیکھ بھال کے ذریعے تربیت" نامی بحث بھی پڑھ لیجیے جس میں آپ کو بچے کی اخلاقی تربیت اور نفسیاتی شخصیت سازی اور برے ساتھیوں اور گندی صحبت سے بچانے کے سلسلہ میں رہنما اصول ملیں گے، جو والدین و مربیوں کے لیے اس تربیتی ذمہ داری پورا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

۶۔ برے اخلاق سے بچانا

اس سے قبل اس کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" کی "اخلاقی تربیت کی ذمہ داری" اور "جسمانی تربیت کی ذمہ داری" نامی دونوں فصلوں میں ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ بچوں میں کچھ ایسی عام بیماریاں پائی جاتی ہیں جن کا مربیوں کو بہت خیال رکھنا چاہیے، اور بچوں کو ان سے بچانا چاہیے۔ اور اب اے مربیِ محترم ہم آپ کو وہ یاد دلائے دیتے اور ان کی طرف توجہ مبذول کرائے دیتے ہیں تاکہ آپ تربیت، رہنمائی اور ان کی اصلاح کے سلسلہ میں اپنی وہ ذمہ داری پوری کر سکیں جو ان کو متنبہ کرنے اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں آپ پر عائد ہوتی ہے۔

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں ہم درجِ ذیل امراض کا علاج بیان کر چکے ہیں:

الف ۔ جھوٹ بولنے کی عادت۔

ب ۔ چوری کی عادت۔

ج ۔ گالم گلوچ کی عادت۔

د ۔ آزادی و بے راہ روی کی عادت۔

جسمانی تربیت کے سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل چیزوں کا علاج بیان کر چکے ہیں:

الف ۔ تمباکو نوشی کی عادت۔

ب ۔ مشت زنی (جلق) کی عادت۔

ج ۔ منشیات و مسکرات کی عادت۔

د ۔ زنا و اغلام بازی کی عادت۔

علماءِ تربیت و اخلاق کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ مندرجہ بالا عادات بچے کے اخلاقی بگاڑ اور اس کے کردار کے خراب کرنے میں خطرناک کردار ادا کرتی ہیں۔

اس لیے اگر مربی حضرات بچوں کی دیکھ بھال نگرانی اور خیر خواہی میں اپنا کردار ادا نہیں کریں گے تو بچے لامحالہ اسفلِ سافلین میں گر جائیں گے اور تاریک وادیوں میں الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں گے۔ اور پھر ایسی صورت میں مصلح و مربی کے لیے یہ مشکل ہوگا کہ ان کو راہِ راست پر لا سکے، اور حق و اہلِ حق سے ان کا رابطہ پیدا کر سکے، اور انہیں ہدایت و نور کا راستہ دکھا سکے، بلکہ وہ امن و سکون کے لیے خطرناک ثابت ہوں گے، اور معاشرے کی بیخ کنی کے لیے ایسا تباہ کن ذریعہ بن جائیں گے جس کے شر سے لوگ پناہ مانگیں گے، اور ان کے جرم اور بدکرداریوں سے تنگ دل ہو جائیں گے۔

اس لیے اے مربیِ محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں سے متعلق ان ابحاث کو دوبارہ پڑھ لیں، تاکہ آپ ان ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں جو مربیوں پر اخلاقی و جسمانی تربیت کے سلسلہ میں عائد

ہوتی ہیں، تاکہ جب آپ اپنے ذہن میں ان نقصانات وآفات کو محفوظ کرلیں گے جو جھوٹ، چوری، گالم گلوچ، آزادی، بے راہ روی سگریٹ نوشی، مشت زنی، منشیات، مخدرات اور زنا ولواطت کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں تو پھر آپ اپنے بچوں کو نفسیاتی واخلاقی اور جسمانی بیماریوں سے بچانے کے سلسلہ میں اپنے فریضہ کو پورا کرسکیں گے۔

آپ کو چاہیے کہ اطباء اور اس فن کے ماہرین نے ان مفاسد وخرابیوں کے جو نقصانات بیان کیے ہیں۔ اور ان کی خطرناکی وآفات بتلائی ہیں اس سلسلہ میں کبھی ان کے اقوال سے استشہاد پیش کریں، اور کبھی علمی مجلات ورسائل سے، اور کبھی اس موضوع سے متعلق کتابوں سے اور کبھی اس سلسلہ میں خبردار کرنے والی نشریات وکتابچوں سے۔

لہٰذا اگر آپ نے وقتاً فوقتاً مستقل طور سے اس طریقے کو اپنالیا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ تمام ان چیزوں سے بچے گا جو اخلاق کو بگاڑنے والی اور صحت کے لیے نقصان دہ ہوں گی، بلکہ وہ اتنا باشعور وسمجھدار بن جائے گا کہ وہ خود بچنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس سے بچائے گا۔

اس لیے اے مربی محترم آپ یہ پوری کوشش کیجیے کہ آپ بچے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری مکمل طور سے ادا کریں تاکہ وہ ہمیشہ نیک صالح اور پارسا ومتقی لوگوں میں شامل رہے، اور ان مؤمن وصالح نمونوں میں سے بن جائے جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

۷۔ حرام سے بچانا[1]

متنبہ کرنے اور ہوشیار کرنے کے سلسلہ میں جن اہم امور کا مربیوں کو بہت اہتمام کرنا اور خیال رکھنا چاہیے اور ان پر نظر رکھنی چاہیے یہ بھی ہے کہ حرام سے بچایا جائے، اور اس سلسلہ میں متنبہ کیا جائے، علماء اصول نے حرام کی تعریف یہ کی ہے کہ حرام وہ ہے جس کے ترک کرنے کا شریعت نے سختی سے حکم دیا ہو۔ اور جو اس کو نہ چھوڑے اور اس کا ارتکاب کرے اس کو آخرت کی سزا یا دنیا کی کسی سزا کا مستحق قرار دیا ہو جیسے کہ کسی کو قتل کرنا، زنا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، یتیم کے مال کا کھانا اور کم ناپنا تولنا۔

اس لیے جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مربیوں کو یہ حکم دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو شروع ہی سے فرائض کی بجاآوری اور ممنوع چیزوں سے بچنے کا عادی بنائیں اور انہیں حلال وحرام کے احکامات سمجھائیں تاکہ یہ ان کی طبیعت اور مزاج بن جائے تو ہمیں کسی قسم کا کوئی تعجب نہیں ہوتا، ابن جریر وابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

«اعملوا بطاعة الله، واتقوا معاصي الله،» اللہ کی طاعت ونیکی پر عمل کرو اور گناہوں واللہ کی نافرمانی

---

[1] اس بحث میں جن بنیادی مراجع پر ہم نے اعتماد کیا ہے ان میں استاذ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ کی کتاب "الحلال والحرام" ہے۔

وَمروا أولادكم بامتثال الأوامر واجتناب النواهي، فذلك وقاية لهم من النار)). | سے بچو، اور اپنے بچوں کو احکامات کی بجاآوری اور ممنوع چیزوں سے رکنے کا حکم دو، یہ ان کے لیے آگ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

مربی محترم! آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ لہٰذا کوئی بھی انسان کسی ایسی چیز کو حرام نہیں کرسکتا جو اللہ نے حلال کی ہو، اور نہ کسی ایسی چیز کو حلال کرسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے گا تو وہ حد سے تجاوز اور تشریع کے ربانی حق پر زیادتی کرنے والا شمار ہوگا، اور انسانوں میں سے جو شخص ان کے اس عمل پر راضی ہوگا وہ ان کو اللہ کا شریک گرداننے والوں میں شمار ہوگا، اور دین میں الحاد پھیلانے والا اور اس قرآنِ کریم کا منکر شمار ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے ارشادِ ربّانی ہے:

((اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ)). الشوریٰ - ۲۱ | تو کیا ان کے (تجویز کیے ہوئے) کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

اور قرآنِ کریم نے ان اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کی مذمت کی ہے جنہوں نے حلال و حرام کرنے کا اختیار اپنے پوپ اور راہبوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ)). التوبہ - ۳۱ | ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، اور ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے۔

اور اس سے قبل ہم امام ترمذی سے یہ روایت نقل کرچکے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور وہ عیسائی تھے) اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آیت سنی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول انہوں نے ان کی عبادت تو نہیں کی تھی؟! آپ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے حلال چیزوں کو ان پر حرام کیا اور ان کے لیے حرام چیزوں کو حلال کیا، اور ان لوگوں نے ان کی پیروی کی یہی ان کی عبادت کہلاتا ہے۔

اسی طرح ان مشرکین کی بھی مذمت کی ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کے بغیر بعض چیزوں کو حلال گردانا اور بعض کو حرام قرار دیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾)).
یونس - ۵۹

آپ کہہ دیجیے بھلا دیکھو تو اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے کوئی حرام اور کوئی حلال، آپ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تم کو حکم دیا یا اللہ پر افتراء کرتے ہو۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اس بات کا حق ہے کہ وہ حلال یا حرام کرے اور اس ذات نے اپنی نازل کردہ کتاب میں ہمارے لیے سب کچھ کھول کر بیان کر دیا ہے:

((وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ)). الانعام - ۱۱۹

اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جبکہ مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے پر۔

اس لیے اے مربی محترم! اس تفصیل کے بعد جو ہم ذکر کر چکے ہیں آپ کو چاہیے کہ آپ حرام چیزوں کی ان اقسام کو تلاش کریں جن کی حرمت کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آچکا ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو متنبہ و خبردار کرنے کا اپنا فریضہ ادا کر سکیں جن کی تربیت و اصلاح اور رہنمائی کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہمیشہ نصیحت کرتے رہنے کا فائدہ و اثر ہوتا ہے۔ اور ایک ایک قطرہ بھی پتھر میں گڑھا ڈال دیتا ہے اور مستقل خبردار کرنے اور سمجھاتے بجھاتے رہنا بچے کو ایسا انسان بنا دے گا جو اللہ کی حدود کو لازم پکڑے گا۔ اور اس کے احکامات بجالائے گا۔ اور منہیات سے باز رہے گا۔ اور حلال و حرام کے سلسلہ میں نازل شدہ احکامات کی پیروی کرے گا، نہ ادھر اُدھر بھٹکے گا نہ گمراہ ہوگا، نہ بدبخت و نامراد۔

مربی محترم! لیجیے اب میں آپ کے سامنے اہم محرمات (حرام چیزیں) ذکر کیے دیتا ہوں، تاکہ آپ کے لیے نمونہ دیاد دہانی کا ذریعہ بن جائیں، اور آپ خبردار کرنے اور رہنمائی کے فریضہ کو حسن و خوبی کامل طور سے ادا کر سکیں:

الف ۔ کھانے پینے کی چیزوں میں حرام اشیاء

۱۔ مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور وہ جس کا گلا دبایا گیا ہو، اور وہ جو جھٹکے سے مارا گیا ہو، اور وہ جسے بلندی سے گرا کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے سینگ مار کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے درندے نے کھایا ہو، اور وہ جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو، یہ سب حرام ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ))۔

المائدہ - ۳

جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا، اور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے، یا چوٹ سے۔ یا اونچے سے گر کر، یا سینگ مارنے سے، اور جس کو کھایا ہو درندے نے مگر جس کو تم نے ذبح کرلیا۔ اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان (بت) کے نام پر۔

❁ مردار سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اپنی طبعی موت مرا ہو خواہ چرند ہو یا پرند۔

اور اس کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جو جانور اپنی طبعی موت مرے گا وہ عام طور سے کسی مزمن و پرانے مرض و بیماری یا کسی عارضی بیماری یا کسی زہریلی چیز کے کھانے سے مرا ہوگا، اور ظاہر ہے کہ ایسے جانور کا کھانا جسم کو نقصان پہنچائے گا اور صحت کے لیے ضرر رساں ہوگا۔

❁ دم مسفوح (بہتا ہوا خون) جو حیوان سے نکلے خواہ وہ ذبح کرنے کی وجہ سے نکلے یا کسی اور وجہ سے۔

اس کے حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ خون طبعاً ناپسندیدہ چیز ہے، اور اس میں جراثیم جمع ہوتے ہیں، اور نقصان وضرر پہنچانے میں یہ بھی مردار ہی کی طرح ہے۔

❁ خنزیر کا گوشت، اور یہ اسلام کے نقطۂ نظر سے حرمت کے لحاظ سے سب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ نجس العین ہے، اور منظر کے اعتبار سے بہت مکروہ وناپسندیدہ ہے۔

اس کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور عزت وآبرو پر غیرت کو کم کردیتا ہے۔

اس کا مضر صحت ہونا تو اس طرح ہے کہ جدید علم طب نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ اس کا گوشت کھانا ایک منفرد قسم کا مہلک کیڑا پیدا کرتا ہے، اور معدہ و ہضم کے آلات میں اضطراب پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ اس کا گوشت بہت مشکل سے ہضم ہوتا ہے، اور کون جانتا ہے کہ آج جو اس کے نقصانات ہم جانتے ہیں کل کی تحقیقاتِ علمیہ اس کے اور کون کونسے مزید نقصانات کی نشاندھی کریں گی۔

رہا اس کا عزت وآبرو پر غیرت کو کم کردینا تو وہ اس لیے کہ علمِ طب کے ماہرین کا کہنا ہے کہ حیوانات کے گوشت میں ایسے مواد و اجزاء ہوتے ہیں جو کھانے والے میں حیوانی اثرات پیدا کردیتے ہیں، لیجیے ڈاکٹر صبری القبانی "طبیبک" نامی رسالہ کے شمارہ نمبر تیس کے صفحہ ۱۸۹ پر لکھتے ہیں کہ:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حیوانات کے گوشت میں ایسے مواد پائے جاتے ہیں جن کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھانے والے میں بھی حیوانی صفات پیدا کردیتے ہیں، چنانچہ انگریز ٹھنڈی مچھلیاں کھانے کے شوقین ہیں، اسی لیے وہ ٹھنڈے مزاج کے مالک ہیں، اور فرانسیسی سور کا گوشت کھانے کے شوقین ہیں اسی لیے ان کے اخلاق اس حیوان سے

ملتے جلتے ہیں (مراد یہ ہے کہ ان میں بھی غیرت نہیں پائی جاتی) اور دیہات کے رہنے والے عرب اونٹوں کا گوشت کھانے کے عادی ہیں۔ اس لیے ان میں صبر اور کینہ پایا جاتا ہے اور جو شہری بکرے و دنبے کا گوشت کھانے کے عادی ہیں ان کی قیادت و رہنمائی آسان ہوتی ہے۔

اسی طرح کی گفتگو کیلفورنیا یونیورسٹی کے علوم طبیہ کے سربراہ نے کی ہے جسے مجلہ "الہلال" والوں نے نقل کیا ہے۔

❁ غیر اللہ کے نام پر مذبوحہ جانور یعنی وہ جانور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کے بجائے لات وعزیٰ وغیرہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

اس کے حرام کرنے کی علت یہ ہے کہ توحید ربانی کی حفاظت وحمایت ہو، اور شرک وبت پرستی کے تمام آثار کی مخالفت و بیخ کنی ہو جائے، اس لیے کہ بقول استاذ قرضاوی جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا مطلب گویا یہ ہے کہ اس جانور کا ذبح کرنے والا یہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ اس زندہ جانور کے ساتھ جو یہ کام کر رہا ہے اور اس کو ذبح کرنے کے لیے لٹا رہا ہے یہ اللہ کے حکم اور رضامندی سے ہے، لہٰذا اگر وہ ذبح کرتے وقت اللہ کے بجائے کسی اور کا نام لے گا تو گویا اس نے اس اجازت کو ختم کر دیا اور وہ اس بات کا مستحق ہو گیا کہ ذبح کیے ہوئے جانور کو اس پر حرام کر دیا جائے۔

مردار کی اقسام وانواع یہ ہیں:

❁ گلا گھونٹا ہوا جانور یعنی ہر وہ جانور جو کسی بھی طریقے سے گلا گھٹنے کی وجہ سے مرا ہو۔
❁ جھٹکے سے مارا گیا جانور، اور اس سے وہ جانور مراد ہے کہ جسے جھٹکے یا کسی لکڑی وغیرہ سے مار مار کر ختم کر دیا جائے۔
❁ اوپر سے گر کر مرنے والا جانور یعنی ہر وہ جانور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو۔
❁ سینگ مارنے کی وجہ سے مرا ہوا جانور یعنی وہ جانور جس کو کسی اور جانور نے سینگ مار مار کر مار ڈالا ہو۔
❁ درندے کا کھایا ہوا یعنی ہر وہ جانور جس کا کوئی حصہ کسی پھاڑ کھانے والے جانور نے کھایا ہو جس کی وجہ سے یہ مر گیا ہو۔

ان پانچ اقسام کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوائے اس کے جو تم نے ذبح کیا ہو یعنی ان جانوروں میں سے اگر کوئی جانور ایسی حالت میں مل جائے کہ اس میں زندگی کی رمق باقی ہو اور تم اس کو ذبح کر لو تو تمہارے ذبح کرنے کی وجہ سے حلال ہو جائے گا، بشرطیکہ جس جانور کو ذبح کیا جا رہا ہے اس میں زندگی ہو جس کی علامت یہ ہے کہ خون پھوٹ پڑے اور اس میں حرکت ومدافعت ہو۔

ان اقسام کے جانوروں کے حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان کے کھانے میں انہی اقسام کے نقصانات وضرر کا اندیشہ

ہوتا ہے جن کا تذکرہ مردار جانور کے بارے میں ہو چکا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اس سے اس جانور والے کو بھی اس بات پر سرزنش و سزا دینا مقصود ہے کہ اس نے اس جانور کو یوں کیوں چھوڑ دیا اس لیے کہ اس کو چاہیے تھا کہ اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کرتا، اور اسے دم گھٹنے گلا دبانے یا اونچی جگہ سے گر کر ہلاک ہونے یا کسی اور جانور کو اسے سینگ مار مار کر ہلاک کرنے سے بچانا چاہیے تھا، جانوروں کو آپس میں اس طرح لڑانا اور ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا جیسا کہ عام طور سے لوگ کیا کرتے ہیں اور بیلوں یا مینڈھوں وغیرہ کو لڑاتے اور ان کی سینگ بازے کراتے ہیں اور اس میں سے ایک کے ہلاک ہونے تک نوبت پہنچتی ہے ایسا کرنا قطعاً نامناسب و ناجائز ہے، باقی رہا وہ جانور جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو تو اس کی حرمت انسان کی کرامت واعزاز کے لیے ہے اور اس لیے بھی کہ اسے درندوں وغیرہ کے جھوٹے سے بچایا جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ)). الاسراء - ۷۰ اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو۔

بتوں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور، اس زمانے میں لوگ بت یا پتھر کی کوئی مورتی بنا کر کعبہ کے ارد گرد لگا دیتے تھے جو ان کے مصنوعی دیوتا شمار ہوتے تھے، اور زمانۂ جاہلیت میں لوگ ان کے پاس جانوروں کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے، اور اپنے دیوتاؤں اور معبودوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، ایسے پتھروں کے لیے یا ایسے مقامات پر ذبح کرنا اس جانور کو حرام کر دیتا ہے، چاہے ذبح کرنے والا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے یا کسی کا نام لیے بغیر ذبح کرے اس لیے کہ اس کا مقصد ہی بتوں کی تعظیم کرنا ہے۔

اس کے حرام قرار دینے میں بھی حکمت وہی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانور کے حرام کرنے میں ہے۔

مردار حرام جانوروں میں سے شریعت اسلامیہ نے مچھلی اور ٹڈی کو اور خون سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی، احمد، ابن ماجہ، دارقطنی و حاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد، ودمان: الكبد والطحال)). ہمارے لیے دو مردار مچھلی و ٹڈی، اور دو خون کلیجی اور تلی حلال کر دیے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا حرام چیزیں جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے وہ سب غیر مجبوری اور عام حالات کے لیے ہے، لیکن مجبوری کی حالت اس سے مختلف ہے ایسی صورت میں اس کا کھانا دو شرطوں سے جائز ہے:

۱۔ مزے لینے اور شکم پروری کے لیے نہ ہو۔

۲۔ ضرورت سے زیادہ نہ کھایا جائے۔ یہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے:

((اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور اور خون اور سور

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)) .	کا گوشت اور جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں ، بے شک اللہ ہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔
البقرہ ۔ ۱۷۳	

اس کی حکمت یہ ہے کہ انسانی زندگی کو بچایا جائے ، اور اسے ہلاکت کے منہ میں نہ جانے دیا ، اور لوگوں کو مشقت و تنگی سے محفوظ رکھا جائے ۔

۲ ۔ شہری گدھوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں اور پنجوں سے پھاڑنے والے پرندوں کے گوشت کی حرمت :

اس لیے کہ امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جنگِ خیبر کے موقعہ پر شہری گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا ۔

اور امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پھاڑ کھانے والے درندے اور پنجوں سے پکڑ کر کھانے والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا ۔

درندوں سے مراد وہ ہیں جو داڑھوں سے پھاڑ کھاتے ہیں جیسے شیر چیتا و بھیڑیا وغیرہ ۔

اور ــــــ پھاڑ کھانے والے پرندوں سے مراد وہ پرندہ ہے جو زخمی کرنے والا ــــــ ہو جیسے کہ گدھ ، باز شکرہ و چیل وغیرہ ۔

ان کا حرام ہونا جمہور کا مذہب ہے ، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ یہ جائز لیکن مکروہ ہیں ، اور ان حضرات نے ان سے روکنے والی احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ ہیں نہ کہ حرام ۔

شریعتِ اسلامیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر ان جانوروں کو جن کا کھانا حرام ہے شرعی طریقہ سے حلال کر لیا جائے تو اس سے ان کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور ذبح کرنے کے بعد دباغت دیے بغیر ہی ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے ۔

۳۔ جو جانور غیر شرعی و غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً بجلی کے جھٹکے کے ذریعہ ذبح کیا ہوا یا کسی ملحد یا مجوسی یا بت پرست کے ہاتھ سے ذبح کیے جانور کا حرام ہونا :

شرعی طریقے سے جانور کا ذبح ہونا چند شروط کے ساتھ مقید ہے :

الف ۔ جانور کو لٹا کر ذبح کیا جائے یا کھڑے کھڑے اسے کسی ایسے تیز دھار والے آلے سے ذبح کیا جائے جو خون بہا ڈالے اور رگیں کاٹ دے ۔

ب ۔ ذبح حلق سے کیا جائے جس میں گلے اور کھانے پینے کے جانے والے راستے اور گردن کی دونوں جانب جو دو موٹی رگیں ہیں ان کا کاٹنا شامل ہے ۔

لیکن گلا کاٹنے کی شرط اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب اِس مخصوص جگہ سے جانور کا ذبح کرنا مشکل ہو جائے مثلاً یہ کہ کوئی جانور کنویں میں گر جائے اور اس وجہ سے اس کا ذبح کرنا مشکل ہو جائے ، یا اونٹ بدک جائے اور اس کا مالک اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہو ، یا کوئی حیوان کسی پر حملہ کر دے اور وہ اس سے بچنے کے لیے اسے تیر مار دے ، تو ان حالات میں اس حیوان کے ساتھ شکار کا سا معاملہ کیا جائے گا ، اور اس کے جسم کے جس حصے پر بھی کسی تیز دھار والے آلے سے زخم لگا سکے لگا دے یہی کافی ہو جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا ، لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ جانور زخمی ہوئے بغیر مر گیا ہے تو اس کا کھانا اس جانور کی طرح ناجائز ہوگا جس جانور کو جھٹکے کے ذریعے مارا گیا ہو ۔

ج ۔ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس جانور کو ذبح کیا جائے ، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں :

((فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ)). الانعام ۔ ۱۱۸	سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے ۔

اور فرمایا :

((وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ)). الانعام ۔ ۱۲۱	اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ کھانا گناہ ہے ۔

اور امام بخاری وغیرہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

((ما أنهر الدم وذكر اسم الله عليه فكلوا)) .	جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھالو ۔

اور اگر ذبح کرنے والا اللہ کا نام لینا بھول جائے تو ایسا جانور حلال ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی بھول چوک وخطا کو معاف کر دیا ہے۔

اللہ کا نام لینے میں حکمت یہ ہے کہ یہ واضح ہوجائے کہ ذبح کرنے والا اس جانور کو اس لیے ذبح نہیں کر رہا ہے کہ وہ ان مخلوقات پر تسلط رکھتا ہے بلکہ وہ یہ کام اللہ جل شانہ کی اجازت سے کر رہا ہے، اسی کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے، اور اسی کا نام لے کر شکار کر رہا ہے، اور اسی کا نام لے کر کھا رہا ہے۔

د۔ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہلِ کتاب (یہودی یا نصرانی) میں سے ہو۔

لیکن اگر ذبح کرنے والا ملحد و بد دین یا پارسی یا بت پرست ہے یا کسی باطنی عقیدے سے تعلق رکھتا ہے مثلاً وہ لوگ جو حضرت علی کو خدا مانتے ہیں، یا وہ لوگ جو فاطمی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور حاکم بامر اللہ الفاطمی کو خدا مانتے ہیں، یا وہ لوگ جو آغا خان کی خدائی کے قائل ہیں، ایسے لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور چاروں اماموں اور ان سب حضرات کے یہاں حرام ہے جن کی فقہ و مذاہب پر لوگ عمل پیرا ہیں۔

ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اس لیے شرط ہے کہ مسلمان اس دینِ برحق کا پیروکار ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں۔

باقی اہلِ کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمانِ مبارک ہے:

«اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ» مائدہ۔ ۵	آج حلال ہوئیں تم پر سب ستھری چیزیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تم پر حلال اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے۔

دینِ اسلام نے ملاحدہ و بت پرستوں و باطنی فرقوں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ اختیار کیا ہے اور اہلِ کتاب کے ساتھ نرم برتاؤ، اس لیے کہ اہل کتاب مومنوں اور مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں اس لیے کہ وہ وحی، نبوت اور فی الجملہ دین کے اصولوں کا اعتراف کرتے ہیں، اور اسلام نے ان سے نکاح کا تعلق قائم کرنے اور ان کے مذبوحہ جانور کو حلال قرار دیا ہے، اس لیے کہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کر لیں اور صحیح معنی میں اسلام کو پہچان لیں تو وہ یہ یقین کر لیں گے کہ دینِ حق اسلام ہی ہے اور پھر وہ بخوشی و رضامندی اسلام کو قبول کر لیں گے۔

لیکن اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اہلِ کتاب میں سے کسی نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کا نام لیا ہے تو پھر اس کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہوجائے گا اس لیے کہ وہ جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔

مذبوحہ جانوروں کے سلسلہ میں جو شروط ذکر کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم ہوا کہ:

وہ جانور حرام ہے جسے بجلی کے جھٹکے وغیرہ کے ذریعہ سے ذبح کیا گیا ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ جانور دم

گھٹ کر مرا ہے، اس کو کسی دھار دار آلے کے ذریعے سے گلا کاٹ کر ذبح نہیں کیا گیا ہے۔

❁ ملحد و بے دین اور پارسی و بت پرستوں اور باطنی فرقوں کا مذبوحہ جانور حرام ہے، اس لیے کہ انہیں غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔

❁ ڈبوں میں پیک برآمد شدہ وہ گوشت حرام ہے جو ایسے ملحد ممالک سے درآمد کیا گیا ہو جو اللہ اور آسمانی مذاہب وادیان کے منکر ہیں۔

❁ اسی طرح ان ڈبوں کا گوشت کھانا بھی حرام ہے جن کے بارے میں یہ بات یقینی طور سے ثابت ہو جائے کہ اس میں جس جانور کا گوشت ہے اس کو غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ اس کو گلا گھونٹ کر یا بجلی کے جھٹکے سے مارا گیا ہو۔

❁ اسی طرح ایسے بیرونی گھی بھی حرام ہیں جن کے بارے میں یہ یقین سے ثابت شدہ ہو کہ اس میں موجود گھی میں سور کی چربی یا دودھ شامل ہے۔

لیکن ڈبوں میں درآمد شدہ مچھلی کا کھانا سب کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ احادیث کی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجِ ذیل فرمان موجود ہے جو آپ نے اس وقت جاری فرمایا تھا جب آپ سے سمندر کے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((هو الطهور ماؤه الحل ميتته)). اس کا پانی پاک اور اس کا مرا ہو جانور حلال ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو اللہ کے راستے میں جنگ کرنے کے لیے بھیجا، انہیں سمندر کے پاس ایک بڑی سی مچھلی ملی جو پانی سے باہر آنے کی وجہ سے مرگئی تھی، انہوں نے اس کا گوشت بیس سے زیادہ دن تک کھایا، پھر مدینہ منورہ آئے تو رسولِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((كلوا رزقاً أخرجه الله لكم، أطعمونا إن كان معكم)). کھاؤ اللہ نے تمہارے لیے رزق مہیا کیا ہے اور اگر تمہارے پاس موجود ہو تو ہمیں بھی کھلا دو۔

چنانچہ بعض حضرات اس کا بچا ہوا کچھ گوشت لے آئے تو آپ نے اسے نوش فرمایا۔

۴۔ شراب اور دوسری منشیات و مخدرات کا استعمال:

شراب و منشیات کا استعمال متفقہ طور سے حرام ہے، اور ہم اس سے قبل اس کتاب "اسلام اور تربیت اولاد" کی قسم ثانی کی "جسمانی تربیت کی ذمہ داری" کی فصل کے تحت تفصیل سے ان تمام نقصانات و مضرات کو ذکر کر چکے ہیں جو

شراب نوشی ومنشیات کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، اور اسی طرح ہم ان کے استعمال کے بارے میں اسلام کا فیصلہ بھی مفصل ذکر کر چکے ہیں، اور ساتھ میں وہ کامیاب ومفید علاج بھی ذکر کر چکے ہیں جو اسلام نے ان کی بیخ کنی اور خاتمے کے لیے مقرر کیا ہے، اس لیے اے مربیٔ محترم آپ اس فصل کو ملاحظہ فرمالیجیے تاکہ آپ کے ذہن میں ان دو مہلک حرام چیزوں کے نقصانات اور ان کے بارے میں دینِ اسلام کا فیصلہ اور مسلم معاشرے اور آزاد وبے لگام فاسد معاشرے سے ان کی بیخ کنی کا طریقہ بھی آپ کے سامنے آجائے۔

لیکن وہ شراب جو انگور اور کھجور کے علاوہ اور دوسری چیزوں سے بنائی جاتی ہے کیا اس کا پینا درست ہے اس پر کلام کرنا باقی ہے؛

امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں پوچھا گیا جو شہد اور مکئی یا جَو سے بنائی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو جامع کلمات عطا کیے گئے تھے) نے ارشاد فرمایا:

«کل مسکر خمر، وکل خمر حرام». — ہر نشہ آور چیز شراب (کے حکم میں) ہے۔ اور ہر شراب حرام ہے۔

لہٰذا اس حدیث کے اعتبار سے:

ہر وہ مشروب جو پھلوں یا جو یا کسی بھی اور چیز سے بنایا جائے اور وہ نشہ آور ہو اور عقل کو مدہوش کردے تو وہ شراب کے حکم میں داخل ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر حضرت عمر نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ شراب وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے (ملاحظہ ہو: بخاری ومسلم)۔

اور جو چیز نشہ آور ہے تو وہ خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ سب کی سب حرام ہے اس لیے کہ امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«ما أسکر کثیره فقلیله حرام». — جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے شراب کی تھوڑی یا زیادہ مقدار کے حرام کرنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس کے بیچنے خریدنے اور اس کی تجارت کرنے سے بھی منع فرمادیا خواہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ شراب امپورٹ یا ایکسپورٹ کرے، یا بنائے یا اِدھر سے اُدھر منتقل کرے اور لائے لیجائے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے:

«لعن اللہ الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها ومعتصرها وحاملها — اللہ کی لعنت ہو شراب پر اور اس کے پینے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور نچوڑنے

والمحمول إليه وآكل ثمنها)).	والے اور اٹھا کر لے جانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر
ابوداؤد وترمذی	لے جائی جائے اور اس کے پیسے وقیمت کے کھانے والے پر۔

اور اسلام نے سدِباب کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کے تحت مسلمان کے لیے یہ بھی حرام ہے کہ وہ شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور فروخت کرے چنانچہ طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((من حبس العنب أيام القطاف حتى	جس شخص نے انگور توڑنے کے دنوں میں انگور اس لیے
يبيعه من يهودي أو نصراني أو ممن	روک کر رکھے تاکہ کسی یہودی یا عیسائی یا ایسے شخص کے ہاتھ
يتخذه خمرًا فقد تقحم النار على بصيرة)).	بیچے جو اس سے شراب بنائے تو وہ علی بصیرۃ آگ میں داخل ہوگیا۔

اسی طرح سے اسلام نے مسلمان کو شراب کی محفلوں کے بائیکاٹ اور شراب نوشوں کی صحبت سے بچنے کا حکم دیا ہے چنانچہ امام احمد وترمذی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو۔

اور خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ شراب نوشوں کو کوڑے مارا کرتے تھے اور ان لوگوں کو بھی جو ان کی شراب نوشی کی مجلس میں حاضر ہوں خواہ انہوں نے ان کے ساتھ شراب نوشی نہ بھی کی ہو، لکھا ہے کہ ان کے سامنے ایسے لوگوں کو پکڑ کر لایا گیا جنہوں نے شراب پی تھی، تو انہوں نے ان کے کوڑے لگانے کا حکم دیا، ان سے کہا گیا کہ ان میں ایک صاحب ایسے بھی ہیں جو روزے دار ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اسی سے کوڑے لگانے کی ابتداء کرو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا درجِ ذیل فرمانِ مبارک نہیں سنا ہے:

((وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ	اور تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر
اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا	انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ	تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی انہی
غَيْرِهٖٓ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ)). النساء - ۱۴۰	جیسے ہوگئے۔

اور اس سے قبل اس کتاب "اسلام اور تربیتِ اولاد" کی قسمِ ثانی کی منشیات ومخدرات کی بحث کے سلسلہ میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ شراب کا دواء کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو یہی جواب دیا تھا جنہوں نے آپ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے انہیں اس سے منع فرمادیا، ان صاحب نے عرض کیا کہ میں تو اسے دواء استعمال کرتا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: یہ دواء نہیں ہے بلکہ یہ تو بیماری ہے (ملاحظہ ہو صحیح

مسلم و مسند احمد)۔

مندرجہ بالا حدیث اور اس جیسی دیگر نصوص سے ہم پہلے اس بات پر استدلال کر چکے ہیں کہ صرف شراب کا دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی گناہ و ناجائز ہے، جو اسے استعمال کرے گا وہ بھی گناہگار ہوگا اور جو اسے استعمال کرائے گا وہ بھی گناہگار ہوگا۔

لیکن بعض دواؤں میں ان کی حفاظت وغیرہ کے لیے جو ایک مخصوص مقدار میں الکحل وغیرہ ملائی جاتی ہے تو اس کا استعمال مندرجۂ ذیل شروط کے ساتھ جائز ہے:

۱۔ اگر اس دوا، کو استعمال نہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے صحت پر واقعی خطرناک صورت حال پیش آنے کا ڈر ہو۔

۲۔ اس کے علاوہ کوئی اور حلال و جائز دوا موجود نہ ہو۔

۳۔ اس دوا کو کوئی ماہر تجربہ کار دیندار مسلمان معالج تجویز کرے۔

اور اس آسانی و سہولت پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی احکامات آسانی و سہولت اور مشقت کے دور کرنے اور فائدہ و نفع پہنچانے پر مبنی ہیں جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک ہے:

((فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)) البقرہ۔۱۷۳

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

ب۔ لباس پوشاک اور زیب و زینت اور شکل و صورت میں حرام اشیاء

اسلام کے آسان بنیادی اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے مسلمان کے لیے یہ بات مباح رکھی ہے کہ وہ شکل و صورت اور وضع قطع کے لحاظ سے لوگوں کے سامنے مناسب ہیئت اور شکل و صورت میں پیش ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لباس و پوشاک اور زیب و زینت کی تمام وہ اشیاء پیدا کی ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے ارشادِ ربانی ہے:

((يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ)). الاعراف۔ ۲۶

اے آدم کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے۔

نیز ارشادِ باری ہے:

((يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)) الاعراف۔۳۱

اے آدم کی اولاد لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ان مباح زیب و زینت کی اشیاء کے استعمال میں درمیانہ روی و اعتدال کے دامن کو نہیں چھوڑنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمانِ مبارک پر عمل ہو:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا

اور وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے

وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا)) . — ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا خرچ) اعتدال پر رہتا ہے۔

الفرقان - ٦٧

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد پر بھی جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے :

((كلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا من غير إسراف ولا مخيلة)) . — کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر کسی اسراف اور تکبر کے۔

❁ اسلام نے ظاہر اور شکل وصورت کا جو خیال رکھا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان کو نظافت اور صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے اس لیے کہ نظافت ہی پر اچھی زینت کی اساس اور مناسب و اچھے مظہر کی بنیاد ہے :

★ ابن حبان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : نظافت اختیار کرو اس لیے کہ اسلام صاف ستھرا (دین) ہے۔

★ اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ : نظافت ایمان کی طرف دعوت دیتی ہے اور ایمان اپنے ساتھی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

★ اور ابوداؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو سفر سے واپس آرہے تھے صفائی ونظافت کا خیال رکھنے اور شکل وصورت اچھی بنانے کا درج ذیل الفاظ میں حکم دیا :

((إنكم قادمون على إخوانكم فأصلحوا رحالكم وأصلحوا لباسكم حتى تكونوا كأنكم شامة في الناس فإن الله لا يحب الفحش ولا التفحش)) . — تم لوگ اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو لہذا کجاووں کو درست کرلو اور اپنے لباس ٹھیک کرلو تاکہ تم لوگوں میں ایسے بن جاؤ جیسے تل اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فحش اور بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔

❁ دین اسلام نے مظہر اور شکل وصورت کا جو خیال رکھا ہے اس کی علامت یہ بھی ہے کہ اس نے اجتماع کے مقامات اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں نظافت وآراستگی پر ابھارا اور آمادہ کیا ہے :

★ امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے معمولی سے کپڑے پہن رکھے تھے ، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال ودولت ہے ؟ انہوں نے عرض کیا : جی ہاں ! آپ نے پوچھا : کس قسم کا مال ہے ؟ انہوں نے عرض کیا : اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ : پھر جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دے رکھا ہے تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی نعمتوں اور اعزاز کے اثرات تم پر ظاہر ہونا چاہییں۔

❁ اور ابوداؤد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت وفراخی دی ہے تو وہ (روزمرہ) کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ اگر ایک جوڑا جمعہ کے لیے بنالے تو اس کا کیا نقصان ہوجائے گا۔

❁ اسلام نے شکل وصورت اور ظاہر کا جو خیال رکھا ہے اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اسلام سر اور ڈاڑھی کے بالوں کی اصلاح کا حکم دیتا ہے چنانچہ امام مالک اپنی کتاب "موطأ" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا (گویا آپ انہیں بالوں کے درست کرنے کا حکم دے رہے ہوں) انہوں نے ایسا ہی کیا (یعنی بال درست کرلیے) پھر دوبارہ حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ اب اس سے بہتر نہیں ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اس طرح پراگندہ سر آئے گویا کہ وہ شیطان ہے۔

اسلام نے یہ تمام چیزیں نہ صرف مباح وجائز قرار دی ہیں بلکہ ان کو اختیار کرنے کا انسان سے مطالبہ کیا ہے اور جس شخص نے ان کو اپنے اوپر حرام قرار دیا اس پر سخت نکیر کی ہے اور اس سے منع کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

«قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ». اعراف - ۳۲

آپ کہہ دیجیے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور کھانے کی ستھری چیزیں۔

البتہ دینِ اسلام نے مسلمان پر زیب وزینت، لباس اور ظاہری شکل وصورت کی بعض انواع واقسام کی بعض اہم حکمتوں کی وجہ سے ممانعت کرکے ان کو حرام قرار دیا ہے، اور لیجیے آپ کے سامنے ان حرام چیزوں میں سے اہم اہم ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ مردوں پر سونا وریشم کا حرام قرار دینا:

اس لیے کہ امام احمد، ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے دائیں ہاتھ میں تھاما اور سونے کو بائیں ہاتھ میں پھر ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: ان کی عورتوں کے

لیے حلال ہیں

اور امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے؟! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے ان صاحب سے یہ کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اسے کسی کام میں لے لینا، انہوں نے فرمایا: بخدا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے تو اب میں اسے قطعاً نہیں لے سکتا۔

اور امام بخاری حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاندی کے برتن میں پینے اور کھانے اور ریشم وریشمی کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمادیا ہے، اور امام مسلم رحمہ اللہ حضرت علی اللہ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمادیا ہے۔

اور جو ریشم حرام ہے اس سے مراد وہ اصلی خالص ریشم ہے جو ریشم کے کیڑے کا بنایا ہوا ہو۔ لیکن مصنوعی ریشم کا پہننا یا اس کا استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔

اور اسی طرح وہ کپڑا بھی استعمال کرنا حرام نہیں ہے جو ریشم وغیر ریشم ملا کر بنایا گیا ہو، اور دونوں کا وزن برابر ہو، اسی طرح اگر ریشم سے پھول بوٹے بنائے گئے ہوں یا ریشمی دھاگے سے سیا گیا ہو یا پیوند لگایا گیا ہو یا اسے کسی کپڑے کے اندر بھر دیا گیا ہو تو جب تک وہ اس کپڑے کے برابر وزن کا نہ ہو جائے تو اس کا استعمال جائز ہے، اس لیے کہ ابوداؤد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے سے منع فرمایا ہے جو خالص ریشم سے بنا ہوا ہو، لیکن اگر کسی کپڑے میں ریشم کے پھول بوٹے ہوں یا صرف تانا ریشم ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خالص ریشم کا استعمال ضرورت کے موقعہ پر جائز ہے مثلاً خارش وغیرہ کے دور کرنے یا ہلاک کرنے والی سردی یا گرمی سے بچنے کے لیے، یا اگر اس کے علاوہ اور کوئی ساتر کپڑا نہ ہو تو اس سے شرمگاہ چھپانا[1] اس لیے کہ امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔

باقی سونا اور ریشم صرف مردوں کے لیے حرام ہے لیکن عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کا استعمال وپہننا جائز ہے

---

[1] بعض فقہاء نے خالص ریشم کے استعمال کی حرمت سے قرآنِ کریم کے جزدان اور تسبیح کے دھاگے اور بیت اللہ کے غلاف کو مستثنٰی کیا ہے۔

جیساکہ ابھی کچھ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزرا ہے۔

لیکن مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ اسراف کی حد تک نہ پہنچے[۱] اور اچھا یہ ہے کہ اسے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنے اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جس میں یوں آتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے وہ انگوٹھی استعمال کی، پھر حضرت عثمان سے وہ انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گرگئی۔

مردوں پر سونے و ریشم کے حرام کرنے کی علت یہ ہے کہ مردوں کو اس زنانہ پن سے دور رکھا جائے جو مردوں کی شہامت و مردانگی کے خلاف ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اس آسودگی کے خلاف جنگ بھی ہو جائے جو آزادی و بے راہ روی کا ذریعہ بنتی ہے اور انسان کے نفس سے تکبر و بڑائی کی جڑ بھی کاٹ دی جائے، اور ہر جگہ و ہر زمانے میں سکے کے اصلی مرکز سونے کی حفاظت بھی ہو جائے۔

لیکن اس کی حرمت سے عورتوں کو اس لیے مستثنیٰ کیا گیا ہے تاکہ عورت کی نسوانیت کی رعایت ہو۔ اور عورت کی فطرت میں ودیعت رکھے گئے اس کی ملکیت کے جذبے کو بڑھایا جائے۔ اور زیب و زینت سے محبت کے اس کے فطری جذبہ پر لبیک کہی جا سکے، اور ساتھ ہی جب اس کا شوہر اسے شاندار ہیئت اور خوبصورت شکل میں دیکھے تو اس کا اشتیاق اور بڑھ جائے۔

۲۔ عورت کے لیے مرد کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور مرد کے لیے عورت کی سی شکل و صورت بنانے کا حرام ہونا:

اس لیے کہ امام بخاری اور اصحابِ سنن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو نسوانیت اختیار کرتے ہیں، اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

اور امام احمد و طبرانی ہذیل کے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا مکان حرم سے باہر کے علاقے میں ہے اور ان کی مسجد حدودِ حرم میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کے پاس تھا کہ انہوں نے ام سعید بنت ابی جہل کو کمان لٹکائے مردوں کی سی چال چلتے ہوئے دیکھا، تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ: یہ کون عورت ہے؟! میں نے عرض کیا: یہ ام سعید بنت ابی جہل ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] فقہاءِ حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ انگوٹھی کا وزن ایک درہم (جو سوا تین گرام کے برابر ہے) سے زائد نہ ہو۔

((لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال)) .

وہ عورتیں ہم میں سے نہیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں اور نہ وہ مرد جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں۔

ہمارے نواجوان مردوں اور عورتوں میں ایک دوسرے سے مشابہت اور اندھی تقلید کا مرض بہت عام ہوگیا ہے اس لیے تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ اس مرض کا بہت عمدہ اسلوب سے علاج کریں۔

۳۔ ریاکاری، دکھاوے اور تکبر کے لیے کپڑے پہننے کی حرمت

اس لیے کہ امام احمد، ابوداؤد و نسائی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من لبس ثوب شہرۃ ألبسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ)) .

جو شخص ریاکاری کے لیے لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔

ریاکاری و دکھاوے کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ انسان قیمتی اور شاندار لباس بڑائی کے اظہار اور فخر و مباہات کے لیے پہنے، اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ دکھاوا اور فخر و مباہات تکبر و اکڑ پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ متکبر و فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے، اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے:

((من جرّ ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ إلیہ یوم القیامۃ)).
بخاری و مسلم

جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے لباس کو گھسیٹ کر چلتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے۔

اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنے لباس پوشاک کھانے پینے اور گھر کے ساز و سامان میں اعتدال و درمیانہ روی کی حد سے آگے نہ بڑھے تاکہ اس پر کبر و بڑائی کا تسلط اور اترانے کے جذبے کا غلبہ نہ ہو۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟ انہوں نے فرمایا: جن کی وجہ سے بے وقوف قسم کے لوگ تمہاری تذلیل نہ کریں اور حکماء و سمجھدار برا نہ سمجھیں یعنی ایسے کپڑے نہ ہوں جو حدِ اعتدال سے زیادہ ہوں۔

۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنے کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمۃ والمستوشمۃ، والواشرۃ والمستوشرۃ)) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی اور دانتوں کو باریک کرنے والی اور دانتوں کو باریک کرانے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

گودنے میں چہرے اور ہاتھوں کو نیلے رنگ اور قبیح نقش ونگار سے بگاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔

اور دانتوں کا تیز اور چھوٹا کرنا اور اسی طرح اور وہ آپریشن وغیرہ جو آج کل خوبصورتی کے لیے کیے جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اس لیے کہ اس میں انسان کو عذاب دینا اور اللہ کی خلقت میں تغییر و تبدیلی ہوتی ہے۔ اور اللہ کے فیصلہ و تقدیر پر عدم رضامندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور قرآنِ کریم نے اس تغییر و تبدیلی کو شیطانی اثر قرار دیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرتا ہے:

((وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ)) النساء۔ ۱۱۹ — اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں۔

خوبصورتی کے لیے جو عملِ جراحی کیے جاتے ہیں ان سے وہ آپریشن وغیرہ مستثنیٰ ہیں جو اس لیے کیے جاتے ہیں جن سے انسان کو حسی یا نفسیاتی درد والم سے بچایا جا سکے مثلاً زائد انگلی یا غدود وغیرہ، یا جن کے کاٹنے کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً بالوں کا کاٹنا، ناخن تراشنا، زیر ناف کے بال کاٹنا تاکہ لوگوں سے مشقت دور ہو اور صفائی ستھرائی حاصل ہو اور شکل وصورت بھی اچھی رہے۔

۵۔ داڑھی مونڈنے کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔

اور ابنِ اسحاق وابنِ جریر حضرت یزید بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو مجوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے اپنی داڑھیاں منڈائی ہوئی اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، تو آپ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا اور ان سے فرمایا: برا ہو تمہارے لیے تمہیں اس بات کا کس نے حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا حکم ہمارے رب (یعنی کسریٰ) نے دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لكن ربي أمرني بإعفاء لحيتي وقصّ شاربي)). — لیکن میرے رب نے تو مجھے میری داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

اور امام احمد حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((اعفوا اللحى وجزوا الشوارب ولا تشبهوا باليهود والنصارى)). — داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں مونڈاؤ اور یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو۔

اور امام مسلم، أحمد اور اصحابِ سنن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((عشر من الفطرة: قص الشارب، — دس چیزیں انبیاء علیہ السلام کی سنت ہیں: مونچھوں کا

وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، والمضمضة، وقص الأظفار وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء[۱])).

کاٹنا، داڑھی کا بڑھانا، اور مسواک، اور ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا، اور ناخن کاٹنا، اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، اور بغل کے بال اکھیڑنا، اور زیرِ ناف کے بال کاٹنا، اور پانی سے استنجاء۔

داڑھی کے بارے میں چاروں اماموں کی آراء[۲]:

چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ داڑھی کا بڑھانا واجب اور اس کا مونڈنا حرام ہے۔

۱۔ حضراتِ حنفیہ کا مذہب: "مرد کے لیے داڑھی منڈانا حرام ہے"، اور "نہایہ" میں تصریح کی ہے کہ ایک مشت سے زائد کا کاٹنا واجب ہے، لیکن اگر داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جیسا کہ بعض مغربی ممالک کے لوگ یا نیم زنانہ قسم کے افراد کرتے ہیں اسے کسی نے جائز قرار نہیں دیا ہے، اور ساری داڑھی کا مونڈنا ہندوستان کے یہودیوں اور عجمی پارسیوں کا فعل ہے" ملاحظہ فرمائیے فتح القدیر۔

۲۔ حضراتِ مالکیہ کا مذہب: " داڑھی کا مونڈنا اسی طرح اس کا کاٹنا اس وقت حرام ہے جب اس سے بدصورتی پیدا ہوتی ہو لیکن اگر داڑھی بڑھ جائے اور اس کے کاٹنے سے بدصورتی نہ پیدا ہوتی ہو تو یہ خلافِ اولیٰ یا مکروہ ہے" ملاحظہ ہو ابوالحسن کی شرح الرسالۃ اور عدوی کا اس کا حاشیہ۔

۳۔ حضراتِ شافعیہ کا مذہب: شرح العباب میں لکھا ہے: فائدہ: شیخین فرماتے ہیں کہ داڑھی کا مونڈنا مکروہ ہے اس پر ابن الرفعہ نے یہ اعتراض کیا ہے، کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الأم میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے اور ازرعی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ بلا کسی بیماری کے اس کا سب کے سب کا مونڈ دینا حرام ہے، اسی طرح مذکورہ کتاب پر ابن قاسم العبادی کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

۴۔ حضراتِ حنابلہ کا مذہب: حنابلہ نے داڑھی کے مونڈنے کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے، ان حضرات میں سے بعض نے تو یہ تصریح کی ہے کہ معتمد علیہ قول یہ ہے کہ اس کا مونڈنا حرام ہے اور بعض نے حرمت کی تصریح کی ہے اور "انصاف" کے مؤلف کا اس سے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔

---

۱ انگلیوں کے جوڑوں کے دھونے سے مراد اوپر اور نیچے دونوں طرف کے جوڑ دھونا ہے، اور زیرِ ناف کے بالوں سے وہ بال مراد ہیں جو شرمگاہ کے اردگرد ہوتے ہیں۔

۲ ملاحظہ فرمائیے استاذِ جلیل شیخ محمد حامد رحمہ اللہ کا رسالہ "حکم اللحیۃ فی الإسلام"، اس میں داڑھی مونڈنے کی حرمت پر بہت دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

لہٰذا ان احادیثِ نبویہ اور فقہی نصوص سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ داڑھی کا مونڈنا حرام ہے، اور منصف مزاج حقیقت کا متلاشی صریح احادیث اور قوی دلائل کو دیکھ کر اس کے بڑھانے کے واجب ہونے کا ہی قائل ہوگا اور داڑھی منڈوانے والے کے بارے میں سب سے کم اور معمولی ترین بات یہ ہے کہ ایسا شخص ہیجڑا یا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والا، یا اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے والا، یا دوسروں کی اندھی تقلید کرنے والا ہے۔ ان امور میں سے صرف ایک بات ہی مسلمان کو گناہ میں گرفتار کرنے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ تمام اوصاف اس پر منطبق کیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو سیدھا راستہ دکھائیں، اور ان کے عقیدے و اسلام کو مضبوط فرمائیں تاکہ وہ ہمیشہ مردانگی اور کمال کے لباس کو اختیار کریں۔

۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈیلتا ہے۔

اور امام بخاری حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور ریشمی کپڑے کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ دنیا میں کافروں کے لیے اور ہمارے لیے آخرت میں ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ سونے چاندی کے برتن اور خالص ریشم کے بچھونے مسلمانوں کے لیے حرام ہیں ایسا کرنے والا گناہگار ہوگا۔ اور یہ حرمت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمان شخص کے گھرانے کو مذموم عیش و عشرت کے اسباب اور مبغوض بڑائی و تکبر کے مظاہر سے پاک رکھا جائے۔

۷۔ تصویروں و مورتیوں کی حرمت

✿ اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

«إن أشدَّ الناس عذاباً يوم القيامة المصورون».	قیامت کے روز سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

◉ اور امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما صنعتم)). جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کر کے دکھاؤ۔

اور امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، اور میں نے گھر کی ایک الماری پر ایک ایسا پردہ ڈال رکھا تھا جس میں کچھ تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ اللہ کے یہاں قیامت کے روز سب سے سخت ترین عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ کی (صفت) خلق میں مشابہت اختیار کرتے ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردے کو کاٹ کر اس سے ایک یا دو تکیے بنا لیے

◉ اور امام بخاری و مسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

◉ اور امام مسلم وابوداؤد و ترمذی حضرت حیان بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم جس کسی بھی تصویر کو دیکھو اسے مٹا ڈالو، اور جس قبر کو بلند دیکھو اسے برابر کر دو۔

یہ احادیث مجموعی حیثیت سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تصاویر و مورتیاں حرام ہیں خواہ وہ مجسمے کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ وہ فوٹوگرافی کے ذریعے ہوں یا بغیر اس کے اور خواہ ان کو تحقیر و تذلیل کے طور پر بنایا گیا ہو یا اعزاز و اکرام کے لیے اس لیے کہ اس میں اللہ تعالی کی صفت خلق کا مقابلہ ہے۔

اس حرمت کی تاکید و تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک اس سے تمام بت اور مورتیاں و تصاویر نکال باہر نہیں کی گئیں، اور ابوداؤد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بطحاء نامی مقام پر تھے تو آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ کعبہ جا کر وہاں موجود تمام تصاویر کو مٹا ڈالیں، اور آپ وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ تمام تصاویر مٹا نہ دی گئیں، اور امام بخاری کتاب الحج میں حضرت اسامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو آپ نے پانی منگا کر اسے مٹانا شروع کر دیا۔

ان تصاویر سے درختوں اور اس چیز کی تصویر مستثنیٰ ہے جس میں جان نہ ہو، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت سعید بن أبی الحسن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے

پاس آئے اور انہوں نے کہا: میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کا معاش و روزی ہاتھ کے کام سے ہے اور میں تصاویر بناتا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں وہی بات تبلاؤں گا جو میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

((من صور صورۃً فإن اللہ معذبہ	جو شخص کوئی تصویر بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت
حتی ینفخ فیہا الروح	تک عذاب دے گا جب تک وہ شخص اس میں روح
ولیس بنافخ فیہا أبدا)).	نہ پھونک دے اور وہ شخص اس میں کبھی بھی روح نہیں
	ڈال سکتا۔

٭ ٭ ٭

یہ سن کر وہ شخص سخت گھبرا گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درختوں اور ایسی چیزوں کی تصاویر بناؤ جو غیر جاندار ہیں۔

تصویروں اور مجسموں سے بچوں کے کھلونے (گڑیاں) مستثنیٰ ہیں[1] اس لیے کہ ان سے نہ تو اپنی عظمت و بڑائی کا اظہار مقصود ہوتا ہے نہ اپنی مالداری کا اظہار، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں (یعنی وہ کھلونے جو گڑیا کی شکل کے بنے ہوتے ہیں) سے کھیلتی تھی، اور میرے پاس میری سہیلیاں آیا کرتی تھیں تو وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے چھپ جایا کرتی تھیں، حالانکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے میرے پاس آنے سے خوش ہوا کرتے تھے، میری وہ سہیلیاں میرے ساتھ آکر کھیلا کرتی تھیں۔

ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عائشہ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں، آپ نے پوچھا ان کے درمیان میں جو ہے وہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ گھوڑا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: اس کے اوپر یہ کیا بنا ہوا ہے؟؛ انہوں نے عرض کیا یہ پَر ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے کے پَر بھی ہوتے ہیں؟! تو حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے پر تھے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

شوکانی لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گڑیوں کی شکل کے کھلونوں سے بچوں کو کھیلنے کی اجازت ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ ناپسند کیا اور مکروہ جانا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے لیے گڑیاں خریدے، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ چھوٹی بچیوں کو گڑیوں سے کھیلنے کی رخصت دی گئی ہے۔

ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ تصویر کو بے عزت بنانا اور اس کی شکل وغیرہ بگاڑ دینے

---

[1] بشرطیکہ وہ مجسم تصویر اور آج کل کی بازار میں بکنے والی گڑیوں کی طرح نہ ہوں۔

سے وہ حرام نہیں رہتی اور اس سے انتفاع درست ہوجاتا ہے ،اس لیے کہ امام نسائی وابنِ حبان اپنی صحیح میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، توآپ نے انہیں اجازت دے دی انہوں نے فرمایا: میں کس طرح داخل ہوجاؤں جبکہ آپ کے گھر کے ایک پردے میں تصاویر بنی ہوئی ہیں ،اس لیے اگر اس پردے کو رکھنا ہی ہے تو ان تصویروں کا سر کاٹ دیں یا اس پردے کو پھاڑ کر تکیہ یا گدا بنالیں رہیں کیمرے وغیرہ کی تصاویر وفوٹو گرافی تو یہ قطعی وصریح نصوص وادلہ کی وجہ سے بالکل ناجائز ہے الا یہ کہ مجبوری و ضرورت ہو جیسے کہ شناختی کارڈ یا پاسپورٹ یا مشکوک لوگوں اور مجرموں کی تصویر کشی، یا کسی وضاحت وغیرہ کے لیے تصویر کو وسیلہ بنایا جائے تو یہ اس عمومی قاعدہ کے تحت داخل ہے جس میں یہ آتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز بھی مباح ہوجاتی ہے۔

اس جانب اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ بہت سے وہ گھرانے جو اسلام کے دعوے دار ہیں ان کے گھروں میں بڑی بڑی تصاویر اس دلیل کے تحت آویزاں ہوتی ہیں کہ یہ باپ ، دادا یا خاندان کی یادگار ہیں۔اور اس کو جاندار مورتیوں سے مزین کر کے گھر میں اِدھر اُدھر رکھا جاتا ہے، اور اسی طرح ایسے قالین دیواروں پر لگائے جاتے ہیں جن پر تصویریں بنی ہوتی ہیں، یہ سب زمانۂ جاہلیت کے کام ہیں بلکہ اس بت پرستی کے آثار ہیں جس کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے۔

اس لیے والدین اور مربیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھروں کو ان ناجائز وحرام چیزوں سے صاف ستھرا اور ان مہلک چیزوں سے پاک رکھیں ،تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے :

((وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا)). النساء - ۶۹

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔

ج ۔ زمانۂ جاہلیت کے حرام وناجائز عقیدے

غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کرتا ہے، ارشادِ ربّانی ہے :

((عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡهِرُ عَلٰی غَیۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ)) الجن۔۲۶، ۲۷

وہی غیب کا جاننے والا ہے سو وہ (ایسے) غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہاں البتہ کسی برگزیدہ پیمبر کو۔

لہٰذا جو شخص حقیقی غیب کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ اور حقیقت اور لوگوں پر جھوٹ باندھتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ)) ۔ النمل - ٦٥

آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی (مخلوق) موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے، اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔

لہٰذا غیب کا علم نہ فرشتوں کو ہے اور نہ جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے جو اللہ نے انہیں بتلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان کے جنوں کے بارے میں بتلاتے ہیں:

((اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ)) ۔ سبا - ١٤

کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

اس عقیدہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل عقیدوں کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے:

١۔ کاہنوں (غیب جاننے کے دعویداروں) کی تصدیق کا ناجائز و حرام ہونا: اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((من أتى عرافاً فسأله عن شيء فصدقه بما قال لم تقبل له صلاة أربعين يوماً)) ۔

جو شخص کسی نجومی کے پاس جاکر اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

اور بزار سندِ جید سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

((من أتى كاهناً فصدقه بما قال فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم)) ۔

جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

ان احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے صرف نجومیوں اور اس طرح کے دجالوں پر ہی یہ حکم نہیں لگایا بلکہ گناہ میں ان کے ساتھ ہر اس شخص کو شامل کیا ہے جو ان کے توہمات اور گمراہ کن باتوں میں ان کی تصدیق و تائید کرے۔

٢۔ تیروں سے فال نکالنے کی حرمت: اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ

اے ایمان والو! یہ جو شراب اور جوا اور بت اور پانسے

الْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)) المائدہ ۹۰

ہیں سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے پاس کچھ تیر ہوا کرتے تھے جن میں سے ایک پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور دوسرے پر لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے منع کیا ہے، اور تیسرا سادہ ہوتا تھا اس پر کچھ لکھا نہیں ہوتا تھا، ان کی عادت یہ تھی کہ وہ جب کہیں سفر کرنا چاہتے، یا جنگ یا شادی بیاہ وغیرہ کرنا چاہتے تو بت خانہ جاتے، جہاں یہ تیر رکھے ہوتے تھے، اور ان تیروں سے فال نکالا کرتے تھے، پھر اگر وہ تیر نکلتا جس میں کرنے کا حکم ہوتا تھا تو اس کام کو کر لیا کرتے تھے، اور اگر وہ تیر نکلتا جس میں منع لکھا ہوتا تو اس کام سے رک جاتے تھے، اور اگر سادہ تیر نکلتا تو پھر دوبارہ سہ بارہ تیر نکالتے جب تک کہ حکم دینے والا یا منع کرنے والا تیر نہ نکل آئے۔

ہمارے آج کل کے اسلامی معاشروں میں اس کے مشابہ لاٹری، نمبر کے ذریعے کوئی چیز نکالنا وغیرہ پائی جاتی ہیں اور یہ سب چیزیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں اور اسلام کی نظر میں یہ سب کی سب منکر و ناپسندیدہ اور حرام ہیں۔

طبرانی سندِ جید سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا ينال الدرجات العلى من تكهن أو استقسم أو رجع من سفر تطيرًا)).

وہ شخص بلند درجات کو نہیں پہنچ سکتا جو نجومیوں کے پاس جائے یا تیروں سے فال نکالے یا بدفالی کی وجہ سے سفر سے واپس لوٹ جائے۔

دینِ اسلام نے تیروں سے فال نکالنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسے شرک تبلایا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے لوگوں کو شرعی طریقے سے استخارہ کرنے کی تعلیم بھی دی ہے، جس کے ذریعہ سے انسان کسی کام کرنے پر اقدام یا اس سے رکنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور استخارہ کی دعا اور اس کا طریقہ اس سے قبل ہم "روحانی ارتباط و تعلق" کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں لہٰذا اسے وہیں دیکھ لیجیے۔

۲۔ <u>سحر و جادو کی حرمت</u>: اس لیے کہ امام بخاری و مسلم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

« اجتنبوا السبع الموبقات » قالوا: يا رسول الله! وما هي؛ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف،

سات تباہ کن و مہلک چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؛ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور جادو، اور اس نفس کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور سود کھانا، اور یتیم کے مال کا کھانا، اور جنگ کے دن پیٹھ پھیر

و قذف المحصنات الغافلات المؤمنات))۔ کر بھاگنا، اور سیدھی سادھی پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

٭ ٭ ٭

اور جس طرح دینِ اسلام نے مسلمان پر نجومیوں اور غیب کے علم کے مدعیوں کے پاس جاکر غیب کی باتیں اور پراسرار و پوشیدہ چیزیں پوچھنے کی ممانعت کی ہے اسی طرح اسلام نے یہ بھی حرام قرار دیا ہے کہ انسان مخفی باتوں پر مطلع ہونے یا مشکلات کے حل یا لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جادوگروں کے پاس جائے یا جادو کرے، اس لیے کہ بزار سندِ جید سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لیس منا من تطیر أو تطیر له، أو تکهن أو تکهن له، أو سحر أو سحر له))۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدفالی لے یا اس کے لیے بدفالی لے جائے، یا نجومی بنے یا اس کے لیے علم نجوم سے بات بتلائی جائے، یا جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے۔

اور ابن حبان اپنی صحیح میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا یدخل الجنة مدمن خمر ولا مؤمن بسحر ولا قاطع رحم))۔ جنت میں، شراب نوشی میں لگا رہنے والا، اور جادو پر یقین کرنے والا، اور قطع رحمی کرنے والا داخل نہ ہوگا۔

بعض فقہاءِ کرام نے جادو کو کفر یا کفر تک پہنچانے کا ذریعہ شمار کیا ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ معاشرے کو ایسے لوگوں کی گندگی سے بچانے کے لیے جادوگر کا قتل کرنا واجب ہے تاکہ امتِ مسلمہ کے عقیدے کو فساد و زیغ اور گمراہی سے بچایا جائے۔

وہ لوگ جو گرہ لگا کر اس پر پھونک کر جادو کرتے ہیں تاکہ میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور لوگوں کو آپس میں لڑائی جھگڑے یا اختلاف میں مبتلا کر دیں، ان کی ان فتنہ سامانیوں اور ان کے شر سے ہمیں بچانے کے لیے قرآنِ کریم نے ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے جو اس قسم کے لوگوں کے شر سے بچانے میں حفاظت کا کام دیتی ہیں۔

اسی لیے رات کو سورۃ "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کا پڑھنے والا جنوں اور گرہوں پر پھونک کر جادو کرنے والوں کے شر سے بچے، چنانچہ امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھوں پر سورۂ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے اور پھر اپنے جسم کے جس جس حصے تک ہاتھ پہنچتا اس پر ہاتھ پھیر لیتے، پہلے سر پر پھیرتے پھر چہرے پر پھر جسم کے اگلے حصے پر، آپ اس طرح تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

۴۔ غیر اللہ کے نام کے تعویذ گنڈوں کی حرمت: اس لیے کہ امام احمد و حاکم حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دس آدمیوں کا ایک قافلہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے نو کو آپ نے بیعت

کرلیا اور ایک آدمی کے بیعت کرنے سے رک گئے، لوگوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: کہ اس کے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا ہے، پھر اس شخص نے وہ تعویذ اتار پھینکا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت کرلیا اور فرمایا:

((من علق تميمة فقد أشرك)). — جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

اور امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((من علق تميمة فلا أتم الله له، ومن علق ودعة فلا أودع الله له)). — جس شخص نے تعویذ لٹکایا تو اللہ اس کا کام پورا نہ فرمائے، اور جس شخص نے کوڑی یا گھونگا لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ فرمائے۔

تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہیں جو شرکیہ کلمات یا غیر اللہ سے استعانت یا مبہم الفاظ پر مشتمل ہوں، اسی طرح وہ ٹونے گھونگے وکوڑیاں بھی جو چھوٹوں بڑوں وغیرہ کے اس عقیدے کے تحت ڈالی جاتی ہیں کہ بیماری کو شفا دیں گی یا نظر بد سے بچائیں گی یا مصیبت وشر کو دفع کریں گی۔

ہم کتنے ہی دجالوں اور عیاروں دھوکہ بازوں کے بارے میں سنتے رہتے ہیں کہ وہ سیدھے سادھے لوگوں کے لیے تعویذ گنڈے لکھتے ہیں، ان میں مختلف قسم کے نقشے ولکیریں کھینچتے ہیں، اور ان پر مختلف قسم کے منتر وکلمات پڑھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے جنوں کے شر اور نگاہ لگنے سے حفاظت ہوگی اور یہ تکلیف دہ چیزوں اور شر وغیرہ وغیرہ سے بچائیں گے۔

لیکن اگر تعویذ میں صاف ستھری عربی عبارتیں یا اس کا ترجمہ وغیرہ لکھا جائے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مشہور دعائیں یا احادیث مبارکہ سے قرآن کریم کی بعض آیات یا سورتوں کے بارے میں جو ثابت ہے انہیں لکھا جائے مثلاً سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ تو بعض فقہاء کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح ایسی احادیث یا آیات اور دعاؤں کے پڑھ کر پھونکنے میں بھی کوئی حرج نہیں مثلاً بیمار یا جس پر جن آگیا ہو یا سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو تو اس پر معوذتین یا سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا یا ہاتھ پر دم کرکے ہاتھ پھیرنا۔

امام نووی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اگر تین باتوں کا خیال رکھا جائے تو دم کرنا بالاتفاق سب کے یہاں جائز ہے:

۱۔ اللہ کے کلام یا اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعے سے ہو۔

۲۔ عربی زبان یا کسی دوسری زبان میں ہو لیکن اس کے معنی ومطلب معلوم ہو۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ دم کرنا خود اپنے طور پر مؤثر نہیں ہوسکتا بلکہ اثر وفائدہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

وہ تعویذ جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں وغیرہ کی حفاظت کے لیے سکھائے ہیں وہ ہیں جو امام بخاری حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین کی حفاظت کے لیے یہ پڑھا کرتے تھے:

((أعوذ كما بكلمات الله التامة من كل شيطان وهامة، ومن كل عين لامة)).	میں تمہاری حفاظت کی دعا کرتا ہوں اللہ کے ان کلمات کے ذریعہ جو کامل و مکمل ہیں ہر شیطان و موذی جانور سے اور نگاہ بد لگانے والی آنکھ سے۔

۵۔ <u>بدشگونی کی حرمت</u>: اس لیے کہ بزار و طبرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((ليس منا من تطير أو تطير له ...)).	وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونی لے یا جس کے لیے بدشگونی لی جائے۔

اور ابوداؤد، نسائی وابن حبان اپنی صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((العيافة والطيرة والطرق من الجبت)).	رمل کی لکیریں کھینچنا اور بدشگونی اور جادو منتر کے طور پر کنکری پھینکنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔

عيافة: نام ہے علمِ رمل کی لکیریں کھینچنے کا، اور یہ بھی جادو کی ایک قسم ہی ہے، جو آج بھی پائی جاتی ہے
طرق: بھی جادو کی ایک قسم ہے جس میں کنکری پھینکی جاتی ہے۔
جبت: سے مراد ہے وہ غیر اللہ جس کی عبادت کی جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کووں اُلووں کی آوازوں اور پرندوں کے دائیں سے بائیں جانب گزر جانے سے بدشگونی لیا کرتے تھے، اور یہ چیزیں انہیں دنیا کے بہت سے کاموں سے روک دیا کرتی تھیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور یہ واضح فرمادیا کہ کسی فائدہ بخش چیز کے حصول یا نقصان دہ چیز اور اس کے ضرر دور کرنے میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اثر و تاثیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت ہی میں ہے۔

ابن عدی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا)).	جب تم بدشگونی لو تو وہ کام ضرور کرلیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا کرو۔

اور بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا:

((من عرض له من هذه الطيرة شيئ فليقل: اللهم لا طير إلا طيرك ولا خير إلا خيرك)).	جس کے دل میں اس بدشگونی سے کوئی اثر پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ کہے: اے اللہ بدشگونی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور خیر بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے

اور حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک پرندہ تو مچاتا ہوا اڑ گیا، تو ایک صاحب نے کہا: خیر ہے خیر، حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہ خیر ہے نہ شر (یعنی اس کے آواز کرنے پر کوئی چیز متفرع نہیں ہوتی ہے)۔

یہ تمام نصوص یہ واضح کرتی ہیں کہ وقت یا جگہ یا کسی حیوان سے شگون لینا، اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، اور شریعت میں بدشگونی لینا حرام ہے اور فاعل علی الاطلاق اور حقیقی مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں رہے اور اپنے مقصد و مطلوب تک پہنچنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور بدشگونی اسے کسی کام کے کرنے سے نہ روکے، اور نہ کسی بدفالی کی وجہ سے کسی کام سے ہاتھ کھینچے۔

د ۔ کمائی و روزگار میں حرام چیزیں

جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب میں خرید و فروخت اور مالی معاملات اور تجارتی لین دین کی مختلف قسمیں رائج تھیں آپ نے ان میں سے بعض ایسی اقسام پر انہیں برقرار رکھا جو شریعتِ اسلامیہ کے اصول و قواعد اور ان نصوص کے خلاف نہیں تھیں جو دینِ اسلام میں موجود ہیں، اور بعض ایسی قسموں سے روک دیا جو افراد و جماعتوں کی مصلحت کے خلاف تھیں، جن سے بہت سی برائیاں و مفاسد پیدا ہوتے تھے، اور جو برے اثرات چھوڑتی تھیں۔

روزگار و کمائی میں جو اہم اہم حرام چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حرام چیزوں کی فروخت: اس لیے کہ امام احمد و ابوداؤد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إن الله إذا حرم شيئاً حرم ثمنه». اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دے دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔

❊ ❊ ❊

لہٰذا شراب اور جاندار چیزوں کی مورتیاں اور سور اور گانے بجانے کے سامان کی تمام اقسام اور صلیبوں اور لاٹری کے پرچوں وغیرہ کی خرید و فروخت اسلام کی نظر میں حرام ہے۔

ان چیزوں کے حرام کرنے میں مصلحت و حکمت یہ ہے کہ ان کو ختم کیا جائے ان کا نام نشان مٹایا جائے اور لوگوں کو انکے لین دین سے دور رکھا جائے، اور معاشرے کو ان کے جسمانی و نفسیاتی و معاشرتی و اخلاقی اور اس کے علاوہ اور

دوسرے مضر اثرات ونقصانات سے بچایا جاسکے جو کسی عقل ودانش اور بصیرت وبصارت والے پر مخفی نہیں ہیں۔

۲۔ دھوکہ والی بیع: اس لیے کہ امام مسلم اپنی صحیح میں اور امام احمد و اصحاب سنن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاۃ[1] اور دھوکہ والی بیع سے منع کیا ہے، اور امام احمد وطبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا تشتروا السمك بالماء فإنه غرر)). مچھلی کو پانی میں ہوتے ہوئے نہ خریدو اس لیے کہ اس میں دھوکہ کا احتمال ہے (اس معنی پر کہ فروخت کرنے والا اسے پکڑ کر خریدار کے حوالہ نہ کرسکے)۔

* * *

غرر: کا مطلب یہ ہے کہ ایسی محتمل چیزوں کی فروخت جن کے انجام کا پتہ نہ ہو کہ وہ مل سکتی ہیں یا نہیں؛ جیسے کہ سمندر یا دریا میں موجود مچھلی یا ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع، اس لیے کہ ان چیزوں کا پکڑ کر خریدار کے حوالے کرنا فروخت کرنے والے کے قبضہ میں نہیں ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیع کی یہ قسم خریدار وفروخت کرنے والے کے درمیان لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس دھوکہ دہی کی وجہ سے اقتصادی مصالح کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور تاجروں اور کاروبار کرنے والوں اور خریداروں میں عدم اعتماد کی فضاء پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ غبن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت: اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا ضرر ولا ضرار)). مسند احمد وابن ماجہ۔ نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔

اسلام دراصل یہ چاہتا ہے کہ تجارتی معاملات میں لوگوں کو خود مختار اور آزاد چھوڑ دے تاکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار سے اقتصادی زندگی عمدگی سے چلتی رہے، اور کاروباری زندگی میں تجارت رواں دواں رہے، اس لیے جب ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دام بہت چڑھ گئے اور نرخ بڑھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہمارے لیے بھاؤ مقرر کر دیجیے تو اس حریت وآزادی کو برقرار رکھنے کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا:

((إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منكم يطالبني بمظلمة في دم ولا مال)). مسند احمد وابوداؤد وترمذی وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ ونرخ مقرر کرنے والا اور روکنے اور کشادگی پیدا کرنے والا اور رزاق ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مال یا جان کے بارے میں کسی ظلم وزیادتی کا مطالبہ نہ کرے۔

---

[1] بیع حصاۃ کا مطلب یہ ہے کہ خریدار وفروخت کرنے والے دونوں آپس میں یہ طے کرلیں کہ سامنے رکھی ہوئی چیزوں میں سے جس پر بھی کنکری گرے گی وہ خریدار کی ہوگی۔

لیکن اگر بازار میں فرضی عوامل کا عمل دخل ہو جائے اور ضروریاتِ زندگی کی ذخیرہ اندوزی ہونے لگے، اور نرخ وبھاؤ کو لوگ کھلونا بنالیں، اور خاص حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں تو معاشرے کی ضروریات وحاجت کو مدنظر رکھتے ہوئے نرخ مقرر کرنا اور ان کا کنٹرول کرنا درست ہے تاکہ قوم کے افراد کو ذخیرہ اندوزوں اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے والوں سے بچایا جاسکے جیساکہ دوسرے عام اصول اور شرعی قواعد کا فیصلہ ہے مثلاً جیسے کہ یہ قاعدہ ہے کہ فساد کو دور کرنا مصلحت ومنفعت کے حاصل کرنے پر مقدم ہے اور جیسے کہ یہ قاعدہ ہے کہ نہ نقصان دو نہ نقصان اٹھاؤ۔

فقہاءِ حنفیہ نے یہ طے کیا ہے کہ اگر غلہ کا کاروبار کرنے والے بازار میں اپنی حکمرانی چلاتے ہوں اور قیمت میں بہت زیادتی کرتے ہوں، اور قاضی وحاکم بغیر کنٹرول اور نرخ مقرر کیے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کرسکتا ہو تو ایسی صورت میں اصحابِ بصیرت اور ذی رائے حضرات کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ملاحظہ ہو فقہِ حنفی کی کتاب ہدایہ۔

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت: اس لیے کہ امام احمد وحاکم وابن ابی شیبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من احتكر الطعام أربعين ليلةً فقد بريءَ من الله وبريءَ الله منه)) . — جو شخص چالیس رات تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے گا وہ اللہ سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوا۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا يحتكر إلا خاطيءٌ)) . — ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر خطاوار۔

یہاں خطاوار سے گناہگار شخص مراد ہے اس معنی میں لفظ خاطئ اللہ تعالیٰ کے درجِ ذیل فرمان میں استعمال ہوا ہے:

((إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ)) . القصص۔ ۸ — بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین (بڑے) خطاکار تھے۔

اور ابن ماجہ وحاکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((الجالب مرزوق والمحتكر ملعون)) . — جو شخص غلہ بازار میں لاتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے اور جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

٭ ٭ ٭

ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ تاجر ایسی چیز ذخیرہ کرے جس کی لوگوں کو سخت ضرورت ہو تاکہ مناسب وقت پر حسبِ منشأ دام وصول کرسکے، اس ذخیرہ اندوزی کے ممنوع ہونے میں عمومی طور سے تمام غذائی اجناس شامل ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت میں مقامی شخص کا باہر والے کے لیے فروخت کرنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ امام مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی مقامی اور شہر کا رہنے والا آدمی

کسی دیہات کے رہنے والے آدمی کے لیے خرید وفروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو تاکہ بعض بعض کے ذریعے رزق حاصل کر سکیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی اجنبی شخص باہر سے یا کسی دیہات سے ایسا سامان لے کر آتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس دن کے بھاؤ پر بیچنا چاہتا ہو تو وہاں کا کوئی مقامی آدمی اس کے پاس آئے اور اس سے کہے تم اپنا سامان میرے پاس رکھ دو تاکہ میں اسے آرام سے مہنگے داموں پر فروخت کر دوں، اگر وہ دیہات کا آدمی یا باہر کا آدمی خود بیچتا تو سستا بیچتا اور شہر والوں کو فائدہ پہنچتا اور وہ خود بھی فائدہ اٹھاتا۔

۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا: اس لیے کہ امام مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہے تھے، آپ کو غلہ اچھا معلوم ہوا، آپ نے اس ڈھیر کے اندر ہاتھ مارا تو اس میں نمی محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا بات ہے؟! اس نے کہا: یہ بارش سے بھیگ گیا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو غلہ کے اوپری حصہ میں کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکہ دیا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف اس طرح ظاہر کیا جائے جس کا علم خریدار کو نہ ہو، حاکم وبیہقی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا يحل لأحد أن يبيع بيعًا	کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز فروخت
إلا بين ما فيه، ولا يحل	کرے مگر یہ کہ اس میں جو عیب ہو وہ بیان کر دے اور جو
لمن يعلم ذلك إلا بينه)).	یہ عیب جانتا ہو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ عیب کو
	بیان نہ کرے۔

٭ ٭ ٭

حرمت میں اس وقت اور شدت آجاتی ہے جب اپنے دھوکہ کی تائید جھوٹی قسم کے ساتھ کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو عمومی طور سے قسم اٹھانے اور خصوصی طور سے جھوٹی قسم کھانے سے منع کیا ہے، امام بخاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قسم اٹھانا سامان کو تو بکوا دیتا ہے لیکن برکت کو ختم کر دیتا ہے، اور جو شخص باوجود یہ جانتے ہوئے کہ جس بات پر وہ قسم اٹھا رہا ہے وہ جھوٹ ہے پھر بھی قسم اٹھاتا ہے ایسے شخص کو یمینِ غموس کا قسم اٹھانے والا کہا جاتا ہے، اور یمینِ غموس گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور اس کو غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قسم قسم اٹھانے والے کو آگ میں داخل کر دیتی ہے اور اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آدمی پکی سچی توبہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ قسم کھانے سے جو منع کیا ہے (خواہ سچی قسم ہی کیوں نہ ہو) وہ اس لیے کہ اس میں ایک تو باہمی معاملہ اور لین دین کرنے والوں کو دھوکہ دہی کا خدشہ ہے، اور دوسرے یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت بھی دلوں سے نکل جاتی ہے۔

دھوکہ دہی کی اقسام میں سے کم تولنا اور کم ناپنا بھی ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝)). المطففین۔ ۱تا۶

بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں پورا ہی لیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ کیا انہیں اس کا یقین نہیں کہ وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ایک بڑے سخت دن میں جس دن کہ (تمام) لوگ پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے۔

تطفیف کے معنی ہیں تجارت ولین دین اور خرید وفروخت میں کم ناپنا اور کم تولنا، قرآن کریم نے ہمارے لیے اس قوم کی حالت بیان کی ہے جس نے معاملات میں زیادتی کی، اور ناپ تول میں انصاف سے ہٹ گئے۔ اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے دیں، تو اللہ نے ان کے پاس ڈرانے اور ان کو عدل وانصاف وسیدھے راستے پر واپس لانے کے لیے اپنے نبی کو بھیجا۔ یہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھے جن کو اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوتِ حق دی اور ڈراتے ہوئے فرمایا:

((اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ)). الشعراء۔ ۱۸۳

تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو۔ اور ملک میں فسادمت مچایا کرو۔

۶۔ <u>چوری وڈاکہ کے مال کا خریدنا یا بیچنا</u>: اس لیے کہ بیہقی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من اشترى سرقةً وهو يعلم أنها سرقة فقد اشترك في إثمها وعارها)).

جس شخص نے کوئی چوری کی چیز خریدی اور اس کو معلوم بھی ہو کہ وہ چیز چوری کی ہے تو وہ خریدار بھی اس گناہ اور عار میں شریک ہوگیا۔

اس قسم کی خرید وفروخت کے حرام کرنے کا مقصد حرام کمائی کے دائرے کو تنگ کرنا اور معاشرہ کے افراد کو جرم ومجرموں کی بیخ کنی کی ذمہ داری اٹھانے میں شریک کرنا ہے۔

۷۔ <u>سود اور جوے کے راستے سے کمانا</u>: اس لیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ سے اور اس کے رسول

وان تبتم فلکم رءوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون)) ۔ البقرہ ۲۷۸،۲۷۹

سے لڑنے کو، اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر۔

اور اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

((لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال : ھم سواء)) ۔
صحیح مسلم ومسند احمد وکتب سنن

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اس کے کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

دین اسلام نے سود کو جو حرام کیا ہے یہ حرمت ہر قسم کے سودی کاروبار کو شامل ہے خواہ ادھار کا سود[1] ہو یا زیادتی والا[2]، خواہ سود مال بڑھانے والا ہو یا مال کم کرنے والا، خواہ سود تھوڑے فائدہ والا ہو یا زیادہ فائدہ والا، سود کی یہ تمام اقسام سود کی حرمت کے اس مندرجہ ذیل فرمان الٰہی کے تحت داخل ہیں :

((احل اللہ البیع وحرم الربا)) البقرہ ۔ ۲۷۵

اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے سود کو۔

اور اسلام نے مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے سود کو حرام قرار دیا ہے :

- اس لیے کہ محنت اور ثمرہ و پھل کے درمیان تقابل و توازن نہیں رہتا، اس لیے کہ سود خور قرض دینے والا نہ جدوجہد و محنت کرتا ہے نہ کوئی کام کاج اور جو کچھ کماتا اور جس نفع کو حاصل کرتا ہے اس میں خسارے کو برداشت نہیں کرتا ہے۔
- معاشرہ کا اقتصادی ڈھانچہ ڈہ جاتا ہے اس لیے کہ قرض دینے والا کام کاج سے ہچکچاتا ہے اور سستی و راحت کا دلدادہ ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اسے اپنے نفع و فائدہ کی لالچ ہوتی ہے۔ اور سودی گورکھ دھندے کے ذریعے قرض دار کو دبانا و پھنسانا مقصود ہوتا ہے۔
- معاشرہ کے اخلاق کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اس لیے کہ سودی تعلقات کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں باہمی تعاون نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے معاشرہ خراب ہو جاتا ہے اور اس میں قربانی جانثاری ایثار و محبت کے بجائے انانیت

---

[1] ادھار کے سود کو ربا النسیئۃ اور ربا الاجل کہا جاتا ہے جس سے مراد ہر وہ زیادتی ہے جو قرضدار قرض خواہ کو اصل مال سے زائد کی شکل میں دیتا ہے اس لیے کہ وہ اسے ایک متعین مدت تک کی مہلت دے دیتا ہے

[2] زیادتی والا سود جسے ربا الفضل کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جنس کے غلے یا نقدی کا ایک دوسرے سے کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا جیسے مثلاً ایک کلو گندم کا تبادلہ ڈیڑھ کلو گندم سے۔

اور اپنے فائدہ کو دوسروں پر ترجیح دینے کا مرض عام ہو جاتا ہے۔

❖ معاشرہ دو متنازع طبقوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک طبقہ ان لوگوں کا جو اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر لوگوں پر حکومت و بڑائی کرتے ہیں۔ اور دوسرا طبقہ کمزور و ناتواں غریبوں کا جن کے خون پسینے کے پیسے کو بلا حق ہضم کرلیا جاتا ہے۔

❖ اسلامی معاشرے و ماحول میں باہر سے درآمد کردہ تباہ کن الحادی نظریات بڑ پکڑنے لگتے ہیں، اس لیے کہ وہ اس تلخ حقیقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو حرام و ناجائز سودی معاملات کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

ان تمام وجوہ کی وجہ سے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے اور اس کے لینے والے کو قیامت تک کے لیے اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

ربا و سود سے بچنے کے لیے اسلام نے کچھ راستے متعین کیے اور بعض طریقے بتلائے ہیں، وہ درج ذیل ہیں :

۱۔ اسلام نے مضاربت کے طور پر شرکت کی اجازت دی ہے، جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہوتا ہے اور کام دوسرا آدمی کرتا ہے، اور آپس میں طے شدہ مقدار کے مطابق نفع ان دونوں آدمیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور نقصان سرمایہ دار کا ہوتا ہے لیکن کام اور محنت کرنے والا اس خسارہ میں کسی حصہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس لیے کہ اس نے اپنی جدو جہد اور محنت صرف کرلی ہوتی ہے۔

۲۔ بیع سلم کی اجازت، اس میں نقد کو ادھار کے بدلے بیچا جاتا ہے، لہٰذا جس شخص کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی پیداوار کو موسم و سیزن پر دینے کے وعدہ پر مناسب دام کے بدلے بیچ دیتا ہے جس کی شروط فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۳۔ ادھار پر بیچنا، اس میں نقد بیچنے کی بنسبت قیمت بڑھا کر بیچا جاتا ہے۔ اسلام نے لوگوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اور انہیں سودی معاملات سے بچانے کے لیے اس قسم کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے۔

۴۔ قرض حسنہ دینے والے اداروں کے قائم کرنے پر ابھارنا، خواہ یہ قرض افراد کے پیمانہ پر دیا جائے یا جماعات یا حکومت کے پیمانہ پر، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ قوم کے افراد میں ایک دوسرے کا بوجھ برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو۔

۵۔ زکاۃ و خیرات کے ادارے قائم کرنا، جن کا کام یہ ہو کہ محتاج قرض داروں، غریبوں، مساکین اور مسافروں کو اتنا روپیہ پیسہ دے دیا جائے جس سے ان کی حاجت پوری ہو اور باہمی امداد ہو سکے اور ان کا معیار بلند ہو۔

یہ وہ اہم ابواب ہیں جو اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کے سامنے کھول رکھے ہیں تاکہ اس کی امداد و معاونت

ہو سکے اور اس کی انسانی کرامت و شرف کی حفاظت ہو، اور وہ اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے مقصود کو حاصل اور اپنے مصالح کی حفاظت کر سکے، اور اس کی محنت اور جدوجہد مثمر ہو۔

رہا جوا تو اس کی بحث اس کتاب میں حرام کھیل کود کی بحث میں گزر چکی ہے، اس لیے اگر اس سلسلہ میں آپ کافی وشافی بحث دیکھنا چاہیں اور اس کا کامل و مکمل علاج کرنا چاہیں تو اس بحث کو دیکھ لیجیے گا۔

۵۔ جاہلی دور کی ناجائز و حرام عادات

آج کے دور میں زمانۂ جاہلیت کی بہت سی عادات اور ناپسندیدہ خصلتیں مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں، اور ان کے نفوس اور گھروں میں جاگزین ہو گئی ہیں، بلکہ بعض لوگوں کی نظر میں تو وہ اتباع و پیروی کے لحاظ سے دین کی طرح اور اعتقاد کے لحاظ سے ایمان کی طرح ہو گئی ہیں، اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کی چند اہم ایسی عادات و خصلتیں جو مستحکم ہو چکی ہیں:

۱۔ عصبیت کی بنیاد پر مدد کرنا: جس کا مشاہدہ ہم ان معاشروں میں کرتے ہیں جو دینی لحاظ سے پیچھے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم اور قرابت داروں کی ہر صورت میں مدد کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر۔

یہی وہ چیز ہے جس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کے سامنے کی تھی جنہوں نے آپ سے عصبیت کے بارے میں دریافت کیا تھا، چنانچہ ابوداؤد حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول عصبیت کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«أن تعين قومك على الظلم». یہ کہ تم ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دو۔

اسی طرح آپ نے ان لوگوں سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کیا ہے جو عصبیت میں گرفتار ہوتے ہیں فرمایا:

«ليس منا من دعا إلى عصبية،
وليس منا من قاتل على عصبية،
وليس منا من مات على عصبية».

سنن ابی داؤد

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف بلائے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر مرے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے «انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً» یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کا زمانۂ جاہلیت والے مفہوم کا رخ اسلام کی طرف پھیر دیا چنانچہ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے سامنے جو آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے یہ فرمایا کہ: تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ لوگ یہ سن کر دہشت زدہ ہو گئے اور تعجب میں پڑ گئے۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول: اپنے مظلوم بھائی کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کرنے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا:

((تمنعه من الظلم فذلك نصرله)). تم اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

حق کے ثابت و محقق کرنے اور عدل و انصاف کو ہر صورت میں لازم پکڑنے خواہ اپنے قریبی عزیز یا محبوب ترین فرد ہی کے خلاف کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں قرآن کریم نے کتنی عجیب و عظیم بات کہی ہے:

((يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ)). النساء ۱۳۵

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت داروں کا۔

۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا: جن لوگوں میں خیر و بھلائی کا کوئی وافر حصہ نہیں ہے ان سے ہم حسب و نسب پر فخر و بڑائی کا دعویٰ اکثر سنتے رہتے ہیں، لیکن آپ ہی بتلایئے کہ اگر ایسے لوگ اسلامی راستہ سے ہٹ جائیں اور گمراہی و تباہی کے راستے کو اختیار کر لیں تو پھر حسب نسب کی کیا قیمت اور قدر و منزلت رہ جاتی ہے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے:

((فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ)). المؤمنون ۱۰۱

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو نہایت سخت الفاظ میں تنبیہ کی ہے جو حسب نسب پر فخر کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں نہایت شدید لہجہ اور تیز زبان استعمال کی ہے چنانچہ ابو داؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لينتهين أقوام يفتخرون بآبائهم الذين ماتوا، إنما هم فحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من الجعل يدهده الخرء بأنفه.. إن الله أذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالآباء، إنما هو مؤمن تقي أو فاجر شقي، الناس بنو آدم وآدم خلق من تراب)).

چاہیے کہ قومیں اپنے ان آباء واجداد پر فخر کرنے سے رک جائیں جو مر چکے ہیں، وہ جہنم کا کوئلہ ہیں، ورنہ (یہ قومیں) اللہ کی نظر میں اس چیچڑی سے زیادہ حقیر و ذلیل بن جائیں گی جو پاخانہ کو اپنی ناک سے ادھر ادھر کرتی ہے۔۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے نخوت و غرور اور آباء واجداد پر فخر کو دور کر دیا ہے، بات یہ ہے کہ یا تو انسان نیک متقی مومن ہو گا یا بدبخت و فاجر و فاسق سب لوگ اولادِ آدم ہیں اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

* * *

اور ہمیں وہ خطبہ بھی سن لینا چاہیے جو آپ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں دیا تھا فرمایا:

((يأيها الناس إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا لأحمر على أسود، ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوى)). سنن بیہقی

اے لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ ایک ہے سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ سرخ رنگ والے کو کالے پر، اور نہ کسی کالے کو سرخ پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری کے۔

۳۔ مرنے والوں پر نوحہ کرنا: جن عادات کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے ان میں مُردوں پر نوحہ کرنا بھی شامل ہے چنانچہ غم اور حزن ملال کے اظہار میں غلو کرنا مثلاً چہرے پر تھپڑ مارنا گریبان پھاڑنا، چہرے کو نوچنا، یہ سب زمانۂ جاہلیت کی حرکات اور اس کی موروثی عادات ہیں، جو شخص ایسا کرتا یا اس طرح سے اظہارِ غم کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے براءت و بیزاری کا اظہار کیا ہے، چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ليس منا من لطم الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية)).

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چہرے کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کے نعرے بلند کرے۔

لیکن چیخ و پکار کے بغیر اگر آنسو بہائے جائیں۔ اور جزع فزع کے بغیر اگر دل میں حزن و ملال ہو تو یہ بالکل جائز ہے اس لیے کہ یہ اسلامی آداب اور انسانی و بشری طبیعت کے موافق ہے، چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، جب آپ ان کے پاس گئے تو آپ نے انہیں اپنے گھر کے افراد کے درمیان پایا آپ نے پوچھا کیا رحلت کر گئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی نہیں اے اللہ کے رسول، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، جب دوسرے لوگوں نے آپ کو روتے دیکھا وہ بھی رونے لگے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے، دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے ہیں، بلکہ اس (زبان) کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں یا رحم فرماتے ہیں، اور مرنے والے کو اس کے گھر بار کے لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے[1]۔

نوحہ پر کلام کے سلسلہ میں درج ذیل امور پر تنبیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

۱۔ کسی مسلمان مرد یا عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ سوگ اور حزن و ملال کے لباس یا شعار کو استعمال کرے اور نئے کپڑے و آراستگی اور زیب و زینت چھوڑ دے، یا غم کے اظہار اور حزن و ملال کے دراز کرنے کے لیے اپنی عادت

---

[1] رونے سے مراد نوحہ کرنا اور بلند آواز سے آہ و بکا کرنا ہے، اور اگر مرنے والا اس طرح سے رونے کی وصیت کرے یا اس پر راضی ہو تو اس رونے کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا۔

یا لباس اور ہیئتِ سابقہ کو بدل دے، اس لیے کہ یہ کافروں سے مشابہت اور اندھی تقلید کے قبیل سے ہے، چنانچہ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصاریٰ)). — وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کرے تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار مت کرو۔

٭ ٭ ٭

اور امام احمد و ابوداؤد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من تشبہ بقوم فھو منھم)). — جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے تو اس کا شمار اسی قوم میں ہوتا ہے۔

٭ ٭ ٭

۲۔ دوسروں سے مشابہت اور اندھی تقلید میں میت کی نعش یا قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا بھی داخل ہے، اس لیے کہ یہ کام نہ صرف یہ کہ کافروں کا عمل ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ناحق مال کو ضائع کرنا بھی داخل ہے۔ لیکن اگر قبر پر پھولوں کی چادر کے بجائے پھولدار درخت یا کوئی پودا لگا دیا جائے اور غیروں سے اس میں کسی قسم کی مشابہت نہ ہو تو ایسا کرنا درست ہے سنتِ نبوی سے اس کی اباحت و تائید معلوم ہوتی ہے، چنانچہ امام مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: سن لو ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، لیکن ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، ان میں سے ایک آدمی تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا آدمی پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچا کرتا تھا، راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک سرسبز ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک قبر میں گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر میں پھر فرمایا: ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت تک کے لیے عذابِ قبر میں تخفیف فرما دے جب تک یہ دونوں ٹہنیاں سوکھ نہ جائیں۔

۳۔ دوسرے سے مشابہت و اندھی تقلید میں مرنے والے کی تصویر کا نعش پر رکھنا یا اس کا تعزیت وسوگ والے گھر کے صدر مقام پر رکھنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ اس کام میں دوسروں (غیر مسلموں) کی صرف اندھی تقلید ہی نہیں ہے بلکہ اس میں حرام کا ارتکاب بھی ہے اس لیے کہ بلا ضرورت تصویر بنوانا اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز و حرام ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴۔ دوسروں سے مشابہت و اندھی تقلید میں میت کی نعش کے پاس یا تعزیت والے گھر میں غمناک موسیقی و گانا بجانا بھی داخل ہے۔ اس لیے کہ اس فعل میں کافروں کے ساتھ نہایت قبیح و ناپسندیدہ مشابہت ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ چیز

شریعتِ مطہرہ کی نظر میں ناجائز وحرام کاموں میں سے ہے جیساکہ ان احادیث سے ثابت ہوچکا ہے جو گانے بجانے کے سازوسامان اور اس کے سننے سنانے کے بارے میں اس سے قبل گزر چکی ہیں۔ یہ گانا بجانا خواہ خوشی کے موقعہ پر ہو یا غم وحزن کے دونوں صورتوں میں ناجائز وحرام ہے۔

۵۔ تعزیت کے موقعہ پر۔ ناپسند ومنکر کاموں میں سے سگریٹ نوشی اور دوسروں میں اس کی تقسیم بھی شامل ہے، خصوصاً قرآنِ کریم کی تلاوت کے موقعہ پر، اسلام کی نظر میں یہ نہایت قبیح وشنیع فعل ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایک جانب تو حرام چیز کا ارتکاب ہوتا ہے اور دوسری جانب قرآنِ کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۶۔ میت کے دفن کرنے کے بعد جو منکرات رائج ہیں ان میں قبروں کا پکا بنانا اور ان پر عمارت وقبے کا تعمیر کرنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکا بنانے اور ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ بات یقینی طور سے نہایت افسوسناک ہے کہ آج کل بعض لوگ قبر پر عمارت بنانے اور اس کے مزین و آراستہ کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ وفخر کرتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے والے ہیں جو آپ نے قبر کے پکا بنانے اور اس کی تزیین کے سلسلہ میں دیا ہے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ جب آپ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے ان کی قبر مسطح (چپلی ہوئی) بنائی اور اس پر کنکر ڈال کر اس پر پانی سے چھڑکاؤ کیا۔

یہ بھی مسنون ہے کہ قبر کے پاس کوئی علامت لگا دی جائے تاکہ انسان جب قبر پر جانا چاہے تو قبر پہچان سکے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سرہانے ایک پتھر رکھ کر فرمایا تھا کہ میں اسے اپنے بھائی کی قبر کی پہچان کے لیے رکھ رہا ہوں۔

ورثاء جس وقت اپنے مرنے والوں کو دفن کرتے ہیں اگر وہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کو اختیار کرلیں تو یہ لوگ اللہ کی حدود پر کس قدر قائم رہنے والے ہوں گے۔

اور ایسے ورثاء کس قدر نیک صالح ہوں گے جو اپنے مرحوم کو ثواب پہنچانے اور اس کی خیر وبھلائی وغیرہ کے لیے قبر کی تعمیر وتزیین میں خرچ ہونے والی رقم کسی مسجد ومدرسہ کی تعمیر یا شفاخانہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خرچ کر ڈالیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

«إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له».

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا اجر وثواب ملتا رہتا ہے) صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے، یا نیک صالح

الأدب المفرد للبخاری وغیرہ	لڑکا جو اس کے لیے دعا کرتا رہے۔

۴۔ ان کے علاوہ کچھ عادات اور بھی ہیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے:

❁ زمانۂ جاہلیت کی ان عادات واطوار میں سے جو ہمارے بعض معاشروں میں رچ بس گئی ہیں یہ بھی ہے کہ خوشی و مختلف ومناسبات میں لوگ مغنیوں اور مغنیاؤں اور رقاصاؤں کی مجالس برپا کرتے اور ان میں شریک ہوتے ہیں، اور اس کے علاوہ مزید اور وہ برائیاں اور خرابیاں جوان محفلوں میں پائی جاتی ہیں مثلاً شراب کے جاموں کا دَور، اور بےہودہ گانوں وسازوں کا بجانا اور نشہ میں دھت مست وسرشار لوگوں کی اِدھر اُدھر سے بے حجابانہ نرمستیاں وہنسی مذاق، اور ناسمجھوں وبے وقوفوں کا بندوقوں وپستولوں سے ہوائی فائرنگ کرنا۔

ان گندی مجالس اور فحش محفلوں اور گناہ سے پُرجاہلی عادات کی اتباع کی لعنت میں کتنے لوگ مارے جاچکے ہیں اور کتنے ہی زخمی ہوچکے ہیں اور کتنے ہی فتنے وخرابیاں پیدا ہوچکی ہیں اور کتنے ہی خاندانوں میں خون خرابہ ہوچکا ہے۔

اس وقت ہم یہ ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ غناء وموسیقی، رقص وسرود اور گانے باجے، شراب اور مرد وزن کے اختلاط کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر دوبارہ پھر سے پیش کریں، اس لیے کہ اس کتاب کے بہت سے مقامات پر ہم ان مباحث پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور ان کا حکم صاف الفاظ میں بیان کرچکے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ ان برائیوں اور خرابیوں کی حرمت کی دلیلیں اور حکمت معلوم کرنا چاہیں تو ان ابحاث کا مطالعہ کرلیں۔

❁ بعض معاشروں میں زمانۂ جاہلیت کی جن عادات کا تذکرہ ہم سنتے رہتے ہیں ان میں سے بچے کا اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا بھی داخل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو ان گندے منکرات میں شمار کیا ہے جو اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کے مستوجب ہیں، چنانچہ امام بخاری ومسلم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من ادعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً)).	جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے یا اپنے مولیٰ کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب ہو تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرض کو قبول کرے گا نہ نفل کو (نہ توبہ قبول ہوگی نہ اس سے فدیہ قبول کیا جائے گا)۔

اور امام بخاری ومسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام)) .

جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف یہ جانتے ہوئے اپنے کو منسوب کرے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔

اور اس سے مصنوعی طریقے سے حاملہ بنانے کی حرمت بھی متفرع و معلوم ہوتی ہے، جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی اجنبی مرد کا مادۂ منویہ کسی ایسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو اس مرد کے لیے حرام ہوتی ہے، تاکہ وہ عورت بچہ پیدا کر سکے، یہ نہایت قبیح جرم ہے جو زنا کے ساتھ ایک ہی دائرے میں شامل ہے۔ اور اس میں بھی زنا کی طرح ایک ایسے ناجائز و حرام طریقے اور کیفیت سے بچہ پیدا کیا جاتا ہے جو آسمانی شریعتوں میں ناپسندیدہ اور شاندار اخلاقی معیار سے گرا ہوا ہے۔

لیکن کسی بچے کو اس لیے لے پالک یا متبنٰی بنانا کہ اس کی تربیت دیکھ بھال اور امداد ہو جائے، مثلاً کوئی یتیم یا لاوارث بچہ تو یہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ وہ شخص اس کی نسبت اپنی طرف نہ کرے اور اس کے لیے بیٹے والے احکام اور نسب والے تعلقات لازم نہ کرے، اور اس طرح کی تربیت و دیکھ بھال کا اجر و ثواب جنت ہی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

((أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا ، وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما)) .

میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان ذرا سا فاصلہ کیا۔

ﭓ ﭓ ﭓ

جو شخص ایسے یتیم یا لاوارث بچے کی کفالت و پرورش کر رہا ہے اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بچے کو اپنی زندگی میں جتنا مال چاہے دے دے اور اپنے مرنے کے بعد اپنے مال میں سے ایک تہائی کی حدود میں اس کے لئے وصیت کر جائے۔

❁ بہت سے علاقوں اور دیہاتوں میں زمانۂ جاہلیت کی جو عادات اور طور طریقے رائج ہیں ان میں سے لڑکی کے مہر کا کھا جانا اور اس کو میراث سے محروم کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے مہر میں ایسا ہی حق رکھا ہے جس طرح اس کے لیے میراث میں حق رکھا ہے اس لیے نہ کسی باپ، نہ کسی بھائی، اور نہ کسی شوہر یا کسی اور انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ عورت کو اس کے حقِ میراث سے محروم کر دے یا اس سے اس کا حقِ مہر چھین لے۔

عورت کا حقِ میراث قرآنِ کریم سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ	اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ	چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ
نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝))۔ النساء۔ ۷	مقرر کیا ہوا ہے۔

اور اس کے حقِ مہر کا ثابت ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود و ثابت ہے ارشادِ ربانی ہے :

((وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ	اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور
اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۔	دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے
اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ	کچھ ، کیا اس کو نا حق اور صریح گناہ سے لینا چاہتے ہو۔ اور
تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ	کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک
وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا))۔ النساء۔ ۲۰ و ۲۱	دوسرے تک اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکیں۔

لہٰذا جو شخص بھی میراث یا مہر کے سلسلہ میں اللہ کی شریعت و فیصلہ کے خلاف کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا اور اس نے اس حق سے روگردانی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان کر دیا ہے۔ اور ایسا شخص ایسے روز اللہ کی وعید اور انتقام کا مستحق بن گیا ہے جس روز نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد سوائے اس کے جو اللہ کے دربار میں قلبِ سلیم لے کر حاضر ہو۔ اس لیے عقلمندوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہیے۔

یہ ان اہم اہم محرمات کا تذکرہ تھا جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور ان سے ڈرایا ہے اور ان کے ارتکاب کرنے والے کے عذاب کی وعید ذکر کی ہے۔

اس لیے اے مربی محترم ! آپ کو چاہیے کہ آپ خود بھی ان سے بچیں اور دوسروں کو ان سے بچنے والا بنانے کیلیے اپنا اسوۂ حسنہ اور نمونہ چھوڑیں، اور اپنے آپ کو اس میں مثال بنائیں، اور ساتھ ہی ساتھ جن لوگوں کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے آپ انہیں ان گندگیوں کے جال میں نہ پھنسنے دیں۔ اور ان خرابیوں کی دلدل اور ان تباہ کن چیزوں سے انہیں بچائیں۔

اگر آپ نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزاءِ خیر دے گا اور آپ کے اجر و ثواب کو قیامت کے روز کے لیے ذخیرہ بنائے گا۔ اور آپ کی طاعات و نیکیوں کو قبول کرے گا، آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشے گا اور ہر غم و پریشانی میں آپ کا مددگار اور تنگی میں آپ کے لیے اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کرے گا۔ اور قیامت کے روز اپنے اولیاء و منتخب بندوں اور فرشتوں نبیوں اور صدیقین و شہداء کے ساتھ آپ کا حشر کرے گا جن کی رفاقت بہت ہی عمدہ و اچھی ہے۔

لیجیے ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک سن لیجیے جن کا کھانا حرام، پینا حرام اور لباس حرام ہوتا ہے، تاکہ ان کے اللہ سے دور اور ان کے غضب کے مستحق ہونے کا کچھ حال آپ کو بھی معلوم ہو جائے،

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الله طيب لا يقبل إلا طيباً ، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين ، فقال تعالى: ((يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً)) [1] وقال تعالى: ((يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم)) [2] .

اللہ تعالیٰ طیب ہے اور پاک صاف طیب کو ہی قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے مؤمنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبرو نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو۔

پھر آپ نے یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے پراگندہ بال وغبار آلود ہوتا ہے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا پھیلا کر اے میرے رب اے میرے پروردگار کہہ کر دعا مانگتا ہے، اور اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے اور پینا حرام سے ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہوتا ہے اور اس کو حرام وناجائز کی غذا ملی ہوتی ہے تو پھر بھلا اس کی دعا کیوں کر قبول ہو۔

اور بیہقی وابونعیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((كل جسد نبت من سحت فالنار أولى به)).

جو جسم بھی ناجائز وحرام سے بڑھے گا اس کے لیے آگ زیادہ مناسب ہے۔

اے مربی محترم! اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے کہ ہم ان لوگوں میں سے بنیں جو جہنم کے عذاب کے مستحق ہیں اور جو دعا مانگتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی، اللہ ہی بہترین وہ ذات ہے جس سے امید رکھی جا سکے، اور وہی سزاوار ہے اس کا کہ دعا کو قبول فرمائے۔

مربیانِ محترم! یہ وہ اہم اصول وقواعد ہیں جو دینِ اسلام میں بچے کی تربیت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اور آپ نے خود ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ یہ تمام اصول دو بنیادی قاعدوں پر مبنی ہیں:

پہلا قاعدہ ۔ ارتباط وربط کا قاعدہ۔

دوسرا قاعدہ ۔ بچانے اور متنبہ کرنے کا قاعدہ۔

اور اس سے قبل آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ ان قواعد میں سے ہر قاعدے کے تحت بہت سے فروعی قواعد مندرج ہیں

---

[1] المؤمنون ۔ ۵۱

[2] البقرہ ۔ ۱۷۲

جو بچے کے توازن اور اس کی روحانی وایمانی ونفسیاتی تعمیر اور اخلاقی ومعاشرتی وعلمی شخصیت سازی میں بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

❁ آپ نے وہ باتیں پڑھ لیں جو ربط وارتباط کے قاعدہ سے متفرع ہوئی ہیں، آپ بتلائیے کہ آپ نے کیا محسوس کیا؟

کیا آپ نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اعتقادی ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کے عقیدہ کو زیغ و الحاد سے بچا سکتے ہیں؟

اور روحانی ربط وہ بہترین وسیلہ ہے جس سے آپ بچے کی نفس واخلاق کو بے راہ روی وآزادی سے بچا سکتے ہیں۔

اور فکری تعلق وربط وہ بہترین طریقہ ہے جس کے ذریعہ آپ ہر باطل مفہوم اور درآمد شدہ دستوروں کے بارے میں اس کے تصور کو درست کر سکتے ہیں۔

اور معاشرتی ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کی شخصیت کو برباد وضائع ہونے اور مہمل بننے سے بچا سکتے ہیں۔

اور ورزش وریاضت کا ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کے جسم کو ضعف وکمزوری ڈھیلے پن اور فضول وبے مقصد کھیل کود سے بچا سکیں گے۔

❁ اور آپ نے وہ جزئیات پڑھ لیں جو بچانے اور متنبہ کرنے کے قاعدہ سے متفرع ہوتی ہیں، تو اب بتلائیے کہ آپ نے کیا محسوس کیا؟

کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ بچے کو ارتداد سے بچانا وڈرانا اسے گمراہی اور کفر کی وادیوں میں پھسلنے سے دور نہیں رکھتا؟

اور الحاد سے چوکنا کرنا بچے کو ذاتِ الٰہی اور آسمانی دینوں سے ناآشنا ہونے سے بچاتا ہے۔

اور حرام کھیلوں سے بچانا بچے کو شہوات ولذات کی دلدل میں پھنسنے اور خواہشاتِ نفسانی کے دام میں گرفتار ہونے سے بچاتا ہے۔

اور اندھی تقلید سے چوکنا کرنا بچے کی شخصیت کو تباہ ہونے اور انسانی کرامت کے برباد ہونے سے بچاتا ہے۔

اور برے ساتھیوں سے بچانا بچے کو نفسیاتی انحراف اور اخلاقی بگاڑ سے روکتا ہے۔

اور برے اخلاق سے چوکنا کرنا بچے کو بے حیائی کی کیچڑ میں پھنسنے اور گندگی کے جوہڑ میں پڑنے سے بچاتا ہے۔

اور حرام سے بچانا بچے کو جہنم کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور بیماریوں اور امراض کا نشانہ بننے سے بچاتا ہے۔

لہٰذا اگر بات اسی طرح ہے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی سی پوری کوشش کریں اور اچھی طرح سے محنت کریں اور اپنے بس میں جو بھی ہو اسے بروئے کار لائیں تاکہ آپ ارتباط و ربط کے قاعدہ کو ایک ایک کر کے نافذ کر سکیں، اور متنبہ کرنے اور بچانے کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ایک اصول پر عمل کرا سکیں، اسی میں بچے کی اصلاح، اور اس کے عقیدے کی پختگی اور اخلاق کی درستگی، اور اس کے جسم کی تقویت اور عقل کی پختگی اور اس کی شخصیت کی بہترین وعظیم تعمیر ہے۔

جن امور کی میں نصیحت کرتا ہوں اور جن کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں یہ ہے کہ ربط و متنبہ و چوکنا کرنے کے اصول ایسے اصول ہیں جن کو ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ چلتے رہنا چاہیے اور یہ اس وقت ہوگا جب مربی تربیت و شخصیت سازی و دیکھ بھال کے فریضہ کو ادا کرے گا، اس لیے ان دونوں میں کسی ایک کا دوسرے سے جدا ہونا کبھی بچے کو فکری یا اخلاقی یا نفسیاتی انحراف تک پہنچا سکتا ہے۔

ہم نے کتنے ہی ایسے بچوں کے بارے میں سنا ہے جن کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے گھروں سے قائم ہو گیا جن کا تعلق مربی و شیخ سے جڑ گیا، جن کا اچھی صحبت سے رابطہ پیدا ہو گیا، لیکن پھر بھی وہ باطل فکری اعتقادات میں گرفتار ہو گئے، مثلاً یہ عقیدہ کہ اسلام صرف ایمانی قضیوں اور دینی شرعی مسائل میں محصور ہے، اسلام نے حکومت کے معاملات اور سیاسی نظاموں اور زندگی کے دستور و منہج سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

یا وہ خطرناک قسم کے اخلاقی انحراف میں پھنس گئے مثلاً یہ دعویٰ کرنا کہ بیئر حلال ہے اور موجودہ صورتحال میں ٹیلیویژن کا رکھنا جائز ہے، اور معمولی سے سود کا معاملہ حرام نہیں ہے، اور فحش گانوں کا سننا مباح ہے۔

یا وہ صحیح تربیت اور اچھی رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے نفسیاتی و عصبی امراض میں گرفتار ہو گئے، مثلاً یہ کہ انہیں ہمیشہ گوشہ نشینی، گمنامی اور گھر میں رہنے، اور عبادت گاہوں میں محصور رہنے کی تلقین کی گئی۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ وہ ربط و ارتباط اور متنبہ و چوکنا کرنے کے درمیان توازن رکھے، اور منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو جمع رکھے، اور بچے کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھے تاکہ اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ رہا ہے تو اس کو راہِ راست پر لائے، اور اگر اس کے عقیدہ میں کسی قسم کا زیغ یا کجی دیکھے تو اسے نورِ حق کے ذریعہ صاحبِ بصیرت بنا دے، اور اس کے دل کو ایمان کے نور سے منور و روشن کر دے، اور اگر اخلاق میں کسی قسم کی خرابی محسوس کرے تو اسے اس کے انجامِ بد اور خراب نتیجہ سے چوکنا کرے، اور اس کو مضبوط رابطہ سے باندھے رکھے اور شاندار طریقے سے اس کی رہنمائی کرتا رہے۔

تربیت کرنے والوں کو ان بنیادوں پر چلنا چاہیے اور عمل و جدوجہد کرنے والوں کو ان اصول و قواعد پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

تیسری فصل

۳ ۔ تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز

اخیر میں میں تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے تربیت سے متعلق کچھ ایسی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں جو نہایت ضروری ہیں اور جن سے استغنا نہیں برتا جا سکتا، اور جو ان ابحاث سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں جو ہم اس سے قبل پچھلی فصلوں میں لکھ چکے ہیں، جو "مربیوں کی ذمہ داریوں اور فرائض" اور "تربیت کے مؤثر وسائل" اور "بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد" کے موضوع سے متعلق ہیں۔ ان تجاویز کو لکھ ہم تربیت کے وسائل کا ہر پہلو سے احاطہ کرلیں گے اور ساتھ ہی ساتھ ہم تربیت کرنے والوں کے سامنے بچے کی اخلاقی و فکری و نفسیاتی تیاری اور جسمانی و کردار و معاشرتی شخصیت سازی کے لیے نئے آفاق کھول دیے ہوں گے تاکہ وہ اپنے مذہب و دین اور امت و قوم کے لیے نیک صالح انسان اور خاندان اور معاشرے کے لیے نفع بخش عضو بن جائے۔

<u>میرا خیال ہے کہ یہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں :</u>

۱ ۔ بچے کو اچھے و عمدہ روزگار کا شوق دلانا۔
۲ ۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا۔
۳ ۔ بچے کو کھیل کود وغیرہ کے لیے موقعہ فراہم کرنا۔
۴ ۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔
۵ ۔ مربی و بچے کے درمیان رابطہ کا قوی و مضبوط کرنا۔
۶ ۔ دن و رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا۔

۷۔ بچے کے لیے نفع بخش ثقافتی وسائل مہیا کرنا۔
۸۔ بچے میں ہمیشہ مطالعہ میں مشغول رہنے کا شوق پیدا کرنا۔
۹۔ بچے کو دینِ اسلام کی ذمہ داریوں کے ہمیشہ محسوس کرنے کا عادی بنانا۔
۱۰۔ بچے میں جہاد کی روح کا عمیق و گہرا کرنا۔

اگر خدا نے چاہا تو اس فصلِ ثالث میں مذکورہ بالا ان تجاویز میں سے ہر تجویز میں مکمل بحث کی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور ہم اسی سے توفیق و مدد طلب کرتے ہیں۔

۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا بچے کے سلسلہ میں مربی پر جو اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سے اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ بچے کو آزاد و خود مختار کام پر ابھارا جائے، خواہ یہ کام صنعت و حرفت سے متعلق ہو یا زراعت و کاشتکاری سے، یا تجارت و کاروبار سے۔

انبیاءِ کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی آزادو اپنے پسندیدہ خود مختار کام کیا کرتے تھے، اور بعض ہنر و صناعت میں مہارت حاصل کرتے تھے، اور اس طرح سے ان مقدس ہستیوں نے امتوں اور قوموں کے لیے آزاد ہنر اور کسبِ حلال میں ایک شاندار نمونہ چھوڑا ہے۔

چنانچہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے کشتی بنانا سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

((وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ)). ہود۔ ۳۷ و ۳۸	اور بنائیے کشتی ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے، اور نہ بات کیجیے مجھ سے ظالموں کے حق میں، بے شک یہ غرق ہوں گے، اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب ان پر گزرتے ان کی قوم کے سرداران سے ہنسی کرتے، انہوں نے کہا اگر تم ہم سے ہنستے ہو تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے تم ہنستے ہو۔

اور پھر حضرت نوح علیہ السلام اور جو ان کے ہاتھ پر ایمان لائے وہ نجات پا گئے۔

اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کے کام اور جنگ میں کام آنے والی زرہوں کے بنانے کے ماہر تھے ارشادِ ربانی ہے:

((وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ ۖ فَهَلْ أَنتُمْ	اور ہم نے انہیں زرہ کی صنعت تمہارے (نفع کے) لیے سکھلا دی تھی تاکہ وہ تم کو تمہاری لڑائی میں بچائے، سو کیا

شٰكِرُوْنَ ○)) ۔	الانبیاء	تم شکر ادا کرو گے ۔

نیز ارشاد فرمایا :

((وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ	اور داؤد کے واسطے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں
فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بناؤ اور ان کے جوڑ میں (مناسب) اندازہ رکھو اور تم سب
بَصِيْرٌ)) ۔ سبأ ۔ ۱۰ و ۱۱	نیک کام کرو ، میں خوب دیکھ رہا ہوں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے آٹھ سال تک بکریاں چرانے کے لیے اپنے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیں ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ	وہ بولے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک
عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ	تمہارے نکاح میں دے دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری
عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ	نوکری کرو اور اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف
عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○	سے (احسان) ہے ، اور میں تم پر کوئی سختی نہیں چاہتا تم
قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ	ان شاء اللہ مجھ کو خوش معاملہ پاؤ گے (موسیٰ نے) کہا تو یہ بات
قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا	میرے اور آپ کے درمیان ہو گئی ہے ۔ میں ان دونوں
نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○)) ۔	میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا ، اور ہم
القصص ۔ ۲۷ و ۲۸	جو کچھ کہہ (سن) رہے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے ۔

اور یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (نبوت) سے قبل بکریاں چرایا کرتے اور تجارت کیا کرتے تھے اور آپ خود فرماتے ہیں کہ میں چند قیراط کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا (جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لیے دو مرتبہ شام تشریف لے گئے تھے ، پہلی مرتبہ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ جس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی ، اور دوسری مرتبہ آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرۃ کے ساتھ بھیجا تھا ، اس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی ، اور آپ نے خوب کامیاب و بہترین تجارت کی تھی ۔

لہٰذا جو ادلہ و شواہد ہم نے ذکر کیے ہیں ان سے یہ کھل کر ظاہر ہوتا ہے کہ پیشہ و حرفت اور صناعت کو سیکھنا اور کام کاج اور تجارت کرنا کمائی کا بہترین ذریعہ اور حلال چیزوں میں سے عظیم ترین چیز ہے ، اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا پیشہ اور رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام کا کام ہے ۔

دین اسلام نے اپنے محیط بنیادی اصولوں اور کامل و مکمل تشریع و نظام کے ذریعہ کام کاج کو مقدس قرار دیا اور مزدوروں کا اکرام کیا ہے ، اور انسان کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمانے کو افضل ترین عبادت اور مبارک ترین عمل

قرار دیا ہے۔

ذیل میں اس موضوع سے متعلق قرآنِ کریم کی چند نصوص اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں :

((هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ)). الملک - ۱۵

وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو۔ اور اللہ کی (دی ہوئی) روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔

اور فرمایا :

((فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ)). الجمعہ - ۱۰

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو۔

❁ اور امام احمد رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

((إن أفضل الكسب كسب الرجل من يده)). بہترین کمائی انسان کی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

❁ اور امام طبرانی وابن عدی و ترمذی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

((إن الله يحب العبد المحترف)). اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند کرتا ہے جو پیشہ و حرفت والا ہو۔

❁ اور امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر لکڑی کاٹ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے خواہ وہ اسے دیں یا اسے منع کر دیں۔

❁ اور امام بخاری واحمد وابن ماجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : کسی شخص نے کوئی بھی روزی اس سے بہتر نہیں کھائی کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کر کے کما کر کھائے، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

❁ اور طبرانی و بیہقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

((كسب الحلال فريضة بعد الفريضة)). دوسرے فرائض کی طرح حلال کمانا بھی ایک فرض ہے۔

اور لیجیے سلفِ صالحین نے بے کاری اور بے کار لوگوں اور کام کاج میں مشغول نہ رہنے والوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سن لیجیے :

❁ ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک ایسی قوم سے ملے جو کچھ کام کاج نہ کرتے تھے، تو انہوں نے ان سے فرمایا: تم لوگ کیا ہو؟! انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو متوکلین ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، متوکل تو درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا فرما دے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے، اور حضرت عمر ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غرباء وفقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات وخیرات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں، چنانچہ فرمایا: اے غرباء وفقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

❁ اور سعید بن منصور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں یہ بات قطعاً ناپسند رکھتا ہوں کہ کسی شخص کو بالکل فارغ دیکھوں نہ وہ دنیا کے کام کاج میں مشغول ہو اور نہ آخرت کے۔

❁ اور اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحم فرمائے وہ فرماتے ہیں:

لنقل الصخر من قلل الجبال	أحب إلى من منن الرجال
پہاڑوں کی چوٹی سے ٹیلوں کا منتقل کرنا	لوگوں کا احسان مند ہونے سے مجھے زیادہ محبوب وپسند ہے
يقول الناس كسب فيه عار	فقلت العار في ذل السؤال
لوگ کہتے ہیں کہ کمائی دھندہ میں عار وذلت ہوتی ہے	تو میں کہتا ہوں کہ عار وشرمندگی تو مانگنے وسوال کرنے کی ذلت میں ہے

ہم نے جو نصوص پیش کی ہیں ان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے اپنے ہاتھ کے کام کاج کا بہت اہتمام کیا ہے۔ اور صنعت وحرفت کی تعلیم پر توجہ دی ہے، اور کاہلی وبے کاری پر عار دلایا ہے، اور محنت مزدوری وکام کاج پر ابھارا ہے۔

اور یہ کام ابتدائی عمر میں ہو سکتا ہے جس میں تعلیم زیادہ اچھی ہوتی ہے اور کام میں نبوغ وآگے بڑھنا زیادہ قوی وظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے مربی پر یہ لازم ہے کہ بچہ جب ابتدائی تعلیم حاصل کرلے لکھنا پڑھنا اور قرآن کریم پڑھنا اور دیگر شرعی و تاریخی وماحول وکائنات سے متعلق وہ علوم سیکھ لے جن کا سیکھنا ضروری ہے تو پھر مربی کو چاہیے کہ بچے کو نوعمری ہی میں بعض صنعت وحرفت سکھا دے تاکہ اپنی زندگی کے لیے کمائی کرسکے، اور اپنے دست وبازو کی محنت اور پیشانی کے پسینہ سے روزی ورزق کما سکے۔

ور آیئے اب ابن سینا کا وہ قول سن لیں جو انہوں نے بچے کو صناعت سے متعلق امور کی تعلیم اور محنت ومشقت کے کام کاج سکھانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ: بچہ جب قرآنِ کریم پڑھ کر فارغ ہو اور لغت کے بنیادی اصول یاد کرلے تو پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا کام کاج کرسکتا ہے، اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرنا چاہیے، چنانچہ اگر وہ کتابت پسند کرتا ہو تو لغت کی تعلیم کے ساتھ رسائل، تقاریر، لوگوں کی بات چیت وگفتگو وغیرہ بھی پڑھانا چاہیے، اور حساب کی مشق کرانا چاہیے اور اس کو عدالتوں میں لے جائیں۔ اور اس کی خوش خطی کا خیال رکھنا چاہیے، اور اگر کوئی اور کام کرنا ہو تو اس کو اس نوعیت کے کام میں مشق کرانا چاہیے۔

چنانچہ قرآنِ کریم کا پڑھنا، اور اصولِ لغت کا جاننا یہ اسلامی نظام تعلیم میں بنیادی و اساسی مواد میں سے تھے، پھر جب بچہ ان دونوں سے فارغ ہوجاتا تھا تو اس کے بارے میں غور کیا جاتا اور یہ دیکھا جاتا کہ وہ کس کام کی طرف مائل ہے اور پھر اس کے اختیار کرنے کے لیے اس کی رہنمائی کی جاتی تھی تاکہ وہ اس میں کمال پیدا کرے۔

رزق وروزی کے کمانے کے لیے مسلمانوں نے پیشہ وحرفت کی طرف جو توجہ کی ہے اس کے ظاہر کرنے کے لیے ہم درج ذیل قصہ ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابت کے پیشہ کو اختیار کیا کرتے تھے: جب امام غزالی کے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے غزالی اور ان کے بھائی احمد کے بارے میں اپنے ایک خیرخواہ محب ودوست کو وصیت کی اور فرمایا: مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ میں کتابت نہ سیکھ سکا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جو چیز مجھ سے چھوٹ گئی تھی اس کا تدارک میں اپنے ان دو بیٹوں محمد اور احمد سے کردوں لہٰذا آپ ان دونوں کو کتابت سکھادیں۔ اور اگر آپ ان کو یہ کام سکھانے میں میرا چھوڑا ہوا سارا مال بھی خرچ کردیں تب بھی آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان صاحب نے ان دونوں بچوں کو تعلیم دلانا شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ تھوڑا سا پس ماندہ کیا ہوا مال ختم ہوگیا جو ان کے والد نے ان دونوں کے لیے چھوڑا تھا، اور ان صاحب کے لیے یہ مشکل ہوگیا کہ وہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرسکیں، تو انہوں نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں یہ بات جان لو کہ میں نے تم دونوں پر وہ سارا مال خرچ کردیا ہے جو تمہارے لیے چھوڑا گیا تھا، میں عبادت میں مصروف رہنے والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں تم دونوں کی خدمت کرسکوں، اس لیے میرے خیال میں اب تم دونوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ تم دونوں کسی مدرسہ میں طالب علم بن کر داخل ہوجاؤ تاکہ زندگی کے لیے ضروری روزی حاصل کرسکو۔

چنانچہ ان دونوں لڑکوں نے یہی کیا، اور یہی چیز ان کی خوش بختی اور ترقی وبلندی کا ذریعہ بن گئی، امام غزالی یہ قصہ بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا لیکن اس نے اس سے انکار کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ہوجائے۔

مناسب یہ ہے کہ ہم بچوں کی دونوں قسموں کے درمیان صنعت وحرفت کی تعلیم دینے میں فرق کریں:

۱۔ وہ بچے جو تعلیم میں فوقیت لے جاتے ہوں، ایسے بچے عام طور سے ذکی وہوشیار ہوتے ہیں، ایسے بچے اگر اپنی تعلیم کو تعلیم کی آخری منزل تک پہنچانا چاہتے ہوں تو ان کو اس میں مصروف چھوڑ دینا چاہیے، بشرطیکہ چھٹیوں اور مختلف فرصت کے موقعوں پر اپنے ذوق وپسند کے کام کاج اور صنعت وحرفت سیکھتے رہیں، اس لیے کہ انہیں کیا معلوم ہے کہ آئندہ کی زندگی میں کیا کیا حوادث اور پریشانیاں آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے یہ جملہ کہا ہے کہ اپنے ہاتھ کا ہنر فقر وغربت سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں تو وہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے، پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ کوئی کام کاج کرتا ہے تو اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ نہیں تو وہ شخص میری نظر سے گرجاتا ہے۔

۲۔ وہ بچے جو تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں، یہ بچے عام طور سے ذکاوت میں درمیانہ درجے کے ہوتے ہیں یا غبی ہوتے ہیں اس لیے ایسے بچوں کو دین ودنیا سے متعلق ضروری تعلیم دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ جب ان کا استاذ یا مربی یا والدان کی کوتاہی اور پیچھے رہ جانے کو محسوس کرے تو فوراً انہیں کام کاج اور صنعت وحرفت کی طرف متوجہ کرے، ایسے حالات میں یہ بات غلط ہوتی ہے کہ سرپرست ان کی تعلیم کو جاری رکھے جب کہ اسے پتہ ہو کہ وہ غبی ہے تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا اور ناسمجھ ہے۔

کتنے ہی ایسے بچے ہیں جن کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور انہوں نے نہ تو تعلیم حاصل کی اور نہ کوئی صنعت وحرفت سیکھی، جس میں سارا دخل باپ یا مربی کی کوتاہ نظری کا ہوتا ہے کہ وہ بچے کو اس مقام پر نہیں رکھتے جس کا وہ اہل ہے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسا آدمی دنیاوی زندگی میں مہمل بن جاتا ہے۔ لوگوں سے سوال کرتا اور مانگتا ہے تاکہ ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرکے صدقات وخیرات حاصل کرسکے، یا پھر وہ مجرمانہ زندگی میں قدم رکھ لیتا ہے تاکہ لوگوں کا مال چھینے اور ان کے امن واستقرار کو غارت کردے، بہرحال ان دونوں ہی حالتوں میں کرامت کی بربادی اور شخصیت کی ذلت ورسوائی اور عام ماحول کی فضا خراب ہوجاتی ہے۔

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کا خوب خیال رکھیں تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ اپنے بچوں کو دنیاوی زندگی کے لیے کس طرح تیار کرسکتے ہیں، اور اپنے بچوں کو بڑی بڑی ذمہ داریوں اور اہم فرائض کے متحمل ہونے کا کس طرح اہل بناسکتے ہیں۔

رہی عورت تو جب وہ جوان ہو تو اس کو ایسے کام کاج سکھانا چاہیے جو اس کے دائرے اور شخصیت کے مطابق ومناسب ہوں، مثلاً جیسے اس کو آگے چل کر ماں یا بیوی بننا ہے تو اسے بچے کی تربیت کے اصول اور گھر کی ذمہ داریوں سے متعلق امور، اور سینا پرونا وغیرہ ایسی چیزیں سکھانا چاہیے جن کی اس کو ضرورت پڑے گی۔

لیکن اسلام نے اس کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں اور کاموں سے عورت کو معاف رکھا ہے۔

❁ یا تو اس لیے کہ یہ کام و ذمہ داریاں اس کی جسمانی ساخت اور نسوانی طبیعت کے موافق نہیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ جنگ سے متعلق امور کی مشق کرے یا یہ کہ وہ تعمیر یا لوہار کا کام کرے۔

❁ اور یا اس لیے کہ یہ کام کاج اور ذمہ داریاں اس کی اس فطری ذمہ داری و فریضہ سے متعارض ہیں جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ وہ کارخانہ کی مزدور ہو یا کسی دفتر وغیرہ کی ملازم ہو حالانکہ اس کا شوہر اور بچے اور گھر ہو۔

❁ اور یا اس لیے کہ یہ کام و ذمہ داریاں ایسی ہیں جن پر بڑی بڑی معاشرتی خرابیاں مترتب ہوتی ہوں مثلاً وہ عورت ایسے ماحول یا پیشے سے متعلق ہو جہاں مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط ہوتا ہو۔

جو لوگ پختہ عقول کے مالک اور اصحابِ بصیرت ہیں ان کی نظر میں عورت کو جو ان چیزوں سے معاف رکھا گیا ہے ان میں عورت کا احترام مدِ نظر ہے، اور اس کی نسوانیت کی حفاظت، اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا مقصود ہے۔

ورنہ آپ ہی بتلائیے کہ کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ عورت ایسے کاموں میں مشغول ہو جو اسے ان فرائض سے روک دیں جن کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے؟

اور ہم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ عورت کو ایسے مشکل و سخت کاموں میں لگا دیا جائے جن سے اس کے جسم کو نقصان پہنچے اور وہ اپنی نسوانیت ختم کر بیٹھے اور اس کو بہت سی بیماریاں اور امراض لگ جائیں؟

اور ہم میں سے کون شخص یہ پسند کرے گا کہ عورت ایسی مخلوط ملازمتوں کو اختیار کرے جو اس کی عزت آبرو کے ملوث ہونے اور عزت و شرافت کے خراب ہونے کا ذریعہ بنیں؟

اور کیا عورت کے لیے اس کی عزت و آبرو سے بڑھ کر کوئی اور قیمتی چیز ہے؟

لہٰذا ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اپنے ہاتھ کا کام کاج اور محنت مزدوری حلال ترین کمائی کے ذریعوں اور اعلیٰ ترین اعمال میں سے ہے، لہٰذا ہمیں اپنی اولاد کو اس طرف متوجہ کرنا چاہیے اور ان کو اسی پر بھروسہ کرنے کا عادی بنانا چاہیے، تاکہ وہ اپنی عزت و کرامت کی حفاظت کر سکیں اور اپنی شخصیت کو محفوظ رکھ سکیں، اور دنیاوی زندگی میں روزی کما سکیں۔

۲- بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا تربیت کرنے والوں کو جن اہم امور کا اچھی طرح سے ادراک کرنا چاہیے اور ان کا خوب خیال رکھنا چاہیے اور ان کی طرف پوری توجہ کرنا چاہیے ان میں یہ بھی داخل ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ بچہ کس پیشے کی طرف مائل ہے، اور کیا کام اسکے مناسب ہے، اور زندگی کی کن آرزؤں اور مقاصد کا وہ خواہاں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے مزاج، ذکاوت، طاقت اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے آپس میں ایک دوسرے

سے مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا سمجھدار مربی اور حکیم باپ وہ ہے جو بچے کو اس جگہ رکھے جو اس کے مزاج کے موافق ہو اور جس ماحول میں اس کا رکھنا مناسب ہو اس میں اس کو لے جائے۔

لہٰذا بچہ اگر ذکی قسم کا ہو اور اسے پڑھائی جاری رکھنے اور تعلیم مکمل کرنے کا پورا ذوق شوق ہو تو مربی کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسے اسباب مہیا کر دے جن سے وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکے اور اپنی خواہش و تمنا پوری کر سکے۔

اور بچہ اگر ذکاوت و سمجھداری کے اعتبار سے متوسط قسم کا ہو اور اس کی طبیعت کسی قسم کے پیشہ یا صنعت و حرفت کے سیکھنے کی طرف مائل ہو تو مربی کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسے امور مہیا کر دے جن کے ذریعہ وہ اپنے مقصود کو پہنچ سکے۔

اور اگر بچہ غبی و ناسمجھ ہو تو مربی کو چاہیے کہ اسے کسی ایسے کام میں لگا دے جو اس کی سمجھ کے مطابق اور اس کی اہلیت و مزاج کے موافق ہو، یہی مطلب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا جسے امام مسلم و ابوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ہر شخص کو اس کا مقام دیں۔

حتیٰ کہ وہ تعلیم و تدریس جس کی طرف بچہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے مائل ہوتا ہے اور فطرت و مزاج کے اعتبار سے اسے پسند کرتا ہے اس میں بھی مزاج، طبیعت، اور رغبت و میلان کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا جو طبعاً ادب، شعر و انشاء پردازی کی طرف مائل ہوگا وہ انجینئرنگ، طب اور ریاضی میں کمال حاصل نہیں کر سکتا، اور جو شخص انجینئرنگ یا فنون اور طب کی طرف مائل ہوگا وہ شعر و ادب میں برتری حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ بات کوئی ایسی آسان نہیں ہے کہ بچہ ہر اس علم و مضمون میں برتری و تفوق حاصل کر لے جسے وہ پڑھ اور حاصل کر رہا ہے لیکن یہ بالکل آسان ہے کہ بچہ ان مضامین میں تفوق حاصل کر لے جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور جن کی طرف وہ مائل ہے، لیکن جو مضامین اسے ناپسند ہیں اور جن سے اسے نفرت ہے ان میں برتری حاصل کر لے یا کمال پیدا کرے یہ ناممکن ہے۔

واقعی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا و درست ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ طبرانی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

((اعملوا فکل میسر لما خلق له)). کوشش و عمل کرتے رہو اس لیے کہ ہر شخص کو اس کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

بچہ کی رغبت و میلان کا خیال رکھنے اور اس کے مناسبِ حال برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات کو دیکھتے ہوئے تربیتِ اسلامی کے علماء (جن کے سربراہ ابنِ سینا ہیں) نے بچے کے لیے ہنر، فن یا تعلیم کے انتخاب کے وقت اس کے جذبات و فطری صلاحیتوں اور طبعی طاقت کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور ابنِ سینا نے تو صاف کہا ہے کہ بچے کے جذبات و احساسات کو خوب سمجھ لینا چاہیے، اور انہی کو اس کے کسی جانب لگانے اور اس میں کمال پیدا کرانے کے لیے بنیاد بنانا چاہیے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

ہر وہ کام جس کا بچہ قصد وارادہ کرے وہ اس کے لیے اس کے موافق وممکن نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لیے آسان وممکن وہی کام ہوگا جو اس کی طبیعت ومزاج کے موافق ومناسب ہو، اور اگر بالفرض علوم اور صنعت وحرفت مرضی وطلب کے تابع ہوتے اور اس میں مزاج ومناسبت کا کوئی دخل نہ ہوتا تو پھر کوئی شخص بھی علم وادب سے بے بہرہ اور ہنر وپیشہ سے عاری نہ ہوتا، اس لیے اب جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام لوگ اعلیٰ ترین علم اور اونچے سے اونچا پیشہ وحرفت اختیار کرنا چاہتے ہیں اور بعض اوقات انسان کی طبیعت تمام علوم وصناعات وحرفوں سے متنفر ہوجاتی ہے اور کسی سے طبیعت جوڑ نہیں کھاتی تو اس لیے بچے کے ذمہ دار ونگران کو چاہیے کہ وہ جب کسی قسم کے علم یا صنعت وحرفت کا انتخاب کرنا چاہے تو سب سے پہلے بچے کی طبیعت کو سمجھے، اس کے مزاج کا اندازہ کرے۔ اور اس کی عقل وسمجھ کا امتحان لے، پھر ان سب کے مطابق اس کے لیے کوئی صنعت وحرفت پسند کرے۔[1]

اور شیخ عبدالرحمٰن بن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ نے بچے کی فطری صلاحیتوں کی اہمیت واضح کرنے اور کسی کام کی طرف اس کی رہنمائی کرتے وقت ان کا خیال رکھنے کا بہت اہتمام کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ: ریاضت ومجاہدہ سمجھدار شخص ہی پر کارگر ہوسکتا ہے لیکن گدھے کو ریاضت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہے، اور درندہ کو اگرچہ بچپن ہی سے تربیت دی جائے تب بھی وہ چیر پھاڑ کو نہیں چھوڑ سکتا۔[2]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچے کی ثقافتی میدان میں شخصیت سازی اور علمی اعتبار سے تیاری میں اس کی کامیابی وناکامی میں اس کی ذکاوت اور غباوت اور بے وقوفی کا بڑا ہاتھ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درج ذیل شعر کہا ہے:

إذا ما المرأ لم یولد لبیباً　　　فلیس بنافع قدم الولادة

اگر انسان عقلمند پیدا نہ ہوا ہو　　　تو اس کو بہت پہلے پیدا ہونا فائدہ نہیں پہنچا سکتا

اس لیے مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کی نفسیات پہچاننے اور اس کی غباوت وسمجھداری کا اندازہ کرنے اور علم وہنر میں سے جس طرف اس کی طبیعت مائل ہے اس کے پہچاننے کے لیے کسی وسیلہ کو نہ چھوڑے۔

اور مربی یہ کرسکتا ہے کہ وہ بچے کے لیے زندگی کا وہ راستہ کھول دے جو اس کے فائدے کا ہو اور اس کی رغبت وطبیعت کے مطابق ہو، خواہ وہ علمی کمال سے متعلق ہو، یا صنعت وحرفت کے میدان میں ترقی سے۔ اور ان میں سے جو راستہ بھی اختیار کیا جائے گا اس سے لوگوں کا فائدہ اور ملک کی ترقی ہوگی۔

مربی اور خصوصاً باپ کو چاہیے کہ وہ بچے اور اس کی ان خواہشات کے درمیان رکاوٹ نہ بنے جو وہ دنیا کی زندگی میں حاصل کرنا چاہتا ہو بشرطیکہ وہ خواہشات ایسی ہوں جن میں بچے کا فائدہ ہو اور ان سے نفع کی توقع ہو۔

---

[1] ملاحظہ ہو محمد عطیہ الابراشی کی کتاب "التربیۃ الاسلامیۃ وفلاسفتہا" (ص ۔ ۱۹۷)۔

[2] حوالہ بالا۔

لہٰذا اگر بچہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ ذکی وسمجھدار ہے تو مربی کو چاہیے کہ وہ بچے اور اس کی اس خواہش کے درمیان رکاوٹ نہ بنے، خواہ اس سلسلہ میں باپ ومربی کو کتنا ہی خرچہ واخراجات کرنا پڑیں، اور ان شاء اللہ وہ جلد ہی اس کا پھل وثمرہ حاصل کرلے گا جب وہ اپنے بچے کو عظیم مفکروں ودانشوروں اور بڑے کامل علماء کی صف میں دیکھے گا۔

اور اگر وہ بچہ کسی ہنر وصنعت کی طرف راغب ہو یا تجارت کرنا چاہتا ہو۔ تو مربی ووالد کو چاہیے کہ وہ اس کی اس آرزو وخواہش کے درمیان رکاوٹ نہ بنے، تاکہ وہ بچہ اپنے کام میں ماہر، اور اپنے پیشے میں تجربہ کار، اور اپنی صنعت وحرفت میں درجۂ کمال کو پہنچے، اسی میں اقتصادی ترقی اور عمل وپیداوار کے میدان میں امت کے لیے قابلِ رشک ترقی مضمر ہے، لیکن باپ اگر بچے کے راستے اور زندگی میں جو امیدیں وآرزوئیں وہ رکھتا ہے اور جو مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے درمیان پتھر کی طرح حائل بن جائے گا تو بچہ نفسیاتی طور پر متصادم اور جسمانی طور پر متاثر ہوگا۔ اور اس طریقہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے بسا اوقات باپ اور بیٹے میں ٹکراؤ اور جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے، اور انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان قطعِ تعلق ہوجاتا ہے، نافرمانی اور روگردانی شروع ہوجاتی ہے، جس کا سبب وہ باپ ہوتا ہے جو موقعہ محل کو نہیں سمجھتا اور ان نتائج پر نظر نہیں رکھتا، واقعی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا ودرست فرمایا ہے جسے ابو الشیخ کتاب الثواب میں روایت کرتے ہیں:

«رحم الله والدًا أعان ولده على بره» ۔ اللہ تعالیٰ ایسے والد پر رحم کرے جو نیک کام میں اپنے بیٹے کی مدد واعانت کرے۔

۳- بچے کو کھیل کود وتفریح کا موقعہ دینا اسلام ایک واقعی وحقیقی زندہ مذہب ہے، جو لوگوں کے ساتھ اس بنیاد پر معاملہ کرتا ہے کہ وہ انسان ہیں، ان کے کچھ قلبی شوق، اور نفسیاتی خواہشات، اور انسانی طبیعت ہوتی ہے، اس لیے اسلام نے ان پر یہ فرض نہیں کیا کہ وہ ذکر اللہ کے علاوہ کوئی بات ہی نہ کریں، اور خاموشی وفکر میں مصروف ہوں، اور عبرت ونصیحت کے لیے ہر وقت غور وفکر ہو، اور تمام فارغ وقت عبادت میں صرف ہو، بلکہ دینِ اسلام نے فطرتِ انسانی کے تقاضوں، خوشی وسرور، کھیل کود، مذاق ومزاح ہر ایک کو تسلیم کیا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں ان حدود کے دائرے میں ہوں جو اللہ نے مقرر کی ہیں، اور اسلامی آداب کے دائرے میں رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں روحانی بلندی وکمال اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہمیشہ عبادت میں لگے رہنا اور دائمی اللہ کے مراقبہ کا استحضار ہی ان کی طبیعت وعادت بنناچاہیے، اور انہیں دنیا کی خوشیاں اور لذتیں وآسائشیں پسِ پشت ڈال دینا چاہییں، اور انہیں نہ کبھی خوش ہونا چاہیے نہ سرشار، نہ کھیل کود میں مصروف، بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کا تمام وقت اور فارغ اوقات صرف آخرت کے امور میں صرف ہونا چاہییں، اور ان

کی دنیا کی زندگی میں مباح کھیل کود اور اعتدال کے ساتھ ہنسی خوشی کا کوئی حصہ بھی نہ ہونا چاہیے۔

لیجیے ہم آپ کو حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سناتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے بارے میں ذکر کیا ہے (جیسا کہ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے):

حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے حنظلہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا: سبحان اللہ تم کیا کہہ رہے ہو!؟ حضرت حنظلہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت و دوزخ یاد دلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل کر اپنے بیوی بچوں اور زمینوں میں لگ جاتے ہیں تو بہت سی وہ باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر نے فرمایا: بخدا یہ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں، حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق ہوگیا ہے، تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اور وہ کیوں؟!

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت ودوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں، پھر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، اور اپنے بیوی بچوں و زمینوں میں مشغول ہوجاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت پر برقرار رہتے جس پر میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں لگے رہتے تو فرشتے تم سے تمہارے بچھونوں اور راستوں میں ملاقات کرتے، لیکن اے حنظلہ وقفہ وقفہ سے۔ اور یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

ہم نے دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو کس طرح بیوی بچوں کے ساتھ ملاطفت و دل لگی وغیرہ پر برقرار رکھا، اس لیے کہ یہ بات انسانی مزاج اور بشری طبیعت کے موافق ہے۔

ہمارے سامنے کچھ ایسے وسائل بھی ہیں جنہیں شریعت اور اسلام نے جسمانی تیاری اور جنگی مشق وغیرہ کے سلسلہ میں مشروع و جائز قرار دیا ہے جن سے ہر صاحبِ عقل و شعور اور بصیرت و بصارت والے کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلام ایک ایسا واقعی و حقیقی دین ہے جو مسلمان کے لیے صاف ستھرا جائز کھیل کود اور مباح لہو ولعب کو برقرار رکھتا ہے بشرطیکہ اس میں دینِ اسلام کی مصلحت مضمر ہو اور وہ اہل وعیال کے ساتھ دل لگی و ملاطفت کے حدود کے دائرے میں ہو۔

ان وسائل میں سے وہ ہے جسے طبرانی سندِ جید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((کل شئ لیس من ذکر اللہ فھو لھو أو سھو	ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ کھیل کود اور بھول ہے
إلا أربع خصال: مشی الرجل بین الغرضین،	سوائے چار چیزوں کے: انسان کا تیراندازی کے لیے دونوں
وتأدیبہ فرسہ، وملاعبتہ أھلہ،	نشانوں کے درمیان چلنا، اور اپنے گھوڑے کو مشق کرانا،
وتعلیمہ السباحۃ)).	اور اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی، اور تیرنا سیکھنا.

اور اس کتاب کی مختلف مباحث اور مختلف مقامات پر ان وسائل میں سے بہت سے وسائل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اس لیے وہاں پڑھ لیجیے تاکہ آپ کو اس دین کی سماحت اور اسلام کی عظمت پتہ چل جائے۔

لہذا جب صاف ستھرا کھیل، اور نفس کے بوجھ کو ختم کرنا، اور جسمانی تیاری و ورزش مسلمان کے لیے لازمی امور میں سے ہے تو پھر ان چیزوں کا بچے کے لیے جبکہ وہ چھوٹا ہو لازم ہونا اور زیادہ اولیٰ ہے جس کی دو وجہیں ہیں:

۱۔ بچے میں سیکھنے کی صلاحیت بڑے ہونے کی بنسبت بچپن میں زیادہ ہوتی ہے چنانچہ بیہقی و طبرانی درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

((العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر)).	بچپن میں تعلیم حاصل کرنا ایسا ہے جیسا کہ پتھر پر نقش کرنا.

۲۔ بچہ جب چھوٹا ہو تو اس کو کھیل کود، مستیوں اور سیر تفریح کا اس سے زیادہ شوق ہوتا ہے جو اسے بڑے ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے کہ ترمذی نوادر الاصول میں درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

((عرامۃ الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ فی کبرہ)).	بچے کا بچپن میں کھیل کود اور چاق و چوبند ہونا بڑے ہو کر اس کے عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر چیز میں بہترین نمونہ و مقتدا ہیں وہ خود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں سے دل لگی فرمایا کرتے تھے، اور ان کی تفریح کا سامان بہم پہنچاتے، اور ان کو خوش کرتے، اور ان کے ساتھ مزاح فرماتے، اور ان سے مانوس ہوتے، اور صاف ستھرے اچھے کھیل اور مباح تفریح پر ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے، جس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ امام احمد سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ اور عبیداللہ اور کثیر بن العباس رضی اللہ عنہم کو صف بنا کر کھڑا کر کے فرماتے تھے کہ تم میں سے جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے فلاں فلاں چیز ملے گی، راوی کہتے ہیں کہ سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور آپ کی کمر و سینے پر گر پڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چومتے اور سینے سے لگا لیتے۔

۲- اور ابو یعلی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر دیکھا تو میں نے عرض کیا تم بڑی شاندار سواری پر سوار ہو۔ تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں شہسوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔

۳- طبرانی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو ہمیں کھانے کے لیے بلایا گیا، راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ (ان کو پکڑنے کے لیے) پھیلا لیے، تو وہ ادھر اُدھر بھاگنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ دل لگی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر رکھا اور دوسرا ان کے سر اور کانوں کے درمیان اور پھر انہیں گلے سے لگا کر چوم لیا پھر فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اللہ اس شخص سے محبت کرے جس نے حسین سے محبت کی، حسن اور حسین دونوں اولاد کی اولاد ہیں (یعنی نواسے ہیں)۔

۴- اور طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے اور آپ کی کمر پر حضرت حسن و حسین سوار تھے، اور آپ یہ فرما رہے تھے: بہترین اونٹ تمہارا اونٹ ہے اور بہترین جوڑا تم دونوں کا جوڑا ہے۔

۵- امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اچھے تھے، ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، تو میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا، اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں اس کام کے لیے جاؤں گا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے، چنانچہ میں آپ کے پاس سے نکلا یہاں تک کہ میرا گزر ایسے لڑکوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی، جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے انیس کیا تم وہاں ہو آئے جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ میں نے عرض کیا! جی ہاں اے اللہ کے رسول میں ابھی جا رہا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بخدا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال تک خدمت کی ہے لیکن مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کسی ایسے کام کو جو میں نے کیا ہو یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور جس کام کو میں نے نہیں کیا اس کو آپ نے یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں نہیں کیا؟

۶- امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں حکم دو کہ وہ گھوڑوں کی پشت پر اچھلنا و سوار ہونا سیکھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ دل لگی، اور ان کے بوجھ کو ختم کرنے کی تدبیریں، اور ان کے ساتھ ملاطفت و نرمی کو دیکھتے ہوئے تربیت اسلامی کے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ بچے کو اسباق و کام کاج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کود اور سیر و تفریح

کی ضرورت ہے۔

اور لیجیے یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیجیے جو امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں اس سلسلہ میں تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ بچے کو مکتب و مدرسہ سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینا چاہیے جس کے ذریعہ مکتب و مدرسہ کی تکان اتر جائے۔ لیکن اس حد تک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ اس میں بھی چُور چُور ہو جائے۔ اس لیے کہ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ اور ذکاوت کو ماند اور زندگی کو بے مزہ کر دیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

علامہ عبدری نے بھی وہی کہا ہے جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اسباق سے فراغت یا کام سے فارغ ہونے کے بعد بچے کو کھیل کود اور طبیعت ہلکی پھلکی کرنے کا سامان بہم پہنچانا ضروری ہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس کھیل کود کی حکمت یہ ہے کہ بچہ جو تکان، تنگ دلی اور بوجھ محسوس کرتا ہے اسے ختم کر دیا جائے، اور اس میں نشاط و چستی اور ذہن کی صفائی پھر لوٹ آئے، اور اس کا جسم بیماریوں و آفتوں سے محفوظ ہو جائے

لیکن مربی کو چاہیے کہ بچوں کے کھیل میں دو اہم امور کا خیال رکھیے:

۱۔ کھیل ضرورت سے زائد بوجھ اور مشقت میں مبتلا کرنے والا نہ ہو، اس لیے کہ اس سے بدن کو نقصان پہنچتا ہے اور جسم کمزور ہو جاتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔

۲۔ یہ کھیل کود دوسرے ایسے فرائض یا کاموں کے اوقات میں نہ ہو جو وقت ان ذمہ داریوں یا کاموں کے لیے مخصوص ہو۔ اس لیے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور مطلوبہ فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((احرص علی ما ینفعك و استعن بالله ولا تعجز)). صحیح مسلم

ایسے کاموں میں لگو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ اور عاجز نہ ہو۔

۴۔ گھر اور مسجد و مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا | بچے کی علمی و روحانی و جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر مدرسہ اور مسجد میں قوی رابطہ و تعاون پیدا کیا جائے۔

❁ یہ بات ظاہر ہے کہ گھر کی ذمہ داری پہلے نمبر پر جسمانی تربیت پر مرکوز ہوتی ہے، اس لیے کہ جو شخص اپنے بچوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اہل و عیال کی معیشت کا خیال نہیں رکھتا وہ سخت گناہگار ہوگا، اور ابو داؤد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((کفی بالمرء إثماً أن یضیع من یقوت)).

انسان کے گناہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جن کا ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ :

((کفی بالمرء إثماً أن یحبس عمن یملك قوته)) .

انسان کے گناہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جن کا کفیل ہے ان کی طرف سے ہاتھ کھینچ لے ۔

❁ یہ بات طے شدہ ہے کہ دینِ اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے' اس لیے کہ جماعت کی نماز اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے ایسے ربانی فیوض اور اللہ کی ایسی رحمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں نہ منقطع ہو سکتی ہیں، امام بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

((صلاة الرجل فی جماعة تضعف علی صلاته فی بیته وفی سوقه خمساً وعشرین ضعفاً، وذلك أنه إذا توضأ فأحسن الوضوء، ثم خرج إلی المسجد لا یخرجه إلا الصلاة لم یخط خطوة إلا رفعت له بها درجة، وحطت عنه بها خطیئة، فإذا صلی لم تزل الملائكة تصلی علیه مادام فی مصلاه ما لم یحدث تقول: اللهم ارحمه اللهم ارحمه، ولا یزال فی صلاة ما انتظر الصلاة)) .

انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا اس نماز سے جو گھر میں پڑھی جائے یا بازار میں پڑھی جائے پچیس گنا زیادہ اَجر دلاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح سے وضو کر کے مسجد کی جانب چلتا ہے اور اس کا مقصد نماز ہی ہو تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر یہ کہ اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، اور اس کی ایک غلطی کو معاف کر دیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہوتا ہے اور بے وضو نہیں ہوتا، فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اے اللہ اس پر رحم کر اور انسان جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی کے حکم میں رہتا ہے۔

❁ اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

((وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون كتاب الله ویتدارسونه بینهم إلا نزلت علیهم السكینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فیمن عنده)) .

اور نہیں جمع ہوتی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں' تلاوت کریں اللہ کی کتاب کی اور اسے آپس میں پڑھیں مگر یہ کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو یاد کرتا ہے ان فرشتوں کے سامنے جو اس کے پاس ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

❁ اور وہ امور جن میں کسی بھی دو آدمیوں کا اختلاف نہیں ہوگا ان میں سے یہ بھی ہے کہ مدرسہ کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی

ہے کہ علمی تربیت ہو۔ اس لیے کہ شخصیت سازی اور انسان کی کرامت وعزت کے بلند کرنے میں علم کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے اسی لیے دینِ اسلام کی نظر میں علم کی بہت فضیلت ہے :

علم کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع)) . جامع ترمذی

جو شخص علم طلب کرنے کے راستے میں نکلتا ہے تو وہ جب تک واپس نہ لوٹے اللہ ہی کے راستے میں رہتا ہے۔

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((من سلك طریقًا یلتمس فیه علمًا سھل اللہ له طریقًا إلی الجنة)). صحیح مسلم

جو شخص کسی ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اس کے اس علم کی طلب کی خوشی میں فرشتے طالب علم کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے وہ مخلوق مغفرت کی دعا کرتی ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی ، (ملاحظہ ہو ابوداؤد و ترمذی)۔

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب)) . سننِ ابی داؤد و ترمذی

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ گھر اور مسجد و مدرسہ میں باہمی تعاون ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی شخصیت کامل و مکمل ہوگئی ہے۔ اور وہ روحانی وجسمانی وعقلی اور نفسیاتی طور پر مکمل ہوچکا ہے، بلکہ وہ اپنی قوم کی ترقی اور دین کی سربلندی کے لیے عضو فعال بن گیا ہے۔

لیکن یہ باہمی تعاون وتعلق مکمل طریقے سے اس وقت تک تام نہیں ہوسکتا جب تک دو بنیادی شرطیں متحقق نہ ہوں :

۱ - کہ مدرسہ و گھر کی توجیہات ورہنمائیں آپس میں ایک دوسرے سے تعارض واختلاف نہ ہو۔

۲ - کہ یہ تعاون اس لیے ہو تاکہ اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن وکمال پیدا ہو۔ لہٰذا اگر ان مذکورہ بالا دو شرطوں کے ضمن میں باہمی تعاون ہوگا تو بچہ روحانی وجسمانی طور سے کامل ومکمل اور عقلی ونفسیاتی طور پہ کمال کو پہنچا ہوا ہوگا، بلکہ وہ ایک متوازن اور معتدل ایسا انسان بن جائے گا جسے دیکھ کر لوگ متعجب ہوں گے بلکہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا۔

مدرسہ کے ساتھ تعاون کے میدان میں مَیں یہ چاہتا ہوں کہ والدین ومربیوں کے سامنے درجِ ذیل حقائق پیش کردوں:

الف ۔ ہمارے مدارس وجامعات کے اکثر معلمین واساتذہ (صحیح تربیت کے بارے میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے کہ وہ دوسروں کے اخلاق وکردار کی نقالی اور اہلِ یورپ کی عادات واطوار کی نقل اتارنے کا نام ہے، اور مشرق یا مغرب سے اس کے بنیادی نظریات وعقائد وافکار کی بھیک مانگنا ہے۔ اور آپ ان لوگوں کو خود دیکھ لیجیے کہ یہ مسلمانوں کے بچوں کو مغربی طرز کے پیچ دار طریقے اور ملحدانہ منحرف نظام سکھاتے اور ان کی تربیت دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کے گندے جذبات اور کھوکھلے دل اور فارغ عقول گندے اور بے حیا یورپ اور کافر شیوعیت (کمیونزم) کے دلدادہ اور مادہ اور اس کے چمکدار ظاہر کی محبت میں غرق ہیں۔

ب ۔ مدارس کی وہ کتابیں جو طلبہ اسکولوں وکالجوں میں پڑھتے ہیں وہ فریب ودھوکہ بازی، تشکیک اور مذاہب وادیان پر طعن وتشنیع، اور کفر والحاد کی دعوت سے بھری پڑی ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سے بعض ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں، شام کی ثانویہ کی ڈگری کی معاشرتی علوم کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر وہ پروگرام جس کا مقصد دینی اساس پر سیاسی تنظیم بنانا ہو وہ بے وقوفی کا پروگرام ہے۔ اور سائنس کی کتاب میں ڈارون کے نظریہ[1] کو علمی حقیقت بناکر پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ خالق ومالک کی ذات میں شک وشبہ پیدا کیا جاسکے، حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تحقیق وعلم نے اس نظریہ کو باطل ثابت کرکے ردی کی ٹوکری کی نذر کردیا ہے اور ادب کی کتاب میں اسلامی پردہ کو نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پردہ پس ماندگی اور رجعیت ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اسلامی تاریخ لوٹ مار، جبر واستبداد اور آزادی وبے راہ روی کی تاریخ ہے[2])۔

ج ۔ طالب علم مدارس میں جو مضامین پڑھتا ہے ان میں دوسرے علمی وادبی مضامین کے مقابلہ میں دینی تعلیم بہت کم مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لیے اگر حالت یہ ہو تو مسلمان کے لیے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت میں کمال پیدا کرے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر مطلع ہو، اور نہ یہ کہ وہ سیرت وتاریخ کے حقائق کا احاطہ کرے۔ کیونکہ ہر مدرسہ اس کو یہ معلومات بہم نہیں پہنچاتا۔ اس لیے طالب علم جب مدرسہ واسکول سے نکلتا ہے تو اس کی ثقافت محدود ہوتی ہے اور وہ اسلام کے نظام اور قرآن کے علوم اور اپنے آباء واجداد کی تاریخ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔

---

[1] اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اصل میں ایک زندہ جرثومہ تھا پھر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ بندر بن گیا اور پھر اس سے ترقی کرکے انسان بن گیا، ملاحظہ فرمایئے کتاب "شبہات وردود" اس میں اس نظریہ کی علمی طور سے تردید کی گئی ہے اور علمی بحث ومناقشہ اور تحقیقاتی مطالعہ سے اس کو باطل ولغو قرار دیا گیا ہے۔

[2] ملاحظہ فرمایئے ہماری کتاب "إلی ورثۃ الانبیاء" (ص۔ ۴۲)۔

اس لیے اگر مربی گھر میں صحیح طریقے سے تربیت کی ذمہ داری پوری نہ کرے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے کا عقیدہ خراب ہو جاتا ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں، پھر نہ اس بچے کی اصلاح رہنمائی وتوجیہات سے ہوتی ہے اور نہ کوئی اصلاح کی ترکیب اس کی کجی وٹیڑھے پن کو دور کر پاتی ہے۔

لہٰذا اس سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر بچہ مسجد میں روحانی اور مدرسہ میں علمی واعتقادی اور ثقافتی تربیت وتعلیم حاصل کر رہا ہو تو گھر میں باپ سب سے پہلے بچے کی جسمانی واخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہے، لیکن اگر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ بچہ مدرسہ واسکول میں اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کی تربیت حاصل نہیں کر رہا۔ اور دینی تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے تو باپ کو چاہیے کہ ہر نوعیت سے اپنی پوری ذمہ داری پورے کرے اور بچے کی عقیدہ، عبادت، اخلاق ودین اور ہر اس چیز کے اعتبار سے تربیت کرے جس کا اسلام سے تعلق ہو بلکہ اس کو چاہیے کہ اپنی جدوجہد کو دو چند کر دے، اور اپنے تمام وقت کو ہر اس چیز میں صرف کرے جو بچے کے لیے عظیم فائدے اور بڑی خیر کا ذریعہ ہو، جیسا کہ باپ کو چاہیے کہ بچے کا تعلق مسجد اور عالمِ ربانی اور اچھے ساتھیوں اور سمجھدار قسم کے دعوت وتبلیغ کرنے والے افراد سے قائم کر دے، اور اس طرح کرنے سے باپ یا مربی نے بچے کو راسخ اسلامی عقیدہ اور شاندار اسلامی اخلاق کی چار دیواری سے گھیر لیا ہوگا۔ اور پھر نہ وہ کسی زیغ سے متأثر ہوگا نہ الحاد سے، اور نہ آزادی و بے راہ روی کے پیچھے دوڑے گا۔

۵۔ مربی اور بچے کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنا علماءِ نفس وتربیت ومعاشرت کے یہاں تربیت کے متفق علیہ قواعد واصولوں میں سے بچے اور مربی کے درمیان رابطہ وتعلق کا مضبوط وقوی کرنا بھی ہے تاکہ تربیتی اثرات اچھے طریقے سے پڑ سکیں اور خوب عمدگی سے علمی ونفسیاتی واخلاقی تکمیل وتعمیر ہو سکے۔

روشن ضمیر اور اصحابِ عقل وبصیرت کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر بچے ومربی یا طالبِ علم واستاذ کے درمیان بعد ونفرت ہوگی تو ایسی صورت میں نہ طالب علم کچھ حاصل کر سکے گا اور نہ اس کی تربیت ہو سکے گی۔ اس لیے والدین ومربیوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے ایجابی ذرائع ووسائل تلاش کریں جن سے بچے ان سے محبت کرنے لگیں، اور ان کا باہمی تعلق قوی ہو، اور آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو، اور وہ شفقت محسوس کریں۔

❀ ان وسائل میں سے یہ ہے کہ مربی بچے سے مسکراہٹ وانبساط سے ملے، اس لیے کہ امام ترمذی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«تبسمك في وجه أخيك صدقة» . تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے۔

❀ اور ان وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ اگر اچھا کام کرے یا پڑھائی میں سبقت لے جائے تو ہدیہ وانعام دے کر اس کی ہمت افزائی کرنا چاہیے، اس لیے کہ طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے

ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تهادوا تحابوا)). آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور باہمی محبت پیدا کرو۔

ان ذرائع میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ کو یہ محسوس کرا دیا جائے کہ اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اس سے محبت و شفقت برتی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مرفوع نقل کرتے ہیں:

((من أصبح لا يهتم بالمسلمين فليس منهم)). جو شخص مسلمانوں کا خیال نہ رکھے وہ ان میں سے نہیں ہے۔

اور ان وسائل میں سے بچے کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا اور ملاطفت و نرمی کرنا بھی ہے اس لیے کہ ترمذی ونسائی وحاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً وألطفهم بأهله)). مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو ان سب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک اور اپنے گھر والوں کے ساتھ نرم ہو۔

اور ان وسائل میں سے مربی کا بچے کی خواہش کا پورا کرنا بھی ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کرے اس لیے کہ ابو الشیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((رحم الله والداً أعان ولده على بره)). اللہ تعالیٰ ایسے باپ پر رحم فرمائے جو اپنے ساتھ نیک سلوک کرنے پر اپنے بیٹے کی امداد کرے۔ (یعنی بچے کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جس سے وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک پر مجبور ہو جائے)۔

ان وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ مربی بچے کے ساتھ گھل مل جائے، اس سے ہنسی مذاق کرے اور اس کے ساتھ بچہ بن جائے۔ اس لیے کہ طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں پاؤں کے بل چل رہے تھے اور آپ کی پشت مبارک پر حضرت حسن وحسین سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ بہترین اونٹ تم دونوں کا اونٹ اور بہترین ایک ساتھ سوار ہونے والے ساتھی تم دونوں ہو۔

مربیِ اول اور تمام لوگوں کے لیے بہترین نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام، ساتھیوں اور تمام وہ لوگ جو اہل وعیال وبچوں میں سے آپ سے متعلق تھے آپ ان سب کے ساتھ ان مثبت وسائل کے تطبیق دینے میں شاندار مثال ونمونۂ کامل تھے۔

چنانچہ مسکرانے کے سلسلہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا یا یہ فرمایا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی بات کرتے نہیں سنا مگر یہ کہ آپ مسکرائے۔

اور ترمذی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کبھی حجاب نہیں فرمایا اور آپ نے مجھے جب دیکھا ہمیشہ مسکرا دیے۔

اور ہدیہ دینے کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور اس کا بدل بھی دیا کرتے تھے۔

بچوں پر رحم اور ان کا خیال رکھنے اور ان کے اوپر شفقت کرنے کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان کو چوم لیا کرتے تھے، بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بیٹوں حسن وحسین کو چوما، اس وقت آپ کی خدمت میں اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کو نہیں چوما، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر فرمایا: کہ جو شخص رحم نہیں کھاتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اور طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں جب درخت کا پہلا پھل لایا جاتا تھا تو اس مجلس میں جو بچہ موجود ہوتا تھا آپ وہ پھل اسے دے دیا کرتے تھے۔

اور بخاری ومسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ طویل نماز پڑھاؤں لیکن میں بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں اس لیے کہ مجھے پتہ ہے کہ اس کی ماں کو اس کا کتنا دکھ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ ملاطفت ونرمی کا پہلو اگر دیکھیں تو اس موضوع پر بے شمار احادیث ملتی ہیں:

❁ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی ہے لیکن آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا، اور اگر میں نے کبھی کوئی کام کیا تو اس کو یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کبھی کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور ابو نعیم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت انس فرماتے ہیں: مجھے کبھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برا بھلا نہیں کہا، اور نہ کبھی مارا اور نہ جھڑکا اور نہ ناک بھوں چڑھائی اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میں نے اس میں سستی کی ہو اور آپ نے اس پر مجھے سزا دی ہو اور اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے مجھے ملامت بھی کی تو آپ نے فرمایا: چھوڑ دو بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ہونا اللہ کے یہاں

مقدر کر دیا جائے تو ہو کر ہی رہتی ہے۔

❁ اور ابنِ سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ نہایت نرم مزاج، خوش اخلاق، مسکرانے والے تھے، آپ نے اپنے ساتھیوں اور صحابہ کے سامنے کبھی پاؤں دراز نہیں کیے، یہ آپ کے عظیم ادب اور کمال وقار کی علامت تھی، صلی اللہ علیہ وسلم۔

❁ اور ترمذی، ابنِ ماجہ اور بخاری "الادب المفرد" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کی آواز پہچان لی اور فرمایا: خوش آمدید طیب (اچھے) اور مطیب (پاکیزہ) کے لیے۔

❁ امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے ملتے تو فرماتے: فلانے تم کیسے ہو؟ وہ کہتے الحمدللہ خیریت سے ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہیں خیریت ہی کے ساتھ رکھے۔

❁ اور طبرانی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا: آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں اسلام لانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ نے اپنی چادر میری طرف ڈال دی اور فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف شخص آئے تو اس کا اکرام کیا کرو۔

❁ اور امام مسلم حضرت سماک بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں! بہت زیادہ بیٹھا کرتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکل آئے پھر جب سورج نکل آتا تھا تو آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باتیں کیا کرتے تھے، اور زمانۂ جاہلیت کے دور کی باتیں بھی کرتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔

❁ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور مزاح فرمایا کرتے حتیٰ کہ میرے ایک بھائی سے یہ فرمایا کرتے تھے: اے ابو عمیر نغیر پرندے کا کیا ہوا؟ ان کے پاس ایک پرندہ نغیر تھا جس سے وہ کھیلا کرتے تھے وہ پرندہ مرگیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوا اور آپ نے ان سے فرمایا اے ابو عمیر نغیر کا کیا ہوا؟

یہ وہ مثبت وسائل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ اختیار کرتے تھے، اور لوگوں حتیٰ کہ چھوٹوں اور بچوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے تھے، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے سچی پکی مخلصانہ محبت کی،

اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لاکر اپنی نفوس کو قربان کیا، اور اللہ کے راستے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور آپ کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگائی۔ اور وہ ویسے ہی بن گئے جیسے ان کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں فرمایا:

((ولا یرغبوا بأنفسهم عن نفسه)). التوبہ-۱۲۰ — اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے عزیز رکھیں۔

اور یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتے تھے۔

❁ ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اس سچی پکی مخلصانہ محبت کی تاکید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے اس وقت فرمایا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت تھی؟ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے مالوں، اولاد، والدین، ماؤں سب سے زیادہ محبوب تھے اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے آپ ہمیں اس سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

❁ اس محبت کی تاکید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو بیہقی وابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت کے والد بھائی اور شوہر شہید کر دیے گئے۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ احد میں شریک تھے، جب ان صاحبہ کو یہ اطلاع دی گئی تو انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ یعنی آپ کی خیریت و عافیت دریافت کی، انہیں بتلایا گیا کہ الحمدللہ وہ ٹھیک ہیں اور ویسے ہی ہیں جیسا آپ چاہتی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دو تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں۔ اور پھر جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر لیا تو کہا: آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت آسان ہے۔

❁ ان کی اس بے لوث محبت کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ حضرات دنیا و آخرت میں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ طبرانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب (حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مراد ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ مجھے میرے اہل وعیال اور مال و دولت سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آپ کی خدمت میں حاضری نہ دے لوں، پھر مجھے اپنا اور آپ کا اس دنیا سے کوچ کر جانا یاد آیا تو میں نے یہ یقین کر لیا کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند درجات میں ہوں گے اور اگر میں داخل بھی ہوا تب بھی آپ کو وہاں دیکھ نہ سکوں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل آیتِ کریمہ نازل فرمائی:

((وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا)) النساء-۶۹

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو بلا کر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

❁ ان کی اس محبت و سرشاری کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے ان کے رونے سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ابنِ سعد عاصم بن محمد سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا مگر یہ کہ ان کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے اور رونے لگے۔

اور ابنِ سعد ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا نہ ہوں اور پھر وہ رونے لگتے۔

اور ابنِ عساکر سندِ جید کے ساتھ (جیسا کہ حافظ زرقانی نے تصریح کی ہے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ (شام کے قریب ایک جگہ) بداری میں ٹھہرے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا ہے) اور دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں: اے بلال یہ کیسی سنگدلی ہے؟ کیا تمہارے لئے اب بھی وہ وقت قریب نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟ حضرت بلال نہایت خوف زدہ غم کی حالت میں بیدار ہوئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر مدینہ منورہ کے ارادہ سے چل پڑے، اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دی تو رونے لگے اور اس پر چہرہ رگڑنے لگے۔

سامنے سے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما آگئے تو حضرت بلال ان سے بغل گیر ہوکر انہیں چومنے لگے، ان دونوں نے ان سے کہا: ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر اپنی سابقہ اس جگہ پر کھڑے ہوگئے جہاں پر پہلے کھڑے ہوا کرتے تھے، اور پھر جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ منورہ لرز گیا۔ اور پھر جب أشهد أن لا إله إلا الله کہا تو مدینہ میں اور ہلچل مچ گئی، پھر جب أشهد أن محمداً رسول الله کہا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور لوگ یہ کہنے لگے: کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ مبعوث کردیا گیا ہے؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقعہ پر جتنے لوگ رورہے تھے اس کے بعد اس دن سے زیادہ رونے والے مرد وعورتیں نہیں دیکھی گئیں۔ اس کی وجہ ہی صرف یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر ان حضرات کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی تھی۔

❁ ان کی اس بے پناہ محبت کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آہ وبکا کی وجہ سے شور بلند ہوگیا۔

واقدی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اس درمیان کہ ہم بیٹھے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال پر آنسو بہارہے تھے اور رات بھر نہ سوسکے، اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں میں ہی موجود تھے، اور ہم آپ کو آپ کے پلنگ پر دیکھ کر تسلی حاصل کررہے تھے۔ کہ ہم نے سحری کے وقت کلہاڑی وپھاوڑوں کی آواز سنی جن سے زمین کھودی جارہی تھی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری چیخ نکل گئی اور تمام اہلِ مدینہ

چلانے لگے، اور سارا مدینہ منورہ بیک آواز گونج اٹھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی اور رونے لگے، اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا، لوگوں نے قبر تک پہنچنے کی کوشش کی تو ان کو روک دیا گیا تاکہ دفن کے وقت قبرِ مبارک پر زیادہ ہجوم نہ ہو جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کتنی عظیم مصیبت تھی، اس حادثۂ جانکاہ کے بعد ہم پر جب کوئی مصیبت آن پڑی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حادثۂ فاجعہ کو یاد کر کے آسان ہو گئی۔ شاعر ابو العتاہیہ اسی معنی کو اپنے اشعار میں اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

اصبر لکل مصیبة وتجلد — واعلم بأن المرء غیر مخلد

ہر مصیبت پر صبر کرو اور جواں مرد بن جاؤ — اور یہ بات سمجھ لو کہ انسان کو دوام حاصل نہیں ہے

أوما تری أن المصائب جمة — وتری المنیة للعباد برصد

کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصائب بہت زیادہ ہیں — اور تم دیکھتے ہی ہو کہ موت بندوں کی گھات میں بیٹھی ہے

من لم یصب ممن تری بمصیبة — ھذا سبیل لست فیہ بأوحد

جن کو تم دیکھ رہے ہو ان میں کون ایسا ہے جسے کوئی مصیبت نہیں پہنچی ہو — یہ ایک ایسا راستہ ہے جس میں تم اکیلے نہیں ہو

فإذا ذکرت محمداً ومصابه — فاذکر مصابك بالنبی محمد

تم جب محمد اور اس کے سانحۂ ارتحال کو یاد کرو — تو نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ ارتحال کو یاد کر لیا کرو

لہٰذا ہم نے ابھی جو مثبت وسائل بیان کیے جن کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے تاکہ لوگوں کی الفت و محبت حاصل ہو اور ان سے مودت و دوستی کے اسباب مستحکم ہوں، اور ان کے اہتمام و خیال رکھنے کو وہ محسوس کر لیں، اور ان کے ساتھ باہمی تعاون کی روح پیدا ہو، ان سے ہر آنکھیں رکھنے والے کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلامی شخصیت کی تکمیل و تعمیر اور اعلیٰ فضائل پر ان کی تربیت اور ان میں اچھے اخلاق پیدا کرنے کی اساس و بنیاد یہ ہے کہ مربی اور بچے میں محبت بھائی چارگی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے اسباب کو مضبوط کیا جائے، تاکہ ان کے درمیان وہ فائدہ متحقق ہو جس کی امید ہے، اور اچھا اثر پڑے، اور مربی اپنی محنت کا پھل حاصل کر سکے، اور اپنی کھیتی کو لہلہاتے دیکھ سکے اور بچے کو صالحین و منتخب نیک بندوں کی صف اور متقین و ابرار کے دائرے میں دیکھ سکے۔

اس لیے اے مربی محترم اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کی بات پر لبیک کہے، اور آپ کی نصیحت اور باتوں کو کان لگا کر سنے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسلام کی ان ہدایات کے مطابق عمل کریں جو اس نے بچے کو اپنے سے مانوس کرنے اور لگاؤ پیدا کرنے کے سلسلہ میں دی ہیں، اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور جو طریقہ آپ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اختیار کیا تھا اور جو حسنِ معاشرت آپ نے اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ

اختیار کی تھی آپ بھی اسے اختیار کریں، اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آپ نے تربیت کا صحیح اور بہترین راستہ اختیار کرلیا ہوگا اور پھر آپ اپنے بچے کے دل کے مالک ہوجائیں گے، اور آپ کی محبت اس کے دل میں سرایت کرجائے گی، وہ آپ کا گرویدہ ہوجائے گا، اور آپ اسے جو نصیحت کریں گے وہ اسے قبول کرے گا، اور آپ کی کوششیں مثمر و نفع بخش ہوں گی۔

٦ - دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا مربی کو جن فرائض واجبات کا بہت اہتمام کرنا چاہیے اور جن کے لیے بہت تگ و دو کرنا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو شب و روز طے شدہ تربیتی نظام کے مطابق چلائے تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے، اور تدریجاً اس پر عمل کرتا رہے، اور مستقبل میں اس کو اپنے اوپر نافذ کرنے کو ایک مانوس و عادی چیز سمجھے، اس لیے کہ یہ چیزیں اس میں سرایت کرچکی ہوں گی، اور اس کے شعور و دل میں بیٹھ چکی ہوں گی۔

مربی محترم! اس نظام کی تفصیلات عین اسلامی ہدایات کے مطابق آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں تاکہ آپ اس کو جان لیں اور اس کے مطابق عمل کرسکیں:

الف ۔ صبح کے وقت مربی کو درج ذیل نظام اپنانا چاہیے:

❁ یہ کتنی اچھی بات ہوگی کہ جب آپ خود اور آپ کا بیٹا نیند سے بیدار ہو تو اللہ کا نام لے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماثور و منقول دعا پڑھی جائے جو یہ ہے:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرُ». صحیح بخاری و مسلم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے موت کے بعد ہمیں زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

«لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ إِذْ هَدَیْتَنِیْ، وَهَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ».

سنن ابی داؤد

نہیں ہے اللہ کے سوا کوئی معبود اے اللہ آپ ہی کے لیے پاکی ہے اور آپ ہی کی لیے سب تعریفیں ہیں۔ میں آپ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں، اور آپ سے آپ کی رحمت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ میرے علم کو بڑھا دیجئے اور میرے دل کو ہدایت کے بعد کجی و زیغ میں مبتلا نہ فرمایئے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے، بے شک آپ ہی بہت زیادہ دینے والے ہیں۔

❁ پھر اگر بچہ بیت الخلاء جانا چاہے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسے بیت الخلاء میں داخل ہونے اور استنجاء کے آداب سکھائیں:

❁ آپ اسے یہ تبلایئے کہ داخل ہوتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ اچھے کام کے لیے پہلے دایاں پاؤں آگے بڑھانا چاہیے اور جو دوسرے قسم کے کام ہوں ان کے لیے پہلے بایاں پاؤں بڑھانا چاہیئے۔

❁ آپ بچے کو یہ تبلائیں کہ جب وہ بیت الخلاء میں داخل ہونا چاہے تو مسنون دعا پڑھے جو یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ۔ اے اللہ میں آپ کے ذریعہ سے مذکر و مؤنث شیاطین سے پناہ مانگتا ہوں۔

صحیح بخاری ومسلم وغیرہ

❁ آپ اسے یہ سکھائیں کہ وہ ایسی جگہوں پر اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس میں اللہ کا نام یا ذکر ہو اس لیے کہ سنن کی کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیا کرتے تھے، اس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا (حاکم نے اسی طرح روایت کیا ہے)۔

❁ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ اگر کھلی جگہ یا جنگل وغیرہ میں قضاء حاجت کے لیے جانا پڑے تو لوگوں کی نگاہ سے دور چلا جائے، اس لیے کہ ابوداؤد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ضرورت کے لیے جانے کا ارادہ فرماتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

❁ آپ اسے یہ بتلائیں کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے قضاء حاجت نہ کرے، اس لیے کہ بخاری ومسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ کرو، لیکن مشرق یا مغرب کو منہ کر لیا کرو (یہ اہل مدینہ کے لیے حکم ہے جن کا قبلہ مغرب میں نہیں ہے جن علاقوں میں قبلہ کا رخ مغرب میں ہے انہیں مغرب یا مشرق کی جانب نہ منہ کرنا چاہیے نہ پیٹھ)۔

❁ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ وہ سایہ دار جگہ اور راستے اور لوگوں کی نشست گاہ میں ضرورت سے فارغ نہ ہو، اس لیے کہ امام مسلم واحمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسے دو کاموں سے بچو جو لعنت کا ذریعہ ہیں، پوچھا گیا کہ لعنت کا ذریعہ کون سے کام ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں ضرورت سے فارغ ہو یا سایہ دار جگہ میں۔

❁ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ قضاء حاجت کے وقت بالکل بات نہ کرے، اس لیے کہ مسلم وغیرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے، اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے ان صاحب نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

❁ آپ اسے یہ تبلائیں کہ پیشاب سے اچھی طرح صفائی حاصل کیا کرے اور نجاست وگندگی سے بچے تاکہ اس کے کپڑے یا بدن پر نجاست نہ لگے، اس لیے کہ عام طور سے عذاب قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ

دارقطنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیشاب سے بچو اس لیے کہ عام طور سے عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

❁ اور اس کو یہ بتلائیں کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے، اس لیے کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے عضوِ مخصوص کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ (پانی کے) برتن میں سانس لے۔

❁ اور اسے یہ بتلائیں کہ استنجاء کے موقعہ پر ڈھیلے (یا ٹیشو یا ٹوائلٹ پیپر جاذب کاغذ) اور پانی دونوں کا استعمال کرے اس لیے کہ دونوں کو استنجاء میں جمع کرنا زیادہ اچھا ہے، اس لیے کہ بزار، ابن ماجہ و حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء والوں سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت حاصل کرنے کے سلسلہ میں تمہاری تعریف کی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم جب استنجاء کرتے ہیں تو ڈھیلے اور پانی دونوں کو استعمال کرتے ہیں۔

❁ آپ اسے یہ بتلائیں کہ جب وہ بیت الخلاء سے نکلے تو پہلے اپنا دایاں پاؤں وہاں سے باہر نکالے پھر یہ دعا پڑھے:

((غُفْرَانَكَ)). سنن ابی داؤد و ترمذی — اے اللہ میں آپ کی مغفرت کا طلب گار ہوں۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِيْ)). سنن ابن ماجہ — تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا اور مجھے عافیت بخشی۔

ایک اور روایت میں درج ذیل دعا بھی آتی ہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذَاقَنِيْ لَذَّتَهُ، وَاَبْقٰى فِيَّ قُوَّتَهُ وَدَفَعَ عَنِّيْ اَذَاهُ)). — تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے مجھے اس کی لذت چکھائی اور اس کی قوت مجھ میں باقی رکھی، اور اس کی گندگی و تکلیف مجھ سے دور کر دی۔

❁ اس کو یہ سکھائیں کہ جب وہ بیت الخلاء سے نکلے تو پانی اور صابن سے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، اس لیے کہ نسائی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ قضاءِ حاجت کے لیے تشریف لے گئے، حاجت پوری کی پھر فرمایا: اے جریر پانی لے آؤ، میں پانی لے کر حاضر ہوا تو آپ نے استنجاء کیا اور پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا، آج مٹی میں ہاتھ رگڑنے کے بجائے صابن سے صفائی ہو جاتی ہے۔

پھر اس کو وضوء کرنا سکھائیں:

❁ اس کو وضوء کی فضیلت بتلائیں اور یہ کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اس لیے کہ مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان بندہ وضوء کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے وہ گناہ دھل جاتے ہیں جن کی طرف وہ پاؤں سے چل کر گیا تھا، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہوکر نکلتا ہے۔

❁ اس کو وضوء سے فارغ ہونے کے بعد کی مسنون دعا سکھائیں:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ».

صحیح مسلم و مسند احمد

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ».

جامع ترمذی

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں، اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا۔

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ».

سننِ نسائی

اے اللہ آپ کے لیے پاکی ہے اور تمام تعریفیں ہیں، میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ ہی سے مغفرت کا طلب گار ہوں، اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

❁ اسے یہ سکھائیں کہ ہر وضوء کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اس لیے کہ مسلم و احمد حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضوء کرے اور اچھی طرح سے کرے پھر کھڑے ہوکر دو رکعتیں پڑھے اور ان میں دل و جسم کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو مگر یہ کہ جنت اس کے لیے واجب ہوجاتی ہے[1]

❁ پھر آپ اس کو یہ بتلائیں کہ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لیا کرے:

اس لیے کہ مسلم و ابوداؤد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھ جائے تو نماز کی ابتداء دو ہلکی پھلکی رکعتوں سے کرنا چاہیئے۔

اور نمازِ تہجد پڑھنے سے قبل تہجد کی دعاء پڑھ لے اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

---

[1] مربیٔ محترم! وضوء کا طریقہ و آداب جاننے کے لیے آپ فقہ کی کسی بھی کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور اس سے فائدہ و استفادہ کر سکتے ہیں، لیکن میں آپ کو مسواک کی سنت یاد دلاتا ہوں اس لیے کہ اس کے بارے میں سو سے زیادہ حدیثیں ملتی ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ)).

اے اللہ اے ہمارے رب تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ آسمانوں اور زمینوں اور جو ان میں ہے سب کے تھام رکھنے والے ہیں اور آپ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں. آپ آسمانوں وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کے روشن کرنے والے ہیں اور تمام تعریفیں آپ ہی کیلئے ہیں. آپ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کے بادشاہ ہیں تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ ہی حق ہیں، اور آپ کا وعدہ برحق ہے. آپ کی ملاقات حق ہے اور آپ کا فرمان برحق ہے، اور دوزخ حق ہے، اور تمام نبی برحق ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، اور قیامت کی گھڑی برحق ہے، اے اللہ میں آپ ہی کے لیے اسلام لایا اور آپ ہی پر ایمان لایا اور آپ پر ہی توکل واعتماد کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے مخاصمت کرتا ہوں اور آپ ہی سے فیصلہ کراتا ہوں، آپ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیجیے اور پوشیدہ کیے ہوئے بھی اور کھلم کھلا کیے ہوئے بھی، آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں، اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

صلاۃ اللیل (رات کی نماز) کے لیے رکعات کی کوئی مخصوص تعداد متعین نہیں ہے. جتنی سہولت وطاقت ہو اتنی نماز پڑھنا چاہیے. نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے (خواہ چار چار پڑھے) اس لیے کہ بخاری ومسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعات ہے. پھر جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ (پچھلی دو رکعتوں کو) وتر بنالو۔

❁ تہجد کی نماز کے فضائل میں سے یہ ہے کہ یہ جنت لے جانے کا ذریعہ ہے. اس لیے کہ ترمذی حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو ——— اور

کھانا کھلایا کرو، اور رات کو ایسی حالت میں نماز پڑھو کہ لوگ سو رہے ہوں اور جنت میں عافیت و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

❁ اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رات کو نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے دربار میں ذاکرین میں سے لکھا جاتا ہے، اس لیے کہ ابو داؤد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب انسان رات کو اپنے گھر والوں کو جگائے اور دونوں دو رکعت پڑھ لیں تو دونوں ذکر کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں۔

❁ اور اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے قریب کرنے والی اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس لیے کہ امام ترمذی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں چاہیے کہ رات کے قیام (تہجد کی نماز) کو لازم پکڑو، اس لیے کہ یہ تم سے پہلے گزرنے والے صالحین کی عادت ہے اور تمہارے رب تک تقرب کا ذریعہ اور برائیوں کے لیے کفارہ اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

پھر اس کو یہ بتلاؤ کہ وہ فجر کی نماز مسجد جا کر پڑھا کرے:

❁ اسے اذان کے بعد کی دعا سکھاؤ اس لیے کہ امام مسلم و ابو داؤد وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہی الفاظ دہراؤ جو مؤذن کہہ رہا ہے[1] پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگو، اس لیے کہ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جو اللہ کے کسی خاص بندہ کے لیے ہی مناسب ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ لہٰذا جو میرے لیے "وسیلہ" طلب کرے گا اس کے لیے میری سفارش واجب ہوگی۔

اذان کے بعد انہی الفاظ میں دعا مانگنا چاہیے جو صحیح سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، چنانچہ امام بخاری وغیرہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ کلمات کہے تو اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ)).	اے اللہ اے پروردگار اس کامل و مکمل دعوت اور قائم و دائم نماز کے، عطا فرمایئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ اور فضیلت اور ان کو بھیج دیجئے اس مقام محمود میں جس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

---

[1] یعنی جو الفاظ مؤذن کہہ رہا ہے وہی الفاظ دہراؤ سوائے اس کے کہ جب مؤذن حي علی الصلاۃ اور حي علی الفلاح کہے تو اس وقت سننے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے گا جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس کے سامنے مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کیجیے اس لیے کہ ابوداؤد و ترمذی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«بشر المشائین فی الظلم إلی المساجد بالنور التام یوم القیامة». — جو لوگ رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف چل کر جاتے ہیں انہیں قیامت کے روز کامل و مکمل نور کی بشارت دے دیجیے۔

اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں وضو کرکے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی جانب اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس کے ہر قدم میں سے ایک قدم ایک گناہ معاف کرا دیتا ہے اور دوسرا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

اور بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز پر اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔

❁ بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیحات پڑھنا اور دعا کرنا سکھائیں اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے تو یہ ننانوے ہوگئے اور سو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیئ قدیر پڑھ لے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد جن دعاؤں کا پڑھنا مذکور ہے وہ یہ ہیں:

«لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ». عشر مرات — جامع ترمذی

اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حکومت و ملک اسی کے لیے ہے۔ اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے جائیں گے۔

«اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ» سبع مرات۔ ابوداؤد — اے اللہ مجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ سات مرتبہ

«اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ» ثمانی مرات — اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔ آٹھ مرتبہ

وہ دعائیں جو ہر نماز کے بعد ثابت ہیں:

«اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ». صحیح مسلم وغیرہ — اے اللہ آپ سلام ہیں اور آپ ہی سلامتی دینے والے ہیں۔ اے ذوالجلال والاکرام آپ برکت والے ہیں۔

«اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ». ابوداؤد و نسائی — اے اللہ میری مدد فرمائیے اپنے ذکر اور شکر ادا کرنے اور بہترین عبادت کرنے پر۔

((رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ)). صحیح مسلم

اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے اس روز بچا لیجیے جس روز آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔

آیۃ الکرسی کا پڑھنا پھر قل ھو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کا پڑھنا اور سُبْحَانَ اللہِ والحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنا (صحیح مسلم) اور سّو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا پڑھنا (صحیح مسلم) اور اس کے علاوہ دوسری اور مسنون دعائیں۔

❖ اس کو یہ بتلایئے کہ صبح فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ وممنوع ہے۔ اس لیے کہ بخاری ومسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح کی نماز پڑھنے کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک سورج نہ نکل آئے، اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج ڈوب نہ جائے۔

❖ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ سورج نکلنے اور زوال اور سورج غروب[1] ہونے کے وقت کوئی سی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ مسلم وغیرہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور یہ کہ ہم اس میں اپنے مُردوں کو دفن کریں (نماز جنازہ مراد ہے) ایک اس وقت جبکہ سورج نکلنا شروع ہو جب تک کہ بلند نہ ہوجائے، اور اس وقت جب زوال کا وقت ہو جب تک کہ زوال نہ ہوجائے اور اس وقت جب سورج غروب ہونے لگے جب تک کہ غروب نہ ہوجائے۔

پھر اس کو صبح کے وقت پڑھے جانے والے ذکر بتلائیے:

اس لیے کہ ذکر کا حکم وارد ہوا ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ)). البقرہ۔ ۱۵۲

سو تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔

نیز ارشاد فرمایا:

((وَاذْکُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ)). الاعراف۔ ۲۰۵

اور یاد کرتے رہیے اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور بے خبر مت رہیے

نیز فرمایا:

((یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا)). الاحزاب۔ ۴۱ و ۴۲

اے ایمان والو اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

---

[1] سورج نکلنے اور زوال اور غروب کا اندازہ تقریباً آدھ گھنٹہ ہے۔

❁ اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

((کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان ، حبیبتان إلی الرحمن ، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)) صحیح بخاری وصحیح مسلم

دو کلمے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے اور میزان (ترازو) میں بہت بھاری ہیں۔ اور اللہ (رحمٰن) کو محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ۔

❁ اور بخاری ومسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہو اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ہو زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

❁ اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے گذشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے سخت تکلیف پہنچی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم رات کو یہ پڑھ لیتے :

((أَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)).

کہ میں اللہ تعالی کے کامل ومکمل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔

تو وہ تم کو کچھ نقصان نہ پہنچاتا۔

❁ اور ابوداؤد وترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صبح کے وقت درج ذیل کلمات پڑھا کرتے تھے :

((اَللّٰھُمَّ بِکَ أَصْبَحْنَا وَبِکَ أَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیَی وَبِکَ نَمُوْتُ وَإِلَیْکَ النُّشُوْرُ)) وإذا أمسی قال: ((اَللّٰھُمَّ بِکَ أَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیَی وبِکَ نَمُوْتُ وَإِلَیْکَ الْمَصِیْرُ)) [۱].

اے اللہ آپ ہی کے نام سے ہم نے صبح کی اور آپ ہی کے نام سے شام کی، اور آپ ہی کے فضل سے ہم زندگی حاصل کرتے ہیں، اور آپ ہی کے حکم سے ہم مریں گے، اور آپ ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (اور جب شام کرتے تو فرماتے:) اے اللہ ہم آپ ہی کے نام سے شام کرتے ہیں اور آپ ہی کے فضل سے زندہ ہیں۔ اور آپکے حکم ہی سے مریں گے، اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

❁ ❁ ❁

پھر اس کو جتنا ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کا حکم دیں :

اس لیے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں :

❁ امام مسلم حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] حسن بنا کی کتاب "المأثورات" ملاحظہ فرمائیے جس میں دعاؤں اور صبح وشام کے مستند اذکار کا صحیح احادیث سے اچھا مجموعہ جمع کر دیا گیا ہے۔

سے سنا آپ نے یہ فرمایا :

((اقرءوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعًا لأصحابه)). — قرآن کریم پڑھو اس لیے کہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔

❁ اور امام بخاری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((خيركم من تعلم القرآن وعلمه)). — تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔

❁ اور امام ترمذی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((من قرأ حرفًا من كتاب الله فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها لا أقول: الٓمٓ حرف ولكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف)). — جو شخص اللہ کی کتاب کا ایک حرف بھی پڑھتا ہے تو اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

❁ ❁ ❁

آپ خود بھی تلاوت کو نہ چھوڑیے اور نہ اپنے بچے کو چھوڑنے دیجیے خواہ روزانہ چند آیتوں کی ہی تلاوت کیوں نہ ہو۔ اور بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

● پھر اس کے ساتھ ریاضت و ورزش کی مشقیں شروع کیجیے :

تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمانِ مبارک پر عمل ہو جائے :

((وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ)). الانفال۔۶۰ — اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان پورا ہو :

((المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف وفي كل خير)). — طاقتور مؤمن بہتر اور اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہے کمزور مؤمن سے اور دونوں میں بھلائی و خیر ہے۔

اور نشاط پیدا کرنے والے وہ نمونے اور خوش کن مواقف اور شخصیت و مردم سازی کے وہ بنیادی اصول جن کی نشاندہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور اس دنیا میں ان کی عملی تطبیق کر کے بتائی ہے تاکہ یہ مربیوں کے لیے مشعل راہ و نمونہ بن جائیں اور ان کے سلسلہ میں ابھی کچھ پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

یہ مشقیں ورزش و ریاضت کی تمام اقسام کو شامل ہیں مثلاً دوڑنا ، چھلانگ لگانا ، کشتی کرنا بوجھ اٹھانا وغیرہ وغیرہ۔

مربی جب ان لوگوں کے لیے جن کی تربیت کی ذمہ داری اس پر ہے عبادت اور جہاد، اور روحانی تقویت، اور قوت وطاقت کے وسائل کی تیاری اور حقیقت وواقع اور مزاج ودل لگی، اور دین ودنیا اور آخرت سب کو جمع کر دیتا ہے تو کتنا عظیم وزبردست مربی ہوتا ہے۔

اور انسانوں اور اللہ کی نظر میں ایسا مربی کتنا عظیم ہوتا ہے جو اپنے قول وفعل اور ہدایات ورہنمائی کے ذریعہ اسلام کے حقیقی وواقعی دین ہونے اور جگر گوشوں اور دل کے سکون کا ذریعہ یعنی بچوں کے لیے اس کے اچھے معاملہ کو ظاہر کرتا ہے۔

پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجیے:

تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانِ مبارک ذیل پر عمل ہو:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾. طٰہٰ ۔ ۱۱۴ — اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار بڑھا دے میرے علم کو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک متحقق ہو:

«ومن سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهّل الله له طريقاً إلى الجنة». صحیح مسلم — جو شخص کسی ایسے راستے پر چلتا ہو جس میں وہ علم کا طالب ہو تو اللہ اس کے لیے جنت کا ایک راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

پھر بچہ اگر طالبِ علم ہو تو مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہیے، چنانچہ صبح کے ابتدائی حصوں میں اس کو وہ اسباق یاد کرانا چاہیے جو اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ اور جو بحثیں مطالعہ کی ہیں ان کا مطالعہ کرایا جائے، اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ اسباق کے مطالعہ کے ساتھ ثقافتِ عامہ سے متعلق کتب کا بھی اسے مطالعہ کرایا جائے، تاکہ بچے کی عقل پختہ ہو اور ثقافت کے میدان میں تکمیل کو پہنچے۔

اور اگر بچہ کام کاج کرتا ہو تو پھر اسے ثقافت وتہذیب سے متعلق مطالعہ کرانا چاہیے، اور صبح کے ابتدائی حصول میں اسے ایسی کتابوں کے مطالعے میں مصروف کرنا چاہیے جو اسے علم کے حقائق اور ہنر کے فنون سے روشناس کرا سکیں، تاکہ وہ عقل کی پختگی اور ثقافتی سوجھ بوجھ اور علمی حیثیت سے ایک مناسب معیار تک پہنچ سکے۔

اور اگر مربی کے پاس اپنے بچے کی علمی تکمیل اور تعلیمی وثقافتی تیاری کے لیے وقت نہ ہو اور وہ خود اس کی تعلیم واصلاح ورہنمائی کے لیے وقت نہ دے سکے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ یا بڑے بچوں سے یہ کام لے لے۔

پھر اس کو اشراق وچاشت کی نماز کی تعلیم دیں:

اس لیے کہ اشراق وچاشت کی نماز کے فضائل بہت سی صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں:

❁ امام بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا مجھے میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت کی ہے: ایک تو ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی، دوسرے چاشت کی دو رکعات نماز پڑھنے کی، اور تیسرے اس کی کہ میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کروں۔

❁ اور امام مسلم و احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور جتنی اللہ توفیق دیتا اس سے بڑھادیا کرتے تھے۔

جمہور فقہاء کے یہاں نماز چاشت کی کم ازکم دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں، اور اس کا وقت سورج نکلنے کے تقریباً آدھ گھنٹے کے قریب سے شروع ہو کر ظہر کی نماز سے تقریباً پون گھنٹے قبل تک رہتا ہے۔

پھر اس کو ناشتہ کے آداب بتلائیں:

مربی کو چاہیے کہ کھانے پینے کے ان آداب کا اہتمام کرے جو ہم اس کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں "کھانے پینے کے آداب" نامی عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں۔

بچوں کو ان آداب کی تعلیم دینا چاہیے تاکہ وہ کھانا کھاتے اور پانی وغیرہ پیتے وقت ان کے عادی بنیں، اور یہ ان کی فطرت و عادت بن جائیں، اس لیے اے مربی محترم! آپ مذکورہ بالا عنوان والی بحث کا مطالعہ کر لیجیے تاکہ جب اپنے اہل و عیال اور بچوں کے ساتھ آپ کھانا کھانے بیٹھیں تو مرحلہ وار ان آداب کو نافذ کر سکیں۔

پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سے روشناس کرائیں:

❁ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور لباس کو پہننے میں پہلے دائیں سے ابتدا کرے اور اتارتے وقت پہلے بائیں سے اتارے اس لیے کہ مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو ابتداء دائیں سے کرے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

❁ آپ اس کو گھر سے نکلنے کی دعا سکھائیں اس لیے کہ ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے:

«بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ».	اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں اور اللہ پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی برائی سے روک سکتا ہے اور نہ نیک کام کی توفیق دے سکتا ہے۔

❁ ❁ ❁

تو اس سے کہا جاتا ہے کہ:

((حسبك هديت وكفيت ووقيت وتنحى عنه الشيطان)).

تمہارے لیے یہ کافی ہے اور تمہیں ہدایت دی گئی اور تمہاری کفایت کی گئی اور تم بچا لیے گئے اور اس سے شیطان کو دور کر دیا جاتا ہے۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر سے نکلتے تھے تو یہ فرماتے تھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نَضِلَّ أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا)).

اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں اور اللہ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اے اللہ ہم آپ کے ذریعہ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ہم (راہِ راست سے) پھسل جائیں یا گمراہ ہو جائیں یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم جہالت کا کام کریں یا ہم پر زیادتی کی جائے۔

پھر اس کو راستے کے آداب سکھائیں:

- آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ آرام سے چلے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا)).

الفرقان ۔ ۶۳

اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر۔

- آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے، نگاہ پست رکھے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ..... وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ)).

النور ۔ ۳۰ و ۳۱

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ... اور آپ کہہ دیجیے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں۔

- آپ اس کو سلام کے آداب سکھائیں کہ وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر سلام کیا کرے، اور سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرے۔

مربی محترم! آدابِ سلام کی بحث پر مطلع ہونے کے لیے آپ اس کتاب کی قسمِ ثانی میں "سلام کے آداب" نامی بحث

کا مطالعہ کر لیجیے تاکہ آپ بچے کی اس کی طرف رہنمائی کر سکیں اور اسے اس کا عادی بنا سکیں۔

سلام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہر کس و ناکس کو سلام کرنا چاہیے خواہ پہلے سے واقفیت ہو یا نہ ہو اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام میں سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو اس کو بھی جس کو تم جانتے ہو اور اس کو بھی جس کو تم نہیں جانتے۔

❁ اس کو یہ سکھائیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس سے مصافحہ کرے اس لیے کہ ابوداؤد و ترمذی صحیح سند سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اللہ سے مغفرت کے طلبگار ہوتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دو مسلمان ایسے نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

❁ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے اور وہ اس طرح کہ گاڑیوں سے دور رہے اور سڑک پر چلنے سے بچے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

((وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ)) البقرہ - ۱۹۵ اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔

❁ آپ اس کو یہ سمجھائیں کہ زمین پر کوئی ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذاء و تکلیف پہنچے، مثلاً ایسی چیزیں جن سے انسان کے پھسلنے کا ڈر ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشادِ مبارک ہے: "نہ ضرر اٹھاؤ نہ ضرر پہنچاؤ" اسی طرح آپ کو چاہیے کہ آپ اسے یہ بھی تعلیم دیں کہ وہ راستہ سے ایسی چیزوں کو ہٹا دیا کرے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں مثلاً پتھر و تکلیف پہنچا سکنے والی چیزیں، اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کے ستر سے کچھ اوپر شعبے ہیں جن میں سب سے اعلیٰ لا الٰہ الا اللہ کا کہنا ہے اور سب سے کم تر (یا آسان ترین) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔

❁ آپ اس کو راستے کے دوسرے عمومی آداب سکھائیں۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو، تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول راستوں میں بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور چارۂ کار نہیں، تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم بیٹھنے پر مصر ہی ہو تو راستے کو اس کا حق ادا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نگاہ کا جھکائے رکھنا، اور تکلیف پہنچانے سے بچنا، اور سلام کا جواب دینا،

اور اچھی باتوں کا حکم دینا، اور بری باتوں سے روکنا۔

❁ اسے یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسے یا کارخانے جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے یعنی اس سے جب ملے تو اسے سلام کرے۔ اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے، اور جب اس کو چھینک آجائے تو اس پر یرحمک اللہ کہے اور مختلف مناسبتوں پر اس سے ملاقات کرے، اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے، اور جب وہ دعوت دے تو اس پر لبیک کہے۔

ان حقوق کی تفصیل ہم اس کتاب کی قسمِ ثانی کی "ساتھی کے حقوق" کی بحث میں درج کر چکے ہیں اس کا مطالعہ کر لیجیے وہاں آپ کو مدلل و مفصل بحث مل جائے گی۔

❁ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو یا کام کاج کا استاد ہو، دونوں سے تواضع و عاجزی سے پیش آئے، اور ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھے، اور اپنے اوپر اس کے احسان کو فراموش نہ کرے، اور اگر وہ کسی وجہ سے غصہ ہو جائے تو اس کی باتوں پر صبر کرے، اور اس کے سامنے باادب بیٹھے، اور اس کے پاس اجازت طلب کر کے جائے، اور جب وہ بات کرے تو کان لگا کر اس کی طرف متوجہ ہو۔

ان حقوق کی مفصل بحث اس کتاب کی اس بحث میں کر چکے ہیں جس کا ابھی تذکرہ گزرا ہے لہٰذا وہاں شواہد و ادلہ سے آراستہ مکمل و مفصل بحث ملاحظہ کر لیجیے۔

اور اخیر میں اس کے جانے سے قبل آپ اس کو یہ وصیت کریں کہ اللہ سے ڈرے، اور تقویٰ اختیار کرے، اور کھلم کھلا بھی اور مخفی بھی دونوں حالتوں میں اسکے حاضر و ناظر ہونے کو نہ بھولے، اور نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرے، اور نیک اور دیندار لوگوں کے ساتھ ہی اٹھنا بیٹھنا اختیار کرے، اور ایسی کوئی بات نہ کرے جس سے اس کی بے ادبی یا بداخلاقی کا مظاہرہ ہوتا ہو یا جو اس کے وقار کے خلاف ہو۔

ب ۔ اور شام کو مربی اس نظام کی اتباع کرے:

❁ یہ کوشش کیجیے کہ مغرب و عشاء کی نماز مسجد میں ادا ہو:

اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز جماعت سے پڑھی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے (بخاری و مسلم)۔

❁ آپ یہ کوشش کریں کہ آپ کے بچے نماز کے اوقات میں اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنیں اس لیے کہ ارشادِ ربانی ہے:

((خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)) الاعراف - ۳۱ لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔

❁ اس کی کوشش کیجیے کہ جب مسجد جانا ہو تو لہسن اور پیاز نہ کھائیں، تاکہ لوگوں کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لہسن یا پیاز

کھائی ہو تو وہ ہماری مسجد سے دور رہے۔

❁ اس بات کی کوشش کیجیے کہ آپ مسجد اور ہر جگہ صاف ستھرے ہو کر خوش پوشاکی کے ساتھ جائیں۔ اس لیے کہ ترمذی حضرت سعید بن المسیب سے اور وہ حضرت عامر بن سعد سے وہ اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند کرتا ہے، اور نظیف ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

لیکن اگر بالفرض عورت مسجد جانا چاہے تو اسے خوشبو نہیں لگانا چاہیے۔ اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو اسے چاہیے کہ وہ خوشبو نہ لگائے۔ تاکہ مردوں میں فتنہ کا احتمال پیدا نہ ہو۔

❁ آپ یہ کوشش کیجیے کہ مسجد میں سکون و وقار سے داخل ہوں، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے لوگوں کے شور کی آواز سنی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا تھا؟! انہوں نے کہا کہ نماز نکلی جارہی تھی، تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکون کو اختیار کرو، جتنی رکعات مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائیں ان کو پورا کرلو۔

❁ جب نماز کے لیے نکلو تو درج ذیل دعا پڑھ لیا کرو اس لیے کہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلتے ہوئے یہ پڑھے۔

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ، وَبِحَقِّ خُرُوْجِیْ اِلَیْكَ، اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ یُخْرِجْنِیْ اَشَرٌ وَّلَا بَطَرٌ وَّلَا سُمْعَةٌ وَّلَا رِیَاءٌ خَرَجْتُ ھَرَبًا وَّفِرَارًا مِّنْ ذُنُوْبِیْ اِلَیْكَ، خَرَجْتُ رَجَاءَ رَحْمَتِكَ وَ شَفَقَةً مِّنْ عَذَابِكَ خَرَجْتُ اتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، اَسْاَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ» ۔

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس حق کے طفیل جو سائلوں کا آپ پر ہے اور میرے آپ کی طرف جانے کے حق کے طفیل، آپ جانتے ہیں کہ مجھے نہ تو تکبر نے نکالا ہے نہ اترانے نے، اور نہ دکھاوے اور ریاکاری نے۔ میں اپنے گناہوں سے بھاگ کر اور جان چھڑانے کے لیے آپ کی طرف نکلا ہوں۔ میں آپ کی رحمت کی امید اور عذاب کے ڈر سے نکلا ہوں، میں آپ کی ناراضگی کے ڈر سے اور رضا وخوشنودی کے حصول کے لیے نکلا ہوں، میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں، کہ آپ مجھے محض اپنے فضل وکرم سے دوزخ کی آگ سے بچالیں۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا، وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا، وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ أَمَامِیْ نُوْرًا، وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا، وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا، اَللّٰھُمَّ أَعْطِنِیْ نُوْرًا)) .	اے میرے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر دیجئے اور میری زبان میں نور پیدا کر دیجیے، اور میرے کانوں میں نور پیدا کر دیجئے ـــــ اور میری آنکھوں میں نور پیدا کر دیجیے، اور میرے پیچھے بھی نور کر دیجیے، اور میرے آگے بھی نور کر دیجئے، اور میرے اوپر بھی نور کر دیجیے اور میرے نیچے بھی نور مقرر کر دیجئے اے اللہ مجھے نور عطا فرما دیجئے۔

❁ پھر جب مسجد پہنچ جائیں تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پاؤں کو آگے بڑھائیں اور یہ دعا پڑھیں:

((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ))	میں عظیم اللہ اور اس کے کریم وجہ اور قدیم سلطنت کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔
((اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ))	اے اللہ درود و سلام بھیجیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔
((رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) .	اے میرے رب میرے گناہ معاف فرما دیجیے اور میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دیجیے۔

اس لیے کہ ابوداؤد و مسلم و نسائی و ترمذی میں احادیث میں ایسا ہی آتا ہے۔

❁ بیٹھنے سے قبل دو رکعات تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کیجیے اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں پڑھے۔

❁ جماعت کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے بچوں کے ساتھ وہ دعائیں اور وظائف پڑھیں جو پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔

❁ پھر جب آپ مسجد سے باہر نکلنے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں اور درج ذیل دعا پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ))	اے اللہ درود و سلام بھیجیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔
((رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ ، وَافْتَحْ لِیْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ)) .	اے میرے رب میرے گناہ معاف فرما دیجیے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دیجیے۔

اس لیے آپ کوشش کریں کہ یہ دعائیں اور اذکار اپنے بچوں کو سکھائیں اور ان سے قبل آپ اپنے اوپر ان کی تطبیق کریں اور خود عمل کریں۔

❖ آپ یہ کوشش کریں کہ بچے مدرسہ کے لکھنے پڑھنے کے کام صحیح طریقے سے پورے کریں اور اچھی طرح سے اسباق یاد کریں، اور مسائل حل کریں، اور اسباق سمجھیں، اور آپ ان کو یہ بھی نصیحت کریں کہ وہ اپنے کام کاج عمدگی سے کریں، اور اپنی تعلیم کو شاندار طریقے سے پورا کریں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ درج ذیل فرمان مبارک پورا ہو جسے بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الله يحب إذا عمل أحدكم عملاً أن يتقنه)).

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے عمدگی و پختگی سے کرے۔

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بچے کے سامنے علم اور طلبِ علم سے متعلق قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ اور ترغیبی اقوال وقتاً فوقتاً ہمیشہ ذکر کیے جاتے رہیں۔ قرآنی آیات درجِ ذیل ہیں۔

((هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ)) الزمر-۹

کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

((يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ)). المجادلہ-۱۱

اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

نیز فرمایا:

((وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا)). طٰہٰ-۱۱۴

اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار بڑھا دے میرے علم کو۔

اور فرمایا:

((إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا)) فاطر-۲۸

اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور اس سلسلہ کی احادیثِ مبارکہ درجِ ذیل ہیں:

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس سے متعلق ہو اور عالم اور طالبعلم۔

اور امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے وہ جب تک واپس نہ لوٹے اللہ کے راستے ہی میں شمار ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مجھے تم میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی پر۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں بھی اس شخص کے لیے دعا کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے۔

● بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات کہتے رہنا:

مثلاً مربی بچے سے کہے کہ دیکھو انسان کا مرتبہ علم سے بڑھتا ہے۔ اور علم لوگوں کو عظیم اور بڑے لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے، اور علم سے انسان لوگوں کی نظر میں محترم اور معاشرے میں باعزت بنتا ہے۔

اور جہالت، عزت و کرامت کی بیخ کنی کرتی ہے، اور جہل جاہلوں کو بے وزن بناتا ہے۔ ایسے لوگوں کی علماء و پڑھے لکھے لوگوں اور اصحاب دانش و فکر و اصلاح کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے امام شافعی پر جو فرماتے ہیں کہ جو دنیا حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ علم حاصل کرے، اور جو آخرت کا طلب گار ہو اسے بھی علم حاصل کرنا چاہیے اور جو دین و دنیا دونوں کا طالب ہو تو اسے بھی علم ہی حاصل کرنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ حضرت علی ـــــ سے راضی ہو وہ فرماتے ہیں:

ففم بعلم ولا تبغ به بدلاً — الناس موتی وأهل العلم أحياء

علم کے حصول کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور اس کا بدل نہ تلاش کرو — لوگ سارے کے سارے مردہ ہیں اور علم والے زندہ ہیں

اور اس کے علاوہ اس قسم کی خیر خواہی و ہمت افزائی کی اور زرین باتیں جو علم پر ابھاریں اور شوق دلائیں اور اس کا اللہ کے یہاں جو مرتبہ اور لوگوں کی نظروں میں جو درجہ ہے اسے ظاہر کریں۔

بچے کو علم اور علماء کی فضیلت بتلانے کے سلسلہ میں مربی کو وسائل کی کمی کی شکایت نہ ہوگی، خواہ ان وسائل کا تعلق وعظ سے ہو، یا واقعات پیش کرنے سے، یا ضرب المثل کے بیان کرنے سے، یا اشعار و اقوال سلف صالحین سے استشہاد کرنے سے، ہر ایک قسم کے بے شمار وسائل موجود ہیں۔

❖ آپ یہ کوشش کریں کہ رات کی مجلس میں اپنے بچوں کو اخلاق سے متعلق کوئی فضیلت یا معاشرت سے متعلق کوئی شاندار بات، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ، یا تاریخی قصہ یا علمی مضمون تبلائیں، تاکہ آپ کی اولاد آپ کی رہنمائی سے مستفید ہو، اور آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو۔

اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتے ہیں:

مسلمانوں میں جب کوئی ایسا دن آئے جس میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہو چکا ہو جیسے مثلاً اسراء و معراج والی رات تو آپ کو چاہیے کہ آپ اس روز اپنے گھر کے لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے مندرجہ ذیل حقائق بیان کریں:

۱ - اسراء و معراج کا واقعہ ایک یادگار ابدی معجزہ ہے:

جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت مشکل وقت اور کٹھن گھڑی اور تکلیف دہ ایسے موقعہ پر جب کافروں نے آپ کو سخت سے سخت سزا دینے کی تدبیریں شروع کر دیں تھیں، اور آپ کے پیغام و دعوت کا مقابلہ اور آپ کے ساتھیوں

اور صحابہ کو سزا دینا شروع کر دی تھی، ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسراء و معراج کے ذریعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام و اعزاز کیا۔

ہجرت سے ایک سال قبل اسراء و معراج کا واقعہ ہوا تھا۔ یا یوں کہیے کہ یہ عزت و اکرام کا معاملہ پیش آیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں و زمینوں کے ملکوت کا دیدار کرانے کے لیے یہ سفر مبارک پیش آیا تھا۔

۲۔ اسراء و معراج کے معنی کیا ہیں؟

اسراء سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کی جانب رات کو چند لمحات میں پہنچنا۔
اور معراج سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چند لمحات میں ساتویں آسمان تک پہنچ جانا۔
اسراء و معراج دونوں روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوئے تھے، تاکہ ہمارے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ بھی ان بے شمار معجزوں کے ساتھ لکھا جائے جو آپ کے سچے نبی ہونے کے ٹھوس ادلہ اور آپ کی رسالت کی سچائی پر کھلی ہوئی دلیلیں ہیں۔

۳۔ اس مبارک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مناظر دیکھے ان میں سے اہم اہم مناظر کیا تھے؟

طبرانی، بخاری، بیہقی اور بزار روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جو کاشت کر رہے تھے اور اسی روز کھیتی کاٹ لیا کرتے تھے، جب بھی وہ کھیتی کاٹتے وہ دوبارہ پہلے کی طرح ہو جاتی تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا قصہ ہے؟! انہوں نے فرمایا: یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں جن کیلئے ایک نیکی سات سو گنہ بڑھا دی جاتی ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں تو اللہ ان کو اس کا بدل دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزاق ہے۔

پھر اس کے بعد آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سروں کو چٹانوں سے کچلا جا رہا تھا، جیسے ہی ان کے سر کو کچلا جاتا وہ دوبارہ ویسا ہی ہو جاتا جیسا پہلے تھا اور ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جا رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جبریل یہ کیا ہے؟! انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ جن کے سر فرض نمازوں کے پڑھنے سے بوجھل ہوگئے یعنی انہوں نے نماز سے اعراض کیا۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے جسم کے اگلے حصوں پر بھی پیوند تھے اور پچھلے حصے پر بھی وہ اس طرح چر رہے تھے جس طرح چوپایے چرتے ہیں وہ کانٹوں والے جھاڑ اور زقوم اور جہنم کے گرم پتھر کھا رہے تھے، آپ نے پوچھا

یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال و دولت کی زکاۃ نہیں دیا کرتے تھے، اللہ نے ان پر مطلق ظلم نہیں کیا ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے سامنے پکا ہوا گوشت ایک ہانڈی میں اور کچا خراب گوشت ایک دوسری ہانڈی میں رکھا تھا، اور وہ لوگ وہ خراب اور کچا گوشت کھانے لگے اور پکا ہوا چھوڑ دیا، تو آپ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟! انہوں نے جواب دیا: یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس ایک اچھی حلال عورت نکاح میں ہوتی ہے لیکن وہ کسی فاحشہ عورت کے پاس جاکر صبح تک رات گزارتا ہے، اور عورت کا شوہر ہوتا ہے اور وہ اس کے بجائے کسی دوسرے بدکردار شخص کے پاس جاکر صبح تک رات گزارتی ہے۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ دوبارہ ویسے ہی ٹھیک ٹھاک ہو جاتے، ان کے ساتھ اس سلسلہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی تھی، آپ نے پوچھا اے جبرئیل: یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ فتنہ انگیز تقریر کرنے والے لوگ ہیں۔

ایک اور قوم کے پاس سے گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے، اور وہ انگارے کھارہے تھے جو ان کے نیچے سے نکلتے جارہے تھے آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاجاتے تھے۔

ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے پہلو کا گوشت کاٹ کر ان کو کھلایا جارہا تھا، آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟! انہوں نے کہا: یہ دوسروں کا مذاق اڑانے والے اور عیب نکالنے والے ہیں۔

اور اس کے علاوہ اور دوسرے وہ مناظر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ومعراج کی رات مشاہدہ کرائے گئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ اس مبارک سفر میں نبیوں اور رسولوں سے ملے تھے سب نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ مل کر مسجد اقصی میں جماعت سے نماز پڑھی تھی۔

ان واقعات ومناظر کو بیان کرکے مربی یہ کرسکتا ہے کہ ان سے نماز کی اہمیت کو ثابت کرے، اور جو لوگ نماز کے بارے میں سستی کرتے ہیں ان کے انجام بد اور ان کو جو سزا وعذاب ہوگا اور ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اسے واضح کرے اور نماز اسراء ومعراج کی رات کو اس لیے فرض کی گئی ہے تاکہ وہ مسلمان کی روح کو خشوع وخضوع کے لمحات میں آسمان پر لے جائے، اور پھر وہ وہاں اللہ کے دربار سے زندگی کا عزم، اور جہاد کی روح، اور تقوی کا شعور واحساس حاصل کرلے، اور اس کے ذریعہ سے مسلمان زندگی کے ڈھیلے پن اور نفس امارہ کے وساوس اور فانی دنیا کی طمع ولالچ سے بچ جائے۔

جیساکہ مربی سے یہ بھی کرسکتا ہے کہ زنا اور دوسروں کا ناجائز طریقے سے مال کھانے، اور غیبت وچغل خوری، اور

دوسروں کا مذاق اڑانے سے بچائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر اس برائی پر کچھ روشنی ڈالے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مبارک سفر سے واپس آنے کے بعد مختلف مناظر دیکھ کر بیان کی تھیں، تاکہ ان برائیوں کا انجامِ بد جان لینے کے بعد بچے ان برائیوں اور گناہوں سے بچیں۔

۴۔ مسجدِ حرام کا مسجدِ اقصیٰ سے کیا تعلق ہے؟

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں "مسجدِ حرام کا مسجدِ اقصیٰ سے تعلق ایک محترم و مشرف جگہ کا دوسری محترم و مشرف جگہ سے ہے چنانچہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تمام روئے زمین کے سکان سے معزز و مشرف ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے کعبہ کے محافظ اور رکھوالے ہیں، اور مسجدِ اقصیٰ اللہ کے پیغامِ رسالت کا مرکز اور جائے نزول اور تاریخ کے ایک طویل حصے تک انبیاء کا مرکز و محور ہے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ آزادی کی سواری ان دو مبارک جگہوں سے چلے، اور ایمان کے لشکر ان دونوں مسجدوں سے روانہ ہوں تاکہ گمراہ عالم اس سے ہدایت حاصل کرے اور حیران و پریشان انسانیت نورِ ایمان اور اسلام کے پیغام سے منور ہو۔ اسراء کے اس واقعہ کے بعد چند سال نہایت عجلت سے گزر گئے، اور پھر مسلمانوں نے ہادی و فاتح بن کر بیت المقدس کے دروازوں کو کھٹکھٹایا، اور پھر وہ بیت المقدس سے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں پھیل گئے تاکہ شام و عراق اور مصر کو ایک ایسی مملکت میں شامل کرلیں جہاں سے لشکر کے لشکر دنیا کے اطراف میں فاتح بن کر ان کو آزادی دلائیں۔

اسراء کے اس یادگار معجزے و قصے کی خبر کی یہ ابتدا ہے، اور یہ اس کے گہرے عمیق و عظیم مقصد کی پہلی واقعی و حقیقی وسیاسی تفسیر ہے، پھر تاریخ جلدی گزر جاتی ہے اور پھر صلیبیوں کے لشکر بیت المقدس کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں اور پھر خون کی ندیاں بیت المقدس کی سڑکوں اور مسجدِ اقصیٰ میں بہہ جاتی ہیں، اور پھر یہ جگہ تقریباً سو سال کے لیے عیسائیوں کا دار الحکومت بن جاتی ہے۔ پھر جلد ہی تاریخ کروٹ لیتی ہے اور سلطان صلاح الدین ایوبی دوبارہ بیت المقدس کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں، اور اس کو ظالم صلیبیت سے آزاد کرا لیتے ہیں لیکن نہ وہاں خونریزی ہوتی ہے اور نہ آبرو لوٹی جاتی ہے اور نہ عہد و پیمان کو توڑا جاتا ہے، اور پھر بیت المقدس و فلسطین سارا کا سارا مسلمانوں کے ماتحت آجاتا ہے۔ اور کیسے دگر جے مسلمانوں کے پاس امانت بن جاتے ہیں جو ان کی دیکھ بھال و حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پہلی عالمی جنگ میں وہاں حلیفوں کے لشکر داخل ہوجاتے ہیں۔ اور انگریز قائد "النبی" اپنا مشہور جملہ کہتا ہے کہ آج سے صلیبی جنگیں ختم ہوگئی ہیں، وہ یہ جملہ یہ سمجھ کر کہتا ہے کہ انہوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا ہے۔ اور انگریز فلسطین سے نکلنے سے انکار کرتے ہیں مگر ایسی صورت میں کہ اپنے بعد اپنے جیسے کمینے اسرائیل کو اپنی جگہ چھوڑ کر جائیں۔ آج آپ دیکھ لیں کہ بڑی حکومتیں یہودیوں کی مدد کر رہی ہیں۔ اور خطرناک جنگیں لڑ رہی ہیں۔ تاکہ وہ منصوبہ پورا ہوجائے

جس کا خواب اسرائیل دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ دردناک صورتحال اور گھڑی ١٩٦٧ء کی جنگ میں آ ہی گئی اور مسجدِ اقصیٰ اور اسراء و معراج کا شہر ترو تازہ شکار کی شکل میں یہود کے قبضہ میں آگیا، اسرائیل اور ہمارے درمیان خونریز جنگ اب تک جاری ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ ایام میں اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا اور یہودیوں کے توسیعی منصوبوں کا کیا انجام ہوگا؟

لہٰذا کیا اسراء کے واقعہ کا راز ہم نے جان لیا؟ اور کیا اب ہم نے وہ عظیم مقصود سمجھ لیا جس پر یہ عظیم معجزہ و واقعہ مشتمل ہے؟))۔

۵۔ فلسطین اور مقبوضہ مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے؟

درحقیقت یہ ایک نہایت مشکل وسخت فریضہ ہے، بلکہ اللہ کے دربار، تاریخ، آئندہ آنے والی اور موجودہ قوموں کے سامنے یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔

اس اسراء کے واقعے کے ذریعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کی گردنوں میں ایک عظیم امانت ڈال دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم مسجدِ اقصیٰ اور اس کے اردگرد کو غدار یہودیت کے پنجوں اور کینہ پرور صہیونیت کے دام سے آزاد کرائیں۔ اور سرزمینِ فلسطین کی ہم اس طرح حفاظت کریں گویا کہ وہ ہمارے عظیم اسلامی وطن کا ایک ایسا جزء ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتا، اور ہم مدافعت جاری رکھیں اور خون بہاتے رہیں اور جانوں کی بازی لگاتے رہیں تاکہ سرزمین اسراء و معراج کے ایک ایک بالشت حصہ کو لٹیروں، ڈاکوؤں اور سرکشوں وظالموں کے پنجوں سے آزاد کرالیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صلح کے ہر ایسے حل کو ٹھکرادیں جس سے قضیۂ فلسطین کے تصفیہ اور اسرائیل کے ساتھ صلح کے پروگرام کی بو آتی ہو خواہ یہ حل کھلم کھلا ہو یا درپردہ، اور خواہ یہ حل براہِ راست بات چیت کے ذریعے ہو یا جنیوا کانفرنسوں کے ذریعے۔

مسلمانوں پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہر اس شخص کو اپنے دین و وطن اور قوم کے ساتھ خیانت کرنے والا سمجھیں جو قضیۂ فلسطین کے ختم کرنے اور اس سے دستبردار ہونے کے درپے ہو۔ بلکہ ایسا شخص قیامت تک اللہ اور لوگوں اور تاریخ کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے اپنے اور اپنے ملک کیلئے خوشی سے ذلت کو پسند کیا ہے اور اپنے گناہگار ہاتھوں سے خیانت کی دستاویز پر دستخط کیے ہیں۔

اور اگر آج کوئی ایسا شخص پایا جائے جو اسرائیل کے ساتھ صلح کی دعوت دے تو مسلمان قوموں کو چاہیے کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں تاکہ غدر و خیانت کے تخت کو ختم کردیں، اور پھر وہ خود مقدس سرزمین کی آزادی کے لیے اسلام کے جھنڈے تلے اللہ اکبر کو شعار بنا کر چل پڑیں۔

(اسرائیل ختم نہیں ہوگا اور فلسطین آزاد نہیں ہوگا مگر ایسے سچے پکے رکوع وسجدہ کرنے والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے مؤمنوں کے ذریعے جو اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہوں، ایسے مسلمانوں کے ذریعے جو میدانِ جنگ میں پاک صاف وبا وضو، ہوکر داخل ہوتے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے نہ کوئی ٹھہر سکتا ہے اور نہ کوئی قوت ان کا مقابلہ کرسکتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن میں اعلان کرنے والے نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اے جنت کی ہوا تو چل پڑ اور اے اللہ کی مدد تو قریب ہوجا، اے حاملینِ قرآن قرآن کریم پر عمل کرکے اسے زینت بخشو۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اگر لوگوں کی سرپرستی اور سارے عالم کی مدد ونصرت اور حکومتوں کی مساعدت وامداد سے بھی محروم ہوجائیں تب بھی اللہ جل شانہ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ کارساز ہی کافی ہے اور وہی مددگار ہے اسی کی نصرت کافی وافی ہے، اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے لشکر ان کے ساتھ ہیں۔ اور اللہ کے لشکروں کی تعداد اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، یہی وہ لوگ جن کے ذریعہ فلسطین آزاد ہوگا اور سرزمینِ اسلام سے یہودی جرثومہ کو اکھاڑ پھینکا جائے گا ان لوگوں کا مقصد سوائے اللہ کے کلمہ کے بلند کرنے کے اور کچھ نہ ہوگا اور ان کا عنوان صرف اور صرف اسلام ہی ہوگا۔ ان کا شعار یہ ہوگا کہ عبودیت صرف اللہ کے لیے ہے اور ان کا نعرہ صرف اللہ اکبر ہوگا[1])۔

لہٰذا فلسطین کی آزادی کی جو کوشش بھی ان معانی اور اس شعار سے خالی ہوگی بخدا اس کے نتیجہ میں سوائے رسوائی، شکست اور ہزیمت کے اور کچھ نہ ہوگا، نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله)).	میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی ان کو نقصان نہیں پہنچائے گا وہ جو ان کی مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔
	بخاری ومسلم

ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ اللہ اسلام کی سربلندی کے لیے ایسی مؤمن جماعتوں کو پیدا کردے گا، جو اس طائفہ سے تعلق رکھتی ہوں جن کو اللہ نے اپنے دین کی نصرت اور کلمۂ حق کی سربلندی اور اپنے راستے میں جہاد کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

پس اے وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے خاص کیا ہے، اور اے وہ شخص جس نے اپنی دنیا کو آخرت کے بدلے میں فروخت کردیا ہے اور اے وہ شخص جس نے اپنی جان کو اس دن کے لیے سستا کردیا ہے جس روز پکارنے والا یہ پکارے کہ جہاد کے لیے آجاؤ اے جنت کی خوشبو مہکو، اے اللہ کی مدد قریب آجا۔

مربی کو چاہیے کہ مناسب حالات میں اور جب بھی موقعہ ملے ہمیشہ ارضِ مقدس کی آزادی کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل کو بچوں کے ذہن نشین کرتا ہے تاکہ بچوں کے نفس میں جہاد کی محبت بیٹھ جائے۔ اور مسجدِ اقصیٰ کو یہودی چنگل

---

[1] ملاحظہ فرمائیے استاذ قرضاوی کی کتاب "دروس النکبۃ"۔

سے آزاد کرانے اور فلسطین کو دھوکہ باز یہودیت کے ناپاک قدموں سے آزاد کرانے کی اپنی اور قوم کی ذمہ داری ان کے دل میں راسخ ہو جائے، ہمیشہ متوجہ کرتے رہنے کا بہت اثر پڑتا ہے اور مستقل ٹپکنے والا ایک ایک قطرہ بھی پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے۔

اور اس طرح سے مربی روزانہ شام کو اپنے بچوں کو ایسے امور کی طرف متوجہ کر سکے گا جو ان کی اخلاقی اصلاح کے مناسب اور جو ان کے معاشرتی واقع سے مرتبط اور ان کی فکری و تاریخی ذہن سازی سے تعلق رکھتے ہوں۔

اور اس سلسلہ میں تفسیر و حدیث کی جدید و قدیم کتب سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ مربی کو ان کتابوں سے بھی مدد لینا چاہیے جنہوں نے نفوس کے تزکیہ اور سیرت و تاریخ کے واقعات اور اسلام کے متنوع نظاموں[1] سے بحث کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سیدھا راستہ دکھانا اللہ ہی کا کام ہے۔

خاندان اور گھر کی فضا میں انبساط و سرور پیدا کرنے کی کوشش کیجیے:

- جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بچوں میں بامقصد علمی و ثقافتی مقابلے کرائیں جن کا مقصد ذہن کی تیزی اور بلند ہمتی اور ثقافتی لحاظ سے پختگی اور خاندان و گھر کی فضا میں خوشی کی لہر دوڑانا ہو۔
- اور شاندار نکات اور پیارے لطیفے اور مزے دار کہانیاں سنائیں۔ جن کا مقصد نشاط کی تجدید اور نفوس سے آزردگی و پژمردگی و تنگ دلی کو ختم کرنا ہو۔
- اور ورزش، کھیل کود، اور ادبی گفت و شنید، اور معاشرتی و تاریخی ڈرامے جن کا مقصد خون کی گردش کو تیز کرنا اور اخلاقی بنیادوں کی پختگی اور فکری ذہن سازی ہو۔

مربی محترم! اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کس طرح مزاح فرماتے تھے، اور بچوں سے کس طرح دل لگی کرتے تھے، اور آپ نے بامقصد مباح کھیل کو کس طرح برقرار رکھا ہے۔ اس لیے آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی رحمت و نبی ہدایت تھے ان کی اقتداء کریں تاکہ آپ بھی گھر میں خوشی و سرور پیدا کر دیں۔ اور اپنے بچوں کی نفوس میں خوشی کی لہر دوڑا دیں۔

- آپ یہ کوشش کیجیے کہ سب کے سب رات کو جلدی سو جایا کریں۔ اس لیے کہ رات کو دیر سے سونا صحت کے لیے

---

[1] میری تجویز کے مطابق تفسیر کی کتابیں یہ ہیں: تفسیر ابن کثیر اور ظلال القرآن سید قطب کی۔
اور حدیث کی کتب میں ترغیب و ترہیب منذری کی اور ریاض الصالحین نووی کی۔
اور تزکیۂ نفس سے متعلق امام غزالی کی احیاء العلوم اور ابن قدامہ مقدسی کی مختصر منہاج القاصدین اور محاسبی کی رسالۃ المسترشدین۔
اور اسلامی نظام و سیرت میں استاذ بوطی و غزالی کی فقہ السیرۃ اور استاذ طبارۃ کی روح الدین الاسلامی اور ڈاکٹر صبحی صالح کی النظم الاسلامیۃ۔

مضر ہے، اور اعصاب کو نقصان پہنچاتا ہے، اور صبح سویرے کی برکتوں کا قاتل ہے، اور فجر کی نماز فوت ہونے کا ذریعہ ہے اور اٹھنے پر بدن کے ڈھیلے ڈھالے اور سست کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جلدی سونا اور جلدی اٹھنا یہ دونوں دین کی علامت ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور تعلیم ہے۔

جلدی سونا اسلام کی نشانی و علامت اس لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز سے قبل سونے اور عشاء کے بعد بات چیت میں مشغول ہونے کو ناپسند کیا ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل سونے اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے (قصہ کہانیوں) کو ناپسند فرماتے تھے۔

لیکن اگر عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کسی فائدہ مند کام کے لیے ہو یا اچھی تربیت دینے یا مفید تعلیم کی خاطر ہو تو یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری وا حمد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رات رات بھر مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ پر بات چیت کرتے تھے اور میں ان کے ساتھ ہوتا تھا۔

رہی عشاء کی نماز کے بعد گھر والوں کے ساتھ بات چیت تو یہ مطلقاً جائز ہے اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری تاکہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز و عبادت کا مشاہدہ کرسکوں اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کے یہاں تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر تک بات چیت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہو گئے ...))۔

لیکن بے کار باتوں، غیبت اور گناہ میں رات گزارنا جیسا کہ آج کل لوگ غیبتوں اور ٹیلیویژن کے فحش و گناہ سے پر مناظر دیکھ کر رات گزارتے ہیں تو یہ متفقہ طور سے بالکل حرام ہے۔

رہا یہ کہ صبح سویرے اٹھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں سے ہے تو وہ اس لیے کہ طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((بورك لأمتي في بكورها)). میری امت کے لیے ان کے دن کے ابتدائی حصے میں برکت رکھ دی گئی ہے۔

٭ ٭ ٭

وہ اہم امور جن کا مربی کے لیے جاننا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ جسم کو نیند اور راحت کا مناسب حصہ ملنا چاہیے تاکہ وہ زندگی کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بار کو برداشت کر سکے۔

اور خاص طور سے بچے کے بارے میں اس کی صحت اور نیند کا بہت خیال رکھنا چاہیے، اس لیے کہ وہ اس زمانے

میں جسمانی وعقلی ونفسیاتی نمو وبڑھوتری کی عمر سے گزر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے دن ورات میں کم از کم اس کو آٹھ گھنٹے سونا چاہیے ورنہ اس کا جسم کمزور ولاغر ہو جائے گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کے بعد قیلولہ کے لیے لیٹ جاتے تھے تاکہ رات کے جس حصے میں آرام نہ کر سکے اس کی تلافی ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کے لیے یہ ایک شاندار رہنمائی ہے تاکہ وہ صحیح الجسم اور قوی الہمۃ اور چاق وچوبند اور چست رہے۔

❖ آپ یہ کوشش کیجیے کہ بچے سونے سے قبل اپنے ماں باپ کے ہاتھ چومیں[1] اور مسنون دعا پڑھ کر سوئیں اور سوتے وقت تہجد اور فجر کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت کر کے سوئیں، تاکہ وہ اپنا روز کا برنامج وپروگرام از سرِ نو شروع کر سکیں۔

سنت یہ ہے کہ جب آپ بستر پر جائیں تو اسے کسی چیز سے جھاڑ لیں تاکہ اگر کوئی موذی وتکلیف دہ کیڑا مکوڑا ہو تو آپ اس کا نشانہ بننے سے بچ جائیں۔ پھر باوضو ہو کر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹیں اور یہ کہیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهُ وَلَا مُؤْوِیَ)). صحیح مسلم وغیرہ	تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور کفایت کی اور ٹھکانہ دیا، اس لیے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ ٹھکانہ دینے والا۔

پھر آیۃ الکرسی پڑھیے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکیے، پھر قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکیے، پھر جسم کے جس حصے پر پھیر سکیں پھیر لیں اس طرح تین مرتبہ کیجیے (صحیح بخاری ومسلم)۔

پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھیے، اور تینتیس مرتبہ الحمدللہ، اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھیے (صحیح مسلم)۔

پھر آپ اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ کہیے:

((اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ)). ثلاث مرات (جامع ترمذی)	اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے اس روز بچا لیجیے گا جس روز آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔ تین مرتبہ اسے پڑھیں

اور اخیر میں پھر یہ دعا پڑھیے:

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَحْیَیٰ وَأَمُوْتُ)). صحیح بخاری ومسلم	اے اللہ میں آپ کے نام سے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں
((بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ	اے میرے رب میں نے آپ کا نام لے کر اپنے پہلو کو رکھا ہے۔ اور آپ کا نام لے کر ہی اسے اٹھاؤں گا۔ اگر آپ اس کو روک لیں تو اس پر رحم فرمائیے گا اور اگر آپ اس کو واپس

[1] بڑوں کے ہاتھ چومنے کی بحث اس کتاب کی قسم ثانی میں پڑھ لیجیے تاکہ آپ کو بڑوں کے ہاتھ چومنے کے جائز ہونے کی دلیل معلوم ہو جائے۔

عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ)) .

صحیح بخاری ومسلم

بھیجیں تو آپ اس کی اس طرح حفاظت فرمایئے گا جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَرَبَّ كُلِّ شَيْئٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا)) . صحیح مسلم وغیرہ

اے اللہ آسمانوں اور زمین کے رب اور عظیم عرش کے رب اور ہر چیز کے رب، دانہ اور گٹھلی کے پھاڑنے والے تورات اور انجیل کے نازل کرنے والے، میں آپ کے ذریعہ سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چوپایے کے شر سے جس کی پیشانی کو آپ پکڑنے والے ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْئٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْئٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْئٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ)) . صحیح مسلم وغیرہ

اے اللہ آپ ہی اوّل ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی، اور آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں رہے گی۔ اور آپ ہی ظاہر و غالب ہیں آپ سے اُوپر کوئی نہیں، اور آپ ہی باطن ہیں آپ سے ورے کوئی چیز نہیں ہے آپ ہمارے قرضہ کو ادا کردیں اور ہمیں فقر و فاقہ سے بچالیں۔

* * *

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْلَمْتُ نَفْسِيْ إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ)) .

صحیح بخاری ومسلم

اے اللہ میں نے اپنی نفس کو آپ کے سپرد کردیا ہے اور میں نے اپنے چہرے کو آپ کی طرف متوجہ کردیا ہے، اور اپنے معاملہ کو آپ کے سپرد کردیا ہے، اور میں نے اپنی پشت آپ کی طرف جھکادی ہے، آپ کی طرف رغبت اور آپ سے خوف کی وجہ سے، آپ کے سوا نہ کوئی ملجأ ہے نہ نجات دینے والا، میں آپ کی اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو آپ نے نازل فرمائی ہے اور اس نبی پر جن کو آپ نے بھیجا ہے۔

پھر یہ نیت کرکے سوجائیں کہ تہجد اور فجر کی نماز کے لیے اٹھنا ہے، اور آپ دیکھ لیجیے گا کہ خدا نے چاہا تو آپ کی آنکھ ضرور کھل جائے گی۔ اور اگر آپ کو بے خوابی ہوجائے اور نیند نہ آئے تو آپ مندرجۂ ذیل دعا پڑھیں انشاء اللہ آپ کو نیند آجائے گی۔ امام ترمذی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں رات کو بے خوابی

کی وجہ سے سو نہیں پاتا ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ، وَرَبَّ الْأَرَضِيْنَ وَمَا أَقَلَّتْ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّتْ، كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ أَوْ يَبْغِيَ عَلَيَّ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ».

اے اللہ اے ساتوں آسمانوں اور جن پر وہ سایہ فگن ہیں ان کے رب، اور اے زمینوں اور جن کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے ان کے رب، اور شیطانوں اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے رب، اپنی تمام مخلوق کے شر سے بچانے کے لیے میرے محافظ بن جائیے کہ مجھ پر ان میں سے کوئی زیادتی یا بغاوت کرے، آپ کا پڑوسی عزت والا ہوا، اور آپ بڑی حمد و ثناء والے ہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

* * *

مربی محترم! آپ نے مشاہدہ کر لیا کہ دن و رات کے اس تربیتی نظام نے ذکر و عبادت اور آدابِ اسلامی کو جمع کر لیا ہے، اور ریاضت و ثقافت اور کھیل کود سب کو ملا دیا ہے، اور رہنمائی و تربیت کے مخصوص پہلوؤں کا بہت اہتمام کیا ہے۔

لہٰذا اگر آپ اس پر مداومت کریں گے اور اس کی عملی تطبیق دیتے رہیں گے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی اولاد طہارت و حسن اخلاق پر نشو و نما پائے گی، اور تدریجاً ایمان و تقویٰ کی سیڑھی پر چڑھتی رہے گی، اور آپ کا بچہ ایک ایسا کامل و مکمل متوازن انسان بن جائے گا جو اللہ سے ظاہراً بھی ڈرے گا اور پوشیدہ بھی۔ اور رہن سہن اور اٹھنے بیٹھنے میں اللہ کو حاضر و ناظر سمجھے گا، اور اقامت و سفر دونوں حالتوں میں اسلامی آداب و قواعد کا التزام کرے گا۔ بلکہ اپنے ان بچوں کے لیے جو اس کے ساتھ اور ارد گرد ہیں تقویٰ و پرہیزگاری میں ایک اچھا نمونہ اور معاملات اور عملی تطبیق میں اسوۂ حسنہ بنے گا۔ اس لیے اے مربی محترم آپ کوشش کیجیے کہ بلا کسی تنگ دلی اور سستی و کاہلی کے آپ ان پر عمل پیرا ہوں تاکہ آپ اپنے بچے کو نیک و متقیوں کی فہرست و صف میں کھڑا دیکھیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

لیکن آپ کو چاہیے کہ آپ اس نظام میں مندرجۂ ذیل امور کا خیال رکھیں:

۱۔ آپ اپنے بچے کی صبح و شام اور دیگر اوقات میں رہنمائی کرنے میں ان چیزوں کی تطبیق دینے کی کوشش کریں جو "بچے کی تربیت کے مؤثر وسائل" اور "معاشرتی و اجتماعی تربیت کی ذمہ داری" کی فصلوں میں مذکور ہیں۔

۲۔ یہ تربیتی نظام ان بچوں کے لیے مناسب ہے جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے ہوں یا اس سے کچھ زیادہ عمر کے ہوں لیکن جو بچے دس سال کی عمر سے کم کے ہوں تو مربی کو چاہیے کہ ان کے ساتھ تربیت کا دوسرا نظام اختیار کرے جس کا خلاصہ

دو چیزوں میں ہے:

الف ۔ ان کو اسلامی عقائد کی بنیادی باتیں اور عبادت کے ارکان خصوصاً نماز کی تعلیم دیں۔

ب ۔ اسلامی اخلاق کے بنیادی اصول کی ان کو تلقین کریں کہ وہ سچائی، امانت، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو اختیار کریں، اور یہ تبلائیں کہ بات چیت کرنے میں اچھے الفاظ کے پابند رہیں، ساتھ ہی آپ ان کو جھوٹ، خیانت، نافرمانی اور گالم گلوچ سے بچنے کی تنبیہ کریں۔

بچوں کی تربیت کا یہ دوسرا نظام بنیادی طور پر اس اصول کے ساتھ ملتا ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجۂ ذیل فرمانِ مبارک میں مقرر کیا ہے:

((أمرنا معاشر الأنبياء أن نحدث الناس على قدر عقولهم)) . مسندِ دیلمی

ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔

۳ ۔ روزانہ کے نظام میں ایک حصہ اس کے لیے بھی مخصوص کریں کہ اس میں آپ ان سے یہ دریافت کریں کہ وہ کیا پڑھ اور سیکھ رہے ہیں۔ پھر اگر آپ یہ دیکھیں کہ جو تعلیم و تربیت وہ مدرسے میں حاصل کر رہے ہیں وہ اسلامی عقیدے اور اسلامی آداب و اخلاق کے خلاف ہے، تو پھر آپ کو چاہیے کہ ان کے افکار و خیالات کی اصلاح کریں، اور انہیں برے اور گمراہ اساتذہ و معلمین سے بچائیں، اور جو لوگ اسلام کے خلاف زہر اگل رہے ہیں اور فاضلانہ تربیت دینے میں خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بچوں کو گمراہی و الحاد کے جال میں پھانس رہے ہیں ان کے خلاف مناسب کاروائی کریں۔

۴ ۔ آپ ہمیشہ اپنے بچوں کو اخوت و محبت اور تعاون و ایثار کے بنیادی اصولوں سے روشناس کرتے رہیں، تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو آپس میں محبت و رحم ان کی عادت و طبیعت بن جائے اور والدین کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک خوشی و رضامندی سے کرنے لگیں، بلکہ باہمی الفت و محبت اور حسنِ سلوک میں ان کو آپ اعلیٰ ترین مثال پائیں۔

۵ ۔ آپ جب بھی مناسب موقعہ پائیں تو ان کو تفریح کے لیے کسی باغ یا سمندر کے کنارے لے جائیں اور آپ اس تربیتی حق میں ہرگز بھی کوتاہی نہ کریں، تاکہ ان کے جسم چاق و چوبند اور نفوس پُر نشاط رہیں، اور ریاضت و ورزش اور تیرنا اور کھیل وغیرہ جو ان سے رہ گیا ہے اس کا تدارک کر لیں۔

۶ ۔ جن دنوں کے روزے رکھنا شرعاً مسنون ہیں ان دنوں کے روزے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رکھیں، تاکہ جب افطار کے لیے آپ اور وہ ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو وہ آپ سے بشاشت و خندہ پیشانی و نرم مزاجی کا مشاہدہ کریں، تاکہ آپ کے اس اچھے نمونہ اور اعلیٰ اخلاق اور بہترین اسلوب کو دیکھ کر وہ بھی اس کے عادی بنیں۔

۷ ۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ تحفہ و ہدایا کا طریقہ اختیار کریں۔ اور وہ مال یا ضرورت کی جن چیزوں کی فرمائش کریں آپ اسے پورا کریں، اور اللہ تعالیٰ ایسے باپ پر رحم کرے جو اپنی اولاد کے حسنِ سلوک کرنے پر

ان کی اعانت و امداد کرے، اور آپ پر یہ بات قطعاً مخفی نہ ہوگی کہ عبادت پر التزام، اور محنت کرنے یا امتحان میں کامیابی پر ہدیہ وتحفہ وغیرہ سے ہمت افزائی کرنے کا بچہ پر بہت اثر پڑتا ہے۔

یہ وہ اہم تجاویز ہیں جو میری رائے میں دن رات کے تربیتی نظام میں آپ کو مدِ نظر رکھنا چاہییں، اس لیے اے مربی محترم! آپ کو ان کی تطبیق کی کوشش کرنا چاہیے، تاکہ آپ بچوں کی اس طرح سے تربیت کر سکیں، جس کا اسلام آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور وہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دیجیے جو بات سنتے ہیں اور اس میں سے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے عظیم سلطنت و نصرت، اور مضبوط عزم اور قوی ارادہ عطا فرمائیے آپ ہی بہترین امید گاہ ہیں۔

۷۔ **نفع بخش علم وثقافت کے اسباب و وسائل مہیا کرنا** مربیوں پر اپنے بچوں اور زیرِ تربیت افراد کی تعلیم و تربیت کی جو ذمہ داری تعلیمی فرائض کے ذیل میں آتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مربیوں پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے لیے مختلف قسم کے لیے تعلیمی وثقافتی وسائل مہیا کریں تاکہ بچہ پختہ عقل کا مالک اور دنیاوی زندگی میں علم و فکر کے لحاظ سے کامل و مکمل شخصیت بنے۔

میرے خیال میں یہ وسائل مندرجہ ذیل امور میں مرکوز ہیں:

۱۔ بچوں کے لیے ایک الگ کتب خانہ مرتب کرنا جس میں مندرجہ ذیل قسم کی کتب موجود ہوں:

الف۔ گھر کے ہر فرد و بچہ کے لیے کہ ایک خوبصورت واضح کلمات و اعراب والا الگ الگ قرآن کریم کا ہونا۔

ب۔ چھوٹی سورتوں کی ایسی تفسیر ہو جو سنِ شعور کی عمر کے بچوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔

ج۔ قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو سنِ شعور سے بڑی عمر کے لڑکوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔

د۔ احادیث مبارکہ سے متعلق ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر، علم و فہم کے معیار کے مطابق ہوں۔

ھ۔ فقہ اور خصوصاً عبادات سے متعلق ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر، سمجھ و علم کے معیار کے مطابق ہوں۔

و۔ اسلامی عقیدہ سے متعلق ایسی کتابیں جو موضوع کو قصہ یا سوال جواب کے انداز پر حل کریں۔

ز۔ سیرتِ نبویہ اور تاریخ سے متعلق ایسی کتابیں جن میں اس موضوع پر پیارے انداز اور آسان سی واضح زبان میں قلم اٹھایا گیا ہو۔

ح۔ ایسی فکر انگیز عمومی کتابیں جو بچوں کی عقل و فہم کے مناسب و مطابق ہوں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اسلام ایک جامع و مکمل اور پوری زندگی پر محیط نظام ہے۔ اور ان اعتراضات و شبہات کو دور کیا گیا ہو جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف

اٹھاتے ہیں۔

ط ۔ علمی، تاریخی، ادبی وطبی ایسی کتابیں جو بچوں کی سمجھ کے مطابق ہوں اور ان کے معیار، علم اور عمر کے دائرے سے باہر نہ ہوں۔

مربی محترم! آپ کے سامنے نمونہ کے لیے بعض وہ کتابیں ذکر کی جاتی ہیں جو آپ کے بچوں کے لیے آپ کے گھر میں موجود ہونا چاہییں، تاکہ آپ ان کو خرید سکیں۔ اور بچوں کے مستقبل کے لیے ذخیرہ و مدد گار ثابت ہوں، ہر کتاب کے ساتھ جس عمر کے بچے کے لیے وہ مناسب ہے اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے:

۱۔ مسلمان نسل کے لیے کتابوں کا ایک مجموعہ جسے استاذ یوسف العظم نے مرتب کیا ہے جس کے تحت یہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

۱۔ براعم الإسلام (اسلام کے شگوفے) قسم اول عقیدہ سے متعلق۔

۲۔ براعم الإسلام قسم ثانی زندگی سے متعلق۔

۳۔ اناشید وأغارید للجیل المسلم (مسلمان معاشرے کے لیے اشعار ونظمیں)۔

۴۔ أدعیۃ وآداب للجیل المسلم (مسلمان معاشرے کے لیے دعائیں اور آداب)۔

۵۔ مشاہد وآیات للجیل المسلم (مسلم معاشرہ کے لیے مناظر وآیات)۔

عمر: ۷ سے ۱۲ سال تک

۲۔ مکتبۃ الطفل الدینیۃ (۳۰) قصہ مؤلفہ استاذ محمد عطیۃ الأبراشی مکتبہ مصر

عمر: ۷ سے ۱۲ سال تک

۳۔ سلسلۃ العرب فی أوربا مؤلفہ استاذ عبدالحمید جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۴۔ سلسلہ قصص الأنبیاء علیہم السلام مؤلفہ استاذ عبدالحمید جودت السحار۔ مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۵۔ سلسلہ (الخلفاء الراشدون) مؤلفہ استاد عبدالحمید جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۶۔ مجموعہ السیرۃ النبویۃ مؤلفہ استاذ عبدالحمید جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۷۔ سلسلہ (الفدائیون فی الإسلام) مؤلفہ استاذ محمد علی قطب دارالوراقۃ حمص
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۸۔ سلسلہ مسلمات خالدات مؤلفہ استاذ محمد علی قطب المکتبۃ العصریہ بیروت، صیدا
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۹۔ سلسلہ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ استاذ محمد علی قطب المکتبۃ العصریہ بیروت صیدا
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۱۰۔ سلسلہ القصص الدینی مؤلفہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی طبع حلب
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۱۱۔ مجموعہ أمہات المؤمنین ۱۶ عدد مؤلفہ استاذ محمد احمد برانق دارالمعارف مصر
عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک کی لڑکیوں کے لیے

۱۲۔ مجموعہ قصص النبیین مؤلفہ استاذ ابوالحسن الندوی مؤسستہ الرسالۃ
عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک

۱۳۔ قصص القرآن الکریم مؤلفہ استاذ محمد کامل الحسن المحامی المکتب العالمی للطباعۃ والنشر
عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک

۱۴۔ سلسلہ أعلام المسلمین مختلف مؤلفین کا تحریر کردہ مکتبہ المنار الاسلامیہ الکویت
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۱۵۔ سلسلہ الأبطال ۸۰ عدد مؤلفہ استاد محمد علی قطب و محمد عمر الداعوق المکتبۃ العربیہ بیروت
عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۱۶۔ اناشید البراعم المؤمنۃ مؤلفہ شاعر محمود أبوالوفا مؤسستہ الأقصی عمان
عمر: ۱۰ سال سے ۱۶ سال تک

۱۷۔ الخالدون مؤلفہ استاذ محمد علی قطب التجاریۃ المتحدۃ بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۱۸۔ أبطال و معارک مؤلفہ استاذ عبدالوهاب قاسم وأحمد الدعاس مکتبۃ البرہان حمص
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۱۹۔ السلسلة الجامعة المختارة مؤلفہ استاذ محمد نبهان خباز مکتبۃ الغزالی حماہ
مجموعہ أحسن القصص عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۔ مجموعہ أحسن القصص مؤلفہ استاذ علی فکری دار الکتب العالمیۃ بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۔ سلسلہ قصص اسلامیۃ مؤلفہ استاد عبدالرحمٰن البنا مکتبہ المنار الإسلامیہ الکویت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۲۔ مجموعہ السیرۃ النبویہ (الکبیرۃ) مؤلفہ استاذ عبدالحمید جودت السحار مکتبہ مصر
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۳۔ قصص فی التاریخ مؤلفہ استاذ محمد حسن حمصی دار الرشید دمشق
عمر: ۱۵ سال او. اس سے زیادہ

۲۴۔ قصص الأستاذ نجیب الکیلانی دارا النفائس بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۵۔ مجموعہ سیر إسلامیہ مؤلفہ استاد محمد علی دولۃ دار القلم دمشق بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۶۔ مشاہیر قادۃ الاسلام مؤلفہ استاذ بسام العلی دار النفائس بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۲۷۔ قصص وحکایات مؤلفہ استاذ محمد علی دولۃ دار القلم دمشق بیروت
عمر: ۱۵ سال واس سے زیادہ

۲۸۔ نشید نا مؤلفہ ابوالجود و فرقتہ دار السلام حلب

ذہنی تربیت کرنے والی کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ سلسلہ "من ھدی الإسلام" مختلف قسم کی توجیہی و تربیتی ابحاث جن کے مؤلف مرشد شیخ احمد عز الدین البیانونی ہیں۔ مکتبۃ الہدیٰ حلب حول القلعۃ
عمر: ۱۵ سال و اس سے زیادہ

۲۔ سلسلہ "العقائد" و "العبادات" للمرحوم المرشد الشیخ احمد عز الدین البیانونی مکتبۃ الہدیٰ حلب حول القلعۃ
عمر: ۱۵ سال واس سے زیادہ

۳۔ سلسلہ "أبحاث في القمة" مختلف قسم کی دینی ابحاث جن کے لکھنے والے مختلف حضرات ہیں جن کے سربراہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی ہیں۔ مکتبہ الفارابی دمشق

عمر: ۱۵ سال واس سے زیادہ

۴۔ سلسلہ "کتب قیمة" مختلف قسم کی اسلامی دینی و مذہبی ابحاث، مختلف اہلِ قلم کے شہ پارے

دارالقلم دمشق بیروت عمر: ۱۵ سال واس سے زیادہ

۵۔ سلسلہ "بحوث اسلامية هامة" مختلف اہلِ علم حضرات کے قلم سے جن کے سربراہ اس کتاب کے مؤلف ہیں دارالسلام حلب عمر: ۱۵ سال واس سے زیادہ

مجموعی طور سے اسلامی نظام سے بحث کرنے والے مشہور مؤلفین واہلِ قلم درج ذیل ہیں:

۱۔ مجموعہ رسائل الشہید حسن البناؒ۔
۲۔ الاستاذ سید قطبؒ
۳۔ الاستاذ محمد قطب۔
۴۔ الاستاذ ابوالحسن الندوی۔
۵۔ الاستاذ علی الطنطاوی۔
۶۔ الاستاذ فتحی یکن۔
۷۔ الاستاد سعید حوی۔
۸۔ الدکتور محمد سعید رمضان البوطی۔
۹۔ الاستاذ یوسف العظم۔
۱۰۔ الاستاذ متولی شعراوی۔

مربی محترم! آپ اس سلسلہ میں سمجھدار اہلِ علم اور دعوت واصلاح کے مخلص علمبرداروں سے بھی رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں، تاکہ وہ ان کتب کی طرف نشاندہی کریں جو بچے کی عقل وسمجھ اور عمر وعلم کے مناسب ہوں اور ساتھ ہی اسلام نے زندگی، عالم، اور انسان سے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے وہ کتب اس سے متصادم بھی نہ ہوں۔

ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اسلامی کتب خانہ ان فکری وتوجیہی اور تعلیمی کتب سے خالی ہے جو بچپن کے چھ سال سے بارہ سال تک کی عمر کے بچوں کے مناسب ہوں، اور مجھے اب تک اس عمر کے بچوں کے لیے کوئی لکھنے والا معلوم نہیں ہے سوائے استاذ یوسف عظم کے جنہوں نے سلسلۂ "براعم الإسلام" کو نہایت آسان اسلوب اور سہل زبان میں پیش کیا ہے۔

میں مسلمان اربابِ قلم کو قلم تیز کرنے اور ہمت بلند کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ وہ اسلامی کتب خانے کو ایسی علمی فکری اور رہنما کتابوں سے بھر دیں جو بچوں کے سامنے اسلام کے عالم، زندگی، اور انسان سے متعلق کامل نقطۂ نظر کو واضح کریں اور اسلام کے محیط عظیم نظام کا صحیح اسلامی تصور پیش کریں۔

۲ - ہفتہ واری یا ماہواری رسالوں کا خریدار بننا:

اس پرچے و رسالے کی درج ذیل خصوصیات ہونا چاہییں:

الف - وہ پرچہ اپنے اسلامی نقطۂ نظر اور علمی بحث میں معروف ہو۔

ب - اس کی تحریرات سے زیغ و انحراف نہ چھلکتا ہو۔

ج - وہ ایسے موضوعات پر کلام کرتا ہو جو عورتوں و مردوں کے معیار کے مختلف ہونے کے باوجود دونوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

د - اس میں ایسی تصویریں شائع نہ ہوتی ہوں جو اخلاق و شرافت کے منافی ہوں۔

ھ - اس میں ایسے مضامین نہ چھپتے ہوں جن میں اسلام کے خلاف دسیسہ کاری کی گئی ہو۔

اس لیے اگر کسی پرچے کو اس معیار کا پائیں تو اسے گھر لا سکتے اور بچوں اور بچیوں کو پڑھنے کے لیے دے سکتے ہیں۔ اس قسم کے مفید رسالوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

"الحضارۃ" شام کا، اور "المجتمع" اور "الوعی الاسلامی" کویت کے، اور "البعث الاسلامی" انڈیا کا، اور "الدعوۃ" اور "الاعتصام" اور "الازہر" مصر کے۔ اور اس جیسے دوسرے اور پرچے جو عالمِ اسلامی میں شائع ہوتے رہتے ہیں (جیسے اُردو میں پاکستان کے ماہنامہ بینات، البلاغ، الحق، الفاروق وغیرہ)۔

۳ - تخیلاتی مناظر اور فلموں کے ذریعہ فائدہ اٹھانا:[1]

ثقافتی و تعلیمی ان مفید وسائل و اسباب میں سے جو بچے کے معیار کو بڑھاتے اور اس کی ثقافت کو مستحکم کرتے ہیں مربی کا گھر میں تخیلاتی مناظر وغیرہ پر مشتمل ایسی فلمیں دکھانا شامل ہے جن میں علمی حقائق اور تاریخی کارناموں اور جغرافیائی مواقع اور تربیتی راہ نما اصول پیش کیے گئے ہوں۔

❁ بچہ جب خود اپنی آنکھوں سے علمی و تاریخی حقائق کا حقیقی روپ میں متحرک اور واضح صورتوں کی شکل میں مشاہدہ کرتا ہے تو اس وقت وہ کتنا خوش اور متنبہ و بیدار اور پر از کیف و نشاط ہوتا ہے۔

---

[1] یہ صاحب کتاب کی رائے ہے ورنہ محققین سینما، تھیٹر، وی سی آر وغیرہ سب کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ گناہ ہر صورت میں گناہ ہی رہتا ہے خواہ اس سے مقصد کچھ بھی ہو۔

❁ تعلیمی بحث بچے کے ذہن میں اس صورت میں کس قدر راسخ ہو جاتی ہے جب وہ مثلاً حج کے مناسک کو حقیقی روپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ اس عبادت کو شروع سے اخیر تک اس طرح سے ان ان مقامات پر ادا کیا جائیگا اور اس طرح ان مناسکِ حج میں سے ہر عبادت کو وہ اس طرح مشاہدہ کر لیتا ہے گویا کہ وہ وہیں موجود ہے اور یہ تصویر نہیں بلکہ ایک واقعی حقیقت ہے۔

❁ بچہ اس وقت کس قدر خوش ہوتا ہے جب وہ فلم کے ذریعہ اسلامی حکومتوں اور ممالک کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے ان ممالک کے لیے اس کے ایمانی جذبات جوش میں آتے ہیں اور اس کا صاف ستھرا دل ان کی طرف مشتاق ہوتا ہے اس لیے کہ ان ممالک اور اس بچے کے درمیان عقیدہ کا اتحاد اور اسلامی اخوت کا رابطہ ہے۔

❁ بچہ جب علمی حقائق کو ٹیلیویژن کی اسکرین پر اس طرح حقیقی روپ میں دیکھتا ہے گویا کہ وہ اس کے سامنے ہو رہا ہو تو اس وقت وہ اس کو کس قدر محفوظ کر لیتا ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ یہ وسیلہ ان مفید و بڑے وسائل میں سے ایک ہے جو بچے کی تعلیمی و ثقافتی معیار کو بلند کرتا ہے اور ان کو بچے کے ذہن میں راسخ کر دیتا ہے اور اس کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ ان کی تیاری وحصول کی مستقل کوشش کرتا رہے خواہ ان کو خرید لے یا کرایہ پر لے یا عاریۃ لے کر اس سے استفادہ کرے۔

ایک بات کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ جو لوگ اسلامی موضوعات پر کام کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ ایک ایسی کمپنی وجود میں آئے جو ایسی علمی و تاریخی وجغرافیائی و تربیتی فلمیں تیار کرے جو بچوں کی عمر و عقل کے مناسب ہوں، تاکہ وہ ہر گھر اور محلے و شہر میں پہنچیں اور ہاتھوں ہاتھ لی جائیں، اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ان فلموں کا بچے کی تعلیم اور خاندان کی ترقی وثقافت اور معاشرے کی اصلاح میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔

(مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علماء وفقہاء کی اس بارے میں قطعی رائے یہ ہے کہ تصاویر دیکھنا اور بنانا دونوں ناجائز اور گناہ ہیں اس لیے ان کو خواہ کسی بھی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے یہ گناہ گناہ ہی رہے گا ((و إثمهما أكبر من نفعهما)) ان کا نقصان فائدے سے زیادہ ہے، آج کسی بھی معاشرے میں چلے جایئے فلمیں، ڈرامے اور وی سی آر سوائے سفلی جذبات کی تسکین، اور نوجوانوں کو بگاڑنے، اخلاق خراب کرنے کے اور کسی کام نہیں آتے، لوگ دن رات اس پر فلمی اور مخربِ اخلاق مناظر سے اپنے شہوانی جذبات کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتے ہیں، آج خاندان کے خاندان اور علاقے کے علاقے اس ناسور کی وجہ سے دم بلب ہیں، اس لیے الخیر فیما اختارہ اللہ، صاحبِ شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا ہے وہ حرام ہی رہے گی، جیسا کہ مختلف مقامات پر اس موضوع پر صاحبِ کتاب خود لکھ چکے ہیں)۔

۴۔ وضاحت کرنے والے وسائل سے استفادہ کرنا:

بچے کی تعلیم و ترقی میں فائدہ بخش وسائل میں سے مربی کا ان وضاحت کنندہ وسائل کا اختیار کرنا بھی شامل ہے جو طالبعلم کے لیے ہر مشکل دقیق چیز کو واضح کر دیں اور مشکل کو آسان کر دیں اور اس کے سامنے ہر راستہ آسان ہو جائے۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ وسائل مندرجہ ذیل امور کے ساتھ خاص ہیں:

الف۔ جغرافیائی نقشے و گلوب وغیرہ جو بچے کے سامنے خصوصی طور سے عالمِ اسلامی کو اور عمومی طور سے پورے عالم کو واضح کر دیں۔

ب۔ اسلامی ممالک کے نقشہ جات جو بچے کے سامنے ان علاقوں کی آبادیاں، مساجد و کارخانیں اور دیگر عمومی چیزیں واضح کر سکیں۔

ج۔ ایسے نقشے جو سابقہ تاریخ اور گذشتہ صدیوں کی اسلامی ثقافت و ترقی کو بچے کے سامنے کھول کر رکھ دیں، تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے ترقی و تمدن و علوم کے میدان کے وہ کارنامے دیکھ لے جو اس کے عظیم آباء واجداد نے انجام دیے تھے۔

د۔ ایسے نقشے جو بچے کے سامنے اس راستے کو ظاہر کر دیں جو ہر دور اور ہر زمانے میں اسلامی فتوحات اور اسلام کی سربلندی اور اس کی حکومت کی وسعت کا ذریعہ بنا ہے۔

ھ۔ وہ نقشے جو بچے کے سامنے ان جنگی وسائل کو ظاہر کریں جو ان کے آباء واجداد نے اپنی سابقہ فتوحات اور پے در پے جہاد اور جنگوں میں اختیار کیے تھے۔

و۔ دوسرے اور ایسے نقشے جو بچے کے سامنے علم و ادب اور تاریخ کی حقیقت کھول کر رکھ دیں۔

اور اس کے علاوہ دوسرے اور نقشے جو بچے کی تعلیم میں ممد و معاون ثابت ہوں اور اس کی ثقافت کو بلند کریں اور اس کے ذہن میں معلومات راسخ کر سکیں۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ان کے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ہمیشہ ان کی تلاش میں مصروف رہیں تاکہ وہ اپنی اولاد کو عقلی و علمی پختگی کے مرتبہ پر فائز دیکھیں اور اسلامی محیط ثقافت سے آراستہ پائیں۔

۵۔ وقتاً فوقتاً عجائب گھروں کا معائنہ:

وہ اہم امور جن کی ہم مربیوں کو نصیحت کرتے اور ان پر ابھارتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آثارِ قدیمہ و یادگار مقامات کا مختلف پروگراموں کے تحت معائنہ جاری رکھیں، یہ معائنہ خواہ مربی کے اپنے شہر میں ہو یا کسی اور اسلامی ملک

ہیں ، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان عجائب گھروں کی یہ زیارت بچے کے سامنے علم و معرفت اور حضارت و ترقی اور تاریخی ثقافت کے نئے آفاق کھول دے گی ، اور ساتھ ہی بچے کا رابطہ حقیقی عظمت کے ان روابط سے بھی قائم ہو جائے گا جس کے ستونوں کو ان عظیم بہادروں نے مضبوط کیا تھا جن کا تاریخ میں زریں حروف میں تذکرہ ہے اور ہر طبقے و ہر دور میں ان کی عزت واحترام اور مکانت و منزلت ہے ، جیسا کہ ان سے بچے میں اس بات کا عزم کرنے کے نفسیاتی و قلبی احساسات پیدا ہوں گے کہ وہ اسلامی رفعت و منزلت کی تعمیر اور اسلامی دولت و حکومت کے قیام اور ترقی کی بنیادوں کو راسخ کرنے کی اسی طرح کوشش کرے جس طرح اسلام کے گذشتہ روشن و شاندار ادوار میں ہمارے عظیم و بہادر آباء و اجداد نے کی تھی ، اور یہ کام اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے ۔

اس لیے اے مربی محترم آپ کو چاہیے کہ آپ بچوں کو آثارِ قدیمہ و عجائب گھر دکھانے میں ہمت و عزم سے کام لیں اور اس کے لیے وقت نکالیں تاکہ ان میں سربلندی و ترقی کرنے کی جرأت و خواہش پیدا ہو ، اور ان میں عزت و قوت اور ترقی کی حقیقت جاگزین ہو ، اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے مندرجہ ذیل شعر کہا ہے :

تلك آثارنا تدل علينا	فانظروا بعدنا إلى الآثار
یہ ہمارے وہ آثار ہیں جو ہم پر دلالت کرتے ہیں	اس لیے ہمارے جانے کے بعد ان آثار کو دیکھ لینا

۶ ۔ جب بھی فرصت ملے عمومی کتب خانوں کا معائنہ کرنا :

وہ تعلیمی و ثقافتی وسائل جو مربیوں کے اہتمام کو چاہتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچوں کو عمومی کتب خانے دکھانے لے جانا چاہیے جب بھی فرصت اور موقعہ ملے اور حالات سازگار ہوں ، چاہے یہ کتب خانے قدیم ہوں یا جدید ، اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچوں کو کتابوں کو عاریۃً لینے یا مستقل خریدنے کی کیفیت و طریقہ معلوم ہو گا ۔

اور اس کا ثمرہ یہ بھی نکلے گا کہ بچے میں ادبی جرأت پیدا ہو گی اور وہ عمومی مقامات اور علم و ثقافت کے اداروں میں جانے کے اصول سے بھی واقف ہو جائے گا ۔

یہ اس کے علاوہ ہے جو کتب خانوں کی زیارت سے علمی و ثقافتی فائدہ حاصل ہوتا ہے ، اور امتِ اسلامیہ نے علمی و فکری میدان میں جو کارنامے چھوڑے ہیں ان پر انسان مطلع ہوتا ہے اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا کلی نقطۂ نظر معلوم ہوتا ہے ، اور تاریخ کے دفاتر اور گذشتہ ادوار میں امتِ اسلامیہ جس علمی و ثقافتی ترقی سے گزری ہے اس کے سلسلہ میں نئے نئے آفاق کھلتے ہیں ۔

اس لیے اے مربی محترم ! آپ اپنے بچوں کے ساتھ عمومی کتب خانوں کی زیارت کرتے رہا کریں تاکہ ان میں یہ اوصاف پیدا ہوں اور ان کی نفوس میں یہ قابلِ قدر کارنامے جاگزین ہوں ۔

لیکن اگر آپ کے اوقات میں اِدھر اُدھر کتب خانوں کی زیارت کے جاننے کے لیے گنجائش نہ ہو یا حالات اس کے مناسب نہ ہوں تو آپ اپنے بچے کو یہ اجازت دے دیں کہ وہ اصحابِ علم وفضل کے ساتھ رہیں تاکہ وہ ان سے ان مقامات میں جانے کے اصول سیکھیں اوران کے دیکھنے اوران سے استفادہ کرنے کے فن سے واقف ہوں۔

مربی محترم! بچے کی تعلیمی وثقافتی شخصیت سازی اوراس کی علمی وفکری تیاری کے یہ فائدہ بخش اہم علمی وثقافتی وسائل ہیں۔ اس لیے آپ ان کو مہیا کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ چیزیں ہمیشہ آپ کے بچوں اہل وعیال کی دسترس میں رہیں، اورآپ مستقبلِ قریب میں اپنے جگر گوشوں کو پختہ عقل والا اور وسیع الظرف، اورثقافت میں روبترقی اورعلوم ومعارف میں پختہ پائیں۔ اور ساتھ ہی عقیدہ وافکار کے اعتبار سے ان کا رابطہ اسلام سے ہو اور جذبات وروح کے لحاظ سے اسلامی تاریخ سے اور رہنمائی اور شان وشوکت کے اعتبار سے اسلامی حضارت وثقافت سے، اورمعرفت وتہذیب کے اعتبار سے جدید نفع بخش علوم سے تعلق ہو۔

۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا | اسلام نے جس شعار کو بلند کیا ہے یعنی ((وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا)) اور کہہ دیجیے کہ اے میرے رب میرے علم کو بڑھا دیجیے اور ((هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ)) کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں وہ اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں، اس کی وجہ سے۔

اور والدین اور مربیوں کے ذمے اسلام نے فکری سوجھ بوجھ اور پختگی پیدا کرنے کی جو امانت اور ذمہ داری لگائی ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے ہر اس شخص پر جس کو بچے کا معاملہ فکری اور علمی وثقافتی اعتبار سے اس کی شخصیت سازی کے بارے میں متفکر کرتا ہے۔ اس پر یہ واجب ہے کہ وہ بچے کو اس وقت سے ہی جب وہ ہوش اور سمجھ کی عمر کو پہنچ جائے یہ بتلادے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو دین ودنیا دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ بتلادے کہ قرآنِ عظیم ایک کامل ومکمل نظام اور قانونِ شریعت ہے، اور اسلامی تاریخ عزت وکرامت کا ذریعہ اور مقتدا ورہنما ہے اور اسلامی ثقافت محیط اور متنوع اور کامل ومکمل ہے۔

اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک سوچ سمجھ کر اچھا خاصا ایسا مطالعہ نہ کیا جائے جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ومحیط ہو:

- فکر انگیز کتب کا مطالعہ کرنا جو بچے کے سامنے دینِ اسلام کے ابدی ہونے کو واضح کرے، اس لیے کہ یہ دین ایسے امور وقواعد پر مشتمل ہے جو محیط اور نو بنو اور ابدی ہیں۔
- تاریخی کتب کا مطالعہ جو بچے کے سامنے اسلام کی گذشتہ ادوار کی عزت ومکانت اور مسلمانوں کے سابقہ مقام ومرتبہ کو بیان کرے۔

❁ ایسی کتابوں کا مطالعہ جو فکری جنگ سے تعلق رکھتی ہوں، اور بچے کے سامنے ان سازشوں اور جالوں کو کھول کر بیان کردیں جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف تیار کرتے رہتے ہیں خواہ یہ منصوبے مکار یہودیت کی طرف سے ہوں یا ملحد شیوعیت کی جانب سے، یا کینہ پرور صلیبیت کی طرف سے ہوں۔

❁ ترقی سے متعلق کتابوں کا مطالعہ جو بچے کے سامنے اسلام کی اس زبردست ترقی سے پردہ ہٹادے جو گذشتہ زمانے اور تاریخ کے سابقہ ادوار میں مسلمانوں کے آباء واجداد نے حاصل کی تھی۔

اس لیے ہمارے سلفِ صالح اس بات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو فکری و تاریخی و ثقافتی اعتبار سے مضبوط ٹھوس بنیاد فراہم کریں، اور اس سے قبل عقلی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم وہ اقوال نقل کرچکے ہیں جو اسلامی تربیت کے ماہرین نے اس باب میں کہے ہیں کہ بچے کو قرآن کریم کی اور احادیث اور سیرت اور صالحین کی حکایات اور اچھے اشعار اور جنگوں اور جہاد کی تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعلیم دینا نہایت ضروری ہے اور یہ صرف اس بات کی تاکید ہی ہے کہ اسلام نے نوعمری ہی سے بچوں کے والدین اور مربیوں سب پر تعلیم اور فکری ذہن سازی اور راسخ اسلامی عقیدے کے بیج بونے کی ذمہ داری ڈالی ہے، اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بچوں کی زندگی کے ہر مرحلہ پر اس کا خیال رکھیں۔

لیکن اس تک پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رہنمائی و دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ غور و فکر کے ساتھ مطالعہ جاری رکھا جائے۔

اور بچہ مطالعہ اس وقت تک نہیں کرے گا اور اس کی رغبت اس کو اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک ایسے اسباب اختیار نہ کیے جائیں جو مطالعہ کو بچہ کے نزدیک محبوب چیز نہ بنادیں، اور اس میں اس کا شوق نہ پیدا کردیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ شوق مندرجہ ذیل نقاط میں منحصر ہے:

❁ ہم اس کے سامنے علم اور جہل میں موازنہ کریں اور علماء اور جاہلوں میں جو فرق ہے وہ بیان کریں یہ موازنہ کرنا اور دونوں کے فضل و فرق کو بیان کرنا مطمئن کرنے اور دلیل وحجت قائم کرنے کے سلسلہ قرآنِ کریم کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ)). الزمر - ۹

آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں۔

آپ ہی سوچیے کہ جب بچے کے سامنے علماء کا عظیم مرتبہ اور اعزاز اور جاہلوں کی محرومی و بدنصیبی کھل کر سامنے آجائے گی تو وہ کتنا مطمئن اور مطالعہ و پڑھنے پڑھانے کا کس قدر اہتمام کرے گا؟

اور جب وہ علم طلب کرنے والے کی بلند حیثیت اور مکانت اور اللہ کے یہاں اس کو جو عظیم اجر و ثواب[۱] اور لوگوں کی نظر میں درجہ ملتا ہے اسے سنے گا تو اس کو علم حاصل کرنے کا کس قدر شوق پیدا ہوگا؟

❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے۔ اور تاریکی میں نگاہوں کے لیے چراغ ہے۔ اور ضعف سے بچانے کے لیے بدن کی قوت ہے، یہ علم انسان کو نیک صالح لوگوں کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے، اور دنیا و آخرت میں درجاتِ عالیہ کے حصول کا ذریعہ ہے، اور علم میں غور و فکر روزہ کے برابر اجر و ثواب دلاتا ہے، اور اس کا مذاکرہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ اسی علم کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے، اور اسی کے ذریعہ حلال و حرام کو پہچانا جاتا ہے، علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔ علم نیک بختوں ہی کو دیا جاتا ہے اور اس سے بدبخت محروم کر دیے جاتے ہیں[۲]۔

❁ اور علامہ نصیر الدین طوسی اپنے رسالہ "آداب المتعلمین" میں لکھتے ہیں کہ:

"علم کی شرافت و مکانت کسی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اس لیے کہ علم ہی انسانیت کا خصوصی طرۂ امتیاز ہے۔ اس لیے کہ علم کے علاوہ دوسری تمام چیزوں میں انسان کے ساتھ دوسرے حیوان بھی شریک ہیں، مثلاً بہادری، طاقت و قوت اور شفقت و محبت وغیرہ، اسی علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حضرت آدم کی فضیلت ظاہر فرمائی اور انہیں ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، اور اگر اس علم کے مقتضی پر عمل کیا جائے تو یہ علم ہی ابدی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے"[۳]۔

❁ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر علم دنیا میں کسی صورت میں متشکل ہوتا تو اس کی صورت سورج چاند اور ستاروں و آسمان سے زیادہ خوبصورت ہوتی[۴]۔

❁ بچوں میں مقابلے کرانا: بعض مقابلے جلدی پڑھنے سے متعلق ہوں اور بعض مقررہ وقت میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتب کے مطالعہ سے، پھر اس میں ان کا امتحان لیا جائے اور جو پوزیشن حاصل کرلیں ان کی ہمت افزائی ہو اور سبقت کا شوق دلانے کے لیے انہیں گرانقدر اور خصوصی انعامات دیے جائیں، بچے کے اکرام اور اچھے کام اور عمدہ اخلاق کے اظہار پر اس کی ہمت افزائی ہی وہ طریقہ ہے جس پر امام غزالی نے بھی ابھارا ہے اور اس کی رغبت دلائی ہے چنانچہ وہ "احیاء العلوم" کے تیسرے جزء میں لکھتے ہیں کہ بچے سے جب کوئی اچھا کارنامہ یا عمدہ اخلاق ظاہر ہوں تو مناسب یہ ہے کہ اس پر اس کو شاباش دی جائے، اور اس کو ایسا انعام دیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائے، اور اچھے اخلاق اور

---

[۱] اس کتاب میں بہت سے مواقع پر ہم علم اور علماء کی فضیلت بیان کر چکے ہیں۔

[۲] یہ تینوں اقوال محاسبی کی کتاب رسالۃ المسترشدین سے لیے گئے ہیں جو استاذ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

[۳] حوالۂ بالا۔

[۴] مندرجہ بالا حوالہ۔

عمدہ افعال پر اس کو ابھارنے کے لیے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کر دینا چاہیے۔

بچے کا اکرام و انعام، ہدیہ یا اچھے الفاظ سے اسے نوازنا اور اس طرح سے اس کی ہمت افزائی کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کے موافق ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

((تهادوا تحابوا)) . معجم طبرانی — آپس میں ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے بھی مطابق ہے جسے ابو داؤد و نسائی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

((من أسدى إليكم معروفاً فكافئوه فإن لم تستطيعوا فادعوا له)) . — جو شخص تمہارے ساتھ احسان کرے اس کا بدلہ دے دیا کرو اور اگر مکافاۃ نہ کر سکو تو اس کے لیے دعا ہی کر لیا کرو۔

اور اس کے ساتھ بھی موافق ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان ریس کرائی اور سبقت لے جانے والے کو انعام دیا (ملاحظہ ہو مسند احمد)۔

❖ بچے کو یہ سمجھا دینا اور باور کرانا کہ وہ جو کچھ علمِ نافع پڑھ رہا اور مفید چیزیں سیکھ رہا ہے اگر یہ سب اچھی نیت اور نیک ارادے سے ہو تو اس کو عبادت گزاروں اور طویل نماز پڑھنے والوں کا سا اجر ملتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

((إنما الأعمال بالنيات ، و إنما لكل امرئ ما نوى)) . بخاری ومسلم — تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی ہو۔

اس حدیث سے فقہاءِ کرام نے یہ حکم نکالا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے عادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔

اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ جب بچے کو یہ معلوم ہوگا کہ اسے مطالعہ کرنے پر اجر ملے گا اور علم حاصل کرنے اور ثقافت و تہذیب سے آراستہ ہونے پر اللہ جل شانہ اس کو جزاءِ خیر عطا فرمائیں گے تو وہ بلا کسی سستی و کاہلی کے کلی طور پر پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے گا۔

❖ پرسکون، راحت بخش، صاف ستھری فضا، پیدا کرنا یعنی روشنی کافی ہو اور مناظر خوش کن ہوں اور سکون مکمل ہو اور سردیوں میں سردی سے بچانے کا مناسب بندوبست ہو اور گرمیوں میں گرمی سے بچانے کا مناسب انتظام ہو، یہ سب چیزیں مطالعہ پر متوجہ کرنے اور اس کا شوق دلانے اور اس کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

❖ بچے کے لیے مختلف قسم کی کتابیں مہیا کرنا خواہ یہ کتابیں گھر کے کتب خانے میں موجود ہوں یا مدرسے یا مسجد کے کتب خانے میں یا عام لائبریریوں میں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بچہ اپنے سامنے اپنی پسندیدہ مطلوبہ کتاب پائے گا خواہ وہ کتاب قصہ کہانی کی ہو یا شعر و شاعری کی یا تاریخ کی، یا اخلاق کی، تو وہ شوق سے اس کا مطالعہ کرے گا اور اس کتب خانہ کی طرف خوشی خوشی جائے گا۔

❁ اور اخیر میں یہ بات بھی بچے کے ذہن نشین کرا دینا کہ وقت تلوار کی طرح ہے اور فرائض و ذمہ داریاں وقت سے بہت زیادہ ہیں، اور انسان جو نہیں جانتا وہ اس سے زیادہ ہے جسے وہ جانتا ہے، اور دینِ اسلام مسلمان کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے فارغ وقت کو کام میں لگائے، اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم ایسی چیزوں کے حریص رہو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو (صحیح مسلم)۔

جیسا کہ آپ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ دنیا کی عزت اور آخرت کی کامیابی و نجات کو حاصل کرنے کے لیے فرصت کو غنیمت جانا جائے چنانچہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: اپنی زندگی کو موت سے پہلے، اور صحت کو بیماری سے پہلے، اور فراغت کو مشغول ہونے سے قبل، اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور مالداری کو فقر سے پہلے (ملاحظہ ہو مستدرکِ حاکم بسندِ صحیح)۔

اور اخیر میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مطالعے سے مطلوبہ فوائد اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے جب تک کہ درجِ ذیل طریقے اختیار نہ کیے جائیں:

۱۔ مطالعہ سے قبل نفسیاتی تیاری اور وہ اس طرح کہ نیت کا استحضار رہے کہ وہ مطالعہ اس لیے کر رہا ہے تاکہ ثقافتی و علمی طور پر کامل و مکمل بن جائے، اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے، اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے، اور اپنی امت و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔

۲۔ مطالعہ کے دوران ذہن کو مرکوز رکھا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی پڑھے اس وقت ذہن اور عقل و فہم کو حاضر رکھے تاکہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور سے یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ بھی سکے۔

۳۔ اہم عبارات اور بنیادی باتوں کے نیچے پینسل سے لکیر کھینچ دینا چاہیے تاکہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معانی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں اور یہ بنیادی باتیں اس کے دل میں بیٹھ جائیں۔

۴۔ اساسی و بنیادی عناصر کو پینسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہیے تاکہ ان عناصر کو اچھی طرح سے یاد رکھا جا سکے۔

۵۔ موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کے افکار کو ڈائری یا الگ کاپی میں کتاب کے نام اور صفحہ کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہیے۔ تاکہ اگر دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مرجع کی طرف رجوع کر سکے۔

۶۔ نوٹس اور یادداشتوں کے لکھنے کے لیے ایک الگ کاپی یا بڑا رجسٹر رکھنا چاہیے تاکہ احادیثِ مبارکہ، ادبی لطائف

اور حکیمانہ اشعار، تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل و فتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو بھلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

بلا شبہ یہ کاپی اور تذکرہ مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں بہت سی کتابوں سے منتخب کردہ نچوڑ ہوگا جو آئندہ علمی یا عملی زندگی میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کریں کہ آپ کے بچے اس کے عادی بنیں اور آپ ان کی رہنمائی اس جانب کرتے رہیں تاکہ آئندہ چل کر وہ عمل کرنے والے افراد اور تہذیب و تمدن سے آراستہ عناصر اور سمجھدار پختہ عقل قوم میں شمار ہوں جو اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

---

۹ ۔ بچے کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرانا | جن چیزوں کا اہتمام کرنے کو ہم اہم اور لازمی سمجھتے ہیں اور تربیت کرنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو مندرجہ ذیل حقائق سکھانے و سمجھانے کی ہمیشہ کوشش جاری رکھنا چاہیے:

الف ۔ (وہ مؤمن جماعت جس کی تربیت دارِ ارقم میں ہوئی تھی اور جس کے ذریعہ دینِ اسلام کو نصرت و فتح حاصل ہوئی وہ چند نوجوانوں کی جماعت تھی، چنانچہ بعثت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے تین سال چھوٹے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ستائیس سال تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے، اور یہی حال حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، الأرقم بن الأرقم، سعید بن زید، مصعب بن عمیر، بلال بن رباح اور عمار بن یاسر اور ان کے علاوہ دسیوں دوسروں تھا بلکہ ان کے علاوہ سینکڑوں دوسرے اور بھی تھے اور سب کے سب نوجوان تھے[1])۔

ب ۔ یہ نوجوان ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دعوت کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا تھا، اور یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ کے راستے میں بہت دردناک سزائیں، تکالیف اور عذاب دیے گئے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی راتوں کو دن سے ملا دیا، حتٰی کہ انہوں نے اپنی ان کوششوں سے اسلام کو پھلنے پھولنے اور جگہ بنانے کا موقعہ فراہم کیا، اور اس دین کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا، اور مسلمانوں کی حکومت و سلطنت صرف ایک رات و دن ہی میں قائم نہیں ہوئی تھی، اور نہ ان کی قیادت و حکومت ذرا سی دیر میں مستحکم ہوگئی تھی اور نہ ان کے سامنے دو بڑی عظیم حکومتوں میں فارس و روم نے فوراً گردن جھکائی تھی، اور نہ ان کا سایہ مشرق میں سندھ کے شہروں اور شمال میں بلادِ خزر و ارمینیہ و روس کے شہروں تک منٹوں میں پہنچا، اور نہ ان کے عدل و انصاف میں شام، مصر، برقہ، طرابلس و باقی افریقہ آناً فاناً داخل ہوگئے تھے، یہ سب کچھ ایک

---

[1] ڈاکٹر مصطفٰے سباعی مرحوم کی کتاب "السیرۃ النبویہ" (ص ۔ ۸۲)۔

دن ورات میں نہیں ہوا بلکہ یہ پینتیس سال کے عرصے میں ہوا تھا۔

بنو امیہ کے زمانے میں ان کی سلطنت اور پھیلی اور ان کا تسلط و عملداری سندھ کے علاقے اور ہند کے بڑے حصہ تک پہنچ گیا اور ترکستان بھی ان کے ماتحت آگیا، اور مشرق میں چین کی حدود تک اور مغرب میں اندلس تک پہنچ گئے اور پھر جب مسلمانوں کے ایک حکمران خلیفہ ہارون الرشید نے پوری دنیا کے لیے عالم اسلامی کی وسعت کی تصویر کشی کرنا چاہی تو سوائے اس کے اور کوئی جملہ نہیں پایا کہ انہوں نے بادل کے ایک ٹکڑے سے جو بغیر برسے ان کے پاس سے گزر گیا تھا مخاطب ہو کر کہا: تم جہاں چاہو جاکر برس لو اس لیے کہ تمہارا ٹیکس ہمارے پاس ہی لایا جائے گا[1]

ج ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا یہ پہلا قافلہ اور ان کے بعد آنے والے وہ حضرات تابعین جو ان کے نقش قدم پر چلے یہ سب کے سب عزت وعظمت اور بزرگی کی چوٹی پر دو عظیم باتوں کی وجہ سے پہنچے تھے:

۱۔ انہوں نے اسلام کو عقیدہ و افکار، قول و عمل اور تحقیق و تطبیق ہر اعتبار سے مضبوطی سے تھاما، اور اس کا بدلہ انہیں زبردست امداد، فتح مبین اور دین اور خدا کے دشمنوں پر شاندار کامیابی کی شکل میں ملا اس کے بغیر نہ فتح و نصرت ممکن ہے اور نہ یہ کہ عزت وسیادت کی لگام کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیں۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے فتح ہونے میں تاخیر محسوس کی تو حضرت عمرو بن العاص کو (جو اس لشکر کے قائد عمومی تھے) ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا:

حمد وثنا کے بعد، کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مصر فتح کرنے میں جو دیر لگ رہی ہے اس سے مجھے بہت تعجب ہے، آپ لوگ ان سے دو سال سے لڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم لوگوں نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کرلی ہیں۔ اور دنیا سے ویسی ہی محبت کرنا شروع کردی ہے جیسی محبت تمہارے دشمن کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد نہیں فرماتے مگر ان کی نیت کے سچے ہونے پر۔

اور اللہ تعالیٰ خلیفۂ عادل پر رحم کرے فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کی برکت سے عزت دی ہے لہٰذا ہم جب بھی اس چیز کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت دی تھی تو اللہ ہمیں ذلیل کردے گا (مستدرک حاکم)۔

۲۔ ان حضرات نے اپنی قربانیوں، جدوجہد، بہادری و شجاعت اور صبر کی طاقت کے ذریعے اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ ان کی فتوحات کا دائرہ مغرب کے اخیر تک پہنچ گیا۔ اور حضرت عقبہ بن نافع محیط اطلسی (سیاہ سمندر) کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے پانی میں گھس کر کہا: اے اللہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو آپ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے ساری دنیا فتح کرلیتا۔ اے اللہ آپ گواہ رہیے گا۔

ان کی فتوحات مشرق کے اخیر تک پہنچ گئیں، اور حضرت قتیبہ باہلی سرزمین چین میں داخل ہو گئے تو ان کے ایک ساتھی

---

[1] ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب "حتیٰ یعلم الشباب" (ص ۔ ۱۰۹)۔

نے ازراہِ شفقت انہیں متنبہ کرتے ہوئے کہا : اے قتیبہ آپ تو ترکیوں کے شہر میں گھس گئے اور حادثاتِ زمانہ کے دوش پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ تو حضرت قتیبہ نے ایمان سے سرشار ہو کر ان کو جواب دیا : اللہ کی مدد و نصرت پر کامل یقین کی وجہ سے آگے بڑھا ہوں ، اور جب وقت آجائے گا تو تیاری واحتیاط کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گی ، جو صاحب ان کو ڈرا رہے اور متنبہ کر رہے تھے جب انہوں نے ان کے عزم اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے پختہ ارادے کو دیکھا تو انہوں نے ان سے کہا : اے قتیبہ تم جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ اس لیے کہ یہ ایسا زبردست پختہ عزم ہے جسے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں روک سکتا ، اس قوتِ ایمانی اور عزمِ راسخ کے بغیر نہ روئے زمین کے ایک بالشت کا مالک بننا ممکن ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ عالم میں اللہ کے دین کی نشر واشاعت ہو۔

د ۔ آج کل کے ہم مسلمان اگر اپنے آباء اجداد کے اس نظام وطرز کو اختیار کرلیں جو انہوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا ، اور قربانی وجہاد اور صبر وتحمل ثابت قدمی وجوانمردی کے سلسلہ میں اپنے سلفِ صالح کے نقش قدم پر چلیں تو ان شاء اللہ ہمارے ہاتھوں بھی اسلام کو عزت نصیب ہوگی ، اور ہم اپنے دست وبازو سے مسلمان حکومت قائم کرلیں گے اور اللہ کی مدد و تائید سے عزت وعظمت اور دوام دوبارہ حاصل کرلیں گے ، اور ہم پھر سے وہ بہترین امت بن جائیں گے جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بھیجی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی انسان ہیں اور ہمارے سلف بھی انسان تھے اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کے عزم کی تعریف کی ہے چنانچہ فرمایا :

«رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا» ۔

الاحزاب ۔ ۲۳

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے سو ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ، اور کچھ ان میں کے راستہ دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے ذرا فرق نہیں آنے دیا ۔

اور فرمایا :

«رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ» ۔

النور ۔ ۳۷

ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ (خرید و) فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکاۃ دینے سے ، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی ۔

آج کے مسلم معاشرے کو اس سے کیا نقصان پہنچے گا کہ وہ ظاہری اعتبار سے مرد بن جائیں اور معنوی اعتبار سے پہاڑ ، اللہ رحم کرے شاعرِ اسلام محمد اقبال پر کہتے ہیں :

من ذا الذی رفع السیوف لیرفع اسمك	فوق هامات النجوم منارًا
کون ہے وہ جس نے آپ کا نام بلند کرنے کے لیے تلواریں	ستاروں کے سروں سے پر منارہ بنا کر بلند کر دیں
کانوا جبالاً فی الجبال وربما	ساروا علی موج البحار بحارًا
وہ پہاڑوں میں پہاڑ بن جاتے تھے اور لبا اوقات	وہ سمندروں کی موجوں پر سمندر بن کر چلے

۵۔ آج تمام عالم سرکش مادیت کی تاریکی میں سرگرداں ہے۔ اور آزادی و بے راہ روی کی کیچڑ میں الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اور ظلم و استبداد کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ اور افکار و آراء کی تاریکیوں میں پھڑپھڑا رہا ہے، اور یہ دیکھیے بڑی حکومتیں انسانی حضارت کو پھاڑ کھانے کے لیے اپنے وحشی پنجے گاڑ رہی ہیں، اور اپنی بغاوت و سرکشی اور وحشی پن سے انسانی قدر و قیمت اور شاندار کارناموں اور انبیاء و رسل کے پیغاموں کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ اور انسان کو غلام بنانے اور اس کو اس کی سرزمین سے نکالنے اور اس کے ملک کے منافع و فوائد حاصل کرنے اور اس کو اسکے بیوی بچوں، جوانوں بوڑھوں کے ساتھ ملک بدر کرنے کے لیے حملے کر رہی ہیں۔

ان حوادث و آفات اور پریشانیوں اور تباہیوں سے عالم اسلام کو کون بچائے گا؛ کون ہے جو انسانیت کو اس فکری انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی سے بچائے؟ کون ہے جو امن پسندوں کو سرکش مہلک دشمن سے بچائے؟ یا اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہیے کہ بچانے والی کشتی کون سی ہے؟ اور مصیبت سے امان کا کیا راستہ ہے؟

میری رائے میں اور اسی طرح بہت سے علماء، فلاسفہ و مفکرین کی رائے میں وہ روحانی اقدار اور معاشرتی و سیاسی نظام جو دینِ اسلام نے پیش کیا ہے یہی اس لائق ہے کہ تمام عالم کے لیے فکر و اصلاح اور بنیاد کی فراہمی میں امامت کا فریضہ انجام دے سکے تاکہ انسانیت زیغ و ضلال کی تباہی اور فساد و بے راہ روی کی ہلاکت آفرینیوں سے بچے۔

الیاس ابوشبکہ اپنی کتاب "روابط الفکر والروح بین العرب والفرنجۃ" میں لکھتے ہیں کہ: عربی تمدن و حضارت کا زوال اسپانیا و یورپ کے لیے ایک نحوست تھا، اس لیے کہ اندلس نے سعادت و نیک بختی عربوں کے سایہ میں ہی حاصل کی تھی، اور پھر جب عرب چلے گئے تو وہاں بجائے مال و دولت، حسن و جمال اور تر و تازگی کے تباہی و بربادی چھا گئی۔

انگریز فلسفی برنا ڈشا اپنا مشہور جملہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب بہت عزت و احترام کا مستحق تھا، اس لیے کہ اس میں حیران کن قوت پائی جاتی ہے۔ یہی ایک ایسا منفرد دین ہے جس میں زندگی کے مختلف اطوار کو ہضم کرنے کا ملکہ موجود ہے۔ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشریت و انسانیت کا نجات دہندہ کا لقب دیا جائے۔ اور اگر ان جیسا کوئی آدمی آج کے موجودہ عالم کی قیادت کی ذمہ داری سنبھال لے تو وہ اس دور کی تمام مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اور انگریز مؤرخ ویلز اپنی کتاب "ملامح تاریخ الانسانیۃ" میں لکھتے ہیں کہ یورپ اپنے دفتری و تجارتی قوانین کے

بڑے حصے کے اعتبار سے ایک اسلامی شہر ہے۔

لہٰذا آج کے دور کے لوگ اس بات کے مسئول ہیں کہ بشریت وانسانیت کو سرکش مادیت کی تاریکی اور تاریک اباحیت وآزادی کی موجوں اور تباہ کن جنگوں کی آندھیوں سے بچانے کے لیے اپنی اہم مسئولیت اور اپنا ترقی یافتہ کردار ادا کریں اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ساری دنیا میں ازسرِنو اسلام کا ابدی پیغام نہ پہنچایا جائے تاکہ خوشحالی، امن واستقرار تمام روئے زمین پر چھا جائے، اور انسانیت ایمان کے نور اور قرآن کریم کی شریعت سے منور ہوجائے۔

یہ شریعتِ اسلام ربانیت، عالمیت، عام وسب کو شامل ہونا، جود وعطا اور ابدی ہونے کے ساتھ متصف ہے۔

ربانیت سے اس لیے متصف ہے کہ یہ حکیم وحمید ذات باری تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔

عالمیت سے اس لیے متصف ہے کہ تمام افرادِ انسان کی شریعت وقانون ہے۔

سب کو عام وشامل اس لیے ہے کہ یہ زندگی کے تمام نظاموں کو پیش کرتی اور ان کے لیے محیط ہے۔

جود وعطا سے اس لیے متصف ہے کہ یہ تمام انسانوں کی ضروریات ہر دور میں اور ہر جگہ پوری کرتی ہے[۱]

ابدی اس لیے ہے کہ اس کی اصل اور طبیعت میں نمو وترقی ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

اور مسلمانوں کے فخر وشرف اور دوام کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

((كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ)) آل عمران: ۱۱۰

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے۔

اس لیے اس امت کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا چاہیئے تاکہ یہ دنیا کے سامنے اپنے بہادر عظیم آباء واجداد کے اخلاق، اور جوانمردی وبہادر قائدین کے عزم کے ساتھ باہر نکل کر آئے، اور جنگِ بدر، قادسیہ، یرموک اور حطین کی فتوحات اور اسلام کے پیغام اور قرآنِ کریم کے بنیادی اصولوں کو لے کر میدان میں آئے۔

لہٰذا مربیوں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں اور طلبہ کی نفوس میں یہ حقائق جاگزین کریں۔ اور ان کو یہ حقائق ومعانی ہر وقت سمجھائیں تاکہ وہ مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور مطلوبہ طریقے سے اپنے فریضے کو ادا کرسکیں۔

اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو عنقریب وہ اپنی اولاد کو ایسے سچے پکے داعی اور اسلام کے مخلص سپاہی پائیں گے جو اللہ کے سوا کسی سے خوف وڈر محسوس نہ کریں گے، اور اپنے رب کی دعوت کی تبلیغ کرتے ہوں گے، اور اس کے راستے میں ہر قسم کی تکلیف

---

[۱] ملاحظہ کیجیے ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" اور اس میں القرآن دستورنا کی بحث پڑھ لیجیے جہاں آپ کو اسلامی شریعت کی خصوصیات ومزایا کے سلسلہ میں کافی ووافی بحث مل جائے گی۔

پریشانی اور مصیبت کو برداشت کریں گے، اور اللہ نے چاہا تو انجامِ کار میں عظیم فتح اور شاندار عزت اور مطلوبہ کرامت کو حاصل کر لیں گے اور یہ سب اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

۱۰ - بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو جاگزین کرنا

وہ عظیم مسائل اور اہم امور جن کا مربی کو بہت اہتمام کرنا چاہیے اور ان کی طرف اپنی پوری توجہ مرکوز رکھنا چاہیے ان میں سے بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو عمیق کرنا اور عزم و صبر کے معانی اس کی فکر و قلب اور احساسات میں راسخ کرنا بھی ہے اور خاص کر اس ہمارے دور میں جس میں اسلامی ممالک سے اسلام کا حکم ختم ہو گیا ہے، اور اسلامی عزت کا سورج اس دنیا سے غروب ہو گیا ہے، اور سرداری سرکشوں کے قبضے میں آگئی ہے، اور اسلامی ممالک میں حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جن کا اس کے سوا اور کوئی مقصد اور غرض نہیں ہے کہ وہ اسلام اور خدا کے دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب بنائیں، چاہے یہ منصوبے کمیونسٹوں کے ہوں یا سوشلسٹوں کے، خواہ یہودیوں کے ہوں یا عیسائیوں کے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلافتِ اسلامیہ کو ختم کر دیا گیا اور سرکش مادیت کی موجوں اور اباحیت و آزادی و بے راہ روی کی آندھیوں کے جھکڑوں اور گمراہ کن عقائد اور ملحدانہ فکری جنگ کی لہروں نے معاشروں کے معاشروں کو اکھاڑ پھینکا، اور اسلامی ممالک ہر شخص کے لیے لقمۂ تر اور ہر کس و ناکس کے لیے مطمحِ نظر بن گئے ہیں۔

اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کی تلقین کریں اور ان کی نفوس میں جہاد کی روح راسخ کر دیں، تاکہ وہ اپنی جد و جہد اور جہاد کے ذریعے اسلام کی عزت اور مسلمان کی عظمت دوبارہ واپس لے سکیں۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کی وہ روح بچوں کی نفوس میں جاگزین کرنے اور اس کے معانی ان کے جوارح و اعضاء اور ماحول میں راسخ کرنے کے وہ مراحل کیا ہیں جنہیں مربیوں کو اپنے بچوں کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے؟

میرے خیال میں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نقاط مفید ہوں گے:

۱- بچے کو ہمیشہ یہ احساس دلانا کہ اسلامی شان و شوکت اور اسلامی عظمت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے کوشش و محنت نہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

« يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ	اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے
دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ	تو اللہ عنقریب لائے گا ایسی قوم کو اللہ ان کو چاہتا ہے
وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ	اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست
عَلَى الْكٰفِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ	ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے

اللهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ)) المائدہ ۵۴ — نہیں کسی کے الزام سے۔

۲۔ بچے کو ہمیشہ یہ بات باور کرانا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مختلف قسمیں ہیں:

❁ مالی جہاد: جس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے مال خرچ کیا جائے یہی وہ حساس رگ ہے ہر اس جہاد کے لیے جو امتِ مسلمہ زندگی میں کرتی ہے خواہ یہ جہاد تبلیغی ہو یا تعلیمی، اور خواہ یہ سیاسی جہاد ہو یا جنگی۔ ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ)). التوبہ۔ ۱۱۱ — اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اور فرمایا:

((اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ)). التوبہ۔ ۴۱ — نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں۔

ترمذی ونسائی درجِ ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

((من أنفق نفقة في سبيل الله كتبت له بسبعمائة ضعف)). — جو شخص اللہ کے راستے میں کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کو سات سوگنہ ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری ومسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں:

((من جهز غازيًا في سبيل الله فقد غزا، ومن خلف غازيًا في أهله فقد غزا)). — جو شخص کسی غازی کو اللہ کے راستے کے لیے سازوسامان سے تیار کرتا ہے تو گویا اس نے خود جنگ کی، اور جو شخص کسی غازی کے گھر بار کی دیکھ بھال کرتا ہے تو گویا اس نے خود جنگ کی۔

❁ تبلیغی جہاد: اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اسلام کی تبلیغ کی جائے اور کافروں، منافقوں، ملحدوں اور منحرف لوگوں پر یہ حجت و دلیل قائم کی جائے کہ دعوتِ اسلام حق ہے۔

((وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝)). التوبہ۔ ۷۱ — اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکاۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اور فرمایا:

«الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○» . الاحزاب۔۳۹

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اللہ کے پیامات پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے اور بجز اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب کے لیے کافی ہے۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

«نضر الله امرأ سمع منی شیئاً فبلغه کما سمعه فرب مبلغ أوعی من سامع» .

ترمذی و مسندِ احمد و ابن حبان

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ (خوش وخرم) رکھے جو مجھ سے کوئی بات سنے اور اسے ویسے ہی پہنچا دے جیسے اس نے سنی اس لیے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک وہ بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من دعا إلی هدی کان له من الأجر مثل أجور من اتبعه لا ینقص ذلك من أجورهم شیئاً» . صحیح مسلم و اصحابِ سنن

جو شخص کسی ہدایت (اچھی بات) کی طرف بلاتا ہے اسے اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا ان لوگوں کو ملتا ہے جو اس کی پیروی و اتباع کرتے ہیں اور اس سے ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

❁ تعلیمی جہاد: اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو علمی و ثقافتی و فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا صحیح کلی تصور پیش کیا جائے:

«وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ» . التوبہ۔۱۲۲

اور مسلمان ایسے تو نہیں کہ سارے کوچ کریں سو کیوں نہ نکلا ان کے ہر فرقے میں سے ان کا ایک حصہ، تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ اپنی قوم کو خبر پہنچائیں جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف۔

اور طبرانی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«تناصحوا فی العلم فإن خیانة أحدکم فی علمه أشد من خیانته فی ماله وإن الله مسائلکم» .

علم کے بارے میں خیر خواہی و نصیحت کرتے رہا کرو اس لیے کہ تم میں سے کسی شخص کی اپنے علم میں خیانت کرنا مال میں خیانت سے زیادہ بری چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرے گا۔

٭ ٭ ٭

اور ابوداؤد و ترمذی درجِ ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«من سئل عن علم فکتمه ألجم بلجام

جس شخص سے کسی علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے

من نار یوم القیامة)). | اسے چھپایا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

٭ ٭ ٭

سیاسی جہاد : اور وہ اس طرح کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی اساس اور عمومی محیط قواعد کے مطابق اسلامی حکومت قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ نظام حکومت میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی ہو:

((وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ)). المائدہ ۔ ۴۹ و ۵۰

اور یہ فرمایا کہ حکم کیجیے ان میں اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا اور مت چلیے ان کی خوشی پر اور بچتے رہیے ان سے کہ آپ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے آپ پر اتارا پھر اگر نہ مانیں تو آپ جان لیجیے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ ان کو پہنچائے کچھ سزا ان کے گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان، اب کیا کفر کے وقت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہے یقین کرنے والوں کے واسطے۔

اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے قبل اللہ نے کسی امت میں کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے کچھ ساتھی وحواری اس کی امت میں سے ہوا کرتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے، اور اس کے حکم کی اقتدا کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آجاتے تھے جو ایسی باتیں کہتے تھے جو خود نہیں کرتے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا لہٰذا جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے، اور اس کے بعد ایمان کا رائی کے برابر بھی کوئی حصہ نہیں ہے۔

جنگی جہاد : اور وہ اس طرح کہ ہر انسان ایسے سرکش کے سامنے اپنی پوری جدوجہد صرف کرے جو اللہ جل شانہ کے کسی حکم اور اس کی دعوت و پیغام کے زمین میں پھیلانے کے درمیان دشوار گزار گھاٹی بن کر کھڑا ہو جائے، خواہ اس قسم کے طاغوت و سرکش دارالاسلام میں ہوں، یا دارالکفر و دارالحرب میں

((وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ)). الانفال ۔ ۳۹

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا۔

نیز ارشاد فرمایا:

((قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا | لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ))۔ التوبہ - ۲۹

کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا، اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہلِ کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

اسی بات کو حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر ذکر کیا تھا جب مسلمانوں کا اہلِ فارس سے مقابلہ تھا تو انہوں نے فارس کے قائد رستم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے، تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے اللہ کی عبادت کی طرف، اور دنیا کی تنگی سے فراخی کی طرف، اور مذاہب و ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف نکالیں۔

مربی جب بچے کو جہاد کا یہ مفہوم محسوس کرا دے گا۔ اور اس کی اقسام و انواع اور اس سے متفرع ہونے والی اقسام بتلا دے گا تو پھر بچہ مکمل عزم و قوت کے ساتھ جہاد کی طرف بڑھے گا، اس لیے کہ جہاد دعوت کے ہر عمل کو محیط ہے بشرطیکہ نیت اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا اور روئے زمین پر اس کے دین کو پھیلانا ہو۔[1]

۳۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بچوں کے بہادری کے کارنامے و مواقف بچوں کے سامنے ہمیشہ بیان کرتے رہنا تاکہ وہ ان کی اقتدا کریں اور ان کے طرز و طریقے کے مطابق چلیں اور لیجیے ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں:

الف - جب مسلمان جنگِ احد کے لیے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے جسے چھوٹا سمجھا اسے واپس کر دیا، جن حضرات کو واپس کیا گیا ان میں حضرت رافع بن خدیج و حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما بھی تھے پھر آپ نے حضرت رافع کو اس لیے اجازت دے دی کہ ان کے بارے میں آپ کو یہ بتلایا گیا کہ یہ اچھے تیر انداز ہیں، یہ دیکھ کر حضرت سمرہ رونے لگے اور اپنے سوتیلے باپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع کو تو اجازت دے دی ہے اور مجھے واپس کر دیا ہے حالانکہ میں تو ان کو پچھاڑ دیتا ہوں، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان دونوں کو کشتی کرنے کا حکم دیا، اور حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ غالب آ گئے تو آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔

ب - جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا چاہی تو دونوں حضرات غارِ ثور میں تین دن تک مقیم رہے، اور حضرت ابو بکر کی صاحبزادیوں حضرت عائشہ و حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے دونوں حضرات کے لیے زادِ راہ تیار کیا، اور حضرت اسماء نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے کھانے کے تھیلے کے منہ کو باندھ دیا، اسی لیے ان کا نام "ذات النطاقین" یعنی دو ازار بند والی پڑ گیا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ مکہ کی خبریں ان دونوں حضرات تک پہنچاتے تھے، چنانچہ وہ قریش کے جس منصوبے یا خطرناک پروگرام کو سنتے وہ

---

[1] مربی محترم! ہماری کتاب "حتی یعلم الشباب" ملاحظہ فرما لیجیے، وہاں آپ کو جہاد کے مفہوم اور اس کی مختلف اقسام و انواع پر وافی شافی بحث ملے گی۔

یاد رکھ کر رات کو ان دونوں حضرات کو بتلا دیا کرتے تھے، اور یہ رات کو ان حضرات کے ساتھ رہتے بھی تھے اور سحر کے وقت یہاں سے واپس ہو جاتے تھے، اور صبح مکے کے قریش کے ساتھ کرتے اور یہ ظاہر کرتے گویا کہ انہوں نے رات مکہ میں ہی گزاری ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ حضرت عائشہ و حضرت عبداللہ اس وقت نابالغ تھے۔

ج۔ کتبِ تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک مؤمن لڑکا اپنے والد سے یہ درخواست کرتا تھا کہ وہ اسے اطرافِ عالم میں جانے اور دوڑ دھوپ کی اجازت دے دیں تاکہ وہ عزت و کرامت کی چوٹی پر پہنچ جائے ؎

اقذف السرج علی المـ ـهر وقرطه اللجاما

زین گھوڑے پر کس دیجیے اور اس کو لگام لگا دیجیے

ثم صبّ الدرع فی رأ سی وناولنی الحساما

پھر میرے سر پر زرہ ڈال دیجیے اور مجھے تلوار دے دیجیے

فمتی أطلب إن لم أطلب الرزق غلاما

اگر میں نے آج نوعمری میں روزی کمانے کی کوشش نہ کی تو پھر میں کب کوشش کروں گا

ساجوب الأرض أبغیـ ـه حلالاً لا حراما

میں زمین کو قطع کروں گا رزقِ حلال کی تلاش میں نہ کہ حرام کے لیے

فلعل الظعن ینفی الفـ ـقر أو یدنی الحماما

ممکن ہے سفر کرنا فقر و فاقہ کو دور کر دے یا پھر موت کو قریب کر دے

اور اس قسم کی مزید اور مثالیں جو صاحب دیکھنا چاہیں انہیں چاہیے کہ اس کتاب کی قسمِ ثانی کی "خوف کی عادت" کی بحث ملاحظہ فرمالیں وہاں کافی شافی بحث مل جائے گی۔

۴۔ بچے کو سورۂ انفال، سورۂ توبہ اور سورۂ احزاب یاد کرانا اور اس کے علاوہ جہاد کے متعلق قرآنِ کریم کی دوسری اور آیات اور ان کا شانِ نزول اور ان کے معانی کی شرح، اور شجاعت کے ان مواقف کا بیان کرنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر و خندق و حنین وغیرہ میں اختیار کیے تھے، اس لیے کہ واقعتہً یہ ایسے موقف ہیں جو احساسات و شعور حرکت میں لے آئیں گے اور اس کو ایسا جری و بہادر و آگے کی طرف بڑھنے والا انسان بنا دیں گے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا بلکہ کلیتہً جہاد کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اللہ کے راستے میں شہادت کی اسی طرح تمنا کرے گا جس طرح اس کی تمنا اسکے آباء و اجداد اس سے قبل کر چکے ہیں۔ اور ان سے قبل اس کی تمنا اس اُمتِ محمدیہ کے پہلے قافلہ والے کر چکے ہیں۔ جو مفصل طریقے سے تاریخ کے صفحات میں مرقوم ہے[1]۔

---

[1] مربی کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے مولانا یوسف کاندھلوی کی "حیاۃ الصحابہ" اور نثار کی کتاب "شہداء الاسلام فی عصر النبوۃ" پڑھا کرے۔

۵۔ بچے میں قضاء وقدر کے عقیدہ کو راسخ کرنا تاکہ اس کو جو مصیبت پہونچے وہ یہ یقینِ کامل رکھے کہ وہ اس سے دور نہیں ہو سکتی تھی اور جو چیز اس کو نہ مل سکی وہ اسے قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اگر ساری اُمت بھی مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تب بھی اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے۔ اور اگر سب کے سب لوگ مل کر اس کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو اس کو صرف اتنا ہی نقصان پہونچا سکتے ہیں جو اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب ان کا وقت مقررہ آجائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی آگے ہوگا نہ پیچھے۔ اور صرف اللہ سبحانہ ہی زندہ کرنے اور مارنے والے اور عزت وذلت دینے والے اور نفع ونقصان پہنچانے والے اور گرانے اور اُٹھانیوالے ہیں۔ انہی کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی کنجی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

ان معانی کے سلسلے میں سلف صالحین نے جو اشعار کہے ہیں ان سے استشہاد کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا ۔

أی یومیّ من الموت أفر — یوم لا یقدر أم یوم قدر

میں اپنی موت کے کون سے دو دنوں سے بھاگتا ہوں — اس دن سے جو مقرر نہیں کیا گیا یا اس دن سے جو مقرر کر دیا گیا ہے

یوم لا یقدر لا أرهبه — ومن المقدور لا ینجو الحذر

جس دن موت مقرر نہیں ہے اس سے میں ڈرتا نہیں ہوں — اور جو دن مقرر ہے اس سے احتیاط کرنا بچا نہیں سکتا

إذا غامرت فی شرف مروم — فلا تقنع بما دون النجوم

جب تم مطلوب عزت وشرف حاصل کرنے کے لیے چھلانگ لگا دو — تو پھر ستاروں سے کم پر اکتفا نہ کرنا

فطعم الموت فی أمر حقیر — کطعم الموت فی أمر عظیم

موت کا مزہ حقیر و معمولی کام میں — ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ موت کا مزہ عظیم امر میں

أقول لها وقد طارت شعاعاً — من الأبطال ویحك لن تراعی

میں اپنے نفس کو جب وہ بہادروں کے خوف سے گھبرانے لگتا ہے — کہتا ہوں تجھ پر افسوس ہے مت ڈر اور مت گھبرا

فإنك لو سألت بقاء یوم — علی الأجل الذی لك لن تطاعی

اس لیے کہ تو اگر اپنے مقرر وقت سے ایک دن — زیادہ زندہ رہنے کا سوال کرے گا تو تیری بات نہیں مانی جائے گی

فصبراً فی مجال الموت صبراً — فما نیل الخلود بمستطاع

لہٰذا موت کے میدان میں بار بار صبر سے کام لے — کیونکہ ہمیشہ کی زندگی کسی کے بس کی بات نہیں

اے مربیانِ کرام! بچے میں جہاد کی روح راسخ وعمیق کرنے کے اہم نقاط و مراحل یہ تھے، اس لیے آپ اُن کو اختیار کریں اور اپنے بچوں کو ان کی تلقین کریں تاکہ وہ جب جوانی کی عمر کو پہنچیں اور جہاد کے لیے پکارنے والا پکارے تو وہ عزت وکرامت کے میدان میں بہادری و بے باکی سے مجاہد بن کر نکلیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، اور پھر وہ ہر وقت مسلح و تیار رہیں گے اور جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ سے قطعاً پیچھے نہ رہیں گے، جب تک کہ وہ یہ نہ دیکھ لیں کہ اسلام کا جھنڈا سربلند ہوگیا ہے۔ اور فتح کا جھنڈا لہرانے لگا ہے، اور اس روز مؤمن اللہ کی مدد و نصرت سے خوش ہوں گے۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

خاتمہ

اس کتاب "اسلام اور تربیتِ اولاد" میں اس سے قبل ہم نے جو تفصیلی بحث کی ہے، اس سے بلاکسی شک وشبہ کے آپ کے سامنے نہایت واضح طور سے یہ بات آگئی ہوگی کہ دینِ اسلام کا بچے کی ایمانی واخلاقی تیاری اور نفسیاتی و عقلی تعمیر اور جسمانی ومعاشرتی تربیت کے سلسلہ میں اپنا کامل ومکمل منہج ونظام اور ممتاز طریقہ اور منفرد اسلوب ہے تاکہ وہ بچہ مستقبل میں ایک متوازن قسم کا صحیح، نیک صالح انسان بنے، جو ایک عظیم عقیدہ، اخلاق وپیغام کا مالک ہو، اور ذمہ داریوں کو سنبھالے اور ان کا بوجھ اٹھائے، اور آخر کار اصل مقصد وغایت یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات کو حاصل کرلے۔

علماءِ اخلاق واجتماع اور تربیت وتعلیم کے افراد کا اس پر تقریباً اجماع واتفاق ہے کہ مربی خواہ معلم ہو یا باپ یا ماں یا پیر مرشد جب وہ اپنی پوری کوشش صرف کرے گا اور اس ربانی نظام کو نافذ کرنے کا پورا اہتمام کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اور اس نظام کی تطبیق کی کوشش کرے گا جس کے اصول وفروع شریعتِ اسلام سے لیے گئے ہیں، تو یہ یقینی بات ہے کہ بچہ ایمان وتقویٰ میں نشوونما پائے گا، اور فضیلت واخلاق میں تدریجاً آگے بڑھتا رہے گا، اور معاشرے کے سامنے اس بہترین شکل وصورت میں آئے گا جس میں پختہ عقل، کامل اخلاق، ومتوازن کردار اور اچھے معاملے والا اور بہترین سیرت اور اچھے رہن سہن کا مالک انسان ظاہر ہوتا ہو۔

لیکن بعض مربی ووالدین اپنے بچوں کے انحراف یا ان کی سرکشی ونافرمانی کی جو شکایت کرتے ہیں تو اس کا اصل سبب خود وہی ہیں۔

آپ تبلائیے کہ بچے کی حالت ایسی صورت میں کب درست ہوسکتی ہے جب باپ اس کو گندے اور برے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیتا ہو؟

اور بچے کا ایمان کس طرح سالم رہ سکتا ہے جب باپ بچے کو کسی ملحد تنظیم یا لادینی جماعتوں کے ساتھ وابستہ دیکھ کر تسامح کرلیتا ہو؟

اور عمومی طور سے بچہ کیسے صحیح اور سیدھا ہوسکتا ہے جب کہ مربی نے اسلام کے تربیتی اور شخصیت ساز نظام اور بچوں کی ذہن سازی کے نظام پر عمل نہ کیا ہو؟

اور حضرت عمر نے اس وقت کتنا اچھا کیا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ایک باپ نے اپنے بچے کے حق کو پورا نہیں کیا اس معنی کر کہ اس کی ماں کا صحیح انتخاب نہیں کیا، نہ اس کا اچھا نام رکھا نہ اسے قرآنِ کریم کی تعلیم دی، تو حضرت عمر نے ان صاحب سے فرمایا: تم میرے پاس اپنے بیٹے کے نافرمان ہونے کی شکایت لائے ہو، حالانکہ تم نے اس کی نافرمانی اس وقت کی تھی جب اس نے تمہاری نافرمانی نہیں کی تھی، اور تم نے اس کے ساتھ اس وقت برا سلوک کیا تھا جب اس نے تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کیا تھا۔

لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ کو ہی بچے کے انحراف ونافرمانی کا اصل ذمہ دار ٹھہرایا، اس لیے کہ اس نے اپنے بچے کی صحیح تربیت نہیں کی، لیکن بعض والدین جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بچوں کی تربیت وادب سکھانے کی پوری کوشش کر لی لیکن ان کی اولاد پھر بھی نافرمان وخراب نکلی، یہ فضول وبے کار دعویٰ ہے، اس لیے کہ اگر ہم اس کا سبب تلاش کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اصل سبب والدین خود ہی ہیں، یا تو اس لیے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو صحیح نمونہ فراہم نہیں کیا اور ان کو خراب وغلط نمونہ دیا، اور یا اس لیے کہ انہوں نے اسلام کا تربیتی نظام اختیار نہیں کیا، یا انہوں نے کوئی ایسا حق چھوڑ دیا جو اسلام نے ان پر لازم اور فرض کیا تھا۔

اسی طرز کا وہ واقعہ ہے جو ادب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دیہاتی نے اپنے بچوں کی نافرمانی کی شکایت کی اور اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں پایا کہ ان کی مذمت درجِ ذیل اشعار سے کرے ؎

إن بنيّ كلهم كالكلب	أبرهم أولاهم بسبي
میری اولاد سب کی سب کتے کی طرح ہے	ان میں سب سے فرمانبردار وہ ہے جو مجھے سب سے زیادہ گالی دیتا ہے
لم يغن عنهم أدبي وضربي	ولا اتساعي لهم ورحبي
میرے نہیں تعلیم اور ادب دینے اور مارنے نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا	اور نہ ان کے ساتھ نرم برتاؤ اور وسعتِ ظرفی نے
فليتني مت بغير عقب	أوليتني كنت عقيم الصلب
پس کاش کہ میں بغیر اولاد کے مرجاتا	یا کاش میں بانجھ ہوتا

اور کسی کو کیا معلوم ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اعرابی خود اپنے والد کی نافرمانی کرتا ہو جس کا انتقام اللہ نے اس سے اس طرح لیا کہ اس کی اولاد نے اس کی نافرمانی کی؛ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((البر لا يبلى والذنب لا ينسى والديان	نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا اور بدلہ لینے
لا يموت، فكن كما شئت فكما تدين	والی ذات مرے گی نہیں، لہٰذا تم جیسے چاہے بن جاؤ
تدان)). ابونعیم ودیلمی وابنِ عدی	تم جیسا کرو گے تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا۔

اور طبرانی وحاکم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((برّوا آباءكم تبرّكم أبناؤكم، وعفوا تعف نساؤكم)). تم اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کرے گی اور تم پاک دامن رہو تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔

٭ ٭ ٭

کبھی اس قاعدہ کے خلاف بھی ہو جاتا ہے اور مربی اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے اور اسلامی تربیت کے تمام طریقے اختیار کرتا ہے لیکن پھر بھی اولاد بگڑ جاتی اور منحرف ہو جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے ہمیں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس نے ہدایت اور نبوی تربیت کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور بڑا بنا تکبر کیا، اور کافروں کا ساتھی بن گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسے بھی پکڑ کر غرق کر دیا اور سارے کے سارے کافر ڈبو دیے گئے۔

ایسی صورت میں مربی اللہ کے دربار میں معذور سمجھا جائے گا اس لیے کہ اس نے اپنی تمام ذمہ داری پوری کر دی اور اپنے مُفوضہ واجبات و فرائض ادا کر دیے۔

اور اخیر میں اے مربی محترم! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیجیے کہ آپ اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس اسلامی طریقے اور نظام پر عمل پیرا ہوں گے، اور ہمت سے کام لیجیے، اور ہر ہر مرحلہ اور ہر ہر پہلو میں اپنے فریضہ کو ہر اعتبار سے نہایت چابکدستی سے ادا کیجیے، آپ نے اگر ایسا کر لیا تو آپ دیکھیں گے ــــــــــ

ــــــــ کہ آپ کی اولاد اصلاح کے سورج، اور ہدایت کے چاند، اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتے ہوں گے، بلکہ ان کی نفوس کی صفائی اور دلوں کی طہارت اور اچھے اخلاق اور عمدہ معاملہ اور بردباری اور اچھی معاشرت کی وجہ سے ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قوم اسلام کو عقیدہ و عمل میں لازم پکڑ لے اور اس کی تعلیمات پر احکام و نظام کے اعتبار سے عمل پیرا ہو جائے تو وہ پہلے زمانے کے لوگوں کی طرح عزت و بزرگی و بلندی کی راہ پر گامزن ہوگی۔ اور عالم میں ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط حکومت قائم کرے گی جو عزت و عظمت میں دوسری بڑی حکومتوں کا مقابلہ کرے گی بلکہ دوسری تمام قومیں اس کی ہیبت اور عظیم سلطنت کی وجہ سے اس کے سامنے گردن جھکا دیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

اے مربی محترم! بات یہ ہے کہ اس امت کے اخیر دور کے لوگ بھی اس چیز سے ٹھیک ہو سکتے ہیں جس سے اس امت کے پہلے لوگ ٹھیک ہوئے تھے، چنانچہ اگر پہلے حضرات اسلامی نظام کو نافذ کر کے اور اس کی عملی تطبیق سے کامیاب ہوئے تھے اور سیادت و فتح و نصرت کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے تو اسی طرح اس امت کے اخیر کے لوگ بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی نظام کو نافذ نہ کریں اس کی عملی تطبیق نہ کریں، یہی ان کے لیے سیادت و قیادت، فتح و نصرت کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فرماتے ہیں:

ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے ہم جب بھی اس کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت بخشی ہے تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا (مستدرک حاکم)۔

اور بالکل سچ فرمایا ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

((... ولا حکم أمراؤهم بغير ما أنزل الله إلا سلط عليهم عدوهم فاستنفدوا بعض ما في أيديهم، وما عطلوا كتاب الله وسنة نبيه إلا جعل الله بأسهم بينهم)).

بیہقی وحاکم

اور فیصلہ نہیں کیا ان کے امراء نے اللہ کے نازل کردہ (قرآن وسنت) کو چھوڑ کر مگر یہ کہ اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا، اور انہوں نے ان کے پاس جو تھوڑا بہت تھا وہ چھین لیا، اور نہیں معطل کیا لوگوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو مگر یہ کہ اللہ نے ان کو آپس میں لڑا دیا۔

سیادت ونصرت تک پہنچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح سے ابتدا کریں، پھر اپنے خاندان کی اصلاح کریں، اور خاندان کے افراد کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ہم اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لیے اسلامی نظام وطریقے کو نہ اپنائیں، اس لیے کہ فرد کی اصلاح خاندان کی اصلاح کا ایک قدرتی وطبیعی ذریعہ ہے، اور پھر اس کا اثر یہ ہوگا کہ معاشرے کی اصلاح ہوجائے گی اور پھر اسلامی معاشروں میں مسلمان مخلصین ومجاہدین کی ایک مضبوط جماعت تیار ہوجائے گی جن کے ذریعے اسلامی حکومت قائم ہوگی، اور ان کے مضبوط عزائم سے مسلمانوں کو عزت وشوکت نصیب ہوگی۔

اے والدین اور اے تربیت کرنے والو! یہ ہے بچوں کی تربیت کا اسلامی نظام اور ان کی اصلاح وہدایت کا صحیح راستہ، لہٰذا آپ اپنی ذمہ داریاں پوری کیجیے، اور اپنے فرائض ادا کیجیے، تاکہ مسلمان معاشرے میں آپ کی اولاد اور خاندانوں کی اصلاح متحقق ہوسکے، اور امتِ محمدیہ میں جہاد وفتح کے لشکر تیار ہوں، اور وہ پورے عالم کو گمراہی، جاہلیت اور مادیت سے بچانے اور حق کے نور اور اسلام کے پیغام کی جانب ہدایت دینے میں اپنا کردار ادا کرسکیں:

((وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)) التوبة: ۱۰۵

اور آپ کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان، اور تم جلد لوٹا دیے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ جتادے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے۔

قرائے کرام سے یہ درخواست ہے کہ مصنف (و مترجم) کو دعاؤں میں یاد رکھیں، شاید اللہ جل شانہ کے دربار میں دعا ہی کام آجائے۔

اور اللہ تعالیٰ میرے والد حاجی سعید علوان (اور مترجم کے والد حکیم محمد مختار حسن رحمہ اللہ) پر رحم کرے جن سے علم اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں لگائے ہوئے پودوں میں سے ایک پودا میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، اور ان کو اپنی وسیع جنت میں جگہ عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے ساتھ انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کے مجمع میں اپنے یہاں یکجا فرمائے، ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی عمدہ واچھی رفاقت ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين.

فرغت من ترجمته صبيحة يوم الخميس ٧-٥-١٤٠٧ھ الموافق ٨-١-١٩٨٧م ساعة تسعة لصف بدار التصنيف، والحمد لله أولاً وآخراً والصلاة والسلام على حبيبه ونجيه وصفيه دائماً أبداً سرمداً۔

اہم مراجع و مصادر

نام کتاب	مصنّف
۱۔ قرآنِ کریم	
۲۔ المرشد لآیات القرآن الکریم	محمد فارس برکات
۳۔ الجامع لأحکام القرآن الکریم	ابوعبداللہ محمد القرطبی
۴۔ تفسیر ابن کثیر	ابوالفداء اسماعیل بن کثیر
۵۔ فی ظلال القرآن الکریم	سیّد قطب
۶۔ تفسیر آیات الأحکام	شیخ محمد علی الصابونی
۷۔ تفسیر آیات الأحکام	محمد علی السایس
۸ أحکام القرآن الکریم	ابوبکر الجصاص
۹۔ أحکام القرآن الکریم	ابوبکر محمد المعروف بابن العربی
۱۰۔ صفوة البیان فی تفسیر القرآن	محمد حسنین مخلوف
۱۱۔ الترغیب والترہیب	عبدالعظیم المنذری
۱۲۔ فیض القدیر	علامہ مناوی
۱۳۔ نیل الأوطار	محمد شوکانی
۱۴۔ سبل السلام	صنعانی
۱۵۔ فتح الباری فی	حافظ ابن حجر العسقلانی
۱۶۔ ریاض الصالحین	امام نووی
۱۷۔ کشف الخفاء	اسماعیل عجلونی
۱۸۔ حیاة الصحابہ	محمد یوسف کاندھلوی تحقیق محمد علی دولة
۱۹۔ صفوة الصفوة	ابن الجوزی تحقیق الدکتور قلعہ جی والفاخوری

مصنف	نام کتاب
عبداللہ سراج الدین	۲۰۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی	۲۱۔ فقہ السیرۃ
ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی	۲۲۔ السیرۃ النبویۃ
کمال الدین ابن الہمام الحنفی	۲۳۔ شرح فتح القدیر
علاء الدین الکاسانی	۲۴۔ بدائع الصنائع
ابن قدامۃ تحقیق محمود عبدالوہاب فاید	۲۵۔ المغنی
علامہ ابن عابدین	۲۶۔ حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار
عبدالرحمٰن الجزیری	۲۷۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ
علی القاری تحقیق الشیخ عبدالفتاح أبوغدہ	۲۸۔ فتح باب العنایۃ
حجۃ الاسلام الغزالی	۲۹۔ إحیاء علوم الدین
محاسبی تحقیق الشیخ أبوغدہ	۳۰۔ رسالۃ المسترشدین
حمد بن قدامۃ المقدسی	۳۱۔ مختصر منہاج القاصدین
عبداللہ بن مبارک	۳۲۔ کتاب الزہد والرقائق
محمد بن قیم الجوزیہ	۳۳۔ تحفۃ المودود بأحکام المولود
احمد عبدالغفور العطار	۳۴۔ آداب المتعلمین
قابسی، ڈاکٹر أحمد فؤاد الاہوائی	۳۵۔ التربیۃ الاسلامیۃ
ڈاکٹر محمد اسعد طلس	۳۶۔ التربیۃ والتعلیم فی الإسلام
محمد عطیۃ الابراش	۳۷۔ التربیۃ الإسلامیۃ
″ ″ ″	۳۸۔ التربیۃ الإسلامیۃ وفلاسفتہا
ڈاکٹر محمد امین المصری	۳۹۔ وسائل التربیۃ الإسلامیۃ
عبدالرحمٰن النحلاوی	۴۰۔ أسس التربیۃ الإسلامیۃ
ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز	۴۱۔ مبادئ علم الأخلاق
ڈاکٹر یوسف القرضاوی	۴۲۔ الحلال والحرام
ڈاکٹر یوسف القرضاوی	۴۳۔ الإیمان والحیاۃ

نام کتاب	مصنف
۴۴۔ دروس النکبۃ الثانیۃ	ڈاکٹر یوسف القرضاوی
۴۵۔ المجتمع المتکافل فی الإسلام	ڈاکٹر عبدالعزیز الخیاط
۴۶۔ عمل المسلم فی الیوم واللیلۃ	محمد طارق محمد صالح
۴۷۔ حدیث الإسلام	محمد مصطفیٰ ابی العلاء
۴۸۔ العدالۃ الاجتماعیۃ	مرحوم سید قطب
۴۹۔ الإسلام والسلام العالمی	سید قطب
۵۰۔ أخلاقنا الاجتماعیۃ	ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی
۵۱۔ عظمائونا فی التاریخ	"
۵۲۔ ھکذا علمتنی الحیاۃ	
۵۳۔ کیف تدعو إلی الإسلام	فتحی یکن
۵۴۔ مشکلات الدعوۃ والداعیۃ	"
۵۵۔ محاضرۃ "الرسول المعلم"	شیخ ابوغدہ
۵۶۔ الشیوعیۃ والإسلام	عقاد وعطار
۵۷۔ المشکلات النفسیۃ	ڈاکٹر نبیہ الغبرہ
۵۸۔ مکائد یہودیۃ	عبدالرحمٰن حبنکہ
۵۹۔ خلق المسلم	محمد الغزالی
۶۰۔ الإسلام ۴ أجزاء	سعید حوّی
۶۱۔ اللہ	
۶۲۔ الرسول ۲ جزء	
۶۳۔ جند اللہ ثقافۃ	
۶۴۔ خطر التبرج والاختلاط	عبدالباقی رمضون
۶۵۔ حکم الإسلام فی النظر	محمد ادیب کلکل
۶۶۔ تحفۃ العروس	محمود مہدی استانبولی
۶۷۔ ماذا عن المرأۃ ؟	ڈاکٹر نورالدین عتر

نام کتاب	مصنف
۶۸۔ المرأۃ المسلمۃ	وہبی سلیمان الغاوجی
۶۹۔ شریعۃ الإسلام	ڈاکٹر یوسف القرضاوی
۷۰۔ دراسات إسلامیۃ	سیّد قطب
۷۱۔ التکافل الاجتماعی فی الإسلام	عبد اللہ علوان
۷۲۔ تعدد الزوجات فی الإسلام	〃 〃
۷۳۔ شبہات وردود	〃 〃
۷۴۔ حتی یعلم الشباب	〃 〃
۷۵۔ حکم الإسلام فی وسائل الإعلام	〃 〃
۷۶۔ عقبات الزواج	〃 〃
۷۷۔ إلی کل أب غیور	〃 〃
۷۸۔ إلی ورثۃ الأنبیاء	〃 〃

اور ان کے علاوہ اور دوسرے مراجع جو اس کتاب کے مختلف صفحات پر درج ہیں۔